رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱ و ۲ | بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۱۹ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا)

چند ضروری گذارشیں

۱- جنوری فروری کے دو نمبر اکٹھے شایع ہوتے ہیں - کاغذ باوجود گرانی عمدہ لگایا گیا ہے مضامین آپ کے سامنے ہیں - ہر خریدار ایک خریدار اور دے تو بہت سی مشکلیں حل ہو جائیں جو سنگ راہ ہے -

۲- تشحیذ بک ایجنسی کی مفصل فہرست دسمبر کے رسالہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے احباب سے امید ہے کہ وہ لٹریچر کی اشاعت کا ثواب حاصل کرینگے کہ اسمیں تشحیذ فنڈ کی مضبوطی کے سوال کا حل بھی ہے - تاویل المتشابہات الگ بھی شائع ہوا ہے یہ ایک نہایت ضروری مضمون ہے جو غیر احمدیوں اور غیر مبایعین پر حجت اور احمدیوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہے ۲ر فی جلد کے حساب سے متعدد کاپیاں منگوائیں -

۳- میاں فخر الدین صاحب احمدی مالاباری نے بمبئی میں ایک احمدیہ کمیشن ایجنسی کھولی ہے سلسلہ کے تاجر اور دوکاندار انکی معرفت مال منگوائینگے تو انشاءاللہ فائدے میں رہینگے بلٹ (پیٹیاں) جو اکثر سپاہیوں کے کام آتی ہیں ہمارے مالاباری دوست خود تیار کرتے ہیں - وہ بھی انہی کی معرفت ملینگی برادر موصوف کا پتہ یہ ہے میمنی بلڈنگ احمدیہ ایسوسی ایشن متصل کھڑا پارک پوسٹ نمبر ۸ بمبئی - برادر موصوف یہ بھی چاہتے ہیں کہ انہیں مستطیع دوست دس دس روپے قرض حسنہ دیں تاکہ وہ کاروبار چلا سکیں اور وہ نمبروار یہ روپیہ واپس کرینگے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس تحریک کی منظوری دی ہے -

۴- آجکل ایک حمائل بلا ترجمہ صحیح لنڈن کے عکسی چھاپے خانے میں چھپی ہوئی خوشخط ۸ء میں ملتی ہے احباب دفتر تشحیذ سے منگوالیں عکسی روسی حمائل کی طرح نہیں بلکہ ہوبہو کاتب کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے

۵- حکیم امیر احمد صاحب قریشی پسر برادر زادہ حضرت خلیفہ اول کے پاس حضور موصوف کے خاص مجربات کے چند نسخے تیار شدہ ہیں ضرور تمند احباب ان سے دوائی منگوائیں تو ہم خرما وہم ثواب کیونکہ وہ مالی ابتلا میں ہیں - مقوی بینظیر (اعضا رئیسہ کے لیے) عہ فی ڈبیہ (۲) حب بواسیر خونی و بادی ۱۲ء فی ڈبیہ (۳) سرمہ زنگاری عہ فی شیشی ہر رعایتی قیمتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۶۱ء

جنّت و نار کی ٹھیکیداری

ایک شیعہ مجتہد کی کارگذاری

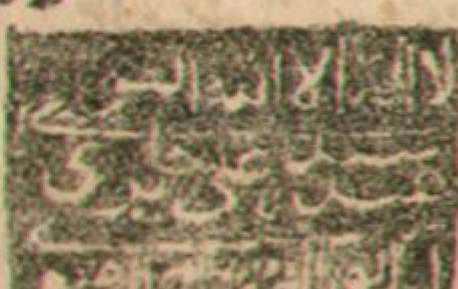
اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے اور غنی عن العالمین اسکے غنا و ذاتی سے انبیوں کا تو کیا ذکر بڑے بڑے اولیاء و انبیاء حتیٰ کہ سید المرسلین خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی خائف و ترساں ہے اور جب آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا میری نجات بھی خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ مگر دوسرے صفحہ پر کارتوس مختار علامہ سید علی حائری شیعہ مجتہد پنجاب کے مکتوب کا ایک عکس دیکھ کر حیران ہونگے کہ آپ مقررہ ٹیکس وصول کر کے دوسرے وابستگان دامن کو بھی بچانے کا ذمہ لیتے ہیں اور آپ نے مختلف علاقوں میں اپنے ایجنٹ بھیج رکھے ہیں تاکہ مومنین سے نماز روزہ وغیرہ کے عوض ٹیکس وصول کر کے آپ کے خزانے میں بھجوائیں۔ ایک وکالت نامہ میسر غلام حیدر صاحب مولوی سابق شیعہ نے ہمیں بھی دکھایا ہے جس کا عکس ملاحظہ ہو۔ اس میں اس شخص کا نام جس کو یہ وکالت نامہ دیا گیا ہے عمداً حذف کر دیا ہے دریافت پر بتایا جا سکتا ہے

وکالت نامہ

باسمہٖ سبحانہ

تمام مومنین مقلدین کو واضح ہو کہ تقلید کے معنے مطابق فرمان مجتہد کے احکام خدا و رسول پر عمل کرنے کے ہیں کوئی مومن بغیر پوری تقلید اور عمل کرنے کے بہشتی اور ناجی نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے ہم نے .... کو اپنا وکیل کیا ہے کہ وہ تمام مومنین سے تمام حقوق خدا و رسول خمس و زکوٰۃ و ہدیہ امام علیہ السلام کو لیکر ہمارے پاس بھیجا کرے اور نیز جن مومنین کے والدین بغیر نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے فوت ہو گئے ہوں انکی نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ اور زیارت کربلا معلیٰ اجارہ پر ادا کروائیں اس حساب سے کہ نماز ایک سال کیواسطے ۱۲۰ روزہ ایک سال ایک ماہ کیواسطے ۳۰ روپیہ ہر مومن کے حج کیواسطے چھ سو روپیہ زیارت در روزہ کربلا نجف کاظمین سامرہ کیواسطے دو سو روپیہ اس حساب سے جو مومن اپنے مردوں کو جہنم سے بچانا چاہیں اور انکی حال پر رحم کر کے انکی تمام قضاء شدہ نمازیں روزہ اور حج و زیارت مذکورہ حساب سے روپیہ .... کو سپرد کر دیں وہ اسیوقت یہ روپیہ ہمارے پاس بھیجا کرے تاکہ ہم ان اعمال کو ادا کرا دیا کریں فقط

از مبارک خانہ لاہور نمقہ خادم الشریعہ علی الحائری



مورخہ ۲۶ اگست سنہ ۱۹ء

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیعہ مجتہد صاحب کس دلیری کے ساتھ تحریک فرماتے ہیں کوئی مومن بغیر میری تقلید کے بہشتی اور ناجی نہیں ہو سکتا اور اس کا نشان کیا ہے؟ یہ کہ نماز کے عوض ایکسال کے واسطے بارہ ۱۲ روپے نقد چہرہ شاہی اور روزوں کے واسطے بیس ۲۰ روپے اور زیارت کربلا کے حج جانے میں دو ۲۰۰ سو روپے سرکار شریعتمدار علی الحائری کو ادا کرکے اپنے مردوں کو جہنم سے بچالیں لاحول ولاقوۃ الاباللہ ہم تو قرآن مجید میں یہ پڑھتے تھے کہ ولا تجزون الا ما کنتم تعملون ۔ اور یہ کہ وان لیس للانسان الا ما سعی ۔ مگر یہاں بتایا جاتا ہے کہ چند ٹکوں میں یہ کام چل سکتا ہے کیونکہ اپنے مزعومہ سرکار کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ انکا بوجھہ اٹھا لینگے تعجب ہے کہ مدعیان اسلام میں بھی ایسے لوگ ہوں جو اپنے متعلق اعمال سے اسقدر فارغ ہوں کہ اب انہیں دوسروں کے ذمے کے اعمال کرنے کی فرصت ہو اور وہ اعلان کر سکیں کہ ہمیں ٹکے دلواؤ ہم ان اعمال کو ادا کر دیا کرینگے اعمال کا ثواب تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے حائری صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ جسے چاہیں دیتے پھریں مرض تو زید کو ہے۔ اور دوائی کھاتا ہے بکر تاکہ زید اچھا ہو جائے مردوں کے لئے بیشک دعا مفید ہے صدقہ مفید ہے کیونکہ جس مسکین کو دیا جائیگا وہ اسکے حق میں دعائیں دیگا اور اللہ کی رحمت جوش میں آئیگی اور جس کے لئے صدقہ دیا جائیگا اسکا بیڑا پار ہو جائیگا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اذا مات العبد انقطع عنہ الحدیث اور ولا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد کے خلاف کوئی ٹکے لیکر دوسرے بھائی کے عوض میں نماز پڑھدے اور فرض ادا ہو جائے ہمارا خیال ہے کہ دوسرے شیعہ مجتہدین کو علامہ علی الحائری کے اس فعل سے اتفاق نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو اسلام سے نفرت پھیلانیکا موجب ہے ہدانا اللہ و ایاکم۔

ہماری جماعت کے خوارج

جب یہ لوگ خلافت ثانیہ کے قیام پر جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں اور امر خلافت میں انہوں نے آپ کو ناحق برپا کر اور اپنا پہلو کمزور جان کر نبوت اور کفر و اسلام کی بحث چھیڑ دی ہے تو سب سے پہلے مولانا محمد سرور شاہ صاحب نے مجھے کہا کہ درحقیقت ان لوگوں کا ایمان مسیح موعود کی صداقت

پر نہیں اور محض شرم کے مارے یہ علانیہ ارتداد اختیار نہیں کرتے ورنہ ان کے دلوں میں اب ہماری نسبت غیر احمدیوں سے کم بغض اور نفرت نہیں۔ پہلے اس بات کو تسلیم نہیں کیا مگر واقعات مجبور کر رہے ہیں کہ ان سب کی نسبت نہیں تو بعض کی نسبت یہ مان لیا جائے کہ در حقیقت یہ سلسلہ احمدیہ سے نفور ہیں اور حضرت مسیح موعود سے آپ کی بعض پیشگوئیوں اور دیگر حالات کی بنا پر بے اعتقاد ہو چکے ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان کی تقریروں اور تحریروں میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو ایک غیر احمدی بھی کہنے سے جھجک جاتا ہے بلکہ بعض باتیں تو انہوں نے ایسی لکھدی ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی نہیں سوجھیں ۔

سب سے اول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے خلیفۃ المسیح کو ڈپوٹ لکھکر حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی دربارہ پسر موعود کی تکذیب کی پھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے کہا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں چلو چھٹی ہوئی جب ایمان کا جزو نہیں تو پھر کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو عرضہ سہام ابتلا بنائے۔ اسکے بعد لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا۔ اور اپنا اپنا عقیدہ الم نشرح کیا مگر پونچھ کے مرزا عبد الکریم صاحب نے تو حد ہی کر دی جب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے حوالہ کا کچھ جواب نہ بن آیا تو لکھدیا کہ یہ قول مرزا غلام احمد صاحب کا کہ مجھ سے پہلے جو اولیاء گزرے ہیں وہ نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور نبی کے نام سے میں ہی مخصوص ہوں خلاف قرآن و حدیث ہے اب ناظرین غور فرماویں کیا ایک احمدی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے مرشد میرے ہادی میرے مقتدا جو تمام انبیاء اور سید الرسل کا موعود اور آخری زمانے کی اصلاح کے لئے مبعوث ہے جس کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے آخر میں مسیح ہو اُنے خلاف قرآن و حدیث ایک عقیدہ عمر بھر رکھا اس قسم کی اور بھی کئی باتیں ہیں جو ان گستاخوں نے لکھیں اور تو اور سید محمد احسن صاحب امروہی نے اس قسم کے بیسیوں حملے مسیح موعود پر کئے اور حضرت اقدس کے الہامات مثل انت منی بمنزلۃ ولدی وغیرہ کی تفسیر کرنے کی بجائے ان سے ناپسندی ظاہر کی اور حال ہی میں لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کی نسبت لکھدیا ہے کہ یہ پیشگوئی رسول اللہ کی

مسیح موعود سے پہلے پوری ہو چکی ہے حالانکہ حضرت اقدس نے بڑے جزم کے ساتھ یہ دعویٰ فرمایا کہ اس کا مصداق میں ہی ہوں دونوں عبارتیں بالمقابل ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمد احسن صاحب کی تحریر

اس حدیث کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں رہی۔ اسکی مصادیق تو پہلے وقوع ہو چکی مختصر بیان اسکا یہ ہے۔ کہ حضرت امام الدنیا فی الحدیث حافظ اور حجۃ فی الحدیث حضرت امام بخاری رجل من فارس ہیں جو قدسی الاصل ہیں اور اگر صیغہ جمع کا لیا جائے تب بھی امام مسلم وغیرہ ہیں جنمیں اکثر جامع امہات ستہ کے ہیں ۔ ۔ ۔ پس یہ مضمون جو حدیث سے مستنبط ہے جسمیں مجاز اور مبالغہ بھی موجود ہے۔ بغیر ان محدثین کے اور کس میں پایا جاتا ہے ہاں بسبب الہام کے حضرت مرزا صاحب کو بھی اسمیں داخل سمجھتے ہیں (پیغام ۲۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء)

(مضمون مولوی محمد احسن صاحب)

حضرت مسیح موعود کی تحریر

اور اگر کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے اور بہ تصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ومن ینکرہ فلیبارز للمباہلۃ ولعنۃ اللہ علیٰ من کذب الحق او افتریٰ علیٰ حضرۃ العزۃ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آجتک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالےٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالےٰ کی وحی سے صرف مَیں اس نام کا مستحق ہوں ؂

تحریر مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ خدا کی وحی نے مجھے بار بار اطلاع دی ہے کہ صرف مَیں ہی اس نام کا مستحق ہوں اور جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی اور اسکا مستحق ہو۔ جو اسکا انکار کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو اور وہ میرے ساتھ مباہلہ کرے مگر مولوی محمد احسن صاحب کی جرأت دیکھئے کہ وہ علانیہ سمجھتے ہیں اور پیغام والا

اسکو چھپاتا ہے کہ اس حدیث کے مصداق گزر چکے ہیں اور یہ پیشگوئی منتظر الوقوع نہیں رہی اور پھر خدا کی اس لعنت سے اس بڑھاپے میں حصہ لینا چاہتا ہے جو مسیح موعود نے اپنے منکروں کے لئے رکھی تھی اگر مولوی محمد احسن صاحب کو اپنی بات پر ایسا ہی یقین ہے تو وہ اب بھی رجل من فارس کے مصداق کے بارے میں جماعت احمدیہ کے خدام سے مباہلہ کر سکتا ہے اور ہم اسے مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ ہرگز مقابلہ پر نہیں آئے گا پھر لطف یہ ہے کہ حافظہ خیا شد خود مولوی محمد احسن صاحب نے مسک العارف میں یہ عبارت لکھی ہے۔

"بعض علماء اور شارح حدیث نے مصداق اس حدیث کا بعض محدثین کو لکھا ہے اور بعض فقہاء نے حضرت امام ابو حنیفہ کو مصداق اس حدیث کا قرار دیا ہے لیکن یہ ائمہ حدیث اور حضرت امام اعظم مصداق اس حدیث کے ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ زمانہ تابعین یا تبع تابعین میں علم دین بسیط الارض سے منعدم نہیں ہوگیا تھا جو جملہ لو کان الدین والعلم او الایمان عند الثریا سے مفہوم ہوتا ہے اور نہ کسی نے ان میں سے دعوے مصداق ہونے اس حدیث کا کیا ہے × × پھر یہ ائمہ محدثین یا امام اعظم صاحب اس حدیث کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں"

دیکھیے کس زور شور سے اسی مولوی محمد احسن نے (جواب لکھا ہے کہ یہ پیشگوئی محدثین پر پوری ہو چکی اور منتظر الوقوع نہیں رہی اور پھر چیلنج کرتا ہے کہ یہ مضمون پیشگوئی بغیر ان محدثین کے اور کس میں پایا جاتا ہے) ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس پیشگوئی کا مصداق محدثین کو سمجھتے ہیں اور پھر بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق مسیح موعود ہی ہے اور مصداق اس آیت کا وہی ہے (اصل عبارت کے اخیر میں یہ بھی لکھا ہے۔

"پھر آیات الٰہیہ بھی اسکی تصدیق کر رہی ہیں متعین انہ ھو المصداق لھذا الحدیث ظہراً و بطناً واذا جاء نصر اللہ بطل نہر معقل"

تعجب ہے کہ یہ نہر معقل جو باطل ہو چکی تھی یہ پھر کیوں جاری ہو گئی کیا یہ کھلا کھلا ارتداد نہیں جو افسوس ہے میرے قدیمی مہربان مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے اختیار کیا ہے وہ یقیناً اس کا کچھ جواب نہیں دے سکتے۔

پھر مرحوم جلسے کا قصہ سنیئے ایک مبائع سے بحث کرتے ہوئے جب آپ بالکل ساکت ہوگئے تو یہ الفاظ لکھنے پر مجبور ہوئے جن کا عکس دیا جاتا ہے۔

حضرت میرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ
مسیح ابن مریم اسرائیلی بن باپ کے
پیدا ہوئے تھے۔ اور چونکہ یہ عقیدہ
قرآن کریم کے بعض آیات شریفہ
کے خلاف تھا۔ اس لئے میں نے
اس عقیدہ کو قبول ~~بعض~~ انکی زندگی
در موجودگی میں بھی قبول نہیں کیا۔

مسیح اور مہدی مان کر پھر یہ کہنا کہ وہ مسیح و مہدی جو دین الحق اور ہدایت لیکر آیا تھا ادیکھو اربعین خلاف قرآن و حدیث عقیدہ رکھتا تھا کتنی بڑی بھاری گستاخی اور دلیری بلکہ مجھے کہنا چاہیئے کہ بیشرمی اور بے حیائی ہے کیا یہ واقعات ثابت نہیں کرتے کہ اب ان لوگوں نے سلسلہ احمدیہ سے کھلا کھلا ارتداد شروع کر دیا ہے بلکہ یہ حضرت مسیح موعود کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے کیونکہ خلاف قرآن و حدیث جو عقیدہ رکھتا ہو وہ مسلمان کیسا ؟

مولوی محمد علی ایم اے ہیں مباہلہ کو بچوں کا کھیل فرماتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں سے فیصلہ کا آخری طریق بتایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود عمر بھر اسے اپنی صداقت کا معیار فرماتے رہے آپ نے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرنے کے لئے یہی اسکا امتیازی نشان بتایا کہ اسکے پیرو اپنے اندر اسقدر قوت ایمانی رکھتے ہیں کہ مقابل کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں وہ یا تو سامنے ہی نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے یہ روحانیت علیٰ قدر مراتب مامور کی جماعت میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو رہتی ہے مگر مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ مباہلہ صرف مامور کر سکتا ہے (ب) کسی کی موت پر سلسلہ کی صداقت کا دارومدار نہیں (ج) ہمارے پاس دلائل ہیں مباہلہ کی ضرورت نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مباہلہ اگر مامور ہی کرتا ہے تو پھر ان غیر احمدیوں آریوں عیسائیوں کا کیا قصور ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود کی طرف سے مباہلہ کی دعوت پر مقابلہ کے لئے نہ آئے کیونکہ وہ غیر مامور تھے مباہلہ صرف مامور کے لئے ہے (ب) پھر حضرت مسیح موعود نے اپنے مریدوں کے مباہلوں کو جو انہوں نے کئے اپنی صداقت کا نشان کیوں ٹھہرایا منع کیوں نہ کیا صحابہ کرام اور بعض ائمہ عظام نے کیوں مباہلوں کی دعوتیں دیں کیا وہ مامور تھے کسی کی مطلق موت و حیات پر تو بیشک سلسلہ کی صداقت کا مدار نہیں مگر مباہلہ کے اثر پر تو ہے کیونکہ خدا سے فیصلہ چاہا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے کلمہ حق کا اعلاء کرتا ہے ان ھذا لھو القصص الحق وما من الٰہ الا اللہ اچھا آپ یہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود نے آپکو فرمایا تھا اگر آپ کو طاعون ہو گیا تو میرا سلسلہ جھوٹا۔ کیا سلسلہ کی صداقت آپکے وجود سے وابستہ تھی جب آپ غیر احمدی تھے اسوقت بھی سلسلہ سچا تھا جب آپ مر جائینگے تو بھی سچا رہیگا لیکن انی احافظ کل من فی الدار ہمارے کی صداقت کا تقاضا تھا کہ اب مسیح موعود کے گھر کا ایک کتا یا چوہا بھی طاعون سے نہ مرے * باقی رہا اپنے دلائل پر غرہ کیا سید الرسل محمد رسول اللہ سے زیادہ دلائل

* مباہلہ کا اعلان کر نا پڑا تو آپکے خلفاء کیوں ایسا نہ کریں غرض کیا چھوٹا کیا بڑا احسان اللہ لاہوری کی الکلام انما سکیں *

(صرف اُن لوگوں کے لئے لکھا گیا۔ جو احمدیت سے ناواقف ہیں۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

مُسلمانوں سے تین سوال

یاقومنا اجیبوا داعی اللہ

(لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی سنو۔ ترجمہ بالمراد)

پہلا سوال ایک عیسائی پوچھتا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی جسم کے ساتھ دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ ہیں۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو زمین پر انتقال کئے تیرہ سو برس گذر گئے۔ (۲) حضرت عیسیٰؑ مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور نبی کریمؐ نے ایک مُردہ بھی زندہ نہ کیا۔ (۳) حضرت عیسیٰؑ پرندے بنایا کرتے اور غیب کی خبریں بتلایا کرتے تھے۔ اور نبی کریمؐ نے نہ پرندہ بنایا نہ غیب دان ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اب بتلاؤ کہ ہمارا مسیح افضل ہے یا تمہارا محمدؐ (فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم) دائمی زندگی۔ آسمان پر چڑھنا۔ غیب دانی۔ مُردوں کو زندہ کرنا۔ اگر خدائی صفات نہیں ہیں۔ تو اور کیا ہیں؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں کس کو یہ بندگی اور یہ فضیلت حاصل ہے؟

پھر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب اُمت محمدیہ بگڑ جائیگی۔ تو انکی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰؑ کو ہی آسمان سے تکلیف کرنے کی ضرورت۔ اور قدم رنجہ فرمانے کی حاجت ہوگی ÷

دوسرا سوال ایک دہریہ پوچھ سکتا ہے کہ اسلام کی فضیلت غیر مذاہب پر کیا ہے؟ کیوں ہم اسلام کو قبول کریں اور دوسرے مذاہب کو ترک۔ اسلام

اگر نیکی کی تعلیم اور خدا کی ہستی اور جزا و سزا کی تعلیم دیتا ہے۔ تو دوسرے مذاہب بھی نیکی ہی سکھلاتے اور خدا ہی کو منواتے ہیں۔ اسلام کے پاس قرآن ہے تو ہندوؤں کے پاس وید۔ عیسائیوں کے پاس انجیل۔ اور یہودیوں کے پاس توریت و طالمود۔ پارسیوں کی ژند و نسا۔ سبھی اپنی اپنی کتاب کو آسمانی اور خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ اسلام کے پیغمبر صاحب نے بڑے بڑے معجزے اور کرامات دکھلائے۔ تو ہندوؤں کے اوتاروں اور عیسائیوں کے راہبوں نے بھی خرق عجائبات کم نہیں۔ اسلام پر چلکر لوگ اگر غوث۔ قطب اور خدا رسیدہ ہوئے۔ تو وید و پران پر چلکر بڑے بڑے رشی۔ مہارشی ہوئے۔ اخلاق فاضلہ انہوں نے بھی دکھلائے۔ انہوں نے بھی خدا کے نام کی منادی کی اور نیکی و نیکوکاری کا پرچار اس مذہب نے کیا۔ اور اس نے بھی۔ مسلم کی عبادت نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہے تو ہندوؤں کی سندھیا۔ تیرتھ۔ دان اور اپاس ہے۔ انگریزوں کا پریر۔ فاسٹنگ اور بیت المقدس کی زیارت ہے۔ اصول مذاہب ایک ہیں۔ جو کام اس مذہب میں نیک یا بد ہے وہ دوسرے مذہب میں بھی۔ مسلمانوں کی زیارت گاہ مکہ۔ ہندوؤں کی کاشی و جگن ناتھ عیسائیوں کے لئے بیت المقدس۔ بدھ مذہب والے اپنے متبرک مقامات کی زیارت کرتے ہیں۔ اب بتلاؤ۔ کہ کونسی دلیل ہے۔ اور کونسا معیار جو بتلائے کہ اسلام کا خدا ہے۔ اور خدا اسلام کا۔

پھر عیسائی خدا کو امنی پوٹنٹ۔ ہندو اُسے سرب گیان اور مسلمان اُسے عالم الغیب مانتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں۔ کس کا خدا عالم الغیب ہے؟

تیسرا سوال ۳

ایک دلدادہ تحقیق مسلمان پوچھ سکتا ہے کہ (۱) جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجیگا جو اس اُمت کے دین کی اصلاح اور تجدید کریگا۔ تو سنہ ہجری کا سر تو کجا دنیا کے تمام سنین کا سر بھی آچکا۔ بلکہ سنہ ہجری کا سر تو کجا کمر بھی جھک گئی (چھتیس برس گذر گئے) صدی کا مجدد کہاں؟ پھر اسلام پر کبھی ایسی تباہی اور ادبار کا زمانہ آیا تھا؟ کیا عالموں۔ زاہدوں فقیروں۔ امیروں۔ صوفیوں اور گدی نشینوں۔ مشائخوں میں فسق و فجور کی بہتات نہیں؟

کیا یہ لوگ اسلام کے بدنام کرنے والے نہیں ہیں؟ (۲) گذشتہ صدیوں میں عین وقت پر امام اور مجدد آئے۔ امام غزالی۔ امام رازی۔ امام ابوحنیفہ۔ امام بخاری۔ امام عبد القادر جیلانی۔ حضرت معین الدین چشتی وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ اِس صدی پر کون آیا؟ (۳) چودھویں صدی میں مہدی موعود کا ظہور ہوگا۔ حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔ مجدد الف ثانی نے فرمایا۔ نعمت اللہ شاہ ولی نے فرمایا۔ نواب صدیق حسن نے اقتراب الساعۃ میں ظہور مہدی کی پندرہ بیس علامتیں لکھ کر فرمایا کہ مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔ شاید میں زیارت سے محروم رہوں گا۔" خواجہ حسن نظامی فرماتے ہیں "وہ علامتیں تو پوری ہو چکی ہیں۔ ظہور مہدی عنقریب ہے۔" شیعہ کہتے ہیں کہ مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ابھی ظاہر نہیں ہوئے۔ (۴) حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہور مہدی کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ اکثر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ رمضان میں کسوف وخسوف۔ ریل کی سواری۔ دمدار تارہ نکلنا۔ مشرق سے آگ نکلنی۔ اونٹ کی سواری کا بیکار ہونا۔ قحط و طاعون پڑنا۔ خطوط کی کثرت۔ غیر قوموں کی حکومت وغیرہ وغیرہ کوئی تیس چالیس علامتیں پوری ہوئیں۔ لیکن دوستو! صدی آدھی ہونے کو آئی۔ اسلام کی روحانی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ علماء و صوفیا بشارت دیتے جاتے ہیں مگر ؎

خبر لے اے مسیحا تو کہاں ہے ٭ ترا بیمارِ اُلفت نیم جان ہے۔

سُنئیے احضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

اوّل۔ یہ غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں (الف) قرآن شریف کی تیس آیتیں انھیں مُردہ بتلاتی ہیں (۱) یاعیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ (سورۃ آل عمران) حضرت ابن عباس جو صدر المفسرین اور جن کے علم القرآن کے لئے نبی کریمؐ نے دعا فرمائی تھی۔ متوفیک کے معنے ممیتک (مار دیوالا ہوں) بتلاتے ہیں۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ (۲) ما محمّد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (ترجمہ) محمدؐ ایک رسول ہی ہیں۔ اُنکے پہلے سب رسول مر گئے۔ (۳) ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد۔ تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشگی نہیں دی گئی۔ (ب) حدیث

حضرت عیسیٰ کو مردہ بتلاتی ہے (ا) لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی۔ ترجمہ اگر عیسیٰ و موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کرتے بنتی۔ (ج) تمام صحابہ وفات مسیح کے قائل تھے۔ حضرت ابن عباس۔ وہب بن ربیع۔ اسحٰق اور اماموں میں امام بخاری و امام مالک وفات مسیح کے قائل۔ ایک صحابی کا نام لو جو حیات مسیح کا قائل ہو۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک کا بھی قول پیش کرو۔ جو حیات مسیح بتلاتا ہو (ایسا بتلانے والے کو ننہ انعام۔ مشتہر) تفصیل کے لئے دیکھو ازالہ اوہام اور الدلیل المحکم مصنفہ مولوی عبدالرحیم صاحب کی کتب ٭

دوم بے شک اسلام ہی سچا مذہب اور عرب کا پاک نبی ہی سچا نبی ہے۔ اور اسکو سچا ثابت کرنے کے لئے میں (مرزا صاحب) تیار ہوں۔ جسطرح چاہو۔ امتحان کرلو۔ (ا) ایک کتاب براہین احمدیہ اسلام و نبیؐ اسلام کی صداقت پر لکھی ہے۔ اسکے دلائل کو توڑدو یا اس کی طرح اپنی کتاب سے اپنے مذہب کی صداقت کا ثبوت پیش کرو۔ اور ہم سے دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ (۲) نشانات آسمانی کے ذریعہ اسلام کی صداقت کا ثبوت ہم سے لو (الف) ایک سو مایوس العلاج بیماروں کو بطور قرعہ اندازی بانٹ لو۔ تم بھی اپنے خدا کو بلاؤ۔ اور میں بھی اپنے حیؔ و قیوم مولا کو بلاتا ہوں۔ دیکھیں خدا کس کے ساتھ ہے اور کس کے بیمار اچھے ہوتے اور کس کے مرتے ہیں (ب) کسی خاص معاملہ میں تم بھی توجہ کرو۔ اور میں بھی کرتا ہوں۔ دیکھیں خدا کس کی سنتا اور کس کو آیندہ واقعات بتلائے جاتے ہیں (ج) تم بھی خدا کو سرب گیان کہتے ہو۔ اور میں بھی کہتا ہوں۔ دیکھیں خدا سے خبر پاکر کون غیب کی خبریں کثرت سے دیتا ہے اور کس کی پیشگوئیاں بکثرت اور صفائی سے پوری ہوتی ہیں (د) تم اپنے پرمیشور کو بلاؤ۔ کہ جو جھوٹا ہو سچے کے سامنے ہلاک ہو جاوے۔ اور میں بھی اپنے مولا قدیر کو بلاتا ہوں۔ پھر دیکھو کون ہلاک ہوگا۔ اور کون بچ جاتا ہے۔ (اس قسم کے اشتہار چھاپ کر پادریوں اور آریوں، پنڈتوں کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔ مشتہر)

سوم تیسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سچے اور آپ کی پیشگوئی سچی خداوند تعالیٰ نے مجھے اس زمانہ میں چودہویں صدی کے سر پر مہدی و مسیح کر کے بھیجا ہے۔ نبی کریم اپنی اُمت کو فرماتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے۔ بھلا

اُمت کی ہدایت کے لئے بنی اسرائیل کا پیغمبر آوے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی ہتک نہیں؟ پھر حدیث بولتی ہے۔ لا مھدی الا عیسےٰ ۔ مہدی اور عیسیٰ ایک ہیں مسلم کی حدیث امامکم منکم ۔ تمہیں میں سے ایک تمہارا امام بتلاتی ہے۔ امام احمد حنبل۔ امام زرقانی۔ نعمت اللہ شاہ ولی۔ محی الدین ابن عربی قائل ہیں کہ مسیح اسی اُمت سے ہوگا۔ ظہور مہدی کی علامتیں پوری ہوئیں۔ مہدی کے سر پر سوائے میری (مرزا صاحب) کس نے دعویٰ کیا؟

آؤ! دیکھیں اس مردِ خدا نے کیا کیا؟

ابتدائی زندگی ۱۸۳۵ء میں پیدائش اور ۱۹۰۸ء میں وفات ہے۔ لڑکپن اور جوانی اعلےٰ درجہ کی تقویٰ، عفت اور عبادت و ریاضت میں کٹے۔ مہینوں روزے رکھتے اور اپنا کھانا غریبوں کو بانٹ دیتے۔ قرآن کریم اور نمازوں کی کثرت اسقدر تھی کہ لوگ حیران تھے۔ بے داغ اور پاک زندگی کے گواہ ہندو اور مسلمان دونو ہیں۔ اسلام کے خلاف جو مضامین نکلتے اس کا جواب دیا کرتے۔ معمولی تعلیم فارسی و عربی و طب کی پائی تھی ؛

دعویٰ چالیسویں برس دعوے مہدویت و مسیحیت کیا۔ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کے لئے مہدی اور پادریوں کا غرور توڑنے کے لئے مسیح۔ خدا نے بنایا کہ تا ثابت ہو۔ کہ جو ان کا خدا ہے۔ اس کا ہم پلہ ایک محمدؐ کا غلام بھی ہو سکتا ہے ؛

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ؛ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و اٰلہ) ہندوں کے بالمقابل کرشن بیکن سب کو ایک ہی پاک نبی محمدؐ اور پاک کتاب قرآن کی طرف بلایا کہ اسکے بغیر نجات نہیں۔ کوئی نئی شریعت کا دعویٰ نہ تھا۔ وہی قرآن اور وہی حدیث اور وہی صحابہ۔ ہاں دعوےٰ نبوت کیا۔ لیکن بایں معنے کہ کثرت سے امور غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ عربی میں وہ شخص جو خدا کی طرف سے غیب کی خبر بتلاوے۔ نبی کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں۔ اور یہ رتبہ بطفیل خاتم النبیین سید الاولین والآخرین ملا ؛

اسلام اور نبی اسلام کی خدمت تیرہ سو برس میں ایسی خدمت کسی نے نہیں کی (الدم) دلائل اور حقائق کا ایسا ذخیرہ بہم پہنچایا کہ آریہ سماج کا ناک

میں دم آگیا۔ پادریوں نے سمجھوتہ کر لیا کہ احمدیوں (آپ کی جماعت کا نام) سے مباحثہ نہ کرنا۔ براہین احمدیہ سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ معرفت وغیرہ وغیرہ کتابیں بے نظیر لکھیں۔ (ب) ۲۶۰۰۰ اشتہار امریکہ یورپ۔ آسٹریلیا میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجے (ج) غیر مذاہب کے مقابل اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا (دیکھو جواب نمبر دوم اشتہار ہذا) (د) ہزاروں ہندوؤں اور آریوں کو اپنے خواب اور کشف کا گواہ بنا کر اسلام کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دیا۔ (ہ) امریکہ کے عبداللہ کوئم آپ ہی کے اشتہارات پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور امریکہ کا مسٹر ڈوئی جو مدعی نبوت اور مسلمانوں کی ہلاکت کا مدعی تھا۔ آپ ہی کے مباہلہ اور مقابلہ سے ہلاک ہوا تو ہندوستان کا آریہ لیکھرام غیبی قاتل کا نشانہ بنکر اسلام کو خدا کا مذہب ثابت کر گیا۔ (و) رسول کریمؐ کی ایسی محبت اور ایسا عشق کسی میں نہ دیکھا۔ ہزاروں اشعار ایسے پریم بھرے لکھے کہ جو دیکھے وہ بھی آنحضرتؐ کا عاشق ہو جاوے (ز) ایک پاک اور متقی جماعت بنائی۔ جو شریعت اسلامیہ پر پابند۔ تہجد گذار۔ خدا کے راہ میں مال اور جان سے نثار۔ اور جو چار دانگ عالم میں گھوم گھوم کر اسلام کی منادی کرنیوالی (ح) دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم ٭

آپ کے اخلاق بیان کو ایک دفتر چاہتے ہیں۔ اخلاق فاضلہ کے قائل دوست دشمن سب ہی ہیں عفت۔ غمخواری کرم و سخاوت۔ سادہ زندگی۔ بڑے بڑے قصور معاف کر دینا۔ اعلےٰ درجہ کا صبر۔ رضا۔ توکل غرض مختصر یہ ہے کہ اخلاق نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ اخلاق آپ ہی میں تھا۔ اس مختصر اشتہار کا دامن تنگ ہے۔ ناظرین اگر سیرت مسیح موعود مصنفہ مولوی عبدالکریم دیکھیں تو میرے بیان کی تصدیق کریں۔ راست گوئی کے خاطر مقدموں میں نقصان اٹھائی۔ غصہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ہاں نبی کریمؐ کے متعلق کسی کی گستاخی سنتے۔ تو آپے سے باہر ہو جاتے۔ چہرہ سرخ ہو جاتا۔ شریعت محمدیہ کے کامل متبع اور قرآن مجید کے کامل فرمانبردار۔ سخاوت۔ اور ہمدردی مخلوق میں بے نظیر ٭

آپ کی تعلیم ان اشعار سے ظاہر ہے ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا ٭ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا ٭ اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم ٭ آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست ٭ بادۂ عرفان ما از جام اوست

آں شہے کش محمدؐ ہست نام • ہر نبوت را برو شد اختتام + مہر او با شیر شد اندر بدن • جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام • دامن پاکش بدستم مدام + ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست • زو شدہ سیراب ہر ابرے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود • آں نہ از خود از ہماں جا مے بود + ما ازو یابیم ہر نور و کمال • وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست • ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست + از ملائک وز خبرہائے معاد • ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است • منکر آں مستحق لعنت است + معجزات او ہمہ حق اندر است • منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین • آنچہ در قرآں بیانش بالیقین + بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست • ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب • نزد ما کفر است و خسران و تباب ۔

تصانیف ... سے زیادہ ہیں۔ جنمیں سے کئی ایک کا ترجمہ انگریزی۔ فرانسیسی۔ بنگالی۔ پشتو۔ گجراتی۔ فارسی عربی اور دوسری ہی زبان میں۔ بعض کتابیں اعجازی ہیں کہ عرب و عجم کے علماء کو ان کے مثل لانے پر ہزاروں کے انعام کا وعدہ تھا۔ اور یہ بھی تحدی تھی کہ کوئی اس کا جواب دُنیا بھر میں نہیں لکھ سکتا۔ کیا ایک جھوٹا ایسا دعویٰ کر کے سرخرو ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ خدا کی تائید نہ ہو •

نشان صداقت آپ ہی کے الفاظ میں (۱) میں قرآن شریف کے معجزے کے ظل پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو مقابلہ کر سکے (۲) قرآن شریف کے حقایق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے (۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہوئیں۔ اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے (۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ ضرورت الامام صفحہ ۲۵

پیشین گوئیاں کثرت سے پوری ہوئیں "نشان آسمانی" میں فرماتے ہیں۔ تین ہزار پیشگوئیوں کی صداقت کا ثبوت عام مجلس میں دینے کو تیار ہوں۔ طاعون۔ قحط۔ زلزلہ۔ تقسیم بنگال۔ جنگ بلقان۔ ایران کا انقلاب۔ ڈوئی اور لیکھرام کی موت۔ احمد بیگ کی موت وغیرہ وغیرہ۔ موجودہ جنگ کا نقشہ مدتوں پہلے سے کھینچکر کہا تھا کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"۔ (تفصیل کیلئے حقیقۃ الوحی۔ سراج منیر۔ براہین احمدیہ دیکھو)

خدا کی تائید سارے زمانہ نے مخالفت کی۔ عیسائی اسلئے دشمن کہ ان کے [illegible] کو مارتا ہے۔ آریہ [illegible] کی

غلطیاں نکالنے اور لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کرنے سے دشمن۔ سکھ اسلئے ناراض کہ گورو نانک کو پکا مسلمان ثابت کرتا ہے۔ مسلمان اس لئے بگڑے کہ تمام فرقوں کا حکم اپنے کو بوتا ہے۔ عالم اسلئے چین بجبین کہ انہیں مقابلہ کے لئے للکارتا ہے۔ صوفی اسلئے نعل در آتش کہ کہتا ہے خدا کا قرب میرے بغیر محال ہے۔ جاہل اسلئے اُلجھے کہ مہدی موعود نے جہاد کی خدمت چھین لی اور کہا کہ اب جبکہ حملہ قلم سے ہو رہا ہے تو تلوار اٹھانا درست نہیں۔ اب تباؤ دنیا کا کونسا فرقہ اور طبقہ تھا۔ جو انکی حمایت پر تھا۔ خاندان کے لوگ جان کے دشمن۔ مسجد کا راستہ تک بند کر دیا۔ مقدمے ہوئے۔ خون کی تہمت لگائی گئی۔ عزت و آبرو پر حملے ہوئے۔ جان لینے کے منصوبے ہوئے۔ بیس ہزار کا انعام جان لینے والے کے لئے مقرر تھا۔ گالیوں کے خطوط سے تھیلے پر ہیں۔ مریدوں پر دنیا تنگ ہو گئی۔ مسجد بند۔ قبرستان بند۔ رشتہ ناطہ بند۔ کنوئیں کا پانی بند۔ دکان کا سودا بند۔ سلام کلام بند۔ دھوبی اور حجام بند۔ گالی اور پھر اسکے علاوہ مولویوں نے فتوے دیا جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ کافر۔ عورت حرام ہو گئی۔ احمدی کا مال چھین لینا جائز۔ جائداد سے محروم کر دینا مستحسن۔ قتل کر دینا کار ثواب۔ افغانستان میں دو کو شہید کر دیا۔ ملابار میں احمدیوں کو مارتے مارتے ادھ موا کر دیا۔ لیکن خدا کی تائید ہے کہ

آپ کی جماعت

ترقی کرتی جاتی ہے۔ انکی پیشگوئی تھی کہ دنیا کے دور دور کناروں تک آپ کی تبلیغ پہنچیگی دور دور سے لوگ آپ کے پاس آئینگے۔ آج دنیا کے ہر ایک بر اعظم میں افغانستان میں۔ انگلستان میں۔ امریکہ میں۔ فرانس میں۔ مالٹا۔ سیلون میں۔ نائجیریا میں۔ افریقہ میں۔ چین میں۔ آسام میں اڑیسہ بنگال و مالابار میں جماعت احمدیہ پھیل رہی ہے۔ بڑے بڑے عالم۔ فاضل۔ ایم۔ اے۔ مولوی فاضل رفتہ رفتہ مریدیت میں آئے۔ بڑے بڑے صوفی اور پیری مریدی والے جن کے ہزاروں مرید تھے۔ وہ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسوقت لندن۔ ماریشس۔ نائجیریا اور ہانگ کانگ میں احمدی مبلغ کامیابی سے مصروف تبلیغ ہیں۔ جماعت کی تعداد سات لاکھ کے قریب ہے جس میں اکثر حصہ متقی افراد کا ہے۔

خاکسار راقم کی عرضداشت

بندگو اور دینی بھائیو! محض خدا کی خاطر آپ لوگوں کو یہ حق کی آواز پہنچائی گئی ہے۔ مذہب کی طرف سے لاپروائی ٹھیک نہیں۔ اٹھو! اور حق کی تلاش کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حق و ہدایت کی طرف رہنمائی کرے۔ آپکو اگر مذہبی جوش ہے اور دین الحق کی تلاش تو (۱) سلسلہ کی کتابیں ازالہ اوہام۔ حقیقۃ الوحی۔ نشان آسمانی۔ ضرورت امام۔ اربعین۔ تریاق القلوب۔ تحفہ گولڑویہ۔ ظہور المہدی۔ ظہور المسیح وغیرہ وغیرہ مطالعہ فرماویں (۲) خاکسار سے بذریعہ خط وکتابت کے جو جو شک آپکے دل میں آئے حل کریں یا قادیان کو براہ راست لکھ بھیجیں۔ (۳) استخارہ کریں۔ استخارہ کی ترکیب۔ رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ یسین۔ دوسری میں سورہ اخلاص اکیس بار پڑھیں پھر اسکے بعد تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ پروردگار تو علیم و قدیر ہے تجھ کو معلوم ہے کہ کون مقبول ہے اور کون مردود۔ مرزا غلام احمد اگر مہدی اور مسیح اور مجدد ہیں۔ تو پروردگار خواب یا کشف کے ذریعہ مجھ پر ظاہر فرما۔ اور مجھے ان کے قبول کرنے کی توفیق عطا کر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے نفس سے خالی ہو کر ہر ایک اس بات کو جو خدا کی طرف سے دل میں پڑے۔ قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ (۴) مولویوں کے فتووں

تاویل المتشابہات

یعنی

حضرت مسیح موعود کے بعض متشابہ الہامات کی اصلیت اور حقیقت

(از قلم معارف رقم مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی)

اس مضمون کی ضرورت معترضین نے جہاں ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود احمد نبی اللہ القادیانی کے متعلق اور اعتراض اٹھائے ہیں وہاں آپ کے بعض کشوف اور الہامات پر بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ کشوف اور الہامات اسلام کی تعلیم اور ہدایت کے خلاف ہیں جن سے شرک کی تائید ہوتی ہے بلکہ ان کے ماننے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے حالانکہ جن کشوف اور الہامات کے متعلق ایسا کہا جاتا ہے وہ سب کے سب متشابہات کی قسم سے ہیں جنکو حقیقت پر حمل کرنا خلاف منشاء الہام و ملہم ہے لیکن بعض لوگ اپنی ناواقفی اور لاعلمی کی وجہ سے ایسے کلام کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے اعتراض کر دیتے ہیں اور بعض باوجود اس بات کو بخوبی جاننے کے کہ یہ کلام از قسم متشابہات ہے اور مجازات اور استعارات کے رنگ میں ہونے سے قابل تاویل ہے محض مخالفت کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اسے قابل اعتراض بتاتے ہیں تا طالبان حق کی راہ میں روک پیدا کریں سو ہم طالبانِ حق کی خاطر مخالفین کی روک کے اس پتھر کو بھی راہ سے اٹھا دیتے ہیں۔ شاید کوئی سعید روح فائدہ اٹھائے وباللہ التوفیق۔

متشابہ الہامات وہ متشابہ الہامات جن پر اعتراض کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔ انت منی وانا منک - انت منی بمنزلۃ ولدی۔ انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی - انت منی بمنزلۃ روحی انت منی بمنزلۃ عرشی - انت اسمی الاعلیٰ - انت من ماءنا وھم من فشل - یحمدک اللہ من عرشہ - انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون - ربنا عاج

خدا کے کلام میں محکمات اور متشابہات دونوں ہوتے ہیں قبل اسکے کہ ہم الہامات متذکرہ کے متعلق کچھ عرض کریں پہلے یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ خدا کے مقدس کلام میں محکمات اور

متشابہات دونوں قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں چنانچہ علاوہ دیگر صحف سماویہ کے قرآن کریم خود اس کا مصدق اور مصداق ہے دیکھو ارشاد ذیل ھو الذی انزل علیك الکتب منه ایات محکمات ھن ام الکتب و اخر متشٰبھٰت یعنے اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تجھ پر الکتاب اتاری اسمیں بعض آیات بطور اصل الاصول کے ہیں جنکا نام دوسرے لفظوں میں محکمات ہے اور دوسری قسم وہ ہیں جنکا نام متشابہات ہے چونکہ متشابہات از قبیل استعارات و مجازات ہوتے ہیں اسلئے متشابہات کی مناسب طور پر تاویل کر کے محکمات کے تابع کرنا چاہئیے نہ یہ کہ بے علم لوگوں کی طرح انہیں حقیقت پر حمل کر کے اہل علم کے سامنے اپنے آپ کو نادم کریں۔ کیا اگر استعارہ کے طور پر کسی کو شیر کہا جائے تو یہ عقلمندی ہوگی کہ اسکے پیچھے دُم اور چار ٹانگیں تلاش کرنے لگجائیں اور اس طرح اپنی بیوقوفی کا ثبوت دیں۔ اسی طرح اہل علم خدا کے مقدس کلام کے اس حصہ کو جو متشابہات کی صورت میں ہوتا ہے از قسم مجازات و استعارات سمجھ کر اس سے تعرض نہیں کرتے بلکہ مومنانہ آداب کے ساتھ محکمات کی طرح اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اور جہانتک ممکن ہو صحیح تاویل کے لئے کوشش کرتے ہوئے اسے کلام محکم کے تابع کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ لوگوں میں کجی اور فتنہ پھیلانے کی غرض سے خدا کے کلام سے محکمات کو نظر انداز کرتے ہوئے متشابہات کے پیچھے لگجاتے ہیں تا لوگوں میں گمراہی پھیلائیں اور طالبان حق کے راہ میں روک پیدا کریں اور وہ متشابہات جو پیشگوئی کی صورت میں ہوتے ہیں ان کی قبل از وقت تاویل کرنے سے لوگوں کو ابتلا میں ڈالتے ہیں۔ حالانکہ متشابہات کی صحیح تاویل اور اصل حقیقت کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے یا وہ لوگ جو بوجہ تعلق باللہ کے علم الٰہی سے استفاضہ کرتے ہیں۔ جس سے وہ خدا کی کتاب میں الراسخون فی العلم کہلاتے ہیں۔

متشابہ کو محکم کی تابع کرو

پس جس طرح سے قرآن کریم کی متشابہ آیات کے محکمات کی تبعیت میں معنی کئے جاتے ہیں اسی طرح سے الہامات متشابہ کے معنے بھی کرنے چاہئیں۔

اور غیر احمدی علماء کا باوجود قرآن کریم کے اس اصل کے جو محکمات اور متشابہات کے معنوں کے لئے اوپر ذکر کیا گیا پھر بھی حضرت مسیح موعود کے متشابہ الہامات پر اعتراض کرنا اور مجازات اور استعارات کو حقیقت پر حمل کرنا خلاف دیانت و امانت اور سراسر ضد اور جہالت ہے اعاذنا اللہ من ذلك۔

اب ہم بحولہ و قوتہ الہامات متذکرہ بالا کی اصل حقیقت دکھلانے کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں اور امید ہے کہ جو شخص ضد اور تعصب سے خالی ہو کر حق طلبی اور انصاف سے اس تحریر پر نظر ڈالے گا اسے اصل حقیقت سے آگاہ ہونے سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

انت منی وانا منک

الہام انت منی وانا منک پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ الہام شرک کے معنوں میں اسلامی تعلیم اور ہدایت کے خلاف منشا ہے اور جن معنوں میں اسکو شرک پر مبنی سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یعنی تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا بیٹا۔ یا یہ کہ میں تیرا باپ ہوں۔ اور تو میرا باپ۔ اس الہام میں چونکہ متکلم اللہ تعالے ہے اور مخاطب حضرت مسیح موعود۔ اسلیئے اس لحاظ سے اعتراض کیا ہے کہ یہ الہام شرک پر مبنی ہے کیونکہ مسیح موعود کا اللہ سے ہونا اور اللہ تعالے کا مسیح موعود سے ہونا جو باپ اور بیٹے کے معنوں میں ہے یہی شرک ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے (۱) کہ الفاظ الہام میں باپ بیٹے کے معنوں کا تو کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔ پس جب وہ الفاظ ہی نہیں کہ جن کی بنا پر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض کیسا؟

(۲) باقی رہا یہ کہ منی اور منک کے الفاظ سے ایسا سمجھنا تو منی اور منک سے یہ سمجھنا شان علم کے سخت خلاف ہے کیونکہ اہل زبان اپنے محاورات میں ایسے الفاظ موافقت اور اتحاد فی المقاصد کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں نہ باپ اور بیٹے کے معنوں میں۔ اور غیر اہل زبان کا ایسے الفاظ کو باپ اور بیٹے کے معنوں میں سمجھنا زبان کی ناواقفی اور محاورات اہل زبان سے بیخبری کا نتیجہ ہے لیکن اہل علم اور علماء اور فضلاء کا زمرہ جو عربی زبان کے محاورات کے سمجھنے میں توغل اور مہارت تامہ رکھتا ہے ان سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ ہاں نیم ملاں جو بیچارے گرفتار عجب و پندار ہیں۔ اگر وہ ایسے الفاظ کو خلاف محاورات الٹے معنوں میں پیش کریں تو وہ معذور ہیں۔

ہم ذیل میں چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں جنمیں منی اور منک کے لفظ کو استعمال کیا گیا لیکن ان کو کسی نے بھی آجتک باپ اور بیٹے کے معنوں میں تسلیم نہیں کیا حتی کہ الہام مذکور پر اعتراض کرنے والوں نے بھی ان سے وہ مراد نہیں لی جو الہام مذکور کے منی اور منک سے لی ہے کاش واقعات متشابہ کو ایک ہی نظر سے دیکھنا اور پرکھنا نصیب ہوتا اور ہر جگہ تقوی اور انصاف سے کام لیا جاتا۔

اول ہم قرآن کریم سے بعض مثالیں پیش کرتے پھر حدیث سے پھر کتب عربیہ سے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کا قول دیکھو فمن تبعنی فانہ منی پھر طالوت کا قول دیکھو فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ ان آیات میں لفظ منی کو موافقت اور اتحاد فی الامر کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے نہ بقول معترض باپ اور بیٹے کے معنوں میں۔

پھر صحیح بخاری میں کتاب المناقب کی حدیث ذیل کو پڑھئے قال النبی صلعم لعلی انت منی وانا منک۔ پھر صحیح بخاری میں کتاب الصلح کی حدیث ذیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ وقال لعلی انت منی وانا منک۔

اب دیکھو آنحضرت کے یہ الفاظ بعینہ وہی ہیں جو الہام مذکور کے ہیں اب کیا معترض صاحب اس حدیث کو انہی معنوں میں لیگا۔ جن معنوں میں کہ الہام کو لیا تھا اور کیا آنحضرت کو حضرت علی کا بیٹا اور باپ تسلیم کریگا۔ اور حضرت علی کو آنحضرت کا باپ اور بیٹا۔ پھر ترمذی اور مشکوۃ میں باب مناقب اہلبیت کی حدیث ذیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ العباس منی وانا منہ یعنی عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں پھر صحیح مسلم کی حدیث ذیل کو پڑھئے جو آنحضرت نے جلیبیب صحابی کی نسبت فرمائی۔ قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا منی وانا منہ ھذا منی وانا منہ یعنے اسنے سات کافروں کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ پھر تلخیص الصحاح کی حدیث ذیل کو پڑھئے جو قبائل مخصوص عرب کی فضیلت کے باب میں مذکور ہوئی دیکھو فضیلت قبیلہ اشعریہ۔ ان الاشعریین ...... جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموہ بینھم یاناء واحد بالسویۃ

فھم منی وانا منھم

علاوہ اسکے حدیث من غشنا فلیس منا اور حدیث لیسوا منی ولست منھم اور حدیث لیس منی الا عالم او متعلم اور حدیث فمن رغب عن سنتی فلیس منی کو ملاحظہ کیجئے۔

پھر تفسیر کبیر میں سورہ توبہ کی آیت المنافقون والمنافقات بعضھم من بعض کی تفسیر میں بعینہ فقرہ انت منی وانا منک کو بیان کیا ہے اور اسکے معنوں میں لکھا ہے ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ یعنی انت منی وانا منک

کا فقرہ محاورات عرب میں کسی سے کسی امر میں اتحاد اور موافقت کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے انہی معنوں میں دیوان حماسہ میں عمرو بن شاش صحابی کے اشعار میں ایک شعر ہے ؎

فان کنتِ منی او تریدین صحبتی ؞ فکونی لہ کالسمن ربت لہ الادم

تمام شارحین نے کنتِ منی کی شرح میں توافقینی لکھا ہے یعنے اگر تو مجھ سے موافق اور موافقت اور اتحاد رکھنے والی ہے

اب وہ اہل علم کہ جنکی نظر سے یہ فقرات گذر چکے ہیں اور انکے محاورات سے واقف ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی و انا منک کو قابل اعتراض ٹھہرائے یا اس سے نادان معترض کی طرح باپ اور بیٹے کا مطلب نکالے پس حوالجات مذکورہ کے رو سے حضرت ممدوح کے الہامی فقرے کے یہ معنے ہوئے کہ اے میرے مسیح موعود میرا اور تیرا ایک ہی مقصد ہے۔ اور تو میرے مقاصد کی پیروی سے میرے موافق ہے۔

پھر یہ ایک حقیقت ہے کہ جب زمانہ شرک و بدعت کی ظلمت سے تاریک و تار ہو جاتا ہے اور لوگ خدا سے دور جا پڑتے اور معرفت حقہ سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اسوقت خدا تعالےٰ کنت کنزاً مخفیاً کے رنگ میں یعنے ایک مخفی خزانہ کی طرح اپنی معرفت کے لحاظ سے دنیا سے پوشیدہ ہوتا ہے پھر جب اس تاریکی کے زمانہ کو اللہ تعالےٰ نورانی دور کے ساتھ بدلنے کے لئے ارادہ فرماتا ہے تو اسکے لئے اپنے کسی خاص بندہ کو منتخب فرما کر اس پر تجلی کرتا۔ اور اسے اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جیسا وہ کامل انسان اپنے کمال کے ساتھ خدا تعالےٰ کی تجلی سے ظاہر ہوا۔ اسی طرح اس کامل انسان کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ اپنی معرفت کے ساتھ لوگوں پر ظاہر اور متجلی ہو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا کا مامور خدا سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور دنیا کو خدا تعالےٰ کے نور معرفت کا پتہ اس مامور کے ہی ذریعہ سے لگتا ہے پس اس زمانہ میں بھی اسی طرح سے ہوا اور حضرت مسیح موعود کے الہام مذکور میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اے میرے مامور تو مجھ سے ہے یعنے مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور تیرے ظاہر ہونے کی غرض یہ ہے کہ میں تجھ سے یعنے تیرے ذریعے دنیا کے لوگوں پر معرفت اور شناخت کے ساتھ اپنا جلوہ دکھاؤں جیسا کہ ہر ایک نبی اور رسول کے زمانہ میں ہوا۔

علاوہ اسکے الہام مذکور ذبّ کے معنوں میں ہے یعنے جب مخالفین نے

حضرت اقدس کے دعاوی کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ مفتری ہے۔ اور اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت میں جھوٹا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں تب خدا تعالیٰ نے بطور تسلی کے فرمایا کہ مکذبین ہی مفتری اور کذاب ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انت منی یعنے تو جو کچھ بھی ہے مہدی ہے یا مسیح نبی ہے یا رسول فی الواقع مجھ سے ہے یعنے میری طرف سے ہے اور میرے بنانے سے بنا ہے مفتری نہیں ہے پھر جب لوگوں نے آپکی تکفیر سے آپ کو کافر۔ ضال۔ ملحد اور دجال کا فتویٰ دیا اور اس فتوے سے لوگوں کو آپکی طرف سے روکا کہ خدا اور خدا تعالیٰ کی راہ اور اسکی معرفت اور شناخت اس شخص کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ کافر ہے ضال ہے تو اللہ تعالیٰ نے بطور ذب کے انا منک فرماکر آپ کو تسلی دی کہ مخالفین جھوٹ بکتے ہیں اور اصل بات یہی ہے کہ آج میرا اور میری معرفت کا پتہ تیرے ہی ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ تیرے سوا میری معرفت اور شناخت آج اور کہیں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پس ان تمام تشریحات کے بعد جو قرآن وحدیث۔ محاورات عرب کے حوالجات اور بالآخر واقعات کی بنا پر کی گئیں کسی ظالم طبع انسان کا خواہ نخواہ اعتراض کرنا اور خلاف منشا الہام و ملہم اپنی من گھڑت اور سفیہانہ تشریحات سے اصل مطلب کو بگاڑ کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا اپنی دنائت۔ وقاحت اور خست کا ثبوت دینا ہے جو شرفاء کے نزدیک سخت قابل نفرین ہے۔

انت منی بمنزلة ولدی

اور

انت منی بمنزلة اولادی

الہام انت منی بمنزلة ولدی اور انت منی بمنزلة اولادی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہر دو الہام لم یلد ولم یولد کے نص کے خلاف ہیں جنمیں صریح شرک کی تعلیم پائی جاتی ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ الہام محکمات سے نہیں بلکہ متشابہات سے ہے پھر اس الہام کو حقیقت پر حمل کرنا اور اس سے حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے ولد یا اولاد سمجھنا اور بیٹا یا بیٹے مراد لینا خود ملہم کے خلاف منشاء ہے۔ ہاں اگر ان الفاظ الہامیہ سے ملہم نے حقیقی معنوں میں بیٹا یا بیٹے مراد لئے ہوں تو پھر واقعی معترض کا اعتراض کرنا بجا اور درست ہے لیکن حضرت مسیح موعود کہ جن کے یہ الہام ہیں جب وہ معترض کی طرح خود ان معنوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ جن کی وجہ سے الفاظ الہام معترض کے نزدیک قابل اعتراض ہیں تو اعتراض کیسا؟ دیکھو حضرت مسیح موعود

اپنے ان الفاظ الہام کے متعلق اپنی کتاب معیار الاصفیا میں کیا فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے اور میری نسبت بیّنات سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم"

معیار الاصفیار صفحہ ۷

ایک خدا ترس اور متقی انسان کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی ہے جو حضرت اقدس نے لکھدیا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ آپکی اس توضیح کے بعد بھی کوئی نئے معنے خود تراش کر اسپر اعتراض کرے جبکہ حضرت ممدوح نے خود اس الہام کو انما انا بشر مثلکم کی قرآنی محکم کے تابع کرکے فیصلہ کر دیا ہے باقی رہا اسکا کوئی دوسرا پہلو جو از روے علم صحیح و عقل سلیم قابل تسلیم ہو۔ سو واضح ہو کہ یہ ہر دو الہامات تشبیہی رنگ میں اسی طرح سے ہیں جس طرح کہ قرآن کریم کی آیت ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکراً۔ اور جس طرح اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی تم حقیقی معنوں میں خدا کو اپنے باپ کی طرح یاد کرو بلکہ مطلب ہے کہ جیسے تم لوگ اپنے باپ کے ساتھ اسکی شان ابوت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ اسکی توحید کے لئے غیرت دکھلاتے ہو اور شرکت سے اپنی ماں اور اپنی ولادت پر ایک قسم کا ناپاک دھبہ سمجھتے ہو اسی طرح اپنے خدا کو بھی اپنے باپ کی طرح ایک سمجھو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور نیز اسکی توحید کے لئے ایسی ہی غیرت دکھاؤ جیسے کے اپنے باپ کے لئے بلکہ حق تو یہ ہے کہ باپ سے بھی بڑھکر خدا کی توحید کے لئے غیرت دکھائی جاوے۔

کتب سماویہ اور صحف مقدسہ میں انبیاء کو خدا تعالیٰ کا بیٹا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ خدا کے نبی خدا کی توحید کے لئے ایسی غیرت دکھاتے ہیں جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے لئے پس ان الہامی الفاظ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسبت بمنزلہ ولدی و اولادی انہیں معنوں میں فرمایا گیا کہ جس طرح پہلے نبی جو میری توحید کے لئے غیرتمند ہونے کی وجہ سے استعارہ کے طور پر بیٹے کہلائے آج اس زمانہ میں تو مجھ سے ان سب کے قائم مقام ظاہر ہوا ہے اور الہام انت منی بمنزلہ اولادی اور الہام جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اور یہ دونوں فقرے اذا الرسل اقتت کی الہامی تفسیر ہیں فقرہ اول متشابہات کے رنگ میں ہے اور فقرہ دوم محکمات اور بیّنات کی صورت میں ہیں ::

اور جیساکہ قدسی زبان کے محاورات سے ثابت ہے کہ خدا نے استعارہ کے طور پر انبیاء کو بیٹا کہا اور یعقوب کو اکلوتا اور مسیح کو بھی بیٹا فرمایا اور ایسا ہی انجیل میں سب راستبازوں کو خدا کے فرزند کہا ہے جنکا مطلب صرف اسی قدر ہے اور ان معنوں میں ہے کہ یہ سب خدا کے موحد بندے ہیں جو خدا کی توحید کے لئے غیرت دکھاتے ہیں ایسے ہیں جیسے بیٹا اپنے باپ کی توحید کے لئے غیرت دکھانے میں غیرت مند ہوتا ہے اور عجیب بات ہے کہ خدا کا کسی کو بیٹا کہنا تو محض موحد ہونے کے معنوں میں تھا جو توحید الہی کی جان تھی لیکن نا اہل اور حقیقت سے نا آشنا لوگوں نے کچھ کا کچھ سمجھ کر حقیقت کو بگاڑ دیا اور شرک میں مبتلا ہوگئے جیساکہ عیسائی قوم کا حال ہو رہا ہے۔ الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور انت منی بمنزلۃ ولدی عیسائیوں کے اس غلو کے ہی مقابلہ میں ہے اور مسیح کے ابن اللہ ہونے کی جو غلط معنوں میں خصوصیت پیدا کی گئی تھی۔ اسکو اولادی کے لفظ کی عمومیت سے توڑ کر صرف توحید کی خصوصیت کو قائم کر دیا گیا۔ اولادی کی جمع میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جن معنوں میں قدسی زبان کے محاورہ کے رُو سے مسیح ولد اللہ ہے ان معنوں میں خدا کی اور بھی اولاد ہے جو انبیاء اور اصفیاء کی جماعت ہے جو سب کے سب مسیح کے ان ولد اللہ ہونے کے معنوں میں برابر کی شریک ہے لیکن خدا وہ ذات ہے کہ جو حقیقی معنوں میں لم یلد ولم یولد کی مصداق اور واحد لاشریک ہے۔ علاوہ اولادی کے ان معنوں کے ابن مریم کے بالمقابل حضرت نبی کریم کے ایک غلام کو مسیح کا لقب دیکر انت منی بمنزلۃ ولدی کے الہام سے حلولیت اور ابنیت کے مرتبہ میں بھی شریک کر دیا جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس طرح مسیح ابن مریم میری توحید کے لئے غیرتمند تھے تو بھی ویسے ہی آج میری توحید کے لئے موحدانہ غیرت دکھانے والا اور اسکے مرتبہ اور مقام پر ہے اور پھر قدسی زبان کے محاورات میں انبیاء کو اسلئے بھی ابناء اور اولاد کہا کہ وہ بحیثیت نبی ہونے کے کسی ذکوریت اور انوثیت کے باہمی تعلق کا نتیجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی نبوت کسی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے بلکہ انکو نبوت کے لحاظ سے خدا ہی پیدا کرتا ہے اور اسی لئے استعارۃً وہ نبی کی حیثیت میں کسی انسان کے نہیں بلکہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں:۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان کھلی کھلی تشریحات کے بعد بھی معترض کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی خود ساختہ سفلی تاویلات سے لوگوں کو مغالطہ دہ ہو کر فتنہ میں ڈالے۔ در حضرت اقدس

حیاتِ مسیح موعود کے متعلق ایسا قصیدہ مشہور کرے جس کو نہ تو آپ نے کبھی تسلیم کیا نہ ہی آپ کی جماعت کے کسی فرد نے پس ہر ایک خدا ترس اور علم دوست انسان سے التماس ہے کہ وہ مذکورہ بالا اعتراضات کو غور سے پڑھے اور ان حقائق مختصہ اور مطالب عالیہ سے جو تشریحات میں پیش کئے گئے فائدہ اٹھائے

انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

الہام انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس الہام میں مرزا صاحب کو بمنزلہ توحید و تفرید الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس سے صریح شرک اور توحید و تفرید الٰہی پر قبیح حملہ پایا جاتا ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ شرک اور توحید اور تفرید الٰہی پر کسی قسم کا حملہ تو حضرت مرزا صاحب کی پاک تعلیم اور ہدایت کے خود خلاف ہے چنانچہ آپکا ذیل کا کلام اس پر شاہد ناطق ہے ؎

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ؛ خاکِ راہ احمدؐ مختار ہیں

لیکن الفاظ الہام کے الٹے معنے سمجھکر اس پر اعتراض کرنا اور اسے خلاف تعلیم اسلام بیان کرنا۔ اسکا کیا علاج ہو۔ غلط فہمی سے قصور اپنا ہوتا ہے اور ذمے لگا دیتے ہیں اللہ تعالٰے اور اسکے ملہم کے کیا آداب عبودیت حقہ اسی کا نام ہے سچ ہے وما قدروا اللّٰہ حق قدرہٖ۔ الہام مذکور کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مقام اور مرتبہ پر ہے ان معنوں میں کہ جیسا توحید اور تفرید سے انسان موحّد اور مفرد بنجاتا ہے اور موحّد ہونے سے شرک سے بکلّی الگ ہو جاتا ہے اسی طرح تجھ سے اور تیرے پانے سے اور تیرے تعلق اور تیری ہدایت کو قبول کرنے سے انسان موحد اور مفرد ہو جاتا ہے یعنے خدا تعالٰے کو واحد جاننے کا جیسے توحید اور تفرید ذریعہ ہے ویسے ہی تو ذریعہ ہے اور اسمیں کیا کلام ہے کہ ہر ایک نبی اور رسول جو مبعوث ہوتا ہے وہ اپنے حلقہ تبلیغ رسالت میں بمنزلہ توحید و تفرید الٰہی ہی ہو کر لوگوں کو موحّد بناتا ہے اور اگر دنیا میں نبی اور رسول نہ آتے تو لوگ اس کامل اور خالص توحید کو کبھی بھی حاصل نہ کر سکتے۔ پس دنیا میں خدا کی ناطق توحید اور زندہ توحید جو اپنے جذب کامل اور تاثیر جاذب سے انسان کو اس واحد و بے ہمتا اور یگانہ و یکتا خدا پر ایمان بخشتی ہے وہ نبیوں اور رسولوں کا ہی وجود ہوتا ہے جیسا کہ آج کے زمانہ میں حضرت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کا وجود ساری دنیا کے لوگوں کو خدائے واحد پر ایمان بخشنے کے لئے زندہ اور ناطق توحید کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اب اس صورت میں الہام مذکور قابل اعتراض کیونکر ہوا۔ کیا اس بات میں کسی کو شک ہے کہ نبیوں اور رسولوں کا وجود ہمیشہ سے توحید کی غرض سے ظہور پذیر ہو کر دنیا میں توحید

کو قائم کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور یہی وہ صداقت ہے جو الہام مذکور میں پیش کی گئی تو اب اسپر اعتراض کیسا؟

علاوہ اسکے یہ الہام اپنے اندر ذو ب کا پہلو بھی رکھتا ہے اور وہ اس طرح کہ توحید اور تفرید دونوں لفظ تفعیل کے وزن پر مصدر واقع ہوئے ہیں جن کے معنے ہیں واحد جاننا اور یقین کرنا۔ پھر مصدر چونکہ عمل کے لحاظ سے فاعل اور مفعول دونوں حالتوں میں مستعمل ہوتا ہے اس لحاظ سے توحیدی و تفریدی کے معنے ہوئے کسی کا مجھے واحد اور فرد یقین کرنا یا میرا کسی کو واحد اور فرد جاننا بلحاظ مفعول پہلے معنے اور بلحاظ فاعل دوسرے معنے۔

بلحاظ معنے مفعول انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کے یہ معنے ہوئے کہ اے میرے مسیح اور مہدی اور مامور تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جو مجھے واحد لاشریک اور ایک خدا یقین کرنیکا حقیقی مرتبہ ہے یعنے لوگ تو تجھے مشرک۔ کافر اور ضال اور مبتدع قرار دیتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ تو ایسا نہیں بلکہ دنیا بھر میں تو ایک ہی ایسا ہے جو اس مرتبہ اور مقام پر ہے جو فی الواقع مجھے واحد اور فرد یقین کرنیکا مرتبہ اور مقام ہے اور یہ بھی یہ پیش خواہ بلحاظ حقیقت واقع ہو۔ خواہ بصورت ذو ب کیونکہ جب لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کے رُو سے فارسی الاصل موعود جو مسیح موعود کا ہی نام ہے اسکے زمانہ کی علامت یہ قرار دی ہے کہ اس وقت ایمان ۔۔ توحید ثریا پر ہوگا۔ اور وہاں سے فارسی الاصل موعود لاکر دنیا میں شائع کریگا تو اس حالت میں مسیح موعود کے سوا توحید حقیقی اور خدائے واحد پر ایمان کس کے پاس ہوگا۔ پس اس حقیقت کے لحاظ سے انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی میں حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب کو مخاطب فرمایا گیا کہ تو ہی ایک ایسا شخص ہے جو مجھے واحد اور فرد جاننے اور یقین کرنے کے مرتبہ اور مقام پر ہے اور تیرے سوا اس زمانہ میں اور کوئی نہیں۔ ہاں اب جو بھی توحید اور تفرید کو حاصل کریگا تیرے ذریعہ سے کریگا کیونکہ اس زمانہ میں حقیقی توحید کے حاصل ہونے کا ذریعہ تیرا ہی وجود ہے فقرہ انت منی سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ایسا مرتبہ توحید جو تجھے حاصل ہوا اسکا باعث تیرا مسیحیت اور مہدویت اور نبوت اور رسالت کے ساتھ مجھ سے ظاہر ہونا ہے کیونکہ جو زمانہ میں مسیح مہدی اور نبی اور رسول ہوکر آنے والا ہوتا ہے اسکی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کا مصداق ہو۔

بلحاظ معنے فاعل انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی کے یہ معنے ہیں کہ تو مجھ سے اے میرے مسیح موعود اس مرتبہ پر ہے جس مرتبہ کے لحاظ سے میں تجھے ساری دنیا کے لوگوں سے واحد اور وحید اور فرد اور فرید جانتا ہوں یعنے تمام دنیا سے تو میرے نزدیک اس زمانہ میں فرد و یگانہ ہے اور تیرے برابر آج میرے نزدیک اور کسی کا مرتبہ نہیں یعنے لوگ تو تجھے کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص تمام دنیا سے ایسا ہے ویسا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تو ایسا نہیں بلکہ تو سب دنیا کے لوگوں سے میرے نزدیک فرد و یگانہ کا مرتبہ رکھتا ہے پھر بلحاظ حقیقت یہ بھی درست کیونکہ جو مرتبہ مسیح موعود اور مہدی معہود اور خدا کے نبی اور رسول کا خدا کے نزدیک ہو سکتا ہے دنیا سے دوسرے کسی کا کہاں ہو سکتا ہے:۔

اب غور کیجئے کیا یہ صداقت اور یہ حقیقت جو بالکل واقعات حقہ اور آیات بیّنہ مشہودہ کی بنا پر ہے اس پر بجز ایسے شخص کے جو کودن اور غبی ہو اور حقائق شناسی اور وقائع شناسی اور وقائع فہمی سے نابلد محض ہو۔ دوسرا انسان جو کچھ بھی علم و خرد سے حصہ رکھتا ہے کب اعتراض کر سکتا ہے امید ہے کہ ان تشریحات کے ہوتے ہوئے ناظرین کسی مغالطہ دہ اور بداندیش معترض کے دھوکہ میں نہیں آئینگے:۔

انت منّی بمنزلۃ روحی

الہام انت منی بمنزلۃ روحی پر یہ اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ اسمیں مرزا صاحب کو خدا کی روح کی مانند قرار دیا گیا ہے جو صریح شرک ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ روح کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے الروح ورد علی معان منھا الروح الذی یقوم بھا الجسد والحیٰوۃ واطلق علی القرآن والوحی والرحمۃ وجبرئیل فی قولہ تعالیٰ الروح الامین وروح القدس۔ یعنے لفظ روح کئی معنوں میں وارد ہوا ہے جنمیں سے روح سے مراد جان بھی ہے جو جسم اور حیات کے قیام کا ذریعہ ہے اور علاوہ اسکے روح کا اطلاق۔ قرآن۔ وحی رحمت اور جبرئیل پر بھی ہوا ہے اور مفردات راغب میں علاوہ ان معنوں کے روح کے معنے یہ بھی لکھے ہیں وسمی عیسٰے علیہ السلام روحا فی قولہ وروح منہ وذالک لما کان لہ من احیاء الاموات یعنے روح عیسٰے علیہ السلام کا بھی نام رکھا گیا اور یہ اسلئے کہ آپ کے ذریعہ روحانی مردوں کا احیا ہوتا تھا پھر مفردات میں یہ بھی لکھا ہے ونفخت فیہ من روحی واضافتہ الی نفسہ

اضافة ملك و تخصیصهٗ بالاضافة تشریفا له و تعظیما۔ کقوله وطهر بیتی ویا عبادی یعنے نفخت فیه من روحی کے فقرہ میں روح کا اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہونا ایسی اضافت کے لحاظ سے ہے جو ملک کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے اور اسے اضافت کی تخصیص سے مخصوص کرنا تشریف اور تعظیم کے لئے ہے جیسے کہ طهر بیتی اور یا عبادی کی اضافت کی تخصیص بیت اور عباد کی تشریف اور تعظیم کی خاطر ہے:۔

اب ہم الہام انت منی بمنزلة روحی کو لیتے ہیں جس کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ اے میرے مسیح موعود تو مجھ سے میرے روح یعنے عیسےٰ نبی کے مرتبہ اور مقام پر ہے اور اس پر اعتراض کیسا؟ اور اگر روح سے مراد جان لی جائے تو بھی معنے درست ہیں کیونکہ انبیاء کا وجود قوم کی تربیت اور ترقی اور روحانی جسمانی نشوونما کے لحاظ سے فی الواقعہ بمنزلہ روح ہی ہوتا ہے اور جس طرح جسم کی نشوونما روح کے ذریعہ ہوتی ہے قوم کی نشوونما نبی کے وجود سے ہوتی ہے پس اس صورت میں الہام انت منی بمنزلة روحی کا یہ مطلب ہوا کہ تو مجھ سے دنیا جہان کی ہدایت اور اصلاح اور تربیت اور ترقی کے لئے ایسا ہی ہے جیسے کہ روح جسم کی تربیت اور نشوونما کے لئے۔ اسجگہ روح کی اضافت بمعنے تشریف اور تعظیم کے معنوں میں لیکر روح سے روح حیوانی مراد لی ہے جس کا اللہ تعالےٰ کی طرف مضاف ہونا ملک کے معنوں میں اور جس کی تخصیص تشریف اور تعظیم کے لحاظ سے ہے اور اگر روح سے مراد روح القدس اور قرآن لیا جائے تو بھی بمعنے اوصاف روح القدس و قرآن خدا کے نبی اور مسیح کو یہ مرتبہ حاصل ہے جیسا کہ الہام اسپر شاہد ناطق ہے:۔

انت منی بمنزلة عرشی

الہام انت منی بمنزلة عرشی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام میں خدا تعالےٰ کے عرش کا ہم مرتبہ اور قائمقام قرار دیا گیا جو خلاف حقیقت ہے۔ جواباً عرض ہے کہ لفظ عرش کے معنے کتب لغات میں یہ لکھے ہیں۔ العرش سریر الملك و رکن الشئ ومن البیت سقفه ومن القوم رئیسهم والمظلة والخیمة والبناء الذی علیٰ فم البئر وعرش الکرم ما یدعم به والخشب ما تطوی به البئر بعد ان تطوی بالحجارة قدر قامة۔ یعنے عرش کے معنے ہیں بادشاہ کا تخت اور کسی چیز کا رکن اور گھر کی چھت اور قوم کا رئیس اور سائبان اور خیمہ و تنبو) اور ایسی بنا، جو

کنوئیں کے منہ پر بنائی گئی ہو۔ اور انگور کی بیل کی چھت۔ اور کنوئیں کی لکڑیاں جو اسکی بنا میں اسکی تیاری کے وقت استعمال ہوتی ہیں۔ دیکھو منجد۔ قاموس۔ اقرب الموارد۔ صراح

اور مفردات راغب میں علاوہ ان مذکورہ معنوں کے یہ بھی لکھے ہیں۔ و سمی مجلس السلطان عرشا اعتبارا لعلوہ وکنّی بہ عن العزّ والسّلطان والمملکۃ ط یعنے بادشاہ کے محل جلوس کا عرش کے نام سے موسوم کیا جانا اسکے علو مرتبہ کی وجہ سے ہے اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزّت۔ سلطنت۔ مملکت کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے

اب الہام انت منی بمنزلۃ عرشی کے معنے بلحاظ عرش بمعنے سریر الملک کے یہ ہوئے کہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے یعنے عرش کی اسی کیفیت کے لحاظ سے جو حضرت سلطان الجبروت والعزّت کے مناسب شان ہے اور وہ ہے صفات الٰہیّہ کی تجلّی گاہ کا وہ محل اور مرتبہ جو اپنی کیفیت اور کمیّت کے لحاظ سے ادراک عقول سے برتر اور فہم ماہیات سے وراء الوراء حقیقت ہے جسے ایکطرف کائنات عالم سے نسبت ہے مبدء کی اور دوسری طرف صفات الٰہیہ سے نسبت ہے مقام مظہریت کی

پس اس لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کو بمنزلہ عرش قرار دینا آپکے اس مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوا جو عرش کو صفات الٰہیہ کی مظہریت کے معنوں میں ہے جس کی شان اور ماہیت فہم و ادراک سے وراء الوراء اور غیب الغیب ہے ماحصل یہ کہ تو میرا کامل مظہر ہے اور عرش کی طرح میرے صفات کی تجلّی گاہ ہے۔

اور اگر عرش بمعنی رئیس القوم ہو تو الہام کے یہ معنے ہونگے کہ تو مجھ سے اس مرتبہ اور اس مقام پر ہے جس پر کہ قوم کا وہ رئیس اور سردار ہے جس کے رئیس ہونے کی نسبت بلحاظ شرف و عظمت اور بلحاظ ماموریت و موافقت کسی غیر کی طرف نہیں بلکہ میری طرف ہے یعنے ایسا رئیس اور سردار جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نبوت اور رسالت کے ساتھ کسی قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لئے مامور ہونے سے خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ رئیس ہے جیسے کہ انبیاء اور رسل کی جماعت اور ماموروں کا گروہ۔ پس اس صورت میں مطلب یہ ہوا۔ کہ تو مجھ سے میرے عرش یعنے اس مامور اور نبی اور رسول کی مانند ہے جو میری طرف سے اصلاح قوم کے لئے رئیس قوم کر کے مبعوث کیا جائے اور عرش بمعنے عزّت و سلطنت و مملکت کے لحاظ سے الہام کے یہ معنی ہونگے

کہ تو میری عزت اور حکومت کے قائمقام ہے کیا مطلب یعنے میرے نزدیک تیرا وہ مرتبہ اور عزت ہے کہ مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے تیری عزت میری عزت ہے اور جو تیری ہتک اور اہانت کرتا ہے میری کرتا ہے اور جو تیری بغاوت اور مخالفت کرتا ہے وہ میری حکومت کا باغی اور مخالف ہے *

انت اسمی الاعلیٰ

الہام انت اسمی الاعلیٰ کے متعلق یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام میں خدا تعالےٰ کا اسم اور اعلیٰ اسم قرار دیا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ کا ...... اعلیٰ نام اللہ ہے جو ذاتی نام ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ لفظ اسم کے سعنے علاوہ مشہور معنوں کے معزدات راغب میں جو لغات قرآن میں مستند اور معتبر کتاب ہے یہ لکھے ہیں :- الاسم ما یعرف بہ ذات الشئ واصلہ من السمو وھو الذی بہ رفع ذکر المسمّٰی فیعرف بہ - یعنے اسم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کی ذات کو شناخت کیا جاتا ہے اسکا اصل سمو ہے اور اس لحاظ سے اسم وہ ہے جس سے مسمّٰی کے ذکر کی رفعت ظاہر ہوتی ہے اور جو مسمّٰی کی معرفت اور شناخت کا ذریعہ ہوتا ہے -

حاصل مطلب یہ کہ اسم کے معنے علامت کے ہیں جس سے مسمّٰی کی معرفت اور شناخت حاصل ہو جو مسمّٰی سے اس مرتبہ پر ہے جیسے کہ ظل اپنے اصل سے کیونکہ ظل اپنے اصل کی کامل علامت ہوتا ہے - اس لحاظ سے الہام انت اسمی الاعلیٰ کے یہ معنے ہوئے کہ تو میری ہستی کی علامتوں اور نشانوں سے بہت بڑا نشان اور بہت بڑی شان کی علامت ہے یا یہ کہ تو میرے مظاہر سے بہت بڑی شان کا مظہر ہے اور یہ بھی درست کیونکہ گو کائنات عالم سے ہر ایک چیز بقول ؎

وفی کل شیٔ لہ اٰیۃ * تدل علیٰ انہ واحد

خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہے اور سب عجائبات قدرت اسکی ہستی کے دلائل ہیں لیکن جو معرفت اور جو ثبوت اللہ تعالےٰ کی ہستی کا خدا کے نبی اور رسول کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے کسی دوسری چیز سے ہرگز نہیں ہوتا -

پس ان معنوں میں جب ہر ایک نبی خدا کا اسم اعلیٰ ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب جو

جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں اگر وہ مظاہر قدرت سے اعلیٰ مظہر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ اسم کے خطاب اور انت اسمی الاعلیٰ کے الہام سے مخاطب فرمائے تو اسپر اعتراض کیسا

انت من ماءنا وہم من فشل

الہام انت من مائنا وھم من فشل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسمیں مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ کا نطفہ قرار دیا گیا ہے جس سے شرک و تجسم الوہیت لازم آتا ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الفاظ الہام میں نطفہ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی الہام کا لفظ ماء جس کے معنے پانی ہیں خدا تعالےٰ کے متعلق نطفہ کے معنوں میں لینا مناسب ہے اور نہ اسے حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت سے کسی فرد نے خدا تعالےٰ کے متعلق نطفہ کے معنوں میں لیا ہاں زیغ قلب سے متشابہات کو محکمات کی طرح ظاہر پر حمل کرنا اور استعارات اور مجازات کو حقیقت پر محمول سمجھنا انہی لوگوں کا کام ہے جنکا علم و فہم مزید تربیت اور آموزش سے ابھی بہت سے اضافہ کا محتاج ہے

لغت میں ماء کے لفظ کو بلحاظ مضاف ہونے کے کئی معنوں میں ذکر کیا ہے چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے ماء السمآء سمیت المرءة لجمالھا وقیل لولدھا بنو ماء السمآء وھم ملوک اعراق قال زھیر ؎

وَلازمت الملوک من ال نصر ؛ وبعدھم بنی ماء السمآء

کیا مطلب یعنی ماء السماء (آسمان کا پانی) حسن و جمال کی وجہ سے خوبصورت عورت کا نام ہے اور اسکی اولاد کو اس لحاظ سے بنو ماء السماء کہا جاتا ہے اور وہ شاہان عراق ہیں جیسا کہ زہیر شاعر کے قول سے ظاہر ہے کہتا ہے کہ میں ایک مدت تک ان بادشاہوں کی ملازمت میں رہا جو آل نصر کی قوم سے تھے اور پھر انکے بعد بنی ماء السماء یعنے شاہان عراق کی ملازمت میں زمانہ گزرا۔

وفی حدیث ابی ھریرة امکم ھاجر یا بنی ماء السمآء یرید العرب لانھم کانوا یتبعون قطر السمآء فینزلون حیث کان یعنے ابوہریرہ کی حدیث میں بھی بنی ماء السماء کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد عرب لوگ ہیں کیونکہ عرب لوگ بوجہ قلت آب کے آب باراں کی اتباع اور ٹوہ میں لگے رہتے تھے جہاں بارش ہوتی وہاں اتر پڑتے۔ اور وہیں ڈیرے لگا دیتے۔

امثلہ مذکورہ میں ماء کا لفظ مضاف ہونے سے ایک خاص معنے میں استعمال ہوا جو محاورہ

زبان کے لحاظ سے پانی اور نطفہ کے سوا معنوں میں سے الہام مذکور میں بھی ماء کا لفظ مضاف ہے اور ضمیر متکلم مضاف الیہ جس کے معنے ہیں ہمارا پانی اور انت من ماءنا کے معنے ہوئے تو ہمارے پانی سے ہے۔ اب ویسے تو ہر ایک پانی بلحاظ مخلوق اور مملوک ہونے کے اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور علت العلل اور مسبب الاسباب ہونے کے لحاظ سے اسی کی طرف منسوب کئے جانے کے لئے مناسب اور موزون ہے اور ان معنوں میں ہم دریا۔ سمندر جھیل۔ تالاب کے پانی اور کنوئیں اور جوہڑ کے پانی آب دھن اور منی کے پانی کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں کہ یہ چیزیں بلحاظ خلق اور تدبیر کے اسی سے ہیں اور اسی کی ہیں اور وجعلنا من الماء کل شیئ حیّ کے ارشاد کے رُو سے بھی ہر ایک ذی روح اور ذی حیات چیز جو پانی سے پیدا کی گئی ہے اسے ہم اللہ تعا کے ہی پانی سے سمجھتے ہیں لیکن کیا کسی نے ان چیزوں کو جو خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ پانی سے پیدا کی گئیں اس ناپاک اور خلاف تہذیب و فطرت تاویل کے مطابق سمجھا۔ جس تاویل اور غلط معنوں میں الہام مذکور کو سمجھ کر حضرت مرزا صاحب کو خدا کے نطفہ سے قرار دیکر حقیقتاً خدا کا بیٹا بیان کیا گیا۔ حالانکہ اگر تقوےٰ اور انصاف کے ساتھ اور غور اور تدبّر کے ساتھ دیکھا جاتا۔ تو الفاظ الہام کی حقیقت سے آگاہ ہونا کچھ مشکل نہ تھا کیونکہ بات بالکل آسان تھی اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو اس الہام میں مخاطب کر کے مخالفین کی تکذیب کے مقابل آپکو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ انت من ماءنا یعنے مخالفین تو کہتے ہیں کہ تو اپنے دعوے کے ساتھ بحیثیت مدعی مسیحیت و مہدویت مفتری ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ ہی جن الہامات کی بناء پر تیرا دعویٰ ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں لیکن یہ غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تو اپنے دعوے میں سچّا اور ہمارے پانی یعنے ہماری وحی سے ہے جو اپنے اندر وجعلنا من الماء کل شیئ کے رُو سے مادہ حیات رکھنے کی وجہ سے بطور استعارہ اور مجاز ماء (پانی) کے لفظ سے تعبیر کی گئی۔ اور آپ کے مخالفین کی نسبت فرمایا وھم من فشل یعنے وہ لوگ جو تیری مخالفت کرنے والے ہیں وہ اپنی تکذیب کے لحاظ سے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اس شیطان کی طرف سے ہیں جو بزدل اور مجسم بُزدلی ہے یعنے مخالفین کا تیری تکذیب کرنا خدا اور اسکے رسول کے کلام کی بناء پر نہیں بلکہ شیطانی وساوس اور اوہام باطلہ کی بناء پر ہے جنکی وجہ سے مخالفین کے گروہ کی نسبت امر تکذیب اللہ تعالےٰ کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ تو اپنے دعوے میں خدا کی طرف سے اسکی وحی کی بناء پر مامور ہے اور مخالفین کا گروہ جو

ہیں تجھ سے بزدل ہو کر بھاگ گئے ہیں نہ اپنی تکذیب میں شیطان ہیں یعنے حزب الشیطان ہیں - قرآن کریم میں بھی مثال کے طور پر پانی کو وحی سے تعبیر کیا ہے دیکھو سورہ نحل کی آیت اللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا ان فی ذلک لآیۃ لقوم یسمعون ایسا ہی قرآن کے دوسرے بھی مقامات میں وحی کو پانی کی مثال میں پیش کیا ہے - اب اس بنا پر ہر ایک نبی اور رسول اور ہر ایک مامور من اللہ مع گروہ مخالفین جب فقرہ الہام انت من مائنا وھم من فشل کا مصداق ہے تو حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیوں - فافہم و تدبر

یحمدک اللہ من عرشہ

الہام یحمدک اللہ من عرشہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے حتیٰ کہ سب نبی اور ولی اللہ تعالیٰ ہی کی حمد کرتے آئے ہیں لیکن مرزا صاحب ہیں کہ خدا انکی حمد کرتا ہے اور پھر اپنے عرش سے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حمد کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف قرآن ہو کیونکہ قرآن کریم میں جب جا بجا اللہ تعالےٰ نے نبیوں رسولوں اور صالح لوگوں کی حمد و تعریف کی ہے تو حضرت مرزا صاحب جو علاوہ انبیاء اور رسل سے ہونیکے جری اللہ فی حلل الانبیاء کی حیثیت سے تمام انبیاء کے مظہر اور بروز بھی ہیں اگر ان کی اللہ تعالیٰ تعریف کرے تو اسپر تعجب کیسا ہے مثال کے طور پر دیکھو سورہ ص میں آیات ذیل کو ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اواب - واذکر عبدنا ایوب ...... انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب - واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصنا ھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار - واذکر اسمٰعیل والیسع و ذالکفل ط وکل من الاخیار -

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو تعریف کے ساتھ یاد کیا ہے پس اللہ تعالےٰ کا اپنے کسی برگزیدہ اور قابل تعریف بندہ کی حمد کرنا جب قرآن سے ثابت ہے تو حضرت مرزا صاحب جیسے بزرگ نبی اور برگزیدہ رسول کی تعریف کئے جانے پر اعتراض کیسے اور اگر لفظ حمد کے استعمال کئے جانے پر اعتراض ہے تو اسکے لئے دیکھو آیت یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا جس سے ثابت ہے کہ حمد کا لفظ لم یفعلوا کی نفی کی صورت میں

معیوب ہے نہ اثبات کی صورت میں۔

اور اگر عرش کا لفظ کھٹکتا ہے تو یہ بھی کوئی بات نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کا حمد کرنا اپنے عرش سے الگ ہو کر نہیں بلکہ عرش سے ہی ہوتا ہے۔

پھر عرش سے یہ بھی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپکی حمد کرنا اپنے عرش یعنی اپنی مظہریت کے مرتبہ کی وجہ سے ہے جیسا کہ الہام انت منّی بمنزلۃ عرشی کے معنوں میں اظہار کیا گیا۔ پھر یہ بھی کہ خدا تجھے اپنی تمام حکومت تمام سلطنت اور مملکت میں ظاہر کریگا کہ تو اپنی محامد اور خوبیوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے نہ اس طرح جیسے کہ مخالفین اپنی شرارت سے بجواس کرتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے ویسا ہے اور یہ اس صورت میں کہ عرش کو مملکت اور سلطنت کے معنوں میں لیا جائے۔

انّما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون

الہام مذکور بعنوان پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ الہام مذکور کے الفاظ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ کی شان میں بیان کئے گئے ہیں پھر معانی کے لحاظ سے ان الفاظ کا خدا تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں استعمال ہونا شرک اور محض شرک ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ الہام قابل اعتراض نہیں کیونکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے اسکی صحت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ الہام انسانی کمالات کے اعلیٰ اور برتر کمال پر دلالت کرتا ہے جو انسانی ہستی کی غایت اور انتہائی غرض ہے اور واصلان حضرت صمدیت اور مقربان بارگاہ احدیّت کے کام کا مرتبہ اتحاد کی مقربانہ نسبت سے اور ایک فانی فی اللہ ہونے کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونا اسکے مقام وصل اور مرتبہ قرب کے اظہار کے معنوں میں ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ آنحضرت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور ید اللہ فوق ایدیہم اور ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کا ارشاد فرمایا۔ اور ان معنوں میں صحیح بخاری میں یہ حدیث آئی ہے وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنّوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ الّتی یمشی بہا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنّہ۔

اب غور کیجیے کہ جب اللہ تعالے اپنے فانی فی اللہ بندہ کے قرب اور اتحاد کو یہاں تک مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسکے ہاتھ اور پاؤں بنجاتا ہے اور ایسا ہی کان آنکھ اور زبان بھی ہوجاتا ہے اور اسکے سوالات کو جنکے متعلق وہ چاہتا ہے کہ وہ سب پورے ہوجائیں اللہ تعالے لاعطینہ کے ارشاد سے عطا کا وعدہ فرماتا ہے تو اس صفت کا انسان یاں فانی انسان کہ جس کے تمام ارادے ہی اس مرتبہ فنا میں اللہ تعالے ہی کے ارادے ہیں اور جس کا قول فعل ہی اللہ کا ہی قول فعل ہے اگر اسکے کن فیکون کو اللہ تعالے کا کن فیکون قرار دیا جائے یا اسے ان معنوں میں کن فیکون کی صفت سے متصف تسلیم کیا جائے تو اسپر ازروئے قرآن و حدیث اعتراض کیسے؟

پھر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخلوق اپنے امور اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتی ہے اور کسی امر کے چاہنے کے بعد اسے انجام دیتی ہے اور انجام دینے میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ سب کن فیکون کی حقیقت سے باہر نہیں ادنیٰ سے ادنیٰ حاکم سے لیکر بادشاہ تک اپنے اختیارات کے دائرہ کے اندر سب کے سب کن فیکون کا ہی جلوہ دیکھتے اور دکھاتے ہیں :

پھر جب ایک بادشاہ نائب بادشاہ کے عطا کردہ اختیارات کے دائرہ کے اندر شب و روز کن فیکون سے کام لیتا ہے۔ تو حضرت احکم الحاکمین شہنشاہ اعظم خالق کون و مکان کی طرف سے جس قدر اسکے نائب کو اختیارات کی وسعت عطا کی گئی ہے۔ اگر اسکے لحاظ سے کن فیکون کی شان کو اسکے متعلق ظاہر کیا جائے تو اسپر اعتراض کیوں؟ پس حضرت مرزا صاحب جب خدا تعالے کے سچے نائب ہیں جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ ؎ وما انا الا نائب اللہ فی الوریٰ : اور فانی فی اللہ ہونے سے آنحضرتؐ کے مظہر اتم اور بروز اکمل بھی ہیں تو اگر آپ آیت ما رمیت اور ید اللہ فوق ایدیہم اور حدیث تقرب بالنوافل کے ماتحت اپنے خداداد اختیارات کے لحاظ سے کن فیکون کے وارث بنائے جائیں تو اسپر اعتراض کیسا اور استعجاب کیا؟

پھر اگر اس الہام کی بناء پر حضرت مرزا صاحب پر اعتراض ہو سکتا ہے تو سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں اعتراض نہیں ہوگا جو فتوح الغیب مقالہ ۱۶ میں فرماتے ہیں ثم یرد علیک التکوین فتکون بالاذن الصریح الذی لا غبار علیہ

والدلالات اللائحۃ کالشمس المنیرۃ پھر تکوین تجھے سپرد ہوگی اور تو اذن صریح سے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تکوین کریگا۔ اس سے آگے فرماتے ہیں وقال اللہ فی بعض کتبہ یا ابن اٰدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول للشی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشیٔ کن فیکون وقد فعل ذٰلک بکثیر من انبیائہٖ وخواصہٖ من بنی اٰدم یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی چیز کو کُن کہتا ہوں تو وہ ہو جاتی ہے اے ابن آدم تو میری فرمانبرداری کر تو تو بھی جس شے کو کُن کہیگا وہ ہو جائے گی اور یہ (کن فیکون) بہت سے انبیاء اور خواص (اولیاء) نے کیا"۔ اب معترض صاحب بتائیں کہ جب حضرت غوث الاعظم مرتبہ تکوین بہت سے انبیاء اور اولیاء اللہ کا بتاتے ہیں تو حضرت اقدس کا یہ الہام خلاف شریعت اسلامی کیونکر ہو گیا۔ اگر اس سے حضرت مسیح موعود پر فتوے کفر لگ سکتا ہے تو اسکی زد میں غوث اعظم اور بہت سے انبیاء اور اولیاء کرام بھی آتے ہیں۔

ربّنا عاج

الہام ربّنا عاج پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس الہام میں اللہ تعالیٰ کو ہاتھی دانت قرار دیا گیا کیونکہ عاج ہاتھی دانت کو کہتے ہیں اور یہ علم صحیح اور عقل سلیم کے سخت خلاف ہے علاوہ اسکے ایسے لفظ سے انسان مشرک ہو جاتا ہے۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الہام میں عاج کا لفظ ہاتھی دانت کے معنوں میں نہیں۔ اگر ہاتھی دانت کے معنوں میں ہوتا تو البتہ اعتراض بجا تھا لیکن جب نہ حضرت مرزا صاحب اور نہ ہی آپکی جماعت میں سے کسی فرد نے آجتک اس فقرہ الہام کے لفظ عاج کو ہاتھی دانت کے معنوں میں سمجھا نہ کہیں تقریر اور تحریر میں ذکر کیا تو اپنی طرف سے کم علمی اور نادانی سے ایک بات کو غلط سمجھکر الہام کو قابل اعتراض ٹھہرانا ایسے ہی کودن لوگوں کا کام ہے جو علاوہ غبی اور بلید الذہن ہونے کے جلد باز اور جہل مرکب میں مبتلا بھی ہوں۔ لفظ عاج اسم فاعل ہو معتل اللام سے یا مضاعف ثلاثی سے۔ معتل اللام یعنے ناقص سے ہو تو اسکا ماخذ عَجْوَۃٌ ہے جس کے معنے منتہی الارب میں یہ لکھے ہیں عجوہ بالضم شیری کہ طفل یتیم را خورانند۔ اس لحاظ سے عاج کے معنے ہوئے یتیمی کی حالت میں شیر سے پرورش کرنے والا۔ اس صورت میں الہام کے معنے ہوئے ہمارا رب ہماری یتیمی اور بیکسی کی حالت میں جبکہ ایمان ثریا پر چلا گیا مسیح موعود کے ذریعہ جو فارسی الاصل ہیں۔ علم و حکمت کے روحانی شیر سے تربیت فرمانے والا ہے۔ اب اس پر اعتراض کیسا ؟

اور اگر عاج کو مضاعف ثلاثی سے اسم فاعل قرار دیں تو عاج کا ماخذ عجٌّ ہوگا اور عجٌّ کے معنے

صراح اور منتہی الارب میں یہ لکھے ہیں عج عجاً و عجیجاً برداشتن آواز را و بانگ کرد و منہ الحدیث افضل الحج العج والثج یعنے برداشتن آواز تلبیہ و قربان کردن ہدیہ را۔ یعنے عج کے معنے آواز کا بلند کرنا انہی معنوں میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ افضل الحج والعج والثج جس کا مطلب یہ ہے کہ احکام حج سے افضل تلبیہ یعنے لبیک وغیرہ ذکر سے آواز کو بلند کرنا اور قربانیوں کا خون بہانا یعنے ذبح کرنا ہے۔ ان معنوں میں الہام ربنا عاج کے معنے ہوئے ہمارا رب آواز کو بلند کرنے والا ہے کس آواز کو بلند کرنے والا ہے الفاظ حدیث کے رو سے واضح ہو گیا کہ تلبیہ کی آواز کو جس کا یہ مطلب ہے کہ شیطانی تصرفات سے دنیا خدا تعالےٰ اور اسکی اطاعت اور تلبیہ سے غافل ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے مسیح موعود کی بعثت سے اپنی آواز کو بلند کرے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے مقاصد کو انجام دینے کے لئے اپنے انواع اقسام کے نشانوں سے اپنی تجلی دنیا پر ظاہر کرے سو بحمد اللہ کہ حضرت مرزا صاحب جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔ ان کی بعثت سے واقعی ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ خدا کی آواز دنیا کے چاروں کونوں میں کس سرعت اور بلندی سے گونج رہی ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

(۱) حضرت مسیح موعود آنحضرت کے مظہر اتم ہیں اس لئے اس الہام کا حضرت مسیح موعود کی شان میں پایا جانا آنحضرت کی کمال شان کا ہی اظہار کرتا ہے کیونکہ ظل کا کمال اصل کے ہی کمال مرتبہ کی علامت ہے

(۲) افلاک فلک کی جمع ہے فلک کے معنے محور مدار کے ہیں جس کے مطابق الہام کا مطلب ہے اگر موجودات عالم میں سے ہر ایک چیز کا فلک یعنی طرز روش اور رفتار تیری مراد اور مقصد کے مطابق ہے خواہ بظاہر بعض کی رفتار مخالف معلوم ہو یا موافق۔ پس اگر تو نہ ہوتا تو زمانہ کی موجودہ رفتار اس طرح سے نہ ہوتی اور نہ ہی موجودات اس موجودہ روش کو اختیار کرتی۔

(۳) خدا کے مرسل کی بعثت سے زمانہ ایک نئے تغیر کو اختیار کرتا ہے اور جسقدر دائرہ رسالت کا ہو۔ اس تک اسکا اثر پڑتا ہے لیکن آنحضرت اور حضرت مسیح موعود کی رسالت کا دائرہ چونکہ وسیع ہے اسلئے اسجگہ الافلاک میں سب کائنات عالم داخل ہے۔

(۴) لولاک لما خلقت الافلاک کے متعلق حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۹ کے حاشیہ پر حضور خود لکھتے ہیں کہ ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنے ملائک کو اسکے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کیجاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کشوف

مرزا صاحب نے زمین و آسمان بنایا

پہلا کشف مندرجہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسمیں دعوی کیا ہے "میں نے زمین و آسمان بنائے اور میں اسکی خلق پر قادر تھا" اسکے جواب میں عرض ہے کہ اول حضرت اقدس کا عقیدہ دربارہ خلق السموات والارض کیا ہے؟ دوم اس کشف کے الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں۔ سوم آپ نے اس کشف کی کیا تعبیر فرمائی۔ امر اول ملاحظہ ہو الوصیۃ "خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں × × تمام روح اور انکی طاقتیں اور تمام ذرات اور انکی طاقتیں اسکی پیدائش ہیں۔ پس اس محکم کی موجودگی میں کشف میں خلق زمین و آسمان کے اور معنے ہونگے۔ امر دوم۔ کشف کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں (۱) اللہ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی (۲) یہانتک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا (۳) میرے اعضا اسکے اعضا × × بن گئے (۴) میں بالکل اس میں محو ہوگیا (ب) نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی (۵) مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈالدی گئی (۶) اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے میں پہلے کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا (۷) میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا (۸) اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ کیا یہ الفاظ پکار پکار کر شہادت نہیں دے رہے کہ آخری الفاظ کا کہنے والا کون ہے؟ اور حضرت مسیح موعود نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا بلکہ آپنے اس سے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے جو اسی کتاب میں اسکے ساتھ لکھا ہوا ہے فرماتے ہیں "اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اسکی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھکر ہیں" غرض آپنے اپنا کشف بیان کر کے عیسائیوں کی اس غلط فہمی کو دفع کرنا چاہا ہے جو انہیں یسوع مسیح کے بعض الہامات وکشوف کے معنے نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی۔ امر سوم۔ آپ اس کشف کی تعبیر آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں۔ والقی فی قلبی ان ھذا الخلق الذی رائیتہ اشارۃ الی تائیدات سماویۃ وارضیۃ وجعل الاسباب موافقۃ للمطلوب × × ولا نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحٰب وحدۃ الوجود وما نعنی بذلک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی بذلک حدیث البخاری فی بیان

مرتبۂ قرب النوافل لعباد اللہ الصٰلحین ؛ اور خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ خلق جو مینے کشف میں کی یہ اشارہ ہے تائیدات ارضیہ وسماویہ کی طرف کہ تمام اسباب مطلوب کے موافق کر دیئے اور ہم اس واقعہ سے وہ مراد نہیں لیتے جو وحدۃ وجودی مراد لیتے ہیں۔ اور نہ ہم خدا کے حلول کر جانے کا عقیدہ لیتے ہیں۔ بلکہ یہ واقعہ اس حدیث بخاری کے مطابق ہے۔ جو عباد اللہ الصٰلحین کے مرتبہ قرب بالنوافل کے بارے میں آیا یعنے اللہ کا بندہ مقرب ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ خدا کی آنکھ ہو جاتا ہے کہ اس سے دیکھتا ہے کان ہو جاتا ہے کہ اس سے سنتا ہے

اس تشریح کی موجودگی میں یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے خدائی کا دعویٰ کیا نیک نیتی پر مبنی نہیں ہو سکتا پھر اولیاء امت محمدیہ کے الہامات اور مقولات میں اسکی نظیریں پائی جاتی ہیں حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی فرماتے ہیں "مجھے اتنی قدرت ہے کہ ہاتھ بڑھاؤں اور آسمان کو کھینچ کر لے آؤں اور زمین پر ماروں (۲) مینے پہلے جانا تھا کہ امانت مجھ پر رکھی ہے جب بغور دیکھا تو جانا کہ اپنی خدا ہی مجھ پر رکھی ہے (۳) حضرت بایزید بسطامی نماز فجر سے فارغ ہوتے ہوئے (جس سے واضح ہے کہ وہ حالت سکر میں تھے) فرمانے لگے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدون ✢

قرآن شریف میں قادیان کا ذکر

معترض کہتا ہے مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام میں لکھا ہے "میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلنٰہ قریبًا من القادیان تب مینے نظر ڈالی کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔" قرآن شریف میں دکھاؤ قادیان نصف کے قریب کہاں لکھا ہے یہ صریح جھوٹ ہے۔

اوّل تو معترض یہ عبارت چھوڑ گیا "اس روز کشفی طور پر مینے دیکھا"۔ اور کشف ورؤیا کے لئے ضروری نہیں کہ اسکا نظارہ مطابق ظاہر ہو تاویل وتعبیر کا محتاج ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینھم ؏ نبی کریم کو کافر رؤیا میں تھوڑے دکھائے گئے۔ حالانکہ وہ زیادہ تھے تو تعبیر اس نظارہ کی جو مطابق ظاہر نہ تھا یہ ہوئی کہ بلحاظ قوت وانجام تھوڑے تھے ایسے ہی اس اپنے کشف کے بارے میں حضرت اقدس اسی ازالہ میں فرماتے ہیں۔

"کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا × ×
اور چونکہ موجود نہیں تو بجز اسکے اور کسطرف خیال جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیان
کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور لکھا ہوگا"

چنانچہ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ "اسکی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء یعنے حدیث میں ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق جو آیا ہے تو وہاں قادیان ہی کو دمشق کہا گیا ہے سو حدیث میں تو یوں ذکر ہے اور قرآن شریف میں کسطرح پر ہے فرماتے ہیں :-

"جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنے یہ کہ اسکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اسکے معراج ناقص رہتا ہے پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ آنحضرت کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانے سے جو آنحضرت کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے مسجد اقصےٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے" (اشتہار منارۃ المسیح)

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن شریف کے نصف میں مسجد الاقصیٰ کے ایک معنے قادیان بھی ہیں۔ علاوہ ازیں حروف کے اعتبار سے ولیتلطف قرآن کا نصف بتایا گیا ہے اور یہ سورۃ کہف ہے جس کے ابتدائی آیات میں دجالی فتنہ کا ذکر ہے۔ اور جو اس فتنہ کو دلائل و دعا سے دور کرنے والا ہوگا۔ اسی کے رہنے کے مقام کو بطور پیشگوئی اصحٰب کہف کے قصے میں بیان فرمایا۔ اور اسے فتن کفر و الحاد سے دارالامان اور کہف قرار دیا۔ اسی طرح ہی قرآن شریف کے نصف میں قادیان کا نام وصفی طور پر مذکور ہے اور یہ الہامی عبارت مسطور ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان

سرخی کے چھینٹے

اعتراض - مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مینے خدا کے سامنے ایک مثل مرتب کرکے پیش کی کہ اس پر دستخط کئے جائیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے بلا تامل اسپر اپنا دستخط کر دیا اور جب خدا تعالےٰ نے قلم کو ہاتھ میں لے کر چھڑکا تو اسکے چھڑکنے سے کئی قطرے آپکے کرتے اور منشی عبد اللہ صاحب کی ٹوپی پر بھی گرے - جو آجتک موجود اور مشہور بتائے جاتے ہیں خواب اور کشف کا معاملہ اور اسکا اثر ظاہر میں یعنے خواب اور کشف کی سیاہی عالم ظاہری میں بھی موجود ہوگئی یہ کسطرح ہوسکتا ہے کیا خدا بھی عالم جسمانیات سے ہے یا اسکی قلم اور سیاہی ہمارے قلم اور سیاہی کی طرح محسوسات سے ہے -

جواب - واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود نے اس خواب اور کشف کا تذکرہ مختلف کتب میں دیا ہے - اور ہر جگہ اللہ تعالےٰ کے اس مشاہدہ کو تمثلی طور پر ذکر کیا ہے اور روحانیات کا تمثلی صورت میں ظہور کرنا مسلمات سے ہے جیسا کہ آیت فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرًا سویًّا سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کے پاس حضرت روح الامین بشری صورت میں بطور تمثل ورود فرما ہوئے ایسا ہی حضرت ابراہیم کے پاس ملائکہ تمثلی صورت میں ظاہر ہوئے - جنکی آپنے انسان سمجھکر ضیافت بھی کی اور بچھڑے کا گوشت پکا کر پیش کیا - ایسا ہی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی وہ انسانوں کی صورت میں بطور تمثل ظاہر ہوئے اسی طرح ملائکہ کی طرح چونکہ اللہ تعالےٰ بھی روحانیات سے ہے بلکہ سب روحانیوں سے زیادہ لطیف ذات ہے اسلئے اللہ تعالےٰ کا تمثلی صورت میں کسی پر ظاہر ہونا پھر خواب اور کشف کی حالت میں ہرگز غیر ممکن نہیں چنانچہ حدیث رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ مینے اپنے رب کو ایک ایسے جوان کی صورت میں دیکھا کہ جس کے سر کے بال کانوں تک پہنچے ہوئے تھے دیکھو کتاب کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق وکذلک ذکرہ الطبرانی - ایسا ہی زاد المعاد جلد اول میں ملابس نبویہ کے ذکر میں امام ابن قیم فرماتے ہیں - لما رای ربّ العزۃ تبارک وتعالیٰ فقال یا محمد فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری فوضع یدہ بین کتفی فعلمت ما بین السمٰوٰت والارض الحدیث وھو فی الترمذی یعنے جب آنحضرت نے اپنی اس رؤیا میں جو آپنے مرض میں دیکھا اللہ تعالےٰ کو مشاہدہ کیا تو اللہ تعالےٰ نے آپسے فرمایا کہ یا محمد آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کا کسی بات میں جھگڑا ہے

تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا۔ تو آپکو اللہ تعالیٰ کے اس ہاتھ رکھنے سے آسمان و زمین میں جو کچھ بھی تھا سب معلوم ہو گیا یہ حدیث ترمذی میں ہے جسے امام بخاری نے صحیح قرار دیا۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمثلی صورت میں نظر آنا جائز ہے۔ جیسا کہ وضع یدہٗ کے فقرے سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آنحضرت کے کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھنا تمثلی صورت میں ہی ہو سکتا ہے ورنہ وہ لیس کمثلہ شیئ ذات جو از روئے حقیقت ذاتیہ کا ملہ کے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کی شان رکھتی ہے وہ اپنی اصلی حیثیت میں کس طرح دیکھی جا سکتی ہے پس اللہ تعالیٰ کا دیکھنا جس طرح سے ممکن ہے وہ کسی تمثلی کیفیت کے نیچے ہی ہو سکتا ہے اور تمثلی طور پر خدا تعالیٰ کو دیکھنا یا خدا کا نظر آنا ایسا امر ہے کہ جس سے اہل اللہ اور محققین ناواقف نہیں بلکہ بہت سے انہیں سے ایسے ہیں جو اس امر میں صاحب حال ہیں جیسا کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے فرمایا کہ رأیت ربی فی صورۃ ابی یعنے میں نے اپنے رب کو اپنے باپ کی صورت میں دیکھا یعنے تمثلی طور پر۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کے قلم چھڑکنے سے اسکے چھینٹے کرتے اور ٹوپی پر عالم محسوسات میں کس طرح سے ظاہر ہو گئے کیونکہ ایک روحانی امر کا عالم جسمانی میں صورت پذیر ہونا بظاہر محال ہے۔ تو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ تمام سلسلہ جو جسمانیات کی صورت میں نظر آ رہا ہے جب یہ ہر آن اپنے حدوث اور متغیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جو جسد التکوین کے لئے ایک روح اعظم ہے ظہور پذیر ہو رہا ہے تو اس امر پر استعجاب کیسا؟ کیا عالم کشف اور خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایک آریہ کے نزدیک جو خدا تعالیٰ کو روح اور مادہ کا خالق نہیں مانتا بیشک ایسے امر کے متعلق استعجاب ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو در حقیقت قادر مطلق اور نیست سے ہست کرنے والا نہیں مانتا لیکن ایک ایسے شخص کے نزدیک جو خدا تعالیٰ کو ہر طرح سے خالق اور خلاق علیم مانتا ہے اسکے لئے یہ امر تسلیم کرنا کوئی بھی مشکل نہیں لیکن یہ نشان تو آرین لوگوں کے لئے بھی حجت ہے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ خالق نہیں اور نہ ہی وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے وہ اس سرخی والے نشان سے باطل ہو جاتا ہے کیونکہ قلم سے ان چھینٹوں کا غیر محسوس حالت سے محسوسات میں مشہود ہونا اور محض روحانی کوائف سے جسمانیات میں ظہور پذیر ہونا یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کا مشاہدہ تکذیب کا مانع اور آرین مذہب کا لاریب مبطل ہے۔

بلکہ اس سُرخی کے چھینٹے میں وہ مخفی حقیقت جو بطور اسرار کے اس امر میں ودیع کی گئی تھی۔ لیکھرام کے مجہول الکنہ قتل کے لئے بھی بطور پیشگوئی ثابت ہوئی گویا بتلایا گیا کہ جس طرح یہ سرخی کے چھینٹے عالم روحانیات سے عالم جسمانیات میں مجہول الکنہ کے رنگ میں ظہور پذیر ہوگئے اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ روحانی کیفیت سے یہ کسطرح سے عالم مشہودات میں وجود پذیر ہوگئے۔ اسی طرح سے لیکھرام کے قتل ہونے کے متعلق بھی کوئی نہ سمجھ سکا کہ اسکا قاتل جو فی الواقع فرشتہ تھا وہ عالم روحانیات سے عالم مشہودات میں متمثل ہوکر کسطرح سے قتل کا کام کرکے مخفی ہوگیا جس سے باوجود ہزار ہا قسم کی تلاشیوں کے اسکا قتل مجہول الکنہ اور مخفی اور مستور ہی رہا۔

پھر قانون قدرت میں بھی اسکی مثال موجود ہے کہ ایک امر عالم روحانی سے عالم مشہودات میں کسطرح سے موجود ہوجاتا ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ عالم خواب میں ایک شخص دردمند ہوکر چشم پُرآب ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عالم مثال میں روحانی آنکھ سے مثالی طور پر جو گریہ کیا اور آنسو بہائے اسکا اثر ظاہری آنکھ میں بھی پایا جاتا ہے اور مثالی آنکھ کی طرح ظاہری آنکھ بھی چشم پُرآب نظر آتی ہے۔ اسی طرح کبھی مثالی زبان کی آواز ظاہری زبان سے بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ اور کبھی غیر معمولی طور پر آواز مسافت بعیدہ تک پہنچتی ہے جیسے حضرت عمرؓ کی آواز یاساریۃ الجبل ایک دُور کی مسافت تک پہنچی۔ اور کبھی احتلام کی صورت میں مثالی جماع کا انزال اور خروج منی ظاہر میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے سورہ رومؔ کی آیت ومن اٰیاتہٖ منامکم باللیل والنّہار میں اشارہ کیا ہے کہ انسان کا عالم خواب بھی علوم نظریہ کے بہت سے مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتا ہے پس جس طرح روح جسم کے لئے محیط ہے اور ایکطرف جسم کے ظاہر سے ظاہر مقام تک اور دوسری طرف اسکی باطن سے باطن حد تک پہنچی ہوئی ہے اور قل الروح من امر ربّی کی حیثیت میں ربوبیت کے معنوں میں خدا تعالےٰ کی صفت ربوبیت کی مظہریت کے مقام میں اسکے اپنے ان تعلقات کے لحاظ سے جو اسے جسم کیساتھ ہیں۔ ہم خدا تعالےٰ کی طرح اسکی صفت ظاہر کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ لیس فوقہ شیئ اور ایسا ہی اسکی صفت باطن کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں کہ لیس دونہ شیئ اور اسکی اعلیٰ مثال سے جو ہمنے آنکھ زبان اور احتلام کی کیفیت میں اوپر دکھائی ہے جس سے ظاہر ہے کہ روح کے تصرّف اور تدبیر کا اثر کبھی عالم مثال تک ہی محدود رہتا ہے اور جب روحانی تصرف اپنی قوت میں تیز ہوتا ہے تو عالم مثال سے ظاہری قوئے تک اپنا اثر رکھتا ہو اعالم مشہودات میں بھی اپنا جلوہ دکھا...

کر دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ کا عالم کشف اور خواب میں اپنے کسی بندہ کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا کہ بعض امور جو عالم مثال میں معاملہ پذیر ہوئے۔ انکا اثر ظاہری وجود میں بھی ظاہر ہو۔ روح کے بالمقابل بہت بڑھکر ممکن ہے کیونکہ روح تو اپنا اثر اپنے حلقہ جسم کے اندر ہی دکھا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو روح اعظم ہے وہ اپنا اثر کائنات عالم کے ہر ذرہ سے ظاہر کر سکتا ہے۔ خواہ وہ انسانی جسم سے کسقدر بھی بعد اور دوری پر کیوں واقع نہ ہو۔ جیساکہ اسنے اپنے مسیح موعود کو عالم خواب میں قلم کے قطرات اور سرخی کے چھینٹوں کی صورت میں دکھایا۔ بلکہ علاوہ اسکے کاملین کی روح بھی کسی دوسری روح کے ذریعہ ایک روحانی امر کو جسمانی صورت میں دکھا سکتی ہے جیساکہ امام ابن سیرین اپنی کتاب منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں اور وہ ہذا

حکی عبداللہ بن الجلاء قال دخلت مدینۃ رسول اللہ وبی فاقۃ فتقدمت الی قبر رسول اللہ فسلمت علیہ وعلی صاحبیہ ثم قلت یارسول اللہ بی فاقۃ وانا ضیفک ثم تنحیت ونمت دون القبر فرأیت النبی صلعم جاء الیّ فقمت فدفع الیّ رغیفا فاکلت بعضہ وانتبھت وفی یدی بعض الرغیف۔ یعنے عبداللہ بن جلا نے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ اور مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی میں اسی حال میں آنحضرت کے روضہ پر پہنچا اور آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام علیکم عرض کیا۔ پھر مینے آنحضرت کے حضور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے بھوک ہے اور آپکا ہی مہمان بھی ہوں یہ کہکر میں قبر سے ہٹکر سو گیا خواب میں دیکھا کہ آنحضرت تشریف لارہے ہیں میں تعظیم کے لیئے اٹھا آپ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی جسکا مینے ایک حصہ کھایا اور بیدار ہو گیا۔ بیداری کی حالت میں دیکھا کہ باقی حصہ روٹی فی الواقع میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ علاوہ اسکے حضرت مسیح ع کی پیدائش کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے جیساکہ سورہ مریم میں اسکا مفصل ذکر ہے کہ حضرت مریم اپنے کشف میں حضرت جبریل کو بطور تمثل بشری صورت میں دیکھکر عالم مثال سے ایک ایسی کیفیت کے ساتھ واپس ہوئیں۔ کہ جس کے نیچے آپ عالم ظاہری میں حاملہ پائی گئیں۔ حالانکہ یہ حمل آپکا ایک روحانی کرشمہ کا نتیجہ تھا۔

پس واقعات اور مشاہدات کا انکار نہیں ہو سکتا گو یہ دوسری بات ہے کہ انسان ایسے

مجہول الکنہ واقعات اور حقائق مخفیہ کے ادراک سے قاصر ہو۔ اب جبکہ وہ سُرخی جو خدا تعالےٰ کے چھینٹوں کا نشان ہے کرُتے اور ٹوپی پر ظاہر اور موجود ہے۔ تو گو اسکی ماہیت اور کیفیت وجود کے سمجھنے سے انسانی عقول قاصر ہوں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ عدم علم کی وجہ سے ایک موجود شے کو معدوم قرار دیں یا اسکی ہستی سے انکار کر دیں۔:

معارف قرآن

(از حضرت اولوالعزم سید محمود)

معیار صدق انبیاء کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ انہیں نہایت بیکسی کی حالت سے اٹھا کر بڑے بڑے اُمرا اور با اثر لوگوں پر غلبہ دیا جاتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی یہ نشان فرمایا کہ تمام مخالفین مشرکین پر ایسا غلبہ حاصل ہوگا کہ تیرے ساتھ والے مال انفال و غنیمت کے متعلق مسائل دریافت کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہُوا

احکام خمس للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ اللہ کے خمس کو کسی خاص معنوں میں محدود کرنے کی ضرورت نہیں جسقدر طریق بھی اللہ کے لئے ہو سکتے ہیں سب جائز ہیں۔ رسول کے بعد آپ کے خلفاء مراد ہیں اور ذی القربیٰ سے انہی خلفاء کے رشتہ دار۔ امام زین العابدین تو یتامیٰ و مساکین و ابن السبیل بھی اہلبیت ہی کے سمجھتے تھے۔

یوم الفرقان ہر نبی کا ایک یوم الفرقان ہوتا ہے حضرت نبی کریم کے لئے بدر حضرت مسیح موعود کے لئے مہوتسو کا جلسہ جمالی نشانوں میں اور لیکھرام کا واقعہ جلالی آیات میں

ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد یعنے اگر جنگ کا معاملہ تمہاری رائے پر چھوڑا جاتا تو تم یہی کہتے کہ ابھی سامان تیار نہیں ابھی ہم تھوڑے ہیں جیسے کہ ایک گروہ ہم میں سے کہتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا جو یورپ میں حضرت صاحب کا نام لیا جائے اللہ تعالےٰ تو کفار پر حجت نیرہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اگر پوری تیاری اور کافی افراد کے جمع ہونے پر جنگ کی جاتی تو اسمیں الٰہی نصرت صاف صاف کیونکر نظر آتی۔ اللہ نے یہی دکھایا کہ دیکھو تم کسقدر جاہ و جلال سے آئے مگر مینے بیکسوں بیوطنوں بے سامانوں کو تم پر فتح دی اور انہی کے ہاتھ سے تمہارے سرداروں کو ہلاک کروا کے تمہیں برباد کر دیا یہ نشان ہے صداقت کا۔

وَاِذْ یُرِیْکَہُمُ اللہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا جب اللہ نے دکھایا تیرے خواب میں ان کفار کو تھوڑا۔ جو لوگ حضرت

صاحب کی بعض رؤیا مثلاً اس کشف پر جو ازالہ اوہام میں درج ہے کہ آپ نے نصف قرآن کے ایک صفحہ پر انا انزلناہ قریباً من القادیان دیکھا۔ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ لکھا ہوا دکھایا یہ خواب جھوٹا ہے نبی کا خواب مطابق واقعہ ہونا چاہیئے وہ اس آیت میں غور کریں واقعہ یہ ہے کہ کفار ۹۵۰ ہیں اور مسلمان ۳۱۳۔ مگر رؤیا میں آنحضرت صلعم نے خلاف واقعہ دیکھا کہ کفار کم ہیں اہم زیادہ۔ لامحالہ تاویل کرنی پڑے گی اور ماننا پڑیگا کہ رؤیا اور کشوف تعبیر طلب ہوتے ہیں بعض معترضین نے گھبرا کر اسکا یہ جواب دیا ہے کہ ان کفار میں سے جو مسلمان ہونے والے تھے۔ ان کو مسلمان سمجھا گیا۔ باقی کے کفار دکھائے گئے اور وہ تھوڑے تھے ہم کہتے ہیں یہ بھی ایک تعبیر ہی ہے مطابق واقعہ تو نہیں اگر آئندہ مسلمان ہونے والوں کو پہلے مسلمان سمجھ لینا مطابق واقعہ بات ہے تو پھر جائز ہوگا کہ اگر کوئی ملہم صادق کسی کافر کو رؤیا میں مسلمان دیکھے تو اپنی یا کسی مسلمان لڑکی کا نکاح اس سے اسی حالت کفر میں جائز ہو کیونکہ تمہارے اصول کے مطابق رؤیا میں جس کافر کو مسلمان دیکھا جائے وہ مسلمان ہی ہے مگر ایسا نہ کرنا صاف بتاتا ہے کہ یہ بات مطابق واقعہ نہیں اصل میں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو مقابلہ میں حقیر اور ذلیل بتانا چاہتا ہے اسے چھوٹا اور تھوڑا دکھاتا ہے۔ خواہ وہ زیادہ ہو اور جسے مقابلہ میں غلبہ دینا چاہتا ہے اسے زیادہ اور بڑا دکھاتا ہے خواہ کم ہو یہی حال یہاں ہے ان کفار کو نبی کریم کے رؤیا میں بہت کم دکھایا گیا یہ ایک پیشگوئی تھی کہ یہ کفار تمہارے مقابلہ میں ذلیل اور ہزیمت یاب اور ہلاک ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اسی لئے فرمایا ولو اراکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلّم۔ اگر نبی کریم کی رؤیا میں انکو بہت دکھایا جاتا تو اسکی تعبیر یہ ہوتی کہ تم شکست کھاؤ گے یہ مطلب نہیں کہ تمہارا دل قوی کرنے کے لئے جھوٹ موٹ تھوڑا دکھا دیا یہ تو ایک الزام ہی خدا تعالےٰ پر مطلب یہ ہے کہ اسنے تھوڑا دکھایا جسکی تعبیر یہ تھی کہ وہ شکست کھائیں گے اگر خدانخواستہ تمنے شکست پانی ہوتی تو رؤیا میں وہ بہت دکھائی دیتے اور پھر البتہ تم کمزوری دکھاتے اور آپسمیں تنازعہ کرتے جس کا نتیجہ اختلاف ہوتا اور اختلاف کا نتیجہ شکست و ہزیمت میں اس معاملہ میں خود صاحب تجربہ ہوں۔

کامیابی کے گر

پارہ دس کے دوسرے رکوع میں کامیابی کے گر بتائے ہیں جو ہمارے مبلغین کو بالخصوص یاد رکھنے چاہئیں۔

ا۔ فاثبتوا۔ ایک تو دل میں یقین کامل ہونا چاہیئے کہ میں ہی بہرحال اپنے مدمقابل پر فتح پاؤنگا۔ اور غالب رہونگا۔ اس بات میں ذرا بھی دل میں خدشہ نہیں ہونا چاہیئے مگر یہ یقین خود پسندی اور غرور علم کثرت ساز و سامان کی بناء پر نہ ہو۔ بلکہ اسوجہ سے کہ یہ کام جو میں کرتا ہے اللہ کا کام ہے۔ وہ خود اپنے دین کی نصرت فرمائیگا اسی لئے ارشاد ہوتا ہے۔

دوسرا گر واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون۔ خداتعالےٰ کو بہت یاد کرو۔ اسی کے حضور دعائیں کرو کہ وہ تمہاری خاص نصرت و تائید کرتا ہے۔

تیسرا گر ایسے حالات میں اللہ کی خصوصیت سے عبادت اور فرمانبرداری میں لگجاؤ۔ اور جو احکام اسکے رسول کی معرفت ملیں اسپر کاربند ہوجاؤ اپنے اعمال کو درست بنالو تا خدا کا فضل ہمارے شامل حال ہو۔

چوتھا گر یہ کہ آپسمیں کبھی تنازع نہ کرو کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم کمزور ہوجاؤ گے۔ اور دشمن کو غلبہ کا موقعہ ملیگا۔ ہم میں سے ایک گروہ الگ ہوا۔ اور اس نے اس اصول کی ذرا پروا نہیں کی۔ بیحیائی یہانتک بڑھی ہے کہ آریوں عیسائیوں اور غیراحمدیوں کے اعتراضات جو ہم پر ہوں شوق سے اپنے اخبار میں چھاپتے ہیں۔ اور انکی تائید کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یوں تہا کہ جس حصہ میں ہم سے اتفاق رکھتے تھے اسمیں ملکر کام کرتے۔ دیکھو غیراحمدی کہیں آریہ یا سکھوں یا عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے بلاتے ہیں تو ہم تمام اخراجات اپنی گرہ سے برداشت کرکے بھی انکی مدد کرتے ہیں کیونکہ اسلام کی صداقت کا معاملہ ہے۔

پانچواں گر اور خوب مضبوطی سے جمے رہو یہ نہیں کہ مشکلات پیش آنے پر گھبراؤ۔ اب ان پانچ باتوں کے مقابل (۱) عجب و غرور (۲) لوگوں کے دکھاوے (۳) اللہ کی راہ میں روک ہونے سے بچو۔ (ستمبر ۱۴ء)

درس الحدیث

(از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح)

حدیث ابوالیمان

یہ ایک حدیث ہے جو بہت ہی معرکۃ الآرا ہے۔ عیسائی اس حدیث کو اپنی تصدیق کے

لئے پیش کرکے کہتے ہیں کہ دیکھو ہمارا مسیح ہی صرف مس شیطان سے محفوظ ہے باقی تمام نبیوں کو مس شیطان ہوا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قرآن کریم کی تعلیم اور دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ ہمنے انسان کو بہت ہی اعلیٰ درجہ کا پیدا کیا۔ اس حدیث میں ہے کہ ہر ایک انسان کو سوائے عیسیٰؑ کے پیدائش کے وقت شیطان مس کرتا ہے ادھر قرآن کریم کہتا ہے کہ انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا۔ ہاں جو شریر ہوتے ہیں انکو پھر نیچے سے نیچے گرایا جاتا ہے مگر مومن کو نہیں گرایا جاتا۔ بلکہ اسکے نیچے گرنے اور مس شیطان کا وقت تو وہ ہے جب اسے عمل کرنے کی طاقت ہو۔

دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مذہب اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اسکے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی وغیرہ بناتے ہیں۔ الغرض مس شیطان سے قرآن کریم و حدیث نے انسان کو مبرا ٹھہرایا ہے۔

اس حدیث میں بیان ہے کہ مریم کی ماں نے چونکہ مریم کے لیے دعا مانگی تھی اسلئے عیسےٰ محفوظ ہے۔ لیکن احادیث میں ارشاد ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی بیوی سے ملتے وقت اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان عما رزقتنا پڑھے توکیا ایک عورت کے اپنی لڑکی کے لئے دعا کرنے سے اگر اس لڑکی کی اولاد مس شیطان سے بچ جاتی ہے تو مومن جو بذات خود اپنی اولاد کے لئے دعا کرتا ہے تو اسکی اولاد مس شیطان سے نہیں بچ سکتی ؟

میرا یہ خیال ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ کی طرف چونکہ عیسائی کثرت سے رہتے تھے اسلئے ان کو ان کے خیالات کا اثر پڑا۔ اور اسکی وجہ سے انہوں نے اس حدیث کو بھی اسکی طرف منسوب کر دیا حدیث کے آخر میں آتا ہے بقول ابوہریرۃ والی اعیذ بک وذریتھا من الشیطن الرجیم۔ یہ انکا اپنا ہی قول ہے حضرت ابن عباس کی روایات میں بھی جو تفاسیر میں بیان ہیں یہود کے بہت سے واقعات ہیں۔ ان کے یہود بہت سے واقف تھے معلوم ہوتا ہے جب کبھی کوئی اشارہ ایسا ہوتا تو ان سے واقعہ دریافت فرمائے تو وہ غلط جیسا ہوتا بیان کر دیتے یہ ابوہریرہ نے اپنی طرف سے حدیث میں دخل دیا ہے۔

۳۹
مجھے ایک دفعہ رؤیا میں دکھلایا گیا کہ بخاری میں جھوٹی حدیث کوئی نہیں ہے مگر اتنا البس احادیث ایسی ہیں جن کے ظاہر لفظ اور ہیں اور معانی ان کے اور ہیں۔ اسلئے میں اس حدیث کو وضعی تو قرار نہیں دیتا۔ (ضیاء الاسلام پریس قادیان)

ایک مباحثہ جو بنگہ میں ہوا

پادری کے اعتراضات توحید اسلام پر

اور

اُن کا جواب

پادری صاحب کی تقریر۔ ہماری عقول ناقص ہیں اسلئے ہم کمال تصریح و تشریح سے اس مسئلہ تثلیث کو بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ ذات واحد ہیں تین اقنوم ہیں۔ ذات واحد ہیں تکثر۔ ایسا کہ تکثر حقیقی ہر وقت بلکہ ہر آن قائم مگر وحدت بھی حقیقی نہ کہ اعتباری مگر ایسا نہیں کہ واحد میں تعدد اشخاص بلکہ تعدد اقانیم کیونکہ علماء نے تسلیم کیا ہے اس امر کو کہ کثرت سے آغاز ہوا۔ یونانی اسکے قائل تھے اور اس طرح کہ ازل میں ہستیاں تھیں۔

مگر بخلاف اسکے جو خدا کو مجرد واحد تسلیم کرنے والے ہیں ان سے سوال ہے کہ واحد مطلق کیا چیز ہے؟ کونسی چیز دنیا میں واحد مطلق ہے تو پھر بتایا جاوے کہ تعدد کا علم خدا تعالیٰ کو ازل میں تھا یا کہ نہیں؟ اگر تھا تو ذاتی یا حضوری یا صفاتی ہوگا۔ اگر صفاتی علم تھا تو تعدد لازم آئیگا پھر علاوہ اسکے مختلف معلومات ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی ذات میں تعدد ضرور ہو۔ ذات باری تعالیٰ کا مفہوم جزئی ہے یا کلی اگر جزئی تو تعدد لازم آئیگا کیونکہ جزء کل کے ماتحت ہوگا پھر علاوہ اس کے جائے غور ہے کہ مخلوق میں تعدد پایا جاتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ خدا میں بھی تعدد ہے کیونکہ اگر تعدد نہ ہو تو پھر خدا کامل نہیں۔ کیونکہ ایک چیز خدا میں تو پائی نہیں جاتی مگر مخلوق میں پائی جاتی ہے۔

پھر علاوہ ازیں عدد کی روح وحدت عددی مانیں تو عدد کا کمال نہیں اور وہ اس طرح کہ مثلاً ایک خدا = ۱ کے عدد کے ہے تو عدد ایک کا شروع ہے۔ دوسرے اعداد سے کمتر۔ لیکن خدا ایسا نہیں۔

کلام اللہ سے بھی تثلیث ثابت ہے مثلاً خدا کلام ہے خدا روح ہے خدا باپ ہے۔ اور یہ امر یاد رہے کہ کلام اور روح القدس صفت نہیں بلکہ اقنوم اور حیثیات میں تعدد ہے۔ ایک سے دوسری ممتاز پھر اگر بطور تنزل تسلیم کر لیا جاوے کہ خدا واحد مطلق ہے تو اسکی مثال دنیا و مافیہا میں موجود نہیں۔ پھر کس طرح تسلیم کریں آخر میں یہ کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ یہ مسئلہ مشکل

ضرور ہے اسکا سمجھنا اور سمجھانا نہایت محال ہے۔ فقط

جواب۔ معزز حاضرین! آپنے پادری صاحب کی تقریر سنی بیشک جیساکہ وہ خود مقر ہیں مسئلہ تثلیث کی نہ کوئی تشریح کرسکتا ہے نہ کوئی سمجھ سکتا ہے لہذا میں خوب جانتا ہوں کہ آپنے اس تقریر کو بالکل نہیں سمجھا کیونکہ اول تو یہ مسئلہ ہی ایسا ہے دوم۔ اسکی معمولی تشریح جو پادری صاحب نے بیان کی اپنے رنگ میں ایک دوسری تثلیث ہے

اب مجھے دو کام کرنے پڑے اول یہ کہ صاف اور عام فہم الفاظ میں مسئلہ تثلیث کی صحیح نقطہ خیال سے تشریح اور ما بعد پادری صاحب کی تقریری تثلیث کی تردید۔

پس واضح ہو کہ اہل تثلیث کا عقیدہ ہے کہ تثلیث میں خدائے واحد کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کرنی چاہیئے۔ تثلیث کے ثلاثہ اقانیم کو مخلوط نہ کرنا چاہیئے اور ثلاثہ اقانیم باپ بیٹا روح القدس ہیں ان میں کا ہر ایک ہر دوسرے کے مساوی الوہیت میں ہے اور ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا اور خداوند ہے

پس ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ ثلاثہ اقانیم جو ہر ایک جداگانہ خدا ہے کسی نامعلوم علم کی رو سے ان ہر سہ کا مجموعہ ایک خدا ہے لہذا اسی گتھی کو پادری صاحب نے سلجھانا چاہا تھا مگر میں ادب سے التماس کرتا ہوں۔ جیسی صورت میں تمام فلاسفر سناگئے کہ تثلیث کے مسئلہ کو عقلی طور پر ثابت کرنا قطعی محال ہے۔ تمام مسیحی علماء جانتے اور مانتے ہیں کہ مسئلہ تثلیث چونکہ کتاب مقدس تعلیم کرتی ہے اسلئے ایمانی رنگ میں اسکا اقرار نہایت ضروری ہے مگر عقلی رنگ میں اس کو ثابت کرنا ناممکن محض ہے اسی لئے چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ بھی اس پر عمل کرتے اور کتاب مقدس سے ثبوت پیش کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اسکی مصلحت وہ جانتے ہیں مگر میں اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھے بہت افسوس ہے آپنے چھوٹتے ہی شرایط مباحثہ کے خلاف کیا کتاب مقدس سے آپنے کوئی دعوی نہیں کیا نہ ہی کتاب مقدس سے کوئی دلیل پیش کی۔

. . . .

پس میں آپ سے کہتا ہوں آپ خود خیال کریں کہ کہاں تک آپ حق پر ہیں کیا اپنی تقریر میں آپنے بائبل کی کسی آیت کا حوالہ دیا۔ ہرگز نہیں مگر میں بتاتا ہوں کہ جو کچھ آپنے بیان کیا۔ کتاب مقدس کے بالکل مخالف ہے کیونکہ مقدس کتاب میں نہ تو تثلیث کا لفظ آیا ہے نہ اقانیم اقانیم کی یگانگت نہ خدائے بیٹا خدائے روح القدس وغیرہ

میرا دعوی ہے کہ خدا جو واحد ہے تمام کتب مقدسہ توحید سکھلاتی ہیں۔ عہد جدید اپنی

موجودہ صورت میں بھی توحید کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ پس میں اپنے اس عقیدہ توحید کو بائبل کے الفاظ میں بھی پیش کرتا ہوں آپ بھی ذرا ایسا کرکے دکھیو میرا عقیدہ یہ ہے "خداوند تیرا خدا ایک خداوند ہے کوئی خدا نہیں مگر ایک ہمارا ایک خدا ہے یعنے باپ جس کو اکیلا سچا خدا جانیں"۔

اور یہ جو آپ نے کہا ذات واحد میں تین اقنوم ہیں۔ ذات واحد میں تکثر۔ یہ بائبل میں لکھا ہے ہرگز نہیں پھر یہ دعوے آپ نے کہاں سے لیکر کیا۔ "ذات واحد میں تین اقنوم ہیں" آپکو چاہئے تھا کہ اقنوم کی تشریح معہ لغوی و اصطلاحی معانی کے بیان فرماتے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہوتا۔ اقنوم کسے کہتے ہیں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بس بتلاؤں تشریح تثلیث مصنّفہ ریونڈر ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم اے صفحہ ۷۰ پر صاحب رسالہ مصنّف تحریر فرماتے ہیں کہ "اقنوم و شخص کا اطلاق ایسی ذات پر ہوتا ہے جو کہ فاعل بالارادہ ہو۔ اور اسکے واسطے شخصی وقوف اور عقل اور خود مختاری ضرور ہے شخص وہ ہے جو کہہ سکے کہ "میں" اور "تو" اور "وہ" اور "مجھے" اور "میرا" اور "اپنا" یعنے جو گفتگو فہم کے متعلق ہے اسکے واسطے ضمائر شخصی کا استعمال ضرور ہے یعنے ایسے کلمات یا ضمائر کا استعمال مستلزم شخصیت اور فعل ارادی کا ہے"۔

پادری صاحب موصوف کی تشریح اقنوم سے صاف ثابت ہے کہ اقنوم ہر ایک ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے اور اگر آپکو مسیحیت کے علوم سے کچھ واقفیت ہوگی تو خود معلوم ہوگا کہ اقنوم سے مراد ایک شخص یا شخصی ہستی ہے جیسا کہ تمام کتب تفاسیر سے ثابت ہے اور خود آپ نے بھی اپنی تقریر "ازل میں متعدد ہستیاں تھیں" کہکر اس امر کو تسلیم کیا ہے یا آپکو سمجھانے کے لئے میں اس امر کو یوں واضح کرونگا کہ دعائے عام "لتانیہ" میں ہر یک اقنوم کو جداگانہ خطاب "خدا" ہے اور یوں لکھا ہے "اے مقدس اور مبارک اور عالیشان تینوں جو ایک تثلیث ہو یعنے تین شخص اور ایک خدا ہم پریشان اور گنہگاروں پر رحم کر" اور معلوم ہو کہ جسمانیت شخصیت کے واسطے لازم جاننا صحیح نہیں کیونکہ تشخص وجود سے جدا نہیں ہوتا شے موجود مادی ہو یا مجرّد اور تعدد وجود کا مستلزم تعدد تشخص کا ہے پس ان تمام امور سے ثابت ہوا کہ تین اقانیم کے وجود کا قائل ہونا تین اشخاص کا قائل ہونا ہی اور اس صورت میں قائل تثلیث کا شرک میں گرفتار ہے اور یہی مروجہ تثلیث ہے جس کو عقائد کی رو سے تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "ذات واحد میں تکثر ایسا کہ تکثر حقیقی ہر وقت ہر آن قائم ہے مگر وحدت بھی حقیقی ہے نہ کہ اعتباری"۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ یہ متضاد بیان آپکا غلط ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی کا اجتماع قطعاً

محال ہے مگر آپنے تسلیم کیاہے کہ "کثرت بھی حقیقی اور وحدت بھی حقیقی ہر آن بلکہ ہر وقت موجود"۔ پادری صاحب! بیشک آپکو ایسا ہی کہنا چاہیئے تھا۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب اور نیز دیگر علماء اہل تثلیث نے یہی لکھا ہے بلکہ مثال کے طور پر ان لوگوں نے یوں لکھا ہے "جیساکہ ایک ہندسہ باوجودیکہ ایک ہے مگر اسی میں طول عرض و عمق و مقدار بھی موجود ہے یا ایک درخت کہ اسمیں باوجود کثرت بھی موجود۔ یا شربت باوجود وحدت کے کئی اشیاء سے مرکب ہے"۔ مگر پادری صاحب یہ تمام مثالیں صحیح نہیں کیونکہ یہ خیال صرف وحدت حقیقی اور وحدت اعتباری میں فرق نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ ان مثالوں میں کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری پائی جاتی ہے نہ کہ وحدت حقیقی اب آپ غور کریں کہ تثلیث فی التوحید کے مسئلہ میں یا تو تثلیث اور وحدت ہر دو اعتباری ہونگے یا تثلیث حقیقی اور وحدت اعتباری اور یا تثلیث اعتباری اور وحدت حقیقی یا تثلیث اور وحدت دونوں حقیقی۔ شق اول و ثالث تو باطل ہے کیونکہ تین وجود ثابت ہیں۔ اور شق ثانی بھی قطعاً باطل ہے یعنے تثلیث حقیقی اور وحدت اعتباری۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا واحد حقیقی نہیں کیونکہ مرکب حقیقی اور اعتباری سے اعتباری ہوگا۔ بلکہ واحد اعتباری اور علاوہ اسکے اگر وحدت اعتباری مانی جاوے تو ایسی وحدت اور اعداد میں بھی موجود ہوتی ہے پھر کیوں تثلیث ہی ہے مگر تربیع اور تخمیس وغیرہ نہیں اور شق رابع بھی باطل ہے کیونکہ کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا یکجا مجتمع ہونا بہ نزدیک ہمہ علما قطعی محالات سے ہے۔

---

۵ میںنے پادری صاحب کو سمجھایا تھا کہ متی ۳ کی رو سے تثلیث میں دو اقانیم کثیف یعنے محدود و محسوس اور مرئی ثابت ہیں کیونکہ اول مسیح کا وجود خاکی محدود اور محسوس دوم روح القدس کا بشکل کبوتر نازل ہونا اور مرئی ہونا بھی مسلم ہے (تفسیر متی ۳ مصنفہ پادری عماد الدین صاحب کہ خدا کی روح جو مسیح پر نازل ہوئی وہ جسم کی صورت میں اتری۔ متوازی لوقا ۳ تاکہ یوحنا کو بھی دکھائی دیتے"۔ اب دو وجود محدود و محسوس اور مرئی ثابت۔ سوم۔ آسمان پر سے آواز دینے والا اور مسیح یسوع کو "پیارا بیٹا" کا خطاب دینے والا۔ اور اب یہ امر علماء کے نزدیک مسلمہ ہے کہ دو کثافتیں یکجا جمع ہو کر ایک وجود نہیں ہو سکتیں۔ یعنے دو کثافتوں کا ایکجا جمع ہو کر متحد فی الوجود ہونا محال عادی ہے اور پھر آن واحد ایک وقت میں ثلاثہ وجود کا الگ الگ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اب ان کا اجتماع محال

اور پھر یہ جو آپنے کہا ہے کہ "وہ مگر ایسا نہیں کہ واحد میں تعدد اشخاص بلکہ تعدد اقانیم" یہ آپ کی بظاہر مغالطہ دہی سبب ہے یا معاف رکھیں بے علمی۔ خود علمائے مسیحیت نے تسلیم کر لیا ہے کہ اقنوم سے مراد شخص ہے۔ جیسا کہ تشریح التثلیث کی رُو سے میں نے آپکو بتایا اور ثابت کیا۔ آپنے اپنے زعم میں جسمانیت شخصیت کے واسطے لازم خیال کی ہے مگر میں اسکی تردید کر چکا ہوں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "کیونکہ علمار نے تسلیم کیا ہے اس امر کو کہ کثرت سے آغاز ہوا۔ یونانی اسکے قائل تھے اور اس طرح کہ ازل میں متعدد ہستیاں تھیں۔"

یہ "کیونکہ" اور "اسلئے" کہکر آپ پیچھا نہیں چھڑا سکتے کیونکہ آپ کے یونانی علمار دیوتاؤں کے بھی قائل تھے۔ خدا کے بھی منکر تھے اور آپ کے یونانی علمار خدا کی شان رزاقی کے بھی منکر تھے اور انہیں کے فلسفہ کی تردید مقدس پولوس اپنے خط بنام اہل کرنتھس ب۱ آ۲۲ میں فرماتے ہیں۔ اور انہی کے فلسفہ کی تردید جو اسوقت افسس وغیرہ میں زور شور سے رائج تھا مقدس یوحنا نے اپنی انجیل ب۱ آ۱۸ تک میں کی ہے پس "اسلئے" یہ دلیل آپکی مردود ہے اور علمار "ایکو دیو خدمبورتی" بھی تسلیم کرتے تھے۔ جاپان میں علمار بدھ اپنے بڑے خدا بدھ کو تین سر والی مورت کے ساتھ پوجتے تھے اور اسے "سن پاؤ فوہ" کہتے تھے۔ مصر میں علمار ماتا دیوی کو جن کی گود میں بچہ تھا پوجتے تھے۔ یونانی اور ہندی علماء کے دیوتا کی کثرت منشی تقدیر کے سوا کون جانتا ہے تبت کے لاما لوگوں کے الفاظ "وہ کانگس اومپاکس" بھی علمار ہی کہتے تھے۔ اور اب یہ تمام "اس طرح" پر کیونکر میں آپ کو بتاؤں۔ آپ ایک علمی نکتہ سیکھ لیں کہ یہ تثلیث کا لفظ عام طور پر کیوں مختلف اقوام میں رائج تھا تو اسکے جواب میں جاننا چاہئے کہ دنیا کی تمام بت پرست اقوام میں ثلاثہ کا عقیدہ بھی ایک طرح عالمگیر رہا ہے۔ بت پرستی اسکے ساتھ ساتھ چلی آئی ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے تو لوگ اسقدر گمراہ ہوئے کہ انہوں نے بجائے ایک کے ہزارہا خداؤں کو جو ایک دوسرے کے دشمن سمجھے جاتے۔ ماننا شروع کیا۔ مگر مابعد یہ ترقی کی کہ ان مخالف خداؤں کے درمیان میل قائم کرنا چاہا اور چونکہ اکثر زبانوں میں عدد تین سے جمع کا صیغہ شروع ہوتا ہے۔ تین مان کر ان تینوں کو ایک کہدیا۔ گویا تمام آلہوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیا۔

اور یہ جو آپنے فرمادیا۔ کہ وہ جو خدا کو مجرد واحد تسلیم کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے الخ یہ سوال آپ یسوع مسیح سے کریں کیونکہ وہ فرماتا ہے "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا جانیں یوحنا ۱۷ پھر مقدس پولوس سے رجوع کریں وہ فرماتا ہے "ہمارا ایک خدا ہے۔

جو باپ ہے نمبر ا کر ۳ خدا ایک ہی نمبر ا نمط ۱۲ لیس آپ مسیح علیہ السّلام اور مقدس رسول سے پوچھیں واحد مطلق کیا چیز ہے ؟ یا آپ ان بزرگان کے اقوال سے ثابت کریں کہ "تثلیث فی التوحید صحیح ہے۔

اور واحد مطلق یہ ہے کہ خدا ایک ہے بےمثل اور لاشریک ہے وہی پاک ہستی قابل عبادت ہے جو آپ نے سمجھے ہوں فرما دیویں اور کیا آپ کو معلوم نہیں پنجاب کے سرآمدہ علماء ڈاکٹر ہنری مارٹن صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ "مناسب ہے کہ خدا کی ذات پاک مخلوق کی سمجھ میں نہ آوے خدا تعالےٰ جو ہے ذات ہی ذات ہے اور اگر اسکی ذات پاک کو ہم سمجھ جائیں تو پرے کیا رہا۔ ہم اسکے مساوی نہ ہو گئے اسلیئے میں ایسی وحدانیت کا قائل نہیں ہو سکتا جو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے" (جنگ مقدس صفحہ ۹۹)

اب آپ بے امید ہے سمجھ گئے ہونگے اور یہ جو آپ نے کہا۔ "تعدد کا علم خدا تعالےٰ کو ازل میں تھا یا کہ نہیں ؟ اگر تھا تو ذاتی یا حضوری یا صفاتی ہوگا اگر صفاتی علم تھا تو تعدد لازم آئیگا"

افسوس آپ نے صرف "تعدد لازم آئیگا" سنا دیا مگر یہ نہ بتایا کہ کیوں لازم آئے گا۔ اسکی وجہ اسکا سبب۔ حضرت اسکی علت ؟ نامعلوم۔

اب آپ کو معلوم ہو کہ خدا کا علم تعدد صفاتی ہے علم مطلق کے ماتحت داخل ہے اور صفات الٰہیہ باریتعالی کی فصل یا جنس غرضیکہ اسکی حد نہیں ہے اور ثبوت حد سے ترکیب مستلزم ہے اور یہ مسلم ہے کہ خدا کی حد نہیں کیونکہ علم بذاتیات خدا کا محال ہے البتہ بالعوارض وصفات ہو سکتا ہے مثلاً ہمنے جو ذات باری کو اسکی صفات کے ذریعے معلوم کیا ہے جیسا کہ متفق علیہ ہے انہیں صفات میں سے ایک صفت علم بالتعدد ہے پس علم مطلق صفات کے ثبوت سے خدا تعالےٰ کی ذات میں تعدد لازم نہیں آتا تو علم بالتعدد جو کہ اخص ہے۔ اعم پر ہی مقیس ہوگا۔

اور یہ جو آپ نے کہدیا۔ "مختلف معلولات ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی ذات میں تعدد ضرور ہے" بالکل غلط ہے آپ اسکو واضح کرتے تو خود ہی تردید ہو جاتی۔ اب میں آپ کو سمجھا دوں۔ خدا تعالےٰ کی واحد ذات کا اعتقاد ہر یک قوم میں پایا جاتا ہے یہ ایک تواتر ہے جس کو صحیح ماننا عاقل کا کام ہے۔

دوم۔ وحدت فی الارادت اور وحدت نظم ترکیب اعضائے انسانی وحیوانی صاف ظاہر کرتی ہیں کہ حیوان و انسان کی اصل فقط ایک ہی علت سے ہے مختلف اسباب کا نتیجہ نہیں پھر جب ہم ستاروں کے آسمان پر اور بے غایت وسعت میں غیر محدود جہانوں پر نظر ڈالتے ہیں

اور ان میں کے بعض کی حرکات اور بعض کی سکنات پر نظر غائرانہ سے سوچتے ہیں اور موالید ثلاثہ اور تشریح الابدان پر غور کرتے ہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ فقط ایک ہی علت کا نتیجہ نہیں۔ جو دانا اور حکیم ہے لیکن آپ کو اختیار ہے کہ آپ ہر یک جداگانہ نوع وقسم کا جداگانہ خدا یا علت تسلیم کرکے خداؤں کی جماعت میں اضافہ دراضافہ فرماتے رہیں۔

پھر آپ نے جو یہ کہا کہ "ذات الٰہی کا مفہوم جزئی ہے یا کلی اگر جزئی تو تعدد لازم۔ کیونکہ جزء کل کے ماتحت ہوگا"

آپ نے اسکی تشریح نہیں کی کہ کونسا "جزء و کل" مراد ہے یہ امر ثابت کرتا ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے علم سے قطعی ناواقف ہیں۔

اب آپ کو معلوم ہو کہ جزئی مفہوم باریتعالے کا نہیں ہو سکتا کیونکہ من حیث التصور اسمیں کثرت ہے لاکن بلحاظ وقوع امتناع الغیر ہے جیسا کہ دلائل قطعیہ علم فلسفہ اسپر شاہد ہیں مفہوم واجب کی کلیت صرف من حیث التصور ہے من حیث الوقوع امتناع غیر پر اتفاق ہے۔

پادری صاحب ۔معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ کلی کی نسبت خوب نہیں جانتے۔ کہ خدا پر یہ الفاظ کیسے اور کیونکر صادق آتے ہیں آپ صرف یاد کیا کریں "کلی جنس کلی نوع۔ کلی فصل۔ ثلاثہ ذاتیات۔ اس سے تثلیث ثابت۔ کلی خاصہ۔ کلی عرض عام عرضیات اس سے تثنیہ ثابت۔

اور یہ جو آپ نے کہا "پھر علاوہ اسکے جائے غور ہے کہ مخلوق میں تعدد پایا جاتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ خدا میں بھی تعدد ہے کیونکہ اگر تعدد نہ ہو تو پھر خدا کامل نہیں ہے کیونکہ ایک چیز مخلوق میں تو پائی جاتی ہے مگر خدا میں پائی نہیں جاتی"

اسکے جواب میں واضح ہو کہ اگر یہی منطق ہے یا فلسفہ اسی کا نام ہے یا آپ مدرسہ علم الٰہیات میں یہی پڑھتے ہیں تو بس صاحب میں ہارا۔ آپ جیتے۔ آپ پہلے یہ تو بتائیں تعدد اچھی چیز ہے یا بری؟ غالباً آپ تعدد کی صفت کو اچھا کہینگے تو پھر تثلیث ہی کیوں تسلیم کریں۔ غیر متناہی سلسلہ کیوں نہ روا رکھا جائے۔ اور اگر وہ ساری اشیاء ذاتی اور صفاتی جو مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔ تمام کا خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونا ضروری ہے تو ابھی آپ کہدیں گے کہ خدا تو کھاتا نہیں انسان کھاتا ہے اسلئے خدا کامل نہیں۔ کیونکہ ایک چیز مخلوق میں تو پائی

جاتی ہے مگر خالق میں نہیں پائی جاتی" میں اس دلیل کو نہ سنونگا اسکا جواب صرف یہ دونگا کہ بس ہو چکی نماز مصلا اٹھائیے۔ پادری صاحب شاید آپ اپنا ترکش خالی کر چکے ایسے دلائل اگر نہ پیش کرتے تو اچھا ہوتا۔ مخلوق میں تعدد کیوں ہے؟ آپ سوچیں کیا اسی لیے کہ اسی طرح خدا میں تعدد کا ہونا ضروری ہے اور پھر یہ جو آپنے کہا ہے کہ "عدد کی روح وحدت عددی مانیں تو عدد کا کمال نہیں اور وہ اس طرح پر کہ مثلاً ایک خدا برابر ایک کے عدد کے ہے تو عدد ایک کا شروع ہے دوسرے اعداد سے کمتر لیکن خدا ایسا نہیں ہے"

افسوس! اب اس کا کیا جواب دیا جاوے سنیئے! میں کہتا ہوں تین کا عدد پانچ سے کمتر ہے اسی طرح پانچ کا سات سے۔ آپ اعداد پر غیر متناہی سلسلہ شروع کرو کتنے خدا ہونگے اور اگر کہو کہ کتاب مقدس میں تثلیث ہے نہ کہ تربیع تو یہ غلط ہے کتاب مقدس میں ہرگز تثلیث نہیں۔ ورنہ ثبوت دو۔ اور یہ بھی آپ بتادیں کہ تین کے عدد کے مقابل چھ کے عدد کا کمال ہے یا کہ نہیں؟ پادری صاحب آپ ایسی باتیں پیش نہ کریں مجھے ان باتوں سے نفرت ہے میں پھر ان کا جواب نہ دونگا۔ اور یہ جو آپنے کہا "کلام اللہ سے بھی تثلیث ثابت ہے کہ مثلاً خدا کلام ہے خدا روح ہے خدا باپ ہے" اسکا جواب صرف یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کلام اللہ سے توحید ثابت ہے۔ تثلیث نہیں ورنہ ثبوت پیش کریں۔

اور یہ جو آپنے کہا "یہ امر یاد رہے کلام اور روح القدس صفت نہیں بلکہ اقنوم کی حیثیات میں تعدد ہے۔ ایک شے دوسری سے ممتاز"

اسکے جواب میں عرض ہے کہ سب غلط ہے ورنہ ثبوت پیش کرتے۔ میں کہتا ہوں آپنے اس نازک اور ادق مسئلہ کو کبھی سمجھا ہی نہیں پھر خواہ مخواہ دخل نہ دیں آپ کو مسیحیت کا علم نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اقنوم ہیں تو اقنوم سے مراد شخص ہے تو پھر ثلاثہ اشخاص کا مجموعہ ایک کس طرح ہو سکتا ہے ذرا بہ تشریح سمجھاویں۔

رہا یہ کہنا "ایک سے دوسری ممتاز" آپ فرماویں امتیاز اچھی صفت میں ہے یا بری میں اگر اچھی صفت میں ہو تو ایک میں ایک اچھی یا اعلیٰ صفت ہے باقی میں نہیں۔ اور باقی ناقص ثابت ہوئے اور اگر بدی والی صفت مابہ الامتیاز ہے تو یہ الوہیت کا نقص ہے آپ جواب دیویں اور نیز جبکہ ثلاثہ اقانیم میں سے ایک دوسرے سے ممیز ہے تو ایک نہ ہوئے پورے جداگانہ تین ہوئے اور یہ جو آپنے کہا کہ "واحد مطلق کی کوئی مثال دنیا میں نہیں" یہ صحیح ہے

ہاں بھائی اسکی مثال نہیں اگر اسکی مثل کوئی دوسری ہستی ہوتی تو وہ بھی خدا ہوتی۔ اور یہ جو آخر میں آپ نے کہا "کہ یہ کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ یہ مسئلہ مشکل ضرور ہے اسکا سمجھنا سمجھانا محال ہے"۔

عرض یہ ہے کہ آپ نے سچ کہا ہے لیکن پھر تقریر کر کے موت کی سر دردی اور تضیع اوقات کی کیا ضرورت ہے؟ آخر میں اب آپکے سامنے میرے چند مطالبات ہیں۔

پہلا مطالبہ میرا یہ ہے عہد جدید کے ان مقامات میں جو میں پیش کرتا ہوں خالص توحید کا ذکر ہے۔ اب پادری صاحب ان کی تفسیر کریں اور تثلیث کے حوالجات ان کے مقابل پیش کریں پادری صاحب لکھ لیں (اسپر مسٹر ایم امین ہوز ہیلپر و ایڈیٹر اخبار سی ای پنجاب یونین گپور تھلہ نے یہ تمام حوالجات لکھ لئے کیونکہ مسٹر موصوف منشی عبد الحق صاحب کے معاون تھے) متی ۲۲/۳۵ و ۲۲/۳۰ و ۱۹/۱۶-۱۷ و ۲۷/۴۹ و ۱/۴۴ و ۲۳/۲۲ مرقس ۱۲/۲۵ و ۱۳/۳۲ و ۱۱/۲۴-۲۵ یوحنا ۱۷/۳ و ۲/۱۴ و ۱ تمط ۲/۱ و ۶/۱۵۔ پادری صاحب انصاف کیجئے اور آپ بھی ایک ہی حوالہ کم از کم تثلیث کا پیش کریں۔

دوسرا مطالبہ میرا یہ ہے کہ مسیح نے کبھی اپنی الوہیت کا اقرار نہیں کیا جس طرح کہ باپ کی الوہیت کا اقبال مع تشریح کرتا رہا۔ مگر برخلاف اسکے اپنے آپکو انسان اور آدمی کہا۔ دیکھو نمونہ کے طور پر یوحنا ۸/۴۰ و متی ۹/۸

(ب) اسی طرح مسیح کے حواری بھی اسے خدا نہیں کہتے بلکہ ایک مرد اور ایک آدمی بتلاتے ہیں نمونہ کے طور پر دیکھو۔ اعمال ۲/۲۲ "یسوع ناصری ایک مرد تھا" پھر اعمال ۱۷/۳۱ و ۲/۲۲ "خدا دنیا کی عدالت کریگا اس آدمی کی معرفت جسے اسنے مقرر کیا اور مردوں میں سے اٹھایا" پھر رومیوں ۵/۱۵ "وہ ایک ہی آدمی یعنے یسوع مسیح کے وسیلے سے فضل ہے" پھر ۱ تمط ۲/۵ "خدا اور آدمیوں کے درمیان بھی ایک آدمی ہے"۔

پس جبکہ مسیح خود اپنے آپکو الوہیت منسوب نہیں کرتا اور خدا نہیں کہتا اور نہ حواری مسیح کے اسکو خدا کہتے بلکہ ایک آدمی بتلاتے ہیں۔ تو آپ وکالت کرنے والے کون ہیں؟

تیسرا مطالبہ میرا یہ ہے کہ یہ جو آپ منطق سناتے ہیں جسے میں نے غلط ثابت کیا اب اسکے مقابل میرا الہامی منطق سنیئے اور جواب دیجئے۔

دلیل اول "کوئی خدا نہیں مگر ایک کرنتھیوں ۸/۴ کہ ایک خدا ہے جو باپ ہے یوحنا ۱۷/۳

پس جتنے باپ کے کوئی خدا نہیں ہے مگر مسیح باپ نہیں کلیسیا کا مسلمہ مسئلہ

(مسیح خدا نہیں)

دلیل دھم: تب یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان سے آزمایا جائے۔ متی ۴/۱ } ہمارا سردار کاہن مسیح ساری باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا عبرا ۴/۱۵

خدا برائی سے آزمایا نہیں جاتا یعقوب ۱/۱۳ } مگر مسیح آزمایا گیا

مسیح خدا نہیں

پادری صاحب! ذرا آپ ان دلائل کی تردید ذیل کے طاق ذرا چھو کر دکھادیں۔

اب میں اپنے دوسرے منطقی دلائل پیش کرتا ہوں جو تثلیث کی تردید کرتے ہیں

چوتھا مطالبہ۔ اوّل آپکا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ ثلاثہ اقانیم میں تثلیث اور امتیاز حقیقی ہے اتھاناسیس ۵ و ۶ اور پھر وحدت بھی حقیقی ہے اتھاناسیس ۲۰ یعنے آپکے نزدیک ایک چیز تین بھی حقیقتاً ہے اور ایک بھی حقیقتاً اور یہ بدیہی البطلان ہے۔

دوم۔ ایک کا پورا ثلث نہیں نکل سکتا اور تین کا ایک پورا ثلث ہے

سوم۔ تین حقیقی تین احاد کے مجموعہ سے عبارت ہے اور ایک حقیقی کسی احاد کا مجموعہ نہیں

چہارم۔ ایک جز تین کا ہے پس اگر ایک حقیقتاً عین تین کا ہو تو جز کل ہو جائیگا۔ اور اگر تین ایک کا عین ہو تو کل جز بنجائیگا اور یہ صریح البطلان ہے۔

پنجم۔ لازم آتا ہے کہ خدا تعالےٰ اجزاء غیر متناہی بالفعل سے مرکب ہو کیونکر جب جز کی حقیقت کل کی حقیقت ٹھہری اور کل مرکب تہا تو چاہئے کہ جز بھی مرکب ہو ایسے جز سے کہ وہ اسکا عین ہو اور پھر وہ بھی مرکب ہو اور اسی طرح غایت آخر تک اور مرکب ہونا کسی چیز کا اجزاء غیر متناہی بالفعل سے باطل ہے۔

ششم۔ جب ایک ثلث تین کا ہے اگر تین عین ایک ہو تو لازم آتا ہے کہ ایک اپنے ہی نفس کا ثلث ہو۔ اور یہ قطعی محال ہے۔

ہفتم۔ منشی عبدالحق صاحب فرمائیے کہ اقنوم ثانی و اقنوم ثالث مثل اقنوم اول کے موجود ہے یا کہ نہیں۔ اگر جواب منفی میں فرمادیں تو تثلیث ہی نہ رہی۔ اور ان دو اقانیم کی مساوات اقنوم اول کے ساتھ درجہ موجودیت میں بھی کہ پہلا مرحلہ ہر چیز کے کمال کا ہے ثابت نہ ہوئی چہ جائیکہ دیگر صفات کمالیہ کا خیال تک بھی آجائے . . . .

. . . .

. . . . اور اگر جناب بندہ مثل اقنوم اعلےٰ کے موجود ہیں تو دو حال سے خالی نہیں

ان اقانیم میں اسی درجہ موجودیت اول میں اتحاد ذاتی ہے یا کہ نہیں اگر نہیں تو دعویٰ توحید کا غلط
اناناسیس نمبر ۲

پانچواں مطالبہ میرا یہ ہے کہ مقدس اناناسیس نے مبارک ثالوث کی جو تشریح اور توضیح چوتھی صدی
کی کونسل میں فرمائی یہ تشریح خود مقدس حوارین یا مسیح نے عہد جدید میں کیوں نہ کر دی کیا مسیح
اور حوارین مسیح مقدس اناناسیس جیسے فصیح و بلیغ نہ تھے۔

ترکوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الفاظ

جب سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مسند خلافت پر بیٹھے ہیں تب سے مسیح موعود کی بہت ساری پیشگوئیاں
بارش کی طرح پے در پے ظہور میں آئی ہیں جنہیں سے چند بطور نمونہ مشتے از خروارے ہدیہ ناظرین کرتا
ہوں۔

پہلی پیشگوئی خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا وجود مبارک ہے اور آپکا وجود حضرت صاحب کی
بہت ساری پیشگوئیوں کا مصدق ہے جو کہ سبز اشتہار میں لکھی ہیں۔

دوسری پیشگوئی اپنے سلسلہ میں اختلاف کا واقعہ ہونا ہے جس کی طرف آپکے مندرجہ ذیل
اشعار اشارہ کر رہے ہیں۔

قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہوگئے ٭ یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار
دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبت دیریں کے زنگ ٭ پھول بنکر ایک مدت تک ہوئی آخر کو خار
جس قدر نقد تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام ٭ آہ کیا یہ دل میں گزرا ہو نہیں اس سے دلفگار

تیسری پیشگوئی ایک عظیم الشان جنگ کا برپا ہونا جیسے کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں
آپ فرماتے ہیں۔ (اپریل ۱۹۰۵ء)

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد ٭ جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر اور مرغزار

چوتھی پیشگوئی زار روس کا زار و نزار ہونا جس کی طرف آپکا مندرجہ ذیل شعر اشارہ
کرتا ہے ؎

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ٭ زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحال زار

آمدم برمطلب۔ اب میں آپکے ان الفاظ کا ترجمہ جو کہ آپنے ترکوں کے متعلق اپنی کتاب الہدیٰ

والتبصرۃ لمن یریٰ صفحہ ۵۰ تا ۵۵ میں فرماتے ہیں بدیہ ناظرین کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:-
"کیا تم ان کے تخت کو امن کی محفوظ جگہ خیال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تو ایک ناپاک جگہ ہے کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ اسلام کی حدود کو کفار سے بچا سکینگے نہیں نہیں بلکہ وہ تو خود انہیں غفلت کے ہاتھوں سے بلاتے ہیں کہ ملت کے رہے سہے آثار پر بھی وہ قابض ہو جائیں کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ اسلام کی پناہ ہیں سبحان اللہ بڑی بھاری غلطی ہے بلکہ وہ تو بدعتوں سے دین خیر الانام کی بیخکنی کرتے ہیں تمہارا اختیار ہے کہ تم ان کی نسبت نیک گمان کرو۔ اور بدکرداریوں سے انکی بریت ثابت کرو لیکن کن علامتوں سے تم ایسا دعویٰ کروگے۔ انکی یہ حالت بیان کرکے فرماتے ہیں کہ:-

اتخالون انہم یحفظون حرم اللہ وحرم رسولہٖ کالخدام کلا بل الحرم یحفظہم لادعاء الاسلام وادعاء محبۃ خیر الانام وقد حقت العقوبۃ لولم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام ــ (ترجمہ)

کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم ہیں اور محافظ ہیں ہرگز نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا ہے اسلئے کہ وہ اسلام اور رسول خدا کی محبت کے مدعی ہیں اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے۔" انتہیٰ

پس مندرجہ بالا خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں اور یہ بعینہٖ ان کے حق میں پورے ہوچکے ہیں اسلئے کہ جب شریف مکہ و مدینہ انکی سلطنت سے نکلکر علیحدہ ہوگئے ہیں اور مکہ و مدینہ پر ان کا تسلط نہیں رہا تب سے ہی انپر تباہی پر تباہی نازل ہو رہی ہے اور بغداد و بیت المقدس وغیرہ تمام ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں پس حضرت صاحب کا فرمان حقت علیہم العقوبۃ لولم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام کیسے پورا ہوا گیا انتی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے بعد ہی آپکے مرسل نبی اللہ ہونے میں کوئی شک ہے اور جبکہ آپکے کلمات وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے مصداق ہیں

والسلام علی من اتبع الھدیٰ :- (جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

رفیق حیات
ٹریکٹ

ہمارے مہربان حکیم عطا محمد صاحب نے طبی ٹریکٹ سیریز جاری کیا ہے پہلا نمبر شائع ہوا ہے اس میں مختلف امراض کے بہت سے مفید نسخے درج ہیں اور حکمت کی باتیں لکھی ہیں۔ بارہ نمبروں کی قیمت عہ رہے کم ہے سب احباب یہ رسالہ خریدیں۔ اشتہار ٹائٹل پر درج ہے۔

آریہ صاحبان کی تشخیذ میں چند سوالات

آرین کتب اور سوامی دیانند جی کی تحریرات کے ساتھ خاکسار کو ایک عرصہ سے خاص قسم کی دلچسپی ہے اور مینے آریہ سماج کے لٹریچر کا معتدبہ حصہ پڑھا ہے اس مطالعہ کے دوران میں میرے دل میں چند سوالات پیدا ہوئے جنکا تسلی بخش جواب سماجی کتب میں ہر چند ڈھونڈا پر نہ ملا۔ اسلئے آج میں اُن سوالات میں سے چند سوال بغرض جواب آریہ سماج کے پروفیسروں اور اپدیشکوں کی خدمت میں بکمال ادب اپنی تسلی کے لئے پیش کرتا ہوں اگر تسلی بخش جواب ملگیا تو انشاء اللہ باقی سوالات بھی تشحیذ کے ذریعہ اُن کی خدمت میں پیش کرونگا امید ہے کہ سماجی علم دوست اصحاب خاکسار کی تسلی فرما کر مشکور فرمائینگے۔

(۱) کلیات آریہ مسافر مصنفہ پنڈت لیکھرام پشاوری صفحہ ۲۶۵ کالم ۲ میں پنڈت لیکھرام دیانند جی کی بابت لکھتے ہیں "سوامی دیانند جی کی بابت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اول تو وہ آپت پرش یعنے نجات سے واپس آمدہ شخص تھے کیونکہ جو یوگیوں اور رشیوں کے گن ہوتے ہیں وہ بہت سے ان میں موجود تھے تھوڑی سی محنت میں اسقدر عظیم الشان ناپیدا کنار بحر ذخار سنسکرت کے پار ہوجانا یوگی جن کے سوا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پس وہ دھرم اور قوم پر جان نثار کرکے صداقت کا راستہ بتلا کر دھارمک شہید ہوکر ضرور نجات پا گئے۔ پنڈت لیکھرام کی طرح اور بھی تمام سوامی دیانند کے پیرووں کا یہی عقیدہ ہے کہ سوامی دیانند صاحب ضرور ہی مکتی پا گئے مگر سوامی دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش صفحہ پر لکھتے ہیں۔ گناہ کا بخشنا بڑا بھاری ادھرم (بے دینی) ہے۔ گناہ معاف کرنے سے خدا بے انصاف ہوجاتا ہے ستیارتھ صفحہ ۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۰ پر سوامی جی لکھتے ہیں "خدا اگر پاپ معاف کرے تو اسکا انصاف جاتا ہے اور تمام انسان پاپی ہوجاویں اسلیئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا" اور دیکھئے کلیات مسافر صفحہ ۵۰ گناہ کی سزا ضرور ملیگی کسی طرح ایک شوشہ بھی نہ ٹلیگا"

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ انسان خواہ کتنے ہی نیک کام کرے مگر اسکا ایک گناہ بھی ویدک تعلیم کی رُو سے خدا نہیں معاف کرتا۔ اب دیکھئے سوامی دیانند جیون چرتر مصنفہ رادھاکشن مہتہ صفحہ ۱۸ "سوامی جی قصبہ چنڈال گڈھ میں گئے وہاں ان کو بھنگ پینے

کی بری عادت پڑ گئی - چنانچہ اکثر وہ اسکے نشے سے مدہوش ہو جاتے "

(۲) ایک بیراگی ایک مورتی (بُت) رکھکر بیٹھا ہوا تھا بات چیت ہونے پر وہ بولا کہ انگلی میں سونے کا چھلا ڈالکر بیراگ کی شدھی کیسے ہو گی مجھے اسطرح کہکر میرے تینوں چھلے مورتی کو بھینٹ کرا لئے (آپ نے بُت پر چڑھاوا چڑھایا) (ایڈیشن سنجری صفحہ ۱۶۶)

(۳) سوامی کو جب باپ نے پکڑا تو کہا یہاں سے میرا ارادہ گھر کی طرف جانے ہی کو تہا - گو سوامی جی بظاہر

اپنے والد کے ساتھ گھر جانیکا اقرار کرتے تھے لیکن دل میں وہ اپنے ارادہ پر ویسے ہی مستقل تھے (غلط بیانی جیون چرتر صفحہ ۱۱)

(۴) سوامی جی ایک عرصہ تک اپنے آپکو خدا سمجھتے رہے " (سوانحعمری دیانند مترجمہ دلپت رائے جگراوی صفحہ ۱۳۶)

اب میں دکہاتا ہوں کہ انکی سزا آریہ کی نسبت میں کیا لکھی ہے دیکھئے منوشاستر ۱۲ اور زبان کے ذریعہ کیئے ہوئے پاپ کی سزا میں انسان پرند چرند کی جون میں جاتا ہے - منشی اشیاء کے استعمال کرنیوالا ہاتھی - گھوڑے - شودر ملیچھ - شیر کتا وغیرہ کے جنم میں جاتا ہے " منو ۱۲ جو لوگ بُت پرستی کرتے ہیں وہ ویدوں کے مخالف ہیں (ستیارتھ صفحہ ۲۲۳ - ویدوں کے مخالف کی کیا سزا مقرر ہے " ویدوں کے خلاف عمل کرنے سے انسان حیوانات کا جسم پاکر دکھ حاصل کرتا ہے " کیاش بھوم کا صفحہ ۱۳۲

ان حوالجات کو اپنے اس عقیدے سے جو پنڈت لیکھرام کے الفاظ میں بیان ہو چکا ہے مطابق کرکے دکھائیں اور مجھے سمجھائیں کہ آیا یہ باتیں پاپ ہیں یا نہیں ؟ اگر پاپ نہیں تو اعلان کریں اگر ہیں تو انکی سزا پانے کے بغیر مکتی کس طرح ہو سکتی ہے ؟

دوسرا سوال - سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۰۰ میں مسلمانوں کی تردید میں لکھتے ہیں - لوگوں کو مارنے اور جس جاندار سے زیادہ فائدہ پہنچے مثلاً گائے وغیرہ انکے مارنے کی مخالفت نہ کرنے سے خدا دنیا کو نقصان پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے اور بدنام بھی ہو جاتا ہے ایسی باتیں نہ خدا کی اور نہ انکی کتاب کی ہو سکتی ہیں -

سوامی جی یہاں لکھتے ہیں یا دوسرے آدمیوں کو مارنا اور جانوروں کے ہلاک کرنے کی تعلیم جس کتاب میں ہو وہ خدا کی کتاب نہیں مگر یجر وید ادھیائے ۱۷ منتر ۱۵ ترجمہ دیانند جی بھاشہ میں ہے ہم لوگ جس سے دشمنی کریں اسکو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈالدیں راجہ بھی اسکو شیر کے منہ میں ڈالدے "

اب آریہ صاحبان بتائیں سوامی جی نے جو معیار قائم کیا تھا - اُسکی رو سے وید الہامی ٹھہر

سمجھتے ہیں۔

تیسرا سوال ۔ سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۲ پر لکھتے ہیں۔ "اس قسم کی دعا کبھی نہ کرنی چاہئے اور نہ ہی وہ قبول کرتا ہے۔ جیسے اے پرمیشور آپ ہمارے دشمنوں کو فنا کرو مجھکو سب سے بڑا بناؤ میری ہی نیک نامی ہو۔ . . . . . جو ایسی پرارتھنا کرتے ہیں وہ سخت جاہل ہیں"

سوامی جی کی محولہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ایسی دعائیں کرنی جاہلوں کا کام ہے مگر ویدوں میں ایسی ہی دعائیں کرنی سکھلائی گئی ہیں تو پھر کیا وید الہامی ہے یا بقول سوامی جی بہت سے منتر ہیں بطور نمونہ ایک لکھتا ہوں ملاحظہ ہو یجروید ۱۳-۱۲

"اے براج پرش آپ دھرم کے مخالفوں اور دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ جلال والے پرش وہ جو ہمارے دشمنوں کو دھوکہ دیتا ہے آپ اسکو الٹا خشک لکڑی کی طرح جلائیں"

پس سوامی جی کے معیار کی رو سے وید الہامی نہ ہے جواب باصواب عطا ہو۔

چوتھا سوال ۔ منوسمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۹۱ میں لکھا ہے "وہ گئو موتر یا پانی یا گئو کا دودھ یا گئو کے گوبر کا رس ان میں سے کسی ایک کو آگ برن کر کے پیوے اور مر جاوے۔ تو وہ (پینے والا) پاک ہو جاتا ہے"

براہ مہربانی اس پوتر نسخہ کی فلاسفی وضاحت سے فرمائیں کیا واقعی گائے کا پیشاب اور گوبر پاک چیزیں ہیں اگر ٹھیک ہے تو ان لوگوں کی فہرست پیش کریں جنہوں نے اسکا استعمال کیا اور پاک ہو گئے۔

پانچواں سوال ۔ آریہ صاحبان کا دعویٰ کہ گوشت خوری کا حکم ویدوں میں نہیں صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو سوامی جی کا مندرجہ ذیل فرمان ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۳ کا کیا مطلب ہے "بائبل میں قربان گاہ کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے لی گئی ہیں الخ اور کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۵ کالم ۲ مضمون مہاشہ دیانند جی و پادری صاحبان۔ اگر سوامی جی کے فرمان صحیح ہیں تو (اور یقیناً آریوں کو انکار نہیں ہو سکتا) معلوم ہوا کہ گوشت خوری وغیرہ کا ذکر ویدوں میں ہے اور آج آریوں کا اسکے خلاف آواز اٹھانا سراسر ویدک دھرم سے انحراف کرنا ہے۔

چھٹا سوال ۔ سوامی جی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں۔ "مردہ دفن کرنے سے جلانا بہتر ہے اور جلانے کی ترکیب یہ ہے کہ ویدی بنا کر مردہ کے جسم کے برابر وزنی گھی لینا

چاہئے اور فی سیر گھی میں ایک رتی کستوری اور ایک ماشہ کیسر ڈالنا چاہئے کم از کم آدھ من صندل کی لکڑی ڈالے زیادہ چاہے جسقدر ہو۔ اگر کوئی مفلس ہو تو وہ بھی کم از کم بیس سیر گھی چتا میں ڈالے خواہ وہ بھیک مانگے یا اہل برادری یا سرکار سے ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔ الخ

اب ہمارا اس پر یہ سوال ہے کہ آریہ صاحبان ویدک دھرم کے عالمگیر ہونے کے جو دعوے پیش کرتے ہیں۔ کیا جو مذہب عالمگیر ہو اُسکے ایسے ہی اصول ہوتے ہیں۔ کیا جہاں گھی کستوری کیسر لکڑی وغیرہ نہ ملے تو وہاں انسان کیا کرے عالمگیر مذہب وہ ہوگا جس کے اصول سہل اور سادہ ہوں نہ کہ صرف ایک مردہ کے جلانے کے لئے بیچارے کو تین صد روپیہ کا زیر بار ہونا پڑے یا بھیک مانگنی پڑے۔ یہ سوال پیش کئے جاتے ہیں دیکھئے کون مرد میدان بنکر ہماری تسلّی کرے۔

ساتواں سوال۔ جیون چرتر مہرشی سوامی دیانند سرسوتی مصنّفہ پنڈت لیکھرام کے صفحہ ۳۵۵ پر زیر عنوان گجرات کے حالات یہ عبارت درج ہے۔

”دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لیکچر دیا × × اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی درو شا کا بیان فرمایا جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت بجانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپنے فرمایا کہ استری کو اچت (مناسب) ہے کہ سال میں ایک ہی بار اپنے پتی کے پاس جائے۔ یعنی وبھچار (زنا) نہ کرے مگر جس کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جائے اسکی عورت کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ اسکی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔“

میں تو اس جواب کو پڑھکر حیران ہوں کیا آریہ صاحبان علی الاعلان کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ جواب حق اور راستی پر تھا۔ اور جو مشورہ سوامی جی نے دیا وہ ان کی شان کے شایان تھا۔

آخیر میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ سوالات محض حق طلبی کی بنا پر ہیں۔ جو آریہ صاحب جواب دینگے یا کسی غلط بات کی تردید کرینگے میں بڑی خوشی سے اس کو تسلیم کرونگا کیونکہ ست کو لینا اور اَست کو تیاگنا ہی دھرم ہے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

غیر احمدیوں کی قرآن دانی

حضرت خاتم النبیین کہ مہبط روح الامین پیغامبر کتاب مبین ہیں۔ کے بعد صحابہ کرام خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی جو اعلم بالقرآن تھے اسی طرح اس زمانہ میں وہی ذات قدسی صفات قرآنمجید کے معارف وحقائق کا سب سے بڑھکر علم رکھتی تھی جو ایمان کو ثریا سے واپس لائی اور پھر آپ کے طفیل آپ کے خلفاء اور صحابہ رض قرآن دان ہیں۔ جتنا جتنا کوئی ان قدسی نفوس سے دور ہے اتنا ہی بے نور ہے اور فہم قرآن سے عاری۔ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں سلسلہ احمدیہ کے عدالتی مخالف نے مولوی محمد علی صاحب پر ایک اعتراض شائع کیا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے معنے کئے ”کافی واسطے لوگوں کے“ اور کافۃ کے معنے کافی غلط ہیں۔ میں کہتا ہوں بیشک یہ معنے غلط ہیں اور یہ نتیجہ اور عقاب ہر گز سلسلہ احمدیہ سے الگ ہوکر علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر قائم کرنیکا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک غیر احمدی ایک نام کے احمدی پر گرفت کرکے تمام احمدیوں اور انکے امام کو علم القرآن سے جاہل ٹھہرا لے۔

مولوی صاحب کا اعتراض ان الفاظ میں ہے

”نہیں بھیجا ہمنے آپکو مگر کافی لوگوں کے لئے گویا کافہ کو پیغمبر کی صفت سمجھا حالانکہ یہ ناس کی صفت مقدم ہے۔ اگر بفرض محال اس لفظ سے مراد کافی ہے تو پھر تاء تانیث کیسی ہے؟“ (پیسہ اخبار ۲ جنوری ۱۸ء)

عبارت مندرجہ بالا سے مولوی کرم الدین صاحب کا علم وفضل بھی ظاہر ہوگیا آپنے کافہ کی تاء کو تاء تانیث ہونے میں مقصور کر دیا چنانچہ اسی دلیل کی بناء پر کہا ہے کہ کافہ پیغمبر کی صفت نہیں ہو سکتا۔ (۱) کافہ پیغمبر کی صفت نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ لکھا ہے کہ کافہ ناس کی صفت مقدم ہے۔ . . . . یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ مفردات راغب ملاحظہ ہو۔

الا كافة للناس اى كافا لهم عن المعاصى والهاء فيه للمبالغة كقولهم راوية وعلامة ونسابة

یعنی کافۃ للناس کے معنے ہیں گناہوں سے لوگوں کو روکنے والا اور (ھا) تاء اسمیں مبالغہ کے لئے ہے جیسے علامہ میں۔

تفسیر کبیر پڑھئے۔

فیہ وجہان احدھما کافۃ ای ارسالۃ کافۃ ای عامۃ لجمیع الناس تمنعہم من الخروج عن الانقیاد لہا والثانی کافۃ ای ارسلناک کافۃ تکف الناس انت من الکفر والھاء للمبالغۃ علیٰ ھذا الوجہ

یعنے دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ارسالۃ کافۃ یعنے رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے۔ جو اس بات سے روکتی ہے کہ اسکی فرمانبرداری سے نکلا جائے۔

دوم۔ یہ تو نے پیغمبر لوگوں کو کفر سے روکتا ہے اس صورت میں یہ تاء اہل مبالغہ کے لئے ہے دیکھا آپ نے جس صورت کو غلط قرار دیا ہے۔ اس صورت میں یہ تاء تانیث نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے لئے ہے۔ تاء کافۃ ک سے حال واقعہ ہوا ہے اب آپ بیضاوی دیکھیں اور اسکا حاشیہ قنوی بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاویں۔

الا ارسالۃ عامۃ لہم من الکف اشار الی ان کافۃ صفۃ لمحذوف دل علیہ الکلام وتاءہ للتانیث۔

یعنے ایک تو یہ صورت ہے کہ ارسالۃ عامۃ سمجھا جائے گویا کافۃ صفت کا موصوف ہے اور تاء تانیث کے لئے ہے اب آپکو معلوم ہوا کہ تاء تانیث کیسی ہے۔ دوسری صورت

او الا جامعا لہم فی الابلاغ فہی حال من الکاف والتاء للمبالغۃ حال من النبی علیہ السلام ای جامعا للناس فی ابلاغ ما ارسلت بہ لہم

یعنی کافۃ ارسلنک کے کاف سے حال واقعہ ہوا ہے اور تاء مبالغہ کے لئے ہے نبی کریم کے لئے بیان فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام میں جمع کرنے والے ہیں جس صورت کو آپ ممنوع قرار دیتے تھے یہ وہ صورت ہے بشرطیکہ اتنا حسن ظن کر لیا جائے کہ آپ نے صفت کا لفظ بمعنے حال استعمال کیا ہو اب یہی وہ صورت جو خود آپ نے بیان فرمائی یعنے کافۃ ناس کی صفت مقدم ہے مولوی صاحب یہ تو بالکل غلط ہے دہنی گھیپ کے علم صرفی نحوی مشہور ہیں آپ نے اس علاقہ کی پوزیشن بھی مجروح کردی الناس تو معرفہ ہے اسکی صفت کافۃ نکرہ کیونکر بن سکتا ہے کیا آپ بھول گئے کہ نعت منعوت کی تابع ہوتی ہے تعریف و تنکیر میں ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کافۃ الناس کا حال مقدم ہے مگر سنیئے قنوی اسپر کیا لکھا ہے۔

لا یجوز جعلہا حالا من الناس علی المختار اذ المختار ان الحال

لا یجوز تقدمہا علی ذی الحال المجارور۔
یعنے الناس کا حال بنانا مختار مذہب پر جائز نہیں کیونکہ ذی الحال جب مجرور ہو (جیسا کہ اس آیت میں ہے) تو اسپر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں۔

پس آپکی توجیہ باطل ہوئی آپنے ہمیں بےعلم قرار دیا تھا خود آپکا علم ظاہر ہو گیا اخیر میں ابن تمجید کی عبارت پر اسکو ختم کرتا ہوں۔

فقال ابوالبقاء کافۃ حال من الکاف والھاء زائدۃ للمبالغۃ والناس متعلق بہ انتہٰی ما ارسلنٰک الا کافۃ للناس عن الکفر و المعاصی۔

لٹریچر پر نظر

عام دستور تو یہی ہے کہ جبتک کوئی کتاب ایڈیٹر کے پاس بغرض ریویو نہ آئے اس پر ریویو نہیں کیا جاتا مگر میرے ایک مکرم معظم کا خیال ہے جس سے مجھے بھی اتفاق ہے کہ ایڈیٹر کا فرض ہے کہ وہ نئے لٹریچر کی اشاعت کی خبر اپنے ناظرین کو دیتا ہے چنانچہ اسی لئے میں جلسہ پر شائع ہونے والی کتابوں کا ذکر کرتا ہوں۔

تصدیق المسیح یہ ایک سو صفحے کا رسالہ ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے تالیف فرمایا ہے اور محبی منشی فخر الدین صاحب مالک احمدیہ ایجنسی قادیان نے ایام جلسہ میں علی سبیل الاستعجال۔ خوشخط صحیح عمدہ سفید کاغذ پر چھپوایا ہے جس قدر میں اس رسالہ کو یہ سطور لکھنے تک دیکھ سکا ہوں اسکی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ عام فہم سلیس عبارت میں جامع اور مدلل ہے اور آجکل کے مدرسوں اور کالجوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے نہایت مفید ہے۔ نیز ان لوگوں کے لئے جو معمولی لکھے پڑھے اور دین کا شوق رکھتے ہیں اسمیں ملانوں کی طرح بال کی کھال نہیں اتاری گئی مگر تاہم جو کچھ لکھا ہے تحقیق و تدقیق سے لکھا ہے اور ایسے پیرایہ میں کہ دلنشیں اور مؤثر ہو۔ اکثر لوگ جو سلسلہ میں نئے داخل ہوتے تھے۔ وہ کوئی مختصر اور جامع کتاب مانگتے تھے جن سے انہیں حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کے موٹے موٹے دلائل کا علم ہو جائے اور وہ غیر احمدی معترضین کو جواب دے سکیں اور وفات مسیح ناصری کا ثبوت دیں اور مسیح قادیانی کی صداقت ثابت کریں یہ سب مقصد اس رسالہ

سے حل ہو سکتا ہے آیات و احادیث کے حوالے بھی دئے ہیں مسیح کا نزول سُنّی شیعہ میں ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن سرسید کے تتبع میں اکثر نوجوان مسیح کی آمد ثانی کے قائل ہی نہیں اسلئے ایک باب علیحدہ اس خصوص میں بھی ہونا چاہئے تھا قیمت ۲ر

النبوۃ فی القرآن ۔ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحب جس میں غیر مبایعین اور غیر احمدیوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حضرت اقدس کی نبوت کا ثبوت قرآن مجید سے دیا گیا ہے ۔ اور ان باتوں پر خوب بحث کی ہے جو نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز بتائے جاتے ہیں اسپر مفصل ریویو پھر ہوگا قیمت ۶ر احمدیہ بک ایجنسی قادیان سے ملیگا ۔

احمدیہ جنتری ۱۹۱۸ء ۔ خدا جزائے خیر دے میرے عزیز بھائی محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان کو احمدیہ جنتری کیا لکھی قادیان اور سلسلہ احمدیہ کے تمام کارخانوں اور کاموں کا فوٹو کھینچکر سامنے رکھدیا ۔ ہر احمدی کے پاس اسکی ایک جلد ہونی چاہئے اسمیں علاوہ ہجری عیسوی ہندی تاریخوں کے قادیان کا محل وقوع کرایہ ریل ۔ یکہ ۔ فاصلہ ۔ جماعت احمدیہ کے عقاید ۔ بیعت کے الفاظ ۔ دس نصائح خلیفہ اول مسیح موعود کی تعلیم ۔ مختصر علامات امام مہدی ۔ غرض بعیت آیات قرآنی بر وفات مسیح مع حوالجات صدر انجمن کے تمام صیغوں اور دفاتر کے نام ۔ علماء و فضلاء سلسلہ کے نام ۔ اخبارات و رسالجات طریق مباحثہ مجددین امت محمدیہ کے نام ۔ خطبہ نکاح فہرست کتب مسیح موعود علیہ السلام مع سن وار ۔ انجمن ترقی اسلام کے کارنامے غرض سب کچھ درج ہے جو غیر احمدیوں میں تبلیغ کا کام دے اور ایک احمدی کے معلومات بڑھائے ۔ اور یہ جنتری بالکل سستی ہے ۔ عہ رکی ۱۶۰ احباب ضرور پبلشر کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ یہ جنتری ہر سال چھپتی رہے ۔

مرزا صاحب ۔ مرزا صاحبان پنجاب میں بہت شوق سے گایا جاتا ہے میں نے اپنی خاص فرمائش سے مرزا صاحب مہدی نام ایک نظم ۱۶ صفحے اسی وزن پر پنجاب کے مشہور و معروف شاعر مولوی محمد دلپذیر صاحب کے بیٹے برادرم محمد منظور صاحب سے لکھوائی ہے جو بہت دلچسپ بہت مقبول ہے قیمت ۱ر

قول فیصل ۔ غیر مبایعین جو اعتراضات اب کرتے ہیں وہ سب کے سب ۱۹۰۶ء میں کسی صاحب نے کئے اور حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے ان کے جوابات دیئے حضرت اقدس کی زندگی میں متنازعہ مسائل کا فیصلہ ہماری صداقت کا ایک بین نشان ہے قیمت ۲ر یہ رسالہ کثرت سے

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

ٹریکٹ رفیق حیات

یہ ٹریکٹ ہر ماہ میں ایک دفعہ قادیان سے شائع ہونا شروع ہوا ہے اس میں طبی۔ علمی۔ اخلاقی۔ تجارتی۔ سائنٹفک مضامین پر عالمانہ بحث کی جاتی ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا خوبیوں کے اس میں حضرت حکیم الامۃ مولٰنا حکیم **نورالدین** صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے مجربات جس کی پبلک مدت سے شائق تھی صحیح طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے سالانہ چندہ صرف عہ؍ طلباء سے ۱۲؍

نمونہ کے پرچہ کے لئے ۱؍ کا ٹکٹ آنا چاہئیے۔

نوٹ۔ اصلی مدعا ہمارا اس ٹریکٹ کے شائع کرنے سے یہی ہے کہ پبلک نیم حکیموں کے پھندے سے چھٹکارا پا جاوے۔ نیز حسب منشاء باقاعدہ طور پر مریضوں کا علاج بذریعہ خط وکتابت کیا جاتا ہے جواب کے لئے ٹکٹ آنے چاہئیں ؞

ملنے کا پتہ مینیجر رفیق حیات قادیان (پنجاب)

لکھنؤ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن صاحب کی تیار کردہ نسخہ جات کی جو فہرست

نہایت خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے وہ مشرقی طب کے مطابق لکھی

پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر بلا محصول ڈاک بھیجی جاتی ہے



تندرستی کی گفتگو

ہم بھی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے بہت فریب تک فکر میں رہتے ہیں اور امیر اور مالدار حسب حیثیت ہے ویسا ہی کرتے ہیں ولایتی گھی۔ دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا استعمال کرتے ہیں غریب کم خرچ۔ جڑی بوٹی اور چھلکے کی طرح میں رہتے ہیں جاڑے کے موسم میں چونکہ مقویات کا کھانا نہایت مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے۔ جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ لیاقت سے باہر خرچ ہے۔ وہ

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی مقوی گولیاں

ہیں۔ آپ بھی آزمایش کر کے دیکھیے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور نیا خون پیدا کرتی ہیں۔ جوانی میں بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جب جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے یہ سب شکایتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں قیمت ۱۰ گولیوں کی شیشی عہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۶ | نمبر ۳

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۱۲؍ طلباء سے ۱ؑ غیر ممالک سے ۳ؔ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام خان پبلشر نے شائع کیا

ایک درخواست

تشحیذ کی زندگی چاہنے والوں کی خدمت میں

میرے پیارے بھائیو! اول تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں جس نے اپنی خاص رحمت سے باوجود ایسی سخت مشکلات کے کہ خرچ کرنے کے لئے روپیہ کافی نہیں تو بھی تشحیذ کو ابتک زندہ رکھا اور اسکے نمبر ایک دوسرے سے بڑھکر علمی ذخیرہ لئے ہوئے نکلتے رہے جنوری و فروری کے رسالہ میں تاویل المتشابہات کے نام سے جو بیش بہا مضمون نکلا ہے وہ سلسلہ احمدیہ میں اس موضوع پر مکمل مضمون ہے اور جو عکس شیخ مجتہد کے خط اور اپنے خوارج کی تحریر کے دئے گئے وہ بھی ایک کاری حربہ کا کام دے گئے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک یہ نمبر ۸ شاملہ کی قیمت حصول کرنے کے لئے وی پی کئے گئے تھے جیسے ایک تہائی اصحاب نے واپس کر کے نقصان پہنچایا اور دو سو ایسے مہربان ہیں جنکے ذمے ۱/۸ شاملہ کا چندہ سالانہ ہے ان حالات میں آپ فرمائے کہ ہم اتنا خرچ کیونکر چلائیں جبکہ کاغذ کی گرانی کا یہ حال ہے کہ بجائے ۱۲ رم کے اب قریباً ۱۲ ایک رم پر خرچ کرنا پڑتا ہے اگر خریداروں کی تعداد ایک ہزار ہو تو بھی اتنی آمد ہو سکتی ہے کہ تشحیذ چلتا رہے لیکن موجودہ صورت میں تو باوجود صد درجہ کی کفایت کے اخراجات متعلقہ نہیں چل سکتے آپ صاحبان اگر توجہ فرماویں اور اپنے اپنے مقام میں تحریک کر کے پانچ پانچ خریدار تشحیذ کو بہم پہنچائیں تو ایک مہینہ ہی میں تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

تشحیذ کے متعلق ایک دو دوستوں نے یہ شکایت کی ہے کہ مشکل ہے سمجھا نہیں جا سکتا۔ میں انکی خدمت میں عرض کرونگا کہ تشحیذ تفریح طبع کے لئے نہیں چھاپا جاتا یہ تو آپکی علمی استعداد بڑھانے اور تشحیذ اذہان کے لئے ہی بس ضرور ہے کہ آپ اسے سوچ سمجھکر پڑھیں میں نے عمداً یہ التزام کر رکھا ہے کہ اسمیں جو مضمون چھپے علمی رنگ میں مختصر اور جامع لکھا ہوا ہو۔ اخباری طرز میں بھی خدا کے فضل سے مجھے لکھنا آتا ہے اور میں ہر روز کوئی نہ کوئی مضمون لکھتا ہوں مگر رسالہ کے لئے ایسے ہی مضامین چاہئیں چونکہ ہماری جماعت کی ایک خاص پوزیشن ہے اسلئے انہیں علماء کے رنگ میں تربیت پانی چاہئے عامیانہ مذاق کا تتبع درست نہیں پس میرے احباب رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کریں اور بار بار عرض کرنے پر مجبور کر کے اپنے اکو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ وصمدا احمدیہ

شجرہ نقشبندیہ

نقشبندی طریق کا شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے یعنی وہ اپنی نسبت تعلیم روحانی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پر ملاتے ہیں۔

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲- حضرت صدیق اکبر ۳- حضرت سلمان فارسی

۴- امام قاسم بن محمد بن ابی بکر ۵- امام جعفر صادق ۶- حضرت بایزید بسطامی

۷- خواجہ ابوالحسن خرقانی ۸- خواجہ ابو علی فارمدی ۹- خواجہ ابو یوسف ہمدانی

۱۰- خواجہ عبدالخالق عجدوانی ۱۱- خواجہ عارف ریوگری ۱۲- خواجہ محمود

۱۳- خواجہ علی رامتینی ۱۴- خواجہ محمد بابا سماسی ۱۵- خواجہ سید امیر کلال

۱۶- امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند ۱۷- خواجہ علاؤالدین عطار ۱۸- مولانا یعقوب چرخی

۱۹- خواجہ عبید اللہ احرار ۲۰- مولانا محمد زاہد ولی ۲۱- محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ

۲۲- خواجہ محمد امکنگی ۲۳- خواجہ باقی باللہ ۲۴- امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

بہاءُ الدّین نقشبند

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ماہ محرم ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے - آپکی تربیت میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی - ایکدن آپ بیٹھے تھے ناگاہ آواز آئی بہاؤ الدین کیا وقت نہیں آیا کہ تو سب کچھ چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو اسکے بعد حالت بدل گئی جذبہ شوق الٰہی دن بدن بڑھتا گیا آپ راتوں اکثر بخارا کے مزاروں پر پھرتے تھے وہاں ایک کشفی حالت طاری ہو گئی خواجہ عبد الخالق عجدوانی کو دیکھا فرماتے ہیں عمل بہ عزیمت اور سنت کرو رخصت اور بدعت سے پرہیز کرو - پیروی رسول و آثار صحابہ کرام سے خدا کو پاؤ - آپ میر کلال کی صحبت میں بیٹھے ان کے مرید ذکر جہر کرتے یہ اسوقت حلقہ سے اٹھ آتے اور ذکر خفی میں مشغول رہتے میر کلال نے آپکو رخصت کیا اور فرمایا اب تم مزید تعلیم کے لئے کسی اور سے ملو خواب میں آپکو ایک بزرگ دکھایا گیا جس کی شکل یاد تھی - ایک دن بازار میں ملگیا آپ اسکے ساتھ رہے جب حج سے واپس ہو کر طوس میں آئے - تو شاہ معز الدین حسینی والئے ہرات نے طلب کیا بادشاہ نے پوچھا کہ آپکو مشیخت آبا و اجداد سے ملی ہے ؟ جواب دیا نہیں جذبۂ عنایت الٰہی نے خود ہی مقام وصل تک پہنچا دیا بادشاہ نے پوچھا آپ ذکر جہر اور سماع کرتے ہیں جواب دیا نہیں ہمارا اصول ہے خلوت در انجمن سفر در وطن ہوش در دم - نظر بر قدم - جو حضور ذوق سماع سے ہو سکتا ہے اسکو قیام نہیں آپ دوسری جگہ حج کو جانے لگے تو مولنا زین الدین سے ہرات میں ملاقات ہوئی انہوں نے کہا - برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند یعنے توجہ کر اس سے غالباً آپکا لقب نقشبند ہو گیا آپنے ۷۳ سال کی عمر میں ۳- ربیع الاوّل ۷۹۱ھ انتقال فرمایا آپ سے کسی نے کہا کہ کرامت دکھاؤ جنے لگے باوجود اسقدر گنا ہوں کے زمین پر چلتا ہوں وہ ھنس نہیں جاتا کیا یہ کم کرامت ہے -

اسی سلسلہ میں خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ ہوئے ہیں جو کابل میں ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے علم ظاہری مولنا محمد صادق سے پڑھا اور پھر قبل از تکمیل تحصیل مشائخ ماوراء النہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواجہ امکنگی کو خواب میں دیکھا - انکی خدمتمیں حاضر ہوئے ہندوستان آنیکا حکم ملا - لاہور پہنچ کر ایکسال کے قیام کے بعد دہلی قلعہ فیروزی میں سکونت

اختیار کی اخیر وم تک وہاں رہے اور ۱۲۰۱ھ ۲۵ جمادی الثانی کو انتقال فرمایا۔

مجدد الف ثانی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو خواجہ باقی باللہ سے انتساب ہے پیدائش ۱۴ شوال ۹۷۱ھ مقام سرہند (ریاست پٹیالہ) آپ نے قرآن مجید حفظ کیا مولنا کمال سیالکوٹی سے تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر علماء سے ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے ایکدفعہ آپ آگرہ گئے ابو الفضل سے بھی ملاقات ہوئی ۱۰۰۷ھ میں آپکے والد فوت ہوئے ۱۰۰۸ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے راہ میں دہلی آئی تو خواجہ باقی باللہ کی تعریف سُنی انکے پاس ٹھہر گئے اور انہوں نے داخل طریقہ کیا دو مہینے میں تمام نسبت نقشبندیہ حاصل کر لی اس تکمیل کے بعد سرہند آ گئے۔ اور جب دوسری مرتبہ حاضر ہوئے تو خواجہ باقی اللہ نے آپکو اجازت ارشاد و افادہ فرمائی۔ اور خلعت خلافت دی اسکے بعد آپکی شہرت بہت بڑھ گئی حتیٰ آپکے مرشد بھی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے۔

مجددیت کا دعویٰ

گیارھویں صدی کے سر پر آپ نے دعویٰ کیا کہ میں مجدد الف ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"بدانند کہ بر سر مائتہ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائتہ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائتہ و الف فرق است در مجددین اینہا نیز ہمانقدر فرق است بلکہ زیادہ ازان و مجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتاں رسد بتوسط او برسد"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اے فرزند ایں آں وقت است کہ در امم سابقہ دریں چنیں وقتے کہ پر از ظلمت است پیغمبر اولو العزم مبعوث گشتے و بنائے شریعت جدیدہ میکرد۔ دریں امت کہ خیر الامم است و پیغمبر ایشاں خاتم الرسل علماء را مرتبہ بنی اسرائیل دادہ اند و بوجود علماء از وجود انبیاء کفایت فرمودہ اند لہٰذا بر سر مائتہ از علماء دیں امت مجددے تعیین مینمایند کہ احیاء شریعت فرمایند علی الخصوص کہ بعد از الف کہ در امم سابقہ وقت بعثت پیغمبر اولو العزم است در پیغمبری دراں وقت اکتفا نمودہ اند۔ دریں طور وقت عالمے عارفے تام المعرفت ازیں امت درکار است کہ قائم مقام اولو العزم انبیاء باشد"

مجددؒ الف نے اپنا مرتبہ بتایا

مطلب یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہے اور پھر ہزار کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہے جو صدی کے مجددوں سے مرتبہ میں بہت بڑا ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جب اگلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اب بموجب حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل قائمقام اولوالعزم پیدا ہوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہزار سال خیر القرون کے بعد گننا چاہئے جو ۳۰۰ سو سال کا زمانہ ہے اور اس طرح پر چودہویں صدی کے سر پر وہ اولوالعزم پیدا ہوتا ہے جو تمام انبیاء کے کمالات کا جامع اور مثیل نبی بلکہ فی الحقیقت نبی ہو۔ اور اس طرح پر حضور کا نام مجددؒ الف آخر قرار پایا۔ الف ثانی تو امت محمدیہ کے اولیاء مجددین کے اعتبار سے ہے جس کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں اور الف آخر ابتداء دنیا کے اعتبار سے ہے پانچویں ہزار میں نبی کریم سید المرسلین اور ساتویں میں مسیح موعود خاتم الاولیاء۔

مجددؒ ہونے کا دعویٰ

حضرت شیخ احمد سرہندی کو خدا تعالےٰ سے بالمشافہ کلام کا دعویٰ تھا جس کی نسبت وہ فرماتے ہیں ان کلامہ مع البشری قد یکو شفاھاً وذلک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذٰلک لبعض المکمّل من متابعیھم بالتبعیۃ والوارثۃ واذا کثر ھٰذ القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا۔ یعنے اللہ تعالیٰ بشر سے کلام فرماتا ہے ایسے لوگ انبیاء کہلاتے ہیں یعنی جس سے بہ کثرت مکالمہ مخاطبہ شفاہاً ہو وہ انبیاء ہیں۔ اور کبھی کبھی یہ نعمت مکمل افراد امت محمدیہ کو بھی بوجہ پیروی کامل وراثت حاصل ملتی ہے ان کا نام محدث رکھا جاتا ہے۔ مجدد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کلام معمولی الہام اور القاء اور فرشتے کے ساتھ مکالمہ سے بالاتر ہے اور روبرو روشفاہاً سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم سامع کو نظر بھی آتا ہو وھٰذا غیر الالھام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھٰذ الکلام الانسان الکامل الجامع × × ولا یلزم من کون الکلام شفاھاً ان یکون المتکلم مرئیاً للسامع لجواز ان یکون السامع ضعیف البصر لا یحمل شعشان انوارہٖ حضرت مسیح موعود نے اس پر اتنا مستزاد فرمایا ہے کہ جس پر کثرت اظہار امور غیبیہ و مکالمہ و مخاطبہ اتنا ہو کہ باعتبار کیفیت و کمیت زمانہ میں اسکی نظیر نہ پائی جائے تو وہ محدث ہی نہیں بلکہ نبی کہلائیگا

اور آپ نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر صلحاء و اولیاء امت محمدیہ میں گزرے ہیں وہ اگرچہ نسبتاً کثرت مکالمہ سے مشرف ہوئے اور ان کے مکمل افراد محدث کہلائے مگر یہ کثرت اس درجہ تک نہیں پہنچی کہ جو نبوت پانے اور نبی کہلانے کے لئے شرط ہے۔

کمالات نبوت کے حصول کا دعویٰ

آپ نے فرمایا ہے کہ سابقان بالاصالت انبیاء اند علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و بہ تبعیت ہر کرا ایں دولت مشرف سازند ایں دولت بیشتر بہ تبعیت در اکابر اصحاب انبیاء و بر سبیل قلت و ندرت در غیر اصحاب نیز متحقق است و فی الحقیقۃ ایں شخص نیز از زمرۂ اصحاب است و ملحق بکمالات انبیاء علیہم السلام در حق او مگر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ لا یدری اولہم خیر ام آخرہم۔ ہر چند فرمودہ آنحضرت خیر القرون قرنی ایں را باعتبار قرون گفتہ و آں باعتبار اشخاص یعنی پہلے راستباز یہ نعمت بالاصالت پا کر انبیاء بنے اور اب جو اس دولت سے مشرف ہوگا وہ ظلی طور پر ہوگا۔ اکابر اصحاب نبی کریم میں سے بہت ایسے تھے اور غیر اصحاب میں سے بھی ہیں یہ شخص بھی صحابہ کے زمرے میں داخل ہے اور ملحق بہ کمالات انبیاء اور حضور علیہ الصلوٰۃ نے خیر القرون قرنی باعتبار قرون فرمایا اور پھر یہ کہ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے نہیں معلوم کہ اسکا پہلا اچھا یا آخر یہ باعتبار اشخاص کے فرمایا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اسلئے آپ کے فیض اتباع سے آپکی امت میں سے ہزاروں ایسے ہوئے جنہوں نے کمالات انبیاء سابقین پائے مگر باایںہمہ وہ نبی نہ ہوئے کیونکہ اب نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ ہو پس جیسا کہ حدیث میں آیا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مطابق بہت علماء امت محمدیہ ایسے تھے جنمیں سے ہر ایک کسی نہ کسی نبی کا مثیل یعنی اسکے کمالات رکھتا تھا اور پھر آخر میں وہ بھی ہوا جو نبی بھی ہے اور امتی بھی جس کے لئے صحیح حدیث میں نبی اللہ کا خطاب ہے اسلئے کہ خدا نے اسکے اندر حضرت محمد رسول اللہ کے تمام کمالات کو جمع کیا اور جب اس نے اپنے آئینہ قلب میں محمدی نبوت کا کامل انعکاس لیا جیسے چودہویں کا چاند سورج کی روشنی لیتا ہے تو وہ محمد ہونے کے اعتبار سے نبی کہلایا۔ اور اسنے احمد کا نام پایا جسمیں جمالی شان کا اظہار ہے اور یہ ایک نیچرل بات ہے کہ سورج

کی روشنی چاند میں آکر بجائے جلال کے جمال دکھاتی ہے اسی طرح محمدی نبوت جب مسیح موعود میں آگئی تو وہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی پوری کرنے والی ہوئی۔

مجدد صاحب کی فضیلت

مجدد صاحب کو دعویٰ تھا کہ انہیں منصب قیومیت عطا ہوا۔ جس کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی قیوم دریں عالم خلیفۂ حق است جل و علا و نائب مناب او و اقطاب و ابدال در دائرہ ظلال وے قبلہ توجہ جہانیاں او ست و قیام عالمیان بذات او۔

(۲) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایسا وقت آتا ہے کہ اسوقت کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل امر مقسم تک نہیں پہنچا۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں جائز ہے کہ اس موطن خاص میں کسی خادم کو بھی بوراثت و تبعیت پہنچا دیا جائے مطلب یہ کہ میں ایسا ہوں پھر فرماتے ہیں اس سے غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ یہ فضیلت جزئی ہے (در تابع حقیقی نہایت معاملہ بفضل جزئی میکشد کہ دراں محذور نیست) حضرت مسیح موعود بھی پہلے پہل ہر فضیلت کی بات کو فضیلت جزئی قرار دیتے رہے مگر حقیقۃ الوحی میں آپ نے کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا اور دافع البلاء میں بھی فرمایا کہ میں مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہوں یعنی فضیلت کلی رکھتا ہوں اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ آپ نبی تھے کیونکہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت تمام شان میں نہیں ہو سکتی۔

(۳) مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ سوا نبوت جو کمالات نوع البشری ممکن ہیں وہ مجھے دیئے گئے ہیں۔

(۴) ایک کشف بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مکان کا طواف کر رہا ہوں ایک اور جماعت شریک طواف ہے جسمیں بعض کی سیر بہت سست ہے یہ مکان فوق العرش تھا اور یہ جماعت انبیاء کرام کی تھی آپ نے امت محمدیہ کا ولی و محدث ہونے کی حیثیت سے بعض انبیاء بنی اسرائیل پر فضیلت جزئی پائی۔

(۵) فرماتے ہیں میں نے ایک صفّہ بلند پر جمیع انبیاء کو دیکھا جگہ نہ تھی حضرت خلیل اللہ نے بآواز بلند فرمایا یایھا الذین اٰمنوا تفسحوا فی المجالس اسپر جگہ نکل آئی اور آپ ان کے زمرے

میں بیٹھ گئے

(۶) آپکو ایک روز الہام ہوا۔ غفرت لک ولمن توسل بک

(۷) حضور کی شان اولیاء میں ایسی ہے جیسی انبیاء میں اولوالعزم کی۔

(۸) حضرت نبی کریم نے بشارت دی کہ یکون رجل فی امتی یقال لہ صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا وکذا۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں الحمد للہ الذی جعلنی صلة البحرین ومصلحا بین الفئتین

حضرت امام مہدی کی بشارت

حضرت نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے میری تمام مرقومات حضرت مہدی آخر الزمان کے نظر سے گزرینگی اور انکی مقبول ہونگی۔ (۲) حضرت نے فرمایا جو معاملات وکمالات اللہ تعالےٰ نے مجھ پر فرمائے ہیں وہ امام مہدی تک کسی اور پر نہ ہونگے (۳) حضور نے فرمایا کہ حضرت امام مہدی اس طریقہ کی نسبت حاصل کرینگے اور یہ نسبت ان پر بوجہ اکمل ظاہر ہوگی۔

متفرق باتیں

حضرت خضر فوت ہو چکے۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں ایک روز صبح کے وقت حلقہ میں حضرت الیاس وخضر تشریف لائے حضرت خضر نے کہا ہم عالم ارواح سے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی تقلید سے آزاد

فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ تشریف لائے اور فرمایا تو مجتہد علم کلام ہے اسوقت سے میری رائے علیحدہ ہے اکثر موافق امام اعظم ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح موعود حنفی ہونگے وہ غور فرمائیں کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ حنفی ہونے سے صرف یہ مراد ہے کہ آپکا ماخذ کتاب و سنت ہے۔

معجزہ دکھانا ضروری نہیں

مجدد صاحب فرماتے ہیں ظہور خوارق وکرامات از شرط ولایت نیست × چہ ولایت عبارت از قرب الٰہی ست۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ مامور کے لئے خوارق ہوتے ہیں ہاں یہ ضروری نہیں کہ اقتراحی معجزات دکھائے جائیں حضرت مجدد فرماتے ہیں:۔

"طلب خوارق وکرامات از سر خود نکند اگرچہ آں طلب بطریق خواطر ووساوس

باشد یا ہیچ شنیدہ کہ مومنے از پیغمبرے معجزہ طلب کردہ باشد معجزہ طلبیاں کفار اند واہل انکار"۔

جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) معجزہ دکھائیں تو مانیں وہ حضرت مجدد کے الفاظ معجزہ طلبیاں کفار اند واہل انکار پر غور فرماویں۔

بہشتی مقبرہ خواجہ محمد معصوم فرماتے ہیں حضرت مجدد کو بشارت دیگئی تھی کہ روضہ مقدسہ روضۂ الیست از ریاض جنت میفرمودند کہ مبشر شدہ ام باآنکہ اگر یک مشت از خاک آں روضۂ مبشرہ در قبر شخصے باندازند امید وار یہا عظیم فکیف من دفن فیھا ہمارے مقبرہ بہشتی پر جو وحی الٰہی کے مطابق تیار ہوا۔ اور جس کی نسبت وحی الٰہی ہے انزل فیھا کل برکۃ اعتراض کرنیوالے اس حوالہ کو آنکھیں کھولکر پڑھیں۔

تعلیم فرماتے ہیں "آنچہ بر ما فقیراں لازم است ودوام ذل است وافتقار وانکسار وتضرع والتجا وادائے وظائف عبودیت ومحافظت حدود شرعیہ ومتابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ وتصحیح نیات وتحصیل خیرات وتخلیص بواطن وتسلیم ظواہر ورویت عیوب ومشاہدہ استیلا ذنوب وخوف انتقام علام الغیوب وقلیل پنداشتن حسنات خود را اگرچہ اندک باشند وترساں ولرزاں بودن از شہرت وقبول خلق۔

یعنی عاجزی انکسار اور احکام شرعی کی تعمیل اور سنت نبوی کے اتباع میں لگا رہے نیکیوں کے حصول اور باطن کو خالص رکھنے اور اپنے گناہوں اور عیبوں پر نظر کرتے رہنے اپنی خوبیوں کو کم اور کمزوریوں کے زیادہ سمجھنے میں مشغول رہے اور اپنی شہرت سے ڈرے اور یہ بھی فرمایا کہ تائید دین اور ترویج شریعت کی خدمت پر غرہ نہ کرے اور اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنے لگے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ یؤید ھٰذا الدین بالرجل الفاجر (اللہ دین کو فاجر سے بھی تائید دے دیتا ہے) اپنی خدمات پر غرور کرنے والے غور کریں۔

۲۔ فرمایا شرائع برائے رفع ہوائے نفسانی وارد شدہ اند ہر قدر بمقتضائے شریعت بعمل در آید ہماں قدر ہوائے نفسانی رو بزوال آرد لہٰذا اتیان یک حکم از احکام شریعت

در ازالۂ ہوائے نفسانی بہتر است از ریاضات و مجاہدات کہ بمقتضائے شریعت واقع نشدہ اند مؤید ومقوی ہوائے نفسانی اند برہمناں و جوگیاں در ریاضات و مجاہدات تقصیر نکردہ اند۔ اما ہیچ ازاینہا سودمند نگشتہ وغیر از تقویت نفس و تربیت آں نہ نمودہ مثلاً یک درم درادائے زکوٰۃ کہ شریعت باں امر فرمودہ است در تخریب نفس سودمند تر است از آنکہ ہزار دینار از پیش خود صرف کند و طعام خوردن در عید فطر بحکم شریعت نافع تر است در رفع ہوا از آنکہ از نزد خود سالہا صائم باشد و دو رکعت نماز بامداد را بہ جماعت ادا کردن کہ سنتے از سنن بجا آوردن است بمراتب بہتر است از آنکہ تمام شب بصلوٰۃ نافلہ قیام نمائد و نماز بامداد بے جماعت ادا کند۔"

فارسی آسان ترجمہ کی حاجت نہیں آجکل متصوفین خصوصاً نقشبندی حضرات غور کریں کہ وہ کدھر جا رہے ہیں اور مجدد صاحب کیا فرماتے ہیں۔ جن وظائف و اوراد و توجہ وغیرہ میں وہ مشغول رہتے ہیں کیا اس بات کو تاریخ صحیح سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام اسی طرح فرمایا کرتے تھے ہرگز نہیں مجدد صاحب نے تو متصوفین کو مختلف بدعات سے نجات دلانے کے لئے ایک طریق بطور علاج الوقت اختیار کیا اب نقشبندی صاحبان اسے اصل اور قائمقام شریعت ہی سمجھ بیٹھے اور انکی تمامتر توجہ ہمت قلب کے جاری کرنے اور تصور شیخ میں لگی رہتی ہے مجدد صاحب تو بار بار یہی فرماتے کہ سنت کی اتباع کرو سنت کا علم احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے انمیں ہرگز ان لطائف ان مراقبات کا بایں الفاظ ذکر نہیں اور پھر سنت کا عمل تواتر اعمال امت مرحومہ و اولیاء و مجددین سابقہ کے طرز عمل سے ہوتا ہے ان کی نسبت خود نقشبندیوں کو اعتراف ہے کہ یہ طریقہ امام ربانی مجدد الف ثانی نے جاری فرمایا پھر کیوں اپنے بانی سلسلہ کی ہدایت کے خلاف ریاضتیں کرتے ہیں حتیٰ کہ اب بوجہ ظہور زمانہ نبوت بطور علاج الوقت بھی موقع نہیں۔

مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں در یں طریق دوام محافظت بہ سنت والتزام بہ متابعت سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ و سعی در ستر احوال و اختیار تو سط احوال و مراعات در اعتدال در مطاعم و ملابس از ریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ است

اور آپکو اسکا یہانتک اہتمام تھا کہ فرماتے ہیں " اہل ضلالت ریاضات و مجاہدات بسیار کردہ اند اما چوں موافق شریعت حقہ نیستند بے اعتبار و خوار اند (۲) پس ہر مائہ جمیع سعادات متابعت

سنت است و مولائے جمیع فسادات خلاف شریعت۔

اسی بنا پر آپ مجلس سرود و مولود خوانی میں تشریف نہ لیجاتے اور ذکر جہر کو بدعت جانتے اور چونکہ ریاضات شاقہ سے ایک قسم کی خشکی دماغ اور اختلاج قلب پیدا ہوکر تخیل بڑھجاتا ہے اور انسان سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے الہام اور مکاشفے ہوتے ہیں اسلئے فرمایا وکشوف والہامات راتا بر محک کتاب و سنت نزنند بر نیم جوئے نمے پسندند مقصود از سلوک طریق صوفیہ حصول ازدیاد و یقین است بمعتقدات شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصول یسر است ورادائے احکام فقہیہ نہ امرے دیگر

اب نقشبندی جس طریق پر ہیں ذرا سوچیں کہ وہ خیالی طور پر کمالات اولوالعزم حقیقت ابراہیمی اور موسوی سے گزرتے ہوئے دائرہ لاتعین تک پہنچ جائیں مگر کیا وجہ ہے کہ ان کے اعمال سے یہ حقیقتیں ظاہر نہیں ہوتیں ایک معمولی سے دنیاوی امتحان میں وہ فیل ہوجاتے ہیں اور یوں توجہ کے وقت وہ دائرہ معبودیت صرفہ کی سیر قدمی و نظری میں شغل بتاتے ہیں۔ مرزا صاحب کے معاملہ میں کہتے ہیں عیسٰے تو مردے زندہ کرتا تھا اور مرزا صاحب نے کونسا مردہ زندہ کیا اور حضرت مجدد کا یہ قول بھول جاتے ہیں۔ احیاء و امات از لوازم مقام شیخی است مراد از احیاء روحی است نہ جسمی و ہمچنیں مراد از امات امات روحیت اور پھر تعجب کہ کہتے ہیں وہ تو پلاؤ کھاتے تھے اچھے کپڑے پہنتے تھے شاید امام ربانی کا یہ قول یاد نہیں رہا۔ ایں بزرگواران در اکل و شرب و معاشرت با اہل و عیال و موافقت با ایشاں باسائر ناس شریک اند در شان انبیاء میفرماید وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام۔

قصہ کوتاہ یہ تو ہے حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیم مگر اب جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں وہ جن باتوں کو اصل دین اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سمجھتے ہیں انہیں ملاحظہ فرمائیے۔ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ عالم امر سے (جو بمجرد امر کن پیدا ہوگئے) قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی اور پانچ عالم خلق سے نفس۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش خدا تعالےٰ نے ان پانچ لطائف۔ کہ جواہر مجردہ ہیں) کا تعلق جسم انسان سے پیدا کیا اور وہ اپنی اصلیت بھول گئے مگر تزکیہ نفس و باطن سے پھر اپنے اصل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شغل اول ۔ ذکر اسم ذات (اللّٰہ) دل کو جمیع خطرات سے خالی کرے زبان تالو سے لگائے اور اللہ اللہ زبانِ دل سے کہے توجہ دل کی طرف ہو اور دل اللہ کی طرف مشتق

کرتے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ قلب ذکر کرتا ہے جب یہ مشق ختم ہو جائے تو پھر یہی ذکر لطیفہ روح سے شروع کرے جو زیر پستان راست بقدر فاصلہ دو انگشت ہے علیٰ ہذا الطور پانچوں لطائف جاری ہو جاتے ہیں پھر تمام بدن سے ذکر اللہ کی مشق کیجاتی ہے اسکا نام سلطان الاذکار ہے اور توجہ تام کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدن اللہ اللہ کر رہا ہے ہر لطیفہ ایک پیغمبر اولوالعزم کے زیر قدم سمجھا جاتا ہے پس اس لطیفہ کا فیض بواسطہ اس نبی کے پہنچنا بیان کرتے ہیں جو لوگ مسمریزم کی مشق کرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسمیں بھی توجہ کا یہی طریق ہے کہ وہ اللہ کی بجائے سُوہَم یا ایسا کوئی لفظ کہتے ہیں مقصود اس سے یہ ہے کہ تصفیہ باطن ہو اور ایک طرف توجہ کی عادت پڑ کر روحانیت بڑھے اور جسمانیت پر غلبہ ہو اور یہ بات اسلام سے خاص نہیں۔

شغل دوم۔ ذکر نفی و اثبات۔ دو زانو بیٹھکر سانس کو ناف کے نیچے بند کر کے بزبان خیال **لا** کو ناف سے کھینچکر سر کی چوٹی تک خیالی طور پر پہنچاتے ہیں اور پھر وہاں سے **الٰہ** کو کھینچکر داہنے کندھے پر اور **الا اللہ** کو کندھے سے قلب پر پھر سانس چھوڑ دیتے ہیں۔ اور **محمد رسول اللہ** خیال میں کہہ لیتے ہیں اس طرح پر حبس دم کی مشق سے مسمریزمی اصول پر ایک طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ لوگ اسے تصوف سمجھتے ہیں۔

شغل سوم۔ اپنے پیر کی صورت دل کے اندر تصور کر کے اپنے آپکو صورت شیخ پر تصور کرتے ہیں آہستہ آہستہ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ ہر چیز شیخ کی صورت پر نظر آنے لگتی ہے اسے فنافی الشیخ کہتے ہیں اسمیں یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ کہا جاتا ہے۔ ذکر تنہا بے رابطہ وبے فنافی الشیخ موصل نہیں اصل بات تو صرف یہ تھی کہ اپنے مرشد برحق کے اتباع میں فنا ہونا چاہئے اور اس سے محبت رکھیں تاکہ اسکی ہر ادا بھلے اور وہ اپنے اندر پیدا کر لیجائے مگر خدا رحم کرے ان حضرات پر کہ بت پرستی کے اصول پر کاربند ہو گئے۔

لطائف جاری ہو جانے کے بعد مراقبوں کے ذریعہ پیر اپنے مرید کو بعض مقامات کی روحانی سیر کراتا ہے جو روحانیت میں مومنوں کی مختلف حالتوں کا نام ہے پہلے جمعیت قلب کی کوشش ہوتی ہے تاکہ خواطر قلبی کم ہوں پھر یہ کہ توجہ قلب بسوئے ذات باری ہے اسکا نام حضور ہے۔ پھر مراقبہ ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ ہوتا ہے فاعل حقیقی کے سوا اپنے اور تمام مخلوق کے افعال

سالک کی نظر سے مخفی معلوم ہوتے ہیں پھر اپنے آپ کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے اور قبول تکلیفات شرعیہ میں تاویل کی حاجت نہیں رہتی اور اسلام کے لئے شرح صدر ہو جاتا ہے پھر ولایت علیا ہے جسمیں ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہوتی ہے غرض اس قسم کے مختلف مراقبے ہیں جنکے نام یہ ہیں کمالات نبوت۔ کمالات رسالت۔ کمالات اولوالعزم۔ حقیقت ابراہیمی۔ حقیقت موسوی۔ حقیقت محمدی جس کی نسبت لکھا ہے کہ اس مقام میں تابع کو متبوع سے ایسی مناسبت پیدا ہوتی ہے کہ گویا تابع اور متبوع ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور تابع مثل متبوع کے اصل سے اخذ فیوض کرتا ہے مگر باوجود اسکے تابع اپنے آپکو متبوع کا طفیلی جانتا ہے۔ حقیقت احمدی۔ حب صرفہ۔ دائرہ لاتعین حقیقت کعبہ۔ حقیقت قرآن۔ حقیقت صلوٰۃ۔ معبودیت صرفہ۔ جہاں یہ حقیقت کھلتی ہے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کوئی مستحق عبادت نہیں۔ غرض یہ سب واردات ہیں جو مومن پر آتے ہیں لیکن اسکے لئے یہ طریق جو ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے مسمرائزر اپنے میڈیم کو کچھ دیر کے لئے کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے اور جب ہوش آتا ہے تو پھر ویسے کا ویسا یا کچھ فرق ہو جاتا ہے ہم نے ایسے لوگ دیکھے جو ان منازل کو بذریعہ توجہ اپنے مرشد سے طے کر چکے ہوتے ہیں مگر امتحان کے موقعہ پر ان کے اعمال سے یہ باتیں ظاہر نہیں ہوتیں الغرض اپنے مرشد سے زندگی پاتے ہیں مگر وہ زندگی حقیقی نہیں ہوتی بلکہ ایسے ہی جیسے کسی عارضی حرارت سے کوئی چیز حرکت کرے حقیقی زندگی بخش وجود **مسیح موعود** ہے اسی نے احیاء موتی کیا اور ہم میں سے بہتوں کو ان مقامات کی سیر ہی نہیں کرائی بلکہ اپنی ہمت عالیہ و قوت قدسیہ سے ان مقاموں کا وارث بنا دیا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ ہمیں اس برگزیدہ نبی سے ایسے ہی فیض پہنچا۔ جیسے صحابہ کرام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی مشق کی ضرورت نہ پڑی نہ ہم اختلاج قلب اور اس قسم کی بیماریوں کے شکار ہوئے بلکہ ہمارا وہی طریق ہے جو سارے صحابہ کرام کا ہے اور وہی ذوق شوق ہم میں ہے جو انمیں تھا زبانی دعویٰ نہیں بتلاتے اعمال سے ظاہر ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا تو ایک عالم کو دکھا دیا۔ کہ دین کے لئے کیونکر مال وجان قربان کئے جاتے ہیں نبی کریم کے اتباع کا دعویٰ کیا تو ہماری ہر حرکت سکون قول فعل بتا رہا ہے کہ ہم کس نبی کے متبع ہیں۔ کیا نقشبندی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے تائید دین

واعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یہ کوشش کی جو احمدی کر رہے ہیں کیا ان کے دلوں میں یہ تڑپ ہے جو احمدیوں میں پائی جاتی ہے پس سنو اے ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیو! مجدد الف ثانی کے نام لیوو! اب مجدد الف آخر کا زمانہ ہے الف ثانی کے فیض کا زمانہ ختم ہوا اور انکی فیض کی نالی اس دریا میں ملگئی پس زندگی کا پانی چاہتے ہو تو اسی چشمے سے ملیگا اب کوئی کھڑکی خاتم النبیین کے دربار میں پہنچنے کے لئے کھلی نہیں مگر یہی۔ حریم قدس میں داخلہ چاہتے ہو تو اس راہ سے آؤ خدا تمہیں توفیق دے۔

خاتمہ مجدد صاحب شاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں تھے آپنے روافض کے رد میں مکاتیب اور رسالے لکھے کسی نے انتقام لینے کے لئے بادشاہ سے کہدیا کہ شیخ احمد سرہندی حضرۃ صدیق ابوبکر سے افضل ہونے کا مدعی ہے طلبی ہوئی آپنے بتایا کہ وہ تو سیر عروج کا حال ہے اکثر صوفیہ بعض صلحائے سلف کے رنگ میں رنگین اپنے آپکو دیکھتے ہیں مگر پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں اور اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی خادم کو ضرورتاً پاس بلائے اور وہ تمام اراکین سلطنت کے مقام سے ہوتا ہوا اسکے پاس پہنچیگا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ اسکا مرتبہ ان اراکین سے بڑا ہو گیا۔ غرض اس قسم کے جواب سے بادشاہ کی تسلی کی مگر بادشاہ کے آگے رکوع سے بڑھکر جھکنے کا جو رواج تہا وہ ادا نہ کیا تو حساد کو بات بنانے کا موقعہ ملگیا اور بادشاہ نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا آپنے قید کا زمانہ بڑے صبر و استقلال سے گذارا اور اپنے روحانی فیض کو جاری رکھا۔ ایک مدت کے بعد پھر بادشاہ نے قید سے آزاد کر دیا اور لشکر کے ساتھ رکھا اجمیر میں آپکو معلوم ہوا کہ میری وفات کا وقت قریب ہے اسکے بعد سرہند میں مکان پر آکر گوشہ نشین ہو گئے ماہ ذی الحجہ میں ضیق النفس کا دورہ ہوا اور ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو وفات پائی +

مکالمہ شیعہ و احمدی

(تمبر ۸)

شیعہ۔ ابوبکر و عمر نے جناب سیدہ کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا اس سے ظاہر ہے کہ رسول صلعم کی صاحبزادی کی محبت و حرمت ان کے دل میں کہاں تک تھی۔

احمدی۔ ملا باقر مجلسی وغیرہ کی کتابوں سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر صدیق رض کی بیوی اسمار بنت عمیس نے جناب سیدہ علیہا السلام کی مرض الموت میں کہاں تک تیمارداری کی اور آپ کی حرمت اور ستر کا خیال کر کے بعد وفات کے ملک حبش کی رسم کے مطابق آپکو نعش بنا کے دکھلا بھی دی اور جناب سیدہ نے اسکو پسند فرمایا اور اپنے واسطے اسی طرح نعش بنوانے کی وصیت فرمائی۔ اگر ابوبکر صدیق رض کو جناب سیدہ کی حرمت و تکریم کا پاس نہ ہوتا جیسے کہ شیعوں کا خیال ہے تو وہ خلیفہ وقت ہو کر اپنی بیوی کو ان کی خدمت اور تیمارداری کے لئے کیوں بھیجنا گوارا کرتے اور اگر یہ بھیجنا محض دکھلانے اور اشک شوئی کے طور پر تھا تو جناب سیدہ نے محض ان اسمار بنت عمیس کو ہی بمقابلہ دوسری عورتوں کے اپنی تیمارداری کے لئے کیوں پسند اور منتخب فرمالیا۔

رہی جنازہ کی بات سو اسکے متعلق بھی ثابت ہوا ہے کہ وہ معذور تھے کیونکہ ان کو اطلاع ہی نہیں دی گئی اور جب انکو خبر ہوئی تو لکھا ہے کہ بعد دفن جناب سیدہ کے وہ جناب علی ع کی خدمت میں آئے اور شکایت کی کہ کیوں انکو اطلاع نہیں دی گئی اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مینے اسواسطے جنازہ پر نہیں بلایا تھا کہ رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارے ستر کو تیرے سوا جو کوئی بھی دیکھ پائیگا۔ اسکی بصارت جاتی رہے گی اسواسطے مینے نہ چاہا کہ تم کو تکلیف دوں اصل روایت یہ ہے۔

عن الحارث بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ ع قال جاء ابوبکر و عمر الی امیر المؤمنین حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتما انی لم اشہد کما امر رسول اللہ فانہ قال لا یری عورتی احد غیرک

الا ذھب بصرہ فلم اکن لاذکیما بہ لذلک (دیکھو کتاب خصال محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۷۷ باب فی ان رسول اللہ علم علیناً الف حرف کل حرف یفتح الف حرف)

شیعہ۔ فدک چھین لینے کے بعد بھی کبھی ابوبکرؓ کا جناب سیدہ کے پاس عذرخواہی یا بیمار پرسی کے لیئے آنا ذکور رہے ہے۔

احمدی۔ فدک کی عذرخواہی کے متعلق مورخ دیار بکری لکھتے ہیں (عن الاوزاعی قال بلغنی ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبت علی ابی بکر فخرج ابوبکر حتی قام علی بابھا فی یوم حار ثم قال لا ابرح عن مکانی حتی ترضی منی بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل علیھا فاقسم علیھا لترضی فرضیت اخرجہ السمانی فی الموافقۃ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ مصر باب ذکر میراثہ وترکہ وحکمہ فیھا۔

یعنی اوزاعی سے مروی ہے کہ ہمکو روایت پہنچی ہے کہ جناب سیدہ ابوبکر پر ناراض ہوئی تھیں اسپر ابوبکر نکلے اور سیدہ کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے جبکہ دھوپ خوب پڑرہی تھی اور کہا کہ میں اسجگہ سے ہرگز نہ ہلونگا جبتک رسول مقبولؐ کی صاحبزادی مجھ سے راضی نہ ہوجاے پھر اندر حاضر ہوئے اور انکو قسم دی کہ راضی ہوجائیں اور پھر وہ راضی ہوگئیں۔

اسی طرح بیمار پرسی کے متعلق بھی مورخ موصوف بحوالہ بیہقی شعبی سے روایت لکھی ہے وروی البیہقی عن الشعبی ان ابابکر عاد فاطمۃ فی مرضھا فقال لھا علیؓ ھذا ابوبکر بیستاذن قالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا فرضاھا حتی رضیت (خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۳) یعنی شعبی سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق نے جناب سیدہ کی عیادت کی جناب علی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ ابوبکر آئے ہیں اجازت حاضر ہونے کی مانگتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ کیا آپکو پسند خاطر ہے کہ انکو اجازت دیدوں جناب علی علیہ السلام نے کہا کہ ہاں پس سیدہ نے اجازت دیدی اور ابوبکر اندر آئے اور آپکو رضامندی کے لیئے عرض کرتے رہے یہانتک کہ آپ راضی ہوگئیں۔

شیعہ۔ اصحاب ثلاثہ کے دفن وکفن میں جناب علی علیہ السلام کا موجود ہونا بھی کہیں آیا ہے یا نہ؟ خصوصاً عثمان کی نسبت ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ انکا جنازہ تو کسی مسلمان

نے نہیں پڑھا تھا۔ انکی لاش کئی دن بے کفن و بے دفن یہودیوں کے گورستان میں پڑی رہی۔

احمدی ایسے نکمے اعتراض شیعہ صاحبان اکثر کیا کرتے ہیں مگر ان کا بودا پن ظاہر ہے بھی۔ اس مشکل کے حل کرنے کے لئے کہ آیا فلاں فلاں دو شخصوں میں باہم اتفاق و وفاق تھا یا شقاق و نفاق۔ خود ان کی زندگی کے حالات اور واقعات پر غور کرنا کافی ہو سکتا ہے نہ کہ بعد الموت ایک شخص کے شامل جنازہ ہونے یا نہ ہونے سے خاصکر جبکہ وہ دونوں شخص ایک ہی شہر کے باشندے ایک جماعت کے ممبر ایک نبی کی صحبت میں ۲۰-۲۳ برس تک استفاضہ کرنیوالے ہم قوم۔ ہم رشتہ۔ ہمسایہ رات دن کی نمازوں میں ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے والے۔ سفر و حضر صلح و جنگ میں ایک دوسرے کو دیکھنے والے ہوں کیا ان کا اخلاص یا ریا ان مختلف مراحل زندگی کو طے کر لینے کے بعد بھی ایک دانا و بینا مومن پر مشتبہ رہ سکتا ہے اور اسکی تکمیل کے لئے جنازہ کی حضوری بھی لازمی و ناگریز ہوتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں لیکن تھوڑی دیر کے لئے میں آپ کے اس معیار ایمانی کو بھی تسلیم کر لیتا ہوں اور جواب عرض کرتا ہوں سنیئے!

اوّل۔ ابوبکر صدیق کی تجہیز و تکفین میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت کا ثبوت فاضل مورخ دیار بکری ابوبکر کے دفن کے ضمن میں لکھتا ہے ونزل فی قبرہ عثمان و علی وعبد الرحمن بن عوف والزبیر وسعد بن ابی وقاص۔ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۷۹۔ یعنے انکی قبر میں اترے عثمان و علی و عبدالرحمن بن عوف اور زبیر و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین

دوم۔ حضرت عمر فاروق کی تجہیز و تکفین میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت فاضل ابن اثیر مورخ فرماتے ہیں وصلی علیہ صہیبؓ وحمل الی بیت عائشۃ ودفن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر ونزل فی قبرہ عثمان وعلی والزبیر وعبد الرحمن بن عوف وسعد وعبد اللہ بن عمر۔ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲ ذکر الخبر عن مقتل عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ

سوم۔ حضرت عثمانؓ کے نماز جنازہ میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت۔

وقیل شہد جنازۃ علی وطلحہ وزید بن ثابت وکعب بن مالک الخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶ - وصلی علیہ جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام وابو جہم بن حذیفہ × × فصلی علیہ جبیر بن مطعم - وقیل حکیم ابن حزام - ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶ اب فرمائیے جن بزرگوں کے نام ان روایات میں مندرج ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان کا جنازہ پڑھا تھا - آپ کے نزدیک انمیں کوئی مسلمان ہے یا کہ یہ غیر مسلم لوگوں کے نام ہیں - اور دوسروں کو جانے دیجئے جناب علی علیہ السلام اور حسن کے اسمائے گرامی بھی آگئے ہیں کیا یہ بھی مسلمان تھے یا نہ ؟ پھر آپکو معلوم ہوگا کہ خود جناب علی علیہ السلام کا جنازہ کتنے مسلمانوں نے پڑھا تھا معلوم نہ ہو تو میں عرض کروں - مسعودی کہتا ہے وکان الذی صلی علیہ الحسن ابنہ وکبر علیہ سبعًا - جلد ۲ صفحہ ۳۱ - یعنے اگر کسی نے جناب علی پر نماز پڑھی تو وہ آپکے صاحبزادے امام حسن علیہ السلام ہی تھے - اور سات دفعہ تکبیریں کہیں -

پھر بے کفن و بے دفن پڑے رہنے کا اعتراض بھی بیہودہ سا ہے ابن اثیر لکھتے ہیں قیل بقی عثمان ثلاثۃ ایام لا یدفن (جلد ۳ صفحہ ۷۶) یعنے تین دن حضرت عثمان بے دفن رہے انمیں ان کا کیا قصور ہے اور اگر تین دن تک بے گور و کفن رہنا گنہگار ہونے پر دال ہے تو شہدائے کربلا کی نسبت کیا فتوی دیجئے گا جنکی لاشیں بقول آپ لوگوں کے چالیس دن تک خاک و دھول میں آلودہ پڑی رہیں - فما ہو جوابکم وہو جوابنا

پھر یہ جو کہا کہ یہودیوں کے گورستان میں لاش پڑی رہی یہ بھی ثبوت طلب ہے مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں دفن فی حش کوکب یعنے عثمان رض حش کوکب میں دفن ہوئے اب یہ دریافت طلب ہے کہ حش کوکب کیا چیز ہے اور کونسی جگہ ہے سو اسکے متعلق وہی مورخ لکھتے ہیں فاتوا بہ حائطًا من حیطان المدینۃ یسمی حش کوکب - یعنے جنازہ اٹھانے والے انکی میت کو لے آئے ایک باغ میں جو مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ ہی پھر وہی مورخ لکھتے ہیں وقیل انما دفن بالبقیع مما یلی حش کوکب یعنے کہتے ہیں کہ انکو جنت البقیع میں دفن کیا گیا جو کہ حش کوکب سے متصل ہی دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جز ۳ صفحہ ۷۶ - ۷۷

شیعہ - کیا جنگ احد و حنین میں ابوبکر و عمر رسول صلعم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - اور

اسطرح خیبر میں بھی بھاگ گئے تھے کسی معتبر تاریخ سے اسکا ثبوت ملنا چاہئے مثلاً طبری سے

احمدی - اس سوال کا جواب غالباً کسی نمبر میں پیشتر شائع ہو چکا ہے مگر چونکہ آپنے تاریخ طبری سے بھی اسکے متعلق تسلّی چاہی ہے اسواسطے میں طبری سے بھی انشاء اللہ ثابت کر دیتا ہوں۔

جنگ اُحد کے متعلق

(۱) فاضل مؤرخ لکھتے ہیں کہ جب ایک جماعت لشکر اسلام میں بھاگ پڑی اور یہ افواہ کفار کی طرف سے اڑائی گئی۔ کہ رسول صلعم قتل ہو گئے اس سراسیگی اور افراتفری کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے رسول صلعم کو پہچانا وہ کعب بن مالکؓ تھے اور انہوں نے اس طرح شناخت کیا کہ خود کے نیچے آنحضرت صلعم کی چشمہائے نورانی جگمگا رہی تھیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میں دیکھتے ہی بڑے زور سے چلّایا یا معشر المسلمین ابشروا ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صفحہ ۱۴۰) یعنے اے مسلمانو! مبارک ہو کہ یہ ہیں رسول صلعم۔ اسپر آنحضرت صلعم نے اشارہ فرمایا کہ چپکے رہو پس جب مسلمانوں نے رسول صلعم کو پہچان لیا تو آپ کے ہمرکاب ہو گئے۔

ونھض نحو الشعب معہٗ علی بن ابیطالب و ابوبکر بن ابی قحافۃ و عمر بن الخطاب وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام والحارث بن الصمۃ فی رھط من المسلمین (طبری جلد ۳ مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۴۰۷)

یعنے پھر آنحضرت صلعم (پہاڑ کی) غار کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ علی بن ابیطالب ابوبکر۔ عمر۔ طلحہ۔ زبیر اور حارث تھے۔

(۲) جب غار میں آپ پناہ گزین تھے تو کچھ کفار پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھے گئے اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدایا یہ لوگ ہم سے اوپر نہ ہو جائیں فقاتل عمر بن الخطاب ورھط معہ من المھاجرین حتّٰی اھبطوھم عن الجبل ونھض رسول اللہ صلعم الی صخرۃ من الجبل لیعلوھا ص ۱۴۱۱

یعنی پس عمر بن الخطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے اُن کفار سے مقابلہ ومقاتلہ کیا یہانتک کہ انکو پہاڑ کے نیچے کر دیا اور اسکے بعد رسول صلعم پہاڑ کی چٹان

پر تشریف لے گئے تاکہ اوپر ہو جائیں۔

جب آنحضرت صلعم اپنے جان نثار صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی غار میں پناہ گزین تھے اسی وقت ابوسفیان اور عمر رضی اللہ کے درمیان سوال وجواب ہوئے ہیں جنکا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے مورخ مذکور لکھتا ہے لما اجاب عمر ابوسفیان قال له ابوسفیان ھلم یا عمر فقال له رسول اللہ صلعم ائتیه فانظر ما شانه فجاءه فقال له ابوسفیان انشد اللہ یا عمر اقتلنا محمداً فقال عمر اللھم لا وانه یسمع کلامك الآن ص ۱۴۱۷ و ص ۱۴۱۸

یعنی جب عمر رضہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو اسنے کہا ادھر آ عمر اس پر رسول صلعم نے فرمایا کہ چلے جاؤ دیکھو تو سہی اسکا کیا حال چال ہے۔ جب عمرؓ اسکے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا قسم ہے خدا کی عمر کہ ہمنے محمد صلعم کو قتل کر دیا تو حضرت عمر نے فرمایا خدا نہ کرے وہ تو تمہاری اس بات چیت کو سن رہے ہیں۔

(۴) فاضل مورخ نے فراریانِ احد کے جہاں نام لکھے ہیں وہاں ابوبکر وعمر کا نام نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ وفر عثمان بن عفان وعقبہ بن عثمان وسعد بن عثمان رجلان من الانصار حتی (ص ۱۴۱۱) لجلعب جبلاً بناصیة المدینة الخ (ص ۱۴۱۲) یعنی بھاگے حضرت عثمان بن عفان اور دو شخص انصاری جنکے نام عقبہ اور سعد تھے یہاں تک کہ وہ مدینہ کے پاس جلعب نام پہاڑ تک آگئے۔

اثبات۔ ثبات شیخین در غزوہ حنین:۔

فاضل مورخ لکھتے ہیں کہ لوگ بھاگ گئے اور رسول صلعم کی خدمت میں کچھ مہاجر اور انصار اور آپکے اہلبیت کرام ہیں سے رہ گئے ومن ثبت معه من المهاجرین ابوبکر وعمر ومن اهلبیته علی بن ابیطالب والعباس بن عبد المطلب وابنه الفضل الخ طبری جلد ۳ ص ۱۶۶۰ واقعات سنہ ۸ھ

یعنی اور مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے اور اہلبیت کرام میں سے جناب علی علیہ السلام وعباس رضی اللہ اور انکے صاحبزادے وغیرہم رہ گئے تھے۔

تردید فرار شیخین بروز خیبر

جنگ خیبر کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ آٹھ یہودیوں کے کئی ایک قلعے تھے جنکو رفتہ رفتہ لشکر اسلام نے فتح کرنا جناب علی علیہ السلام کے دست مبارک پر مقدر تھا خیبر کے ان موقعوں پر جناب شیخین کو فرار سے متہم کرنا محض بہتان ہے بلکہ بجائے فرار کے ابوبکر وعمر دونوں کی نسبت ثابت ہے کہ کمال جانفشانی سے یہود کے لشکر کا مقابلہ کیا یہ دوسری بات ہے کہ آخری فتح ان کے ہاتھ پر نہ ہوئی اور جناب علی علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوئی لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ خیبر سے بھاگ گئے تھے۔

دیکھئے فاضل مورخ لکھتے ہیں فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذتہ الشقیقۃ فلم یخرج الی الناس وان ابابکر اخذ رایۃ رسول اللہ صلعم ثم نھض فقاتل قتالاً شدیداً ثم ارجع فاخذ ھا عمر فقاتل قتالاً شدیداً ھو اشد من القتال الاول ثم ارجع فاخبر بذلک رسول اللہ صلعم فقال اما واللہ لاعطینھا غداً رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یاخذھا عنوۃ صـ ۱۵۸

یعنی جب آنحضرت صلعم خیبر میں نازل ہوئے تو آپ کو درد شقیقہ شروع ہوگیا اور آپ اپنے ہمراہیوں کے پاس تشریف نہ لاسکے اور ابوبکر رض نے رسول صلعم کا علم لیا اور لڑائی کو نکل کھڑے ہوئے اور سخت مقابلہ کیا پھر واپس آئے تو عمر رض نے علم کو لے لیا اور پہلے مقابلہ سے بڑھ کر جدال وقتال شدید کیا پھر واپس آگئے اور اسکی اطلاع رسول صلعم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے خدا کی کل میں اسکو ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ غالب رہیگا۔ دیکھئے دونوں حضرات کا خیبر کے دن قتال شدید کرنا ثابت ہے پھر خدا جانے شیعوں نے ان کا فرار کہاں سے نکال لیا۔ (خادم حسین)

نبوت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

تعجب ہے کہ بعض لوگ دعویٰ اسلام رکھتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی مطلقاً نہیں آسکتا حالانکہ آپکا خاتم النبیین ہونا چاہتا ہے کہ آپ کے بعد آپکی اُمت سے نبی آئیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ماننے سے آنحضرت کی عزت لازم آتی ہے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے دو قسم کے دلائل دئے جاتے ہیں۔ عقلی۔ نقلی پس ان ہر دو میں سے ایک ایک دلیل "نبوت بعد نبی کریم" پر ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے۔

عقلی دلیل عقلی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور تمام نبیوں کا سردار ہونا ہی چاہتا ہے کہ آپکی امت سے نبی مبعوث کئے جائیں کیونکہ اس سے آپکی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ ایسے نور الہدیٰ اور سراج منیر ہیں کہ آپکی کامل اتباع کے ساتھ اور آپکے نور سے منور ہو کر انسان نبی بن سکتا ہے پس امت محمدیہ میں سے نبیوں کا مبعوث ہونا نبی کریم کے لئے فخر کا موجب ہے نہ کہ ہتک کا مثلاً اگر کسی استاد کے شاگرد اعلیٰ درجہ پر پاس ہوں تو اسمیں استاد کی عزت ہوتی ہے نہ کہ ہتک۔ اسی طرح اگر نبی کریم کے شاگردوں میں سے بھی اعلیٰ شاگرد جو کہ نبی ہوں نکلیں۔ تو اس سے رسول کریم کی عظمت ظاہر ہوگی۔ جیسے کہ اسی مضمون کو مسیح موعود اپنی کتاب "الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" میں اسطرح مرقوم فرماتے ہیں۔ "والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الرسل الذی اقتضیٰ ختم نبوتہ ان تبعث مثل الانبیاء من امتہ" کہ نبی کریم کی ختم نبوت ہی اس امر کی مقتضی ہے کہ آپکی امت سے انبیاء جیسے انسان مبعوث کئے جائیں۔

نقلی دلیل اب ہم قرآن کریم سے دیکھتے ہیں کہ قرآن نبوت کے دروازہ کو مفتوح قرار دیتا ہے یا مسدود۔ پس جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں تو ہم سورہ اعراف ع ۴ میں یہ آیت لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس آیت سے

ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں رسول آتے رہینگے کیونکہ یاتین مضارع ہو کر بنون ثقیلہ ہے جس میں استقبال کے معنے پائے جاتے ہیں جو سورہ نساء میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ ومن یطع اللہ والرسول اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔ اس آیت میں چار گروہوں کو منعم علیہ قرار دیا گیا ہے جو کہ اللہ اور رسول کے مطیع ہونے سے بن سکتے ہیں پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ اور رسول کریم کی اطاعت سے نبی بن سکتے ہیں جو کہ لفظ من النبیین سے ظاہر ہے اسلئے کہ اگر امت محمدیہ میں نبوت بند ہو چکی تھی تو پھر کیا من النبیین فضول لایا گیا۔ یا کیا نعوذ باللہ خدا کو معلوم نہیں تھا کہ امت محمدیہ میں تو نبوت بند ہو چکی ہے اسلئے من النبیین کا لفظ نہیں چاہیئے۔

چوتھا منعم علیہ گروہ خدا نے نبیوں کو قرار دیا ہے کہ اگر امت محمدیہ میں نبی نہ آئیں تو اتمام نعمت کیا ہوئی کیونکہ اعلیٰ درجہ سے تو وہ محروم ہے حالانکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ پس اتمام نعمت کیلئے ہی خداتعالیٰ نے من النبیین کا لفظ لگایا کہ امت محمدیہ سے نبی آسکتے ہیں۔ اور اس امت سے اتباع رسول کریم سے نبیوں کا آنا بھی ایک اللہ کا فضل ہے پس ہم پر واجب ہے کہ ہم وہ الفضل العظیم کے شاکر ہوں کیونکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ پھر حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا مظہر ہے کہ آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں کیونکہ اگر نبی نہیں آسکتے تھے تو آپ اپنے فرزند ارجمند کے لئے بعد نزول آیت خاتم النبیین مندرجہ بالا الفاظ نہ فرماتے۔

لا نبی بعدی

اگر کوئی کہے کہ حدیث لا نبی بعدی بتا رہی ہے کہ رسول کریم کے بعد کسی قسم کی نبوت نہیں تو اسکے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب

پہلا جواب یہ ہے کہ اس میں نفی جنس کا نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں پر حضرت علی کو خطاب ہے کیونکہ یہ حدیث آپ نے اسوقت بیان فرمائی جبکہ آپ جنگ تبوک کے لئے جانے لگے اور حضرت علی کو مدینہ پر خلیفہ چھوڑا۔ حضرت علی آپ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ آپ جنگ پر تشریف لیجاتے ہیں۔ اور مجھکو یہاں مدینہ میں چھوڑتے ہیں تو اسوقت حضرت علی کو رسول کریم نے مخاطب کر کے فرمایا کہ الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھرون من موسی ولکن لا نبی بعدی ہیں

اس سے تو حضرت علی کی نبوت کی نفی ہے نہ کسی اور کی کیونکہ حدیث لوعاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً۔ اور یہ حدیث ثم یبعث نبی اللّٰہ عیسیٰ سے بتا رہی ہے کہ آپ کے بعد نبی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا جواب دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر لا یہاں پر نفی جنس کا ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں لفظ بعد بمعنی مع آیا ہے جیسے کہ اقرب الموارد جلد اصفحہ ۵۰ میں یہ لکھا ہے کہ بعد نقیض قبل وقد یرد بمعنی مع لقولہ فعلت لہا فلوق الیک فانی۔ حرام والی بعد ذالک لبیب تو اس حدیث کے یہ معنے ہونگے کہ لا نبی معی کہ میرے ساتھ کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا خواہ شرعی ہو یا غیر شرعی اس واسطے کہ جب حضرت علی رض کو ہارون کے مشابہ قرار دیا تو اس سے یہ شبہ پڑ سکتا تھا کہ حضرت ہارون تو نبی تھے کیا حضرت علی بھی نبی ہیں تو فرما دیا کہ الا انہ لا نبی بعدی کہ جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کے ساتھ نبی تھے جیسے کہ خدا تعالے فرماتا ہے ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھرون نبیاً تو میرے ساتھ نبی نہیں اور لو کان بعدی نبی لکان عمر کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر میرے ساتھ کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ حضرت عمر رض ہوتے اس واسطے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق بعض دفعہ قرآن اترا تھا جیسے کہ اساری بدر اور مسئلہ حجاب وغیرہ میں اترا۔

تیسرا جواب تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر بعدی کے معنے بعد موتی کے نہیں ہیں۔ کہ ہم یہ معنے لیں کہ آپکی موت کے بعد کوئی نبی نہیں تو اس طرح حضرت ہارون کی مثال حضرت علی رض پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ حضرت ہارون قبل وفات حضرت موسیٰ کے فوت ہو گئے تھے دوسرے یہ کہ اگر اسکے معنے بعد موتی کے لئے جائیں تو یہ حضرت عائشہ رض کے قول کے خلاف ہونگے جیسے کہ تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ میں لکھا ہے عن عائشہ رض قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ وھذا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ تم خاتم النبیین کہو اور لا نبی بعدہ نہ کہو اور یہ قول حضرت عائشہ کا حدیث لا نبی بعدہٗ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد ایسے نبی کا نہ آنا ہے کہ جو شریعت محمدی کو منسوخ کرے۔

تطبیق بین القولین پس دونوں قول یعنی لا نبی بعدی اور لا تقولوا لا نبی بعدہٗ سے مرد ہیں اس طرح تطبیق ہے کہ لا نبی بعدی سے مراد تو لا نبی بعد ذہابی الی تبوک ہے کہ یعنے جس طرح حضرت

ہارون حضرت موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد نبی تھے تو بھی باقی باتوں میں تو مجھ سے ہارون کے مشابہ ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ حضرت ہارون تو نبی تھے لیکن تو میرے جنگ تبوک پر جانے کے بعد نبی نہیں ہے استدلال از آیت ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظلمون تو یہاں من بعدہ کے معنے من بعد ذھابہ علی جبل طور کے ہیں اور حضرت عائشہ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ موتہ۔ یہ مت کہو کہ رسول کریم کی موت کے بعد کوئی نبی نہیں کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً۔ استدلال از آیت ولقد اٰتینا موسیٰ الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل ای من بعد موتہ بالرسل یعنے حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد رسول کو بھیجا جب نقلی و عقلی دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ آنحضرت کے بعد نبی آسکتے ہیں تو بعد اسکے نبوت مسیح موعود پر وہ منطقی برہان ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں منطق کا دوسرا نام میزان بھی ہے یعنے جو افکار صحیحہ اور افکار فاسدہ کے جانچنے کی ترازو ہے کہ افکار صحیحہ کون ہیں اور افکار فاسدہ کون؟

دلیل اول پہلی دلیل از روئے منطق شکل اول جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اس طرح ہے

(صغریٰ) حضرت صاحب پر کثرت سے اللہ تعالےٰ نے وحی نبوت مشتمل بر اخبار غیب ظاہر کی ہے۔

(کبریٰ) اور جنپر کثرت سے اللہ تعالےٰ نے وحی نبوت مشتمل بر اخبار غیب ظاہر کی ہے وہ رسول ہیں

(نتیجہ) حضرت صاحب رسول ہیں

(ثبوت صغریٰ) حضرت صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے جو کہ فریق ثانی کے مسلمات سے ہیں جیسے کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں "صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت مشرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے پھر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی

نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے اور میں اس خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور مسیح موعود کے نام سے پکارا اور اسنے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو کہ تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ انتہیٰ۔

ثبوت کبریٰ۔ ثبوت کبریٰ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے غیب کو کثرت سے کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو وہ پسند کرتا ہے رسولوں میں سے۔ پس جب قضیتین صحیح ہوئے تو نتیجہ یہی کہ حضرت مرزا صاحب رسول اللہ ہیں بکمال وضوح صحیح ثابت ہوا۔

دلیل ثانی | دوسری دلیل حضرت صاحب کی نبوت پر برہان انّی ہے اور انّی کی یہ تعریف ہے کہ جسمیں معلول سے علت کی طرف دلیل لی گئی ہو اور وہ بشکل اول اس طرح پر ہے۔

(صغریٰ) اسوقت دنیا میں قسم قسم کے عالمگیر عذاب آئے ہیں

(کبریٰ) اور جب کبھی دنیا میں قسم قسم کے عالمگیر عذاب آئے ہیں۔ اسوقت نبی یا کوئی رسول آیا ہے۔

(نتیجہ) اسوقت نبی یا کوئی رسول آیا ہے!

(ثبوت صغریٰ) صغریٰ مسلم فریق ثانی بلکہ تمام دنیا مانتی ہے کہ اسوقت کثرت سے عذاب آئے ہیں اور کوئی ملک خالی نہیں جسمیں کسی نہ کسی قسم کا عذاب نہ آیا ہو کسی جگہ طاعون پھیلا اور کسی ملک میں زلزلے آئے کہیں قحط پڑا۔ اور کسی جگہ لڑائیوں سے لوگ تباہ ہوئے اور کسی جگہ سیلاب کثرت سے آئے۔ بہرحال اسوقت دنیا نے قسم قسم کے عذابوں کا منہ دیکھا۔

(ثبوت کبریٰ) ثبوت کبریٰ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرماتا ہے کہ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ کہ ہم کسی قوم یا کسی ملک، یا تمام عالم کو عذاب میں گرفتار نہیں کرتے

جبتک کہ ہم کوئی اپنا رسول نہیں بھیج لیتے۔ جو کہ انکو ہدایت کی طرف بلائے پس جب وہ آگے سے انکار کردیتے ہیں تو پھر ہم انکو قسم قسم کے عذابوں میں گرفتار کردیتے ہیں جیسے کہ حضرت نوح ع کی قوم نے حضرت نوح ع کی تکذیب کی تو انپر طوفان عظیم آیا پھر اسی طرح حضرت لوط اور حضرت موسیٰ کے وقت میں عذاب آئے۔ علیٰ ہذا القیاس جب کبھی انبیاء آئے اور لوگوں نے انکا انکار کیا تو عذاب میں مبتلا ہوئے اور جس کی تائید کے لئے خدا نے اسوقت قسم قسم کے عذابوں میں مخلوق کو گرفتار کر لیا ہے وہ حضرت مرزا صاحب ہیں اسلئے حضرت صاحب رسول اور نبی ہیں پس جب حضرت صاحب کا رسول ہونا ثابت ہوگیا تو اب آپکا منکر اس آیت ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلاً اولٰئک ھم الکفرون حقاً کے وعید سے ڈرے کیونکہ مذکورہ بالا چاروں گروہوں کو خدا تعالے نے کافر ٹھہرایا ہے جنہیں سے بعض رسولوں کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا پس تم بھی جلدی سے نیکی کی طرف لوٹو اور مندرجہ ذیل شعر کے عامل بنو ؎ یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے ؛ خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ بوئے ایماں ہے ہذا القدر یکفی لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شہید ؏

(جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

یدفن معی فی قبری

اوّل بتائیں کہ یہ حدیث مشکوٰۃ کی کس فصل میں ہے اسکے نیچے تو لکھا ہے رواہ ابن جوزی ابن جوزی تو چھٹی صدی میں ہوئے ہیں اور یہ وہی بزرگ ہیں جس نے حضرت غوث پاک پر کفر کا فتویٰ دیا بس چھ سو سال بعد کی روایت کو اگر حضرت اقدس نے تسلیم کیا ہے تو ان کے معنے بھی تسلیم کرنے چاہئیے دیکھو کشتی نوح۔

دوم - ایک حدیث ہے فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر ایک میں ہے یکون قبرہ رابعاً ایک میں ہے معی فی قبری۔ ان تینوں روائتوں میں سچی کونسی ہے۔

سوم - بخاری شریف فضائل اصحب النبی باب قصۃ البیعہ میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو یستاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ کہ عمر اجازت مانگتا ہے اپنے رسول و ابوبکر کے ساتھ دفن کیا جائے تو حضرت عائشہ نے جواب دیا - کنت ارید لنفسی ولا وثرنہ بہ الیوم علے نفسی (میں اس قبر کی جگہ کو اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی مگر آج ایثار کر کے عمر کو دیتی ہوں)

اسپر فتح الباری جو بخاری کی شرح ہے لکھتا ہے قول عائشۃ فی قصۃ عمر کنت ارید لنفسی یدل علی انہ لم یبق الا موضع قبر واحد یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ایک ہی قبر کی جگہ خالی تھی پس باوجود دفن ہونے رسول کریم اور ابوبکر اور عمر کے اب کوئی جگہ ہی باقی نہیں جس میں حضرت عیسٰے دفن ہوں ورنہ حضرت عائشہ بھی دفن ہو سکتی تھیں

چہارم - حضرت عائشہ نے وصیت کی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کرنا - تاکہ دوسری ازواج پر مجھے کوئی فضیلت نہ دی جائے اصل الفاظ صحیح بخاری میں یہ ہیں -

باب ماجاء فی قبر النبی عن عائشۃ انہا وصت عبد اللہ بن زبیر لا تدفنّی معہم وادفنی مع صواحبی بالبقیع لا ازکی بہ احداً

اب اگر عیسٰے بن مریم نے روضہ رسول میں دفن ہونا تھا تو حضرت عائشہ فرمائیں کہ وہاں تو ایک ہی قبر کی جگہ باقی ہے وہ حضرت عیسٰے کے لئے ہے اسلئے مجھے دوسری جگہ

دفن کرتا مگر آپ نے ایسا نہ فرمایا کیونکہ عیسٰے کے دفن ہونے کے متعلق صحابہ کرام میں کوئی خیال نہ تہا نہ جگہ تھی اگر کوئی خیال ہوتا تو وصیت کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ جگہ تو حضرت عیسٰے کے لئے مقرر ہو چکی تھی۔

پنجم۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت نبی کریم نے اپنی خصوصیت فرمائی انا سید ولد آدم و اول من ینشق عنه القبر (جلد دوم کتاب الفضائل) یعنے میری قبر سب سے پہلے قیامت کے دن کھلیگی۔ اب اگر حضرت عیسٰے بھی اسی میں دفن ہوں تو وہ اس خصوصیت میں شریک ہو جائینگے اور خصوصیت نہ رہیگی۔

ششم۔ حضرت عائشہ نے تین چاند اپنی گود میں دیکھے پس اگر حضرت عیسٰے کی قبر بھی ہونی ہوتی تو چار چاند دیکھتیں۔

ہفتم۔ اگر یدفن معی کے یہ معنی ہیں کہ ضرور ساتھ ہی دفن ہو۔ تو توفنا مع الابرار کے معنے ہونگے کہ نیکوں کے ساتھ ہی ہماری جان بھی قبض ہو جاوے۔

ہشتم۔ ثم اماته فاقبره سے ظاہر ہے کہ یہ برزخی قبر مراد ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ بعض انسانوں کو خدا نہیں مارتا کیونکہ اگر خدا مارے تو ضرور ہے کہ وہ قبر میں بھی جائیں حالانکہ کئی دریا میں مرتے اور کئی جلائے جاتے ہیں پس مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود عالم برزخ میں رسول اللہ کے ساتھ ہو گئے حدیث میں یہ بھی ہے القبر روضة من ریاض الجنة۔ یہ قبر بھی ڈیڑھ ہاتھ کی مراد نہیں ہو سکتی بلکہ برزخ کی قبر مراد ہے۔

نہم۔ رسول اللہ کا مقبرہ کھولنا یا قبر اکھاڑنا ایک مردہ کی تدفین کے واسطے کیا یہ بے ادبی نہیں ذرا کسی سے کہکر تو دیکھئے کہ تمہارے باپ کی قبر اکھاڑی جائے گی۔

چند سوالات

اثنا عشری اصحاب سے

(۱) اصول مذہب شیعہ پانچ ہیں۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت اور اہلسنت کے ہاں بھی پانچ ہیں۔ ایمان باللہ۔ ایمان بالملئکۃ۔ بالرسل۔ بالکتب۔ بالبعث بعد الموت شیعوں کے اصول میں عدل اور امامت گویا ایمان بالملئکۃ اور بالکتب کے قائمقام ہیں۔

اہلسنت کے اصول کا ماخذ قرآن ہے اور ان کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر بصراحت تمام ہے مثلاً اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الخ اور دوسری جگہ بصیغہ امر حکم ہوتا ہے کہ یاایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ الخ اب دریافت طلب یہ ہے کہ عدل اور امامت پر ایمان لانیکا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ اور پھر خصوصاً در ذیل احکام ایمانیات۔

(۲) خدا تعالے نے قرآن میں آیت استخلاف میں فرمایا ہے کہ میں ضرور خلیفے بناؤنگا تم میں سے اور بقول شیعہ کے آنحضرت صلعم نے جناب علی علیہ السلام کو باقاعدہ خلیفہ بھی بنا چھوڑا تھا۔ لیکن خلیفے ابوبکر و عمر ہوگئے اور ان کی خلافت کو غصب کرلیا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے واللہ غالب علی امرہ اور لایخلف المیعاد۔ لیکن ان ارشادات الٰہی کے مخالف واقعہ ہوا۔ پس اس سے لامحالہ دو نتیجے نکلتے ہیں کہ یا تو سرے سے علی علیہ السلام کو خلیفہ اور خصوصاً خلیفہ بلافصل نہیں بنایا گیا تھا۔ یا خدا اپنے امر میں غالب نہیں ہے اور نہ اپنے وعدہ کا پاس کرتا ہے یا یہ ثابت کرنا چاہیے کہ پہلے بھی ایسے خلیفے ہوگذرے ہیں جنکو خدا اور رسول نے تو خلیفہ بنایا تھا۔ مگر حریفوں نے انکی خلافت کی دال گلنے نہ دی۔

(۳) جناب علی علیہ السلام کو اگر بعد رسول صلعم خلیفہ بلافصل مانا جائے اور ان تمام مطاعن کو جو شیعہ برخلاف صحابہ کرام کیا کرتے ہیں حق بجانب مانا جائے مثلاً یہ کہ اصل قرآن کو محرف مبدل کیا گیا اور فدک غصب کرلیا۔ تمام احکام دین میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا گیا۔ بدعات کو جاری کیا گیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان سب واقعات کو دیکھتے رہے اور مخالفین دین اور غاصبین کے معترض نہ ہوئے کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں

نے خلافت رسول صلعم کے اہم کام اور ذمہ واری کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس موقعہ پر ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے جان و مال سے حفاظت دین متین کی فرماتے اور جو کچھ بھی انکو خطرات اور مصائب پیش آتے جوانمردی اور خداداد شجاعت سے ان کا دفعیہ فرماتے اگر اس کوشش میں انکی جان بھی چلی جاتی تو پروا نہ کرتے اس جوانمردی میں ان کا نام نامی اور بھی زیادہ عزت و احترام سے لیا جاتا۔ اور آئندہ نسلوں میں ہمیشہ بڑے فخر سے انکا ذکر خیر ہوتا۔

(۴) کتب احادیث شیعہ میں پانچوقتی نمازوں کا ذکر ہے اور ان کے اوقات علیحدہ علیحدہ بتلائے گئے ہیں اور علاوہ فرائض کے نوافل کا بھی حکم ہے اور سخت تاکید آئی ہے کیا وجہ ہے کہ شیعہ صرف تین اوقات میں پانچ نمازیں ادا کر چھوڑتے ہیں اور صرف فرائض پر انکا عمل ہے نوافل بالکل ترک کر دیئے ہیں۔

(۵) نماز جمعہ جس کا ذکر قرآن میں صریحاً آیا ہے شیعہ اسوقت بالکل تارک ہیں۔

(۶) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جو منجملہ چار کتب معتبرہ احادیث شیعہ کے ہے اسمیں ایک حدیث ہے کہ جو قبر کی تجدید کرے یا نقل بنائے وہ اسلام سے خارج ہے من جدد قبرا او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام کیا اس سے تعزیہ بنانیکی ممانعت صاف طور پر ثابت نہیں

تشحیذ الاذہان کی کتب

احمدی عالم کا ترجمہ کیا ہوا قرآن شریف معہ تفسیری نوٹوں کے موسومہ حیدر آبادی قرآن شریف ؎ کلام محمود ۸؍ مباحثہ شملہ ۴؍ مباحثہ امرتسر ۲؍ انوار خلافت ۱۰؍ برکات خلافت ۸؍ مجموعہ الہامات مکمل ہر سہ حصہ ؎ پیغام حق ۸؍ صداقت مرسلیہ ؏ چمکار محمدی ۴؍ نبی کریم کی سو انحمری پنجابی نظم میں۔ چمکار محمدی ؎ چشمہ بدر واقعہ صلیب ؏ خطبات نور ہردو ؏ القار ربانی ۲؍ عصمت انبیا غلامی ۳؍ القول المحمود ۸؍ حقیقت نزول المسیح ۱۰؍ احمدی ذرگرہ ۸؍ البرق ۲؍ طبیب روحانی ۲؍ مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ۔ قبولیت دعا کے چھپاسی گر ۱؍ لیکچر سیالکوٹ ۲؍ دافع البلاء ۱؍ پارہ قرآن شریف ترجمہ شیخ یعقوب علی صاحب ۸؍ خصوصیات مسیح ۱؍ الوصیت پر نظر ۱؍ الکفر الملۃ الواحدۃ قصیدہ جہلویہ ۔ رموز کہہ سیدہ ۱؍ مرہم عیسےٰ ڈبی کلاں ۱۲؍ ڈبی خورد ۱۰؍ ڈبی درمیانی ۱۲؍ اسم ایات ۱؍

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ نومبر ۱۹۱۰ء)

پیشگوئی نمبر ۷۰

انعام ع ۱۵۔ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْھَا لِیَمْکُرُوْا فِیْھَا ط وَمَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِھِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ط اور کئے ہمنے ہر ایک بستی میں اکابر مجرم لوگ۔ تاکہ وہ مکاریاں کریں اسمیں اور وہ مکاریاں انہیں کے پیش آتی ہیں لیکن نہیں شعور کرکے سمجھتے۔

آیت ہذا میں اہل مکہ کے اکابر مجرم ابوجہل۔ ابولہب وغیرہ کے حق میں یہ پیشگوئی سنائی گئی تھی جبکہ وہ بڑے زور میں تھے انہوں نے آنحضرت کے قتل کرنے میں جو مکاریاں کیں۔ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں آخر انجام وہی ہوا جو پیشگوئی میں فرمایا گیا تہا کہ اپنے ہی مکروں میں پھنس کر ہلاک ہونگے سو خدا کی بات پوری ہوئی۔

پیشگوئی نمبر ۷۱

انعام ع ۱۵۔ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ (ترجمہ) بہت قریب وہ ساعت ہے کہ پہنچیگا اہل مکہ کے مجرموں کو عذاب ذلت و ہلاکت شدید کا اللہ کی جانب سے بسبب اسکے کہ تھے بری بری تدبیریں کرتے۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کے مجرموں کے لئے عذاب شدید کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور انکو عذاب کی پیشگوئی بار بار اسلئے سنائی گئی اور پے در پے متنبہ کیا گیا تا وہ ڈر جائیں اور اپنے حقیقی خدا اور رسول کی اطاعت بجالاویں کیونکہ یہ انذاری پیشگوئیاں ہیں جنکا ٹلجانا انکی سنت قدیمہ میں داخل ہے پر اہل مکہ نہ ٹلنے ہلاک ہوگئے۔

پیشگوئی نمبر ۷۲

انعام ع ۱۶ - وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ (ترجمہ) اے نبی تیرا پروردگار بڑا غنی بے پروا غیر محتاج صاحب رحمت کا ہے اگر وہ چاہے لیجاوے تمکو اور بطور خلیفہ لے آوے بعد تمہارے جسے چاہے چنانچہ پیدا کیا تھا تمکو ہمنے کسی قوم دیگر کی ذریت سے۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کو خبر سنادی کہ وہ چاہیگا کہ تمہیں ہلاک کرے الا ماشاء اللہ اور تمہاری ذریت سے یا دوسری کسی قوم کی ذریت۔ کو پیدا کر کے اپنے نبی کے فرمانبردار بنا دے سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ دیگر اقوام کی ذریت مسلمان ہوگئی۔

پیشگوئی نمبر ۷۳

انعام ع ۱۶ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ (ترجمہ) اے نبی کہدے اپنی قوم اہل مکہ کو کہ جو کچھ تم میرے بارے میں کرنا چاہو اپنے مکانوں۔ معبدوں میں بد دعا یا کوئی اور تدبیر جو کرنی چاہو کرلو اور میں بھی دعائیں مانگتا ہوں اور تبلیغ رسالت کر رہا ہوں۔ پس بہت ہی جلد جان لوگے کہ کس کے واسطے عاقبت کا گھر جنت ہے بیشک وہ خدا ہم دونوں میں سے ظالم جو ہو اسے کبھی نجات اور کامیابی اور بامرادی کی راہ نہیں دکھائیگا۔

پس آیت ہذا میں ایک قسم کے مباہلہ کے انجام کی پیشگوئی ہے جو آخر اہل مکہ کے حق میں بد انجام لائی تھی۔ اور ابو جہل نے جو مباہلہ کے رنگ میں دعا مانگی وہ یہ ہے اللھم من کان منا افسد فی القوم واقطع للرحم فاحنہ الیوم یعنے اے خدا جو ہم دونوں میں سے تیری نگاہ میں مفسد ہے اور قوم میں پھوٹ ڈال رہا ہے اور قطع رحم کرتا ہے آج اسکو تو ہلاک کر دے۔

پیشگوئی نمبر ۷۴

انعام ع۱۸ - فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا - (ترجمہ) اگر مکہ والے جھٹلاتے ہیں تجھکو پس اعلان کردے کہ رب تمہارا صاحب رحمت کھلی کا ہے اور اسکے عذاب کو بھی کوئی روکنے کی جرأت نہیں رکھتا جو قوم مجرم پر آتا ہے اور اسی طرح جھٹلایا انبیار کو ان لوگوں نے جو پہلے ان سے تھے اور مزہ چکھا انہوں نے عذاب جنگ ہمارے کا۔

آیت ہذا میں ایک زبردست پیشگوئی ہی کہ جھٹلانے والوں پر ضرور عذاب اللہ کا آنیوالا ہے جیسا کہ اسکی سنت قدیمہ میں یہ قانون واضح ہے - کہ جس قوم نے انبیار کی مخالفت کی اور لڑائی کی وہ ہلاک ہوا - سو اب بھی اہل مکہ کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ عذاب جنگ وغیرہ کا ضرور ہی آئیگا بس خدا کی بات پوری ہوئی -

پیشگوئی نمبر ۷۵

انعام ع۱۸ - قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ه (ترجمہ) یعنے اے نبی پکار کر کہدے کہ خدا تعالے کے دلائل قاطع دلوں تک بتدریج پہنچنے والے ہیں اور اگر اللہ تعالے چاہیگا ہدایت کریگا تم سب کو۔

سو خدا تعالے نے اپنی اس پیشگوئی کو خطہ عرب میں پورا کرکے دکھایا - جہاں کوئی بجز مسلمانوں کے نظر نہیں آتا۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم سیدنا محمود)

حدیث خالد بن مخلد۔ احد بنی شقیقہ۔ سلیمانؑ کے بیٹے کی ایک شق ماری ہوئی تھی۔ اس شق سے مراد دینی شق ہے وہ دین سے بے بہرہ تھا وہ جب سلطنت پر بیٹھا تو اسی وقت بنی اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

حضرت سلیمان نے جب وفات پائی تو رؤسا اور نواب اسکے پاس حاضر ہوئے اور اسے تخت پر بیٹھنے کی مبارکبادی اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا اسنے یہ سنتے ہی انکو کہا کہ تم اطاعت اپنی خوشی سے کروگے نہیں تو میں تمہیں جوتوں سے سیدھا کرونگا اور تمہاری اچھی طرح خبر لونگا کسی نے یوں کہنا اسے اسلئے سکھایا کہ اسکا رعب اور دبدبہ انپر بیٹھے گا اسلئے وہ برافروختہ ہوئے اور آپسمیں باہر نکلکر مشورہ کر کے اپنا ایک بادشاہ بنالیا اور حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کے ہاتھ میں صرف تھوڑا سا حصہ ملک کا رہ گیا تو اسکی شق جو ماری ہوئی تھی وہ دینی شق ہی تھی ورنہ ویسے تو وہ ثابت الجسد پیدا ہوا تھا۔

حدیث عمرو بن حفص۔ حیثما ادرکتک الصلوٰۃ فصلّ۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ نماز مسجد میں ہی جاکر کے پڑھینگے اور اس خیال سے وہ اپنی کئی نمازیں ضائع کر دیتے ہیں اسلئے نبی کریم صلعم نے فرمایا جہاں نماز کا وقت آجاوے وہیں نماز پڑھ لیا کرو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جماعت کو حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیجاتی تو اپنے گھروں میں ہی نمازیں پڑھ لیا کرو۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پہلی مسجد جو بنائی گئی تو وہ مسجد حرام ہی ہے اور مسجد اقصیٰ بعد میں بنائی گئی مگر مسجد حرام کو تو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بنایا تھا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان نے تعمیر کیا اور حضرت سلیمان تو کئی سو سال بعد آئے

اصل واقعہ یوں ہے کہ مسجد حرام کو تو حضرت ابراہیم نے بنایا اور اس سے چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ کی بنیاد بھی انہوں نے رکھ دی مگر مسجد اقصیٰ کی بنیاد دنکو حضرت سلیمان نے آکر تعمیر کیا تھا

حدیث اسحٰق۔ فنزلت۔ یہ آیت اتری۔ احادیث میں بعض جگہ بعض آیات کا شان نزول آتا ہے جس سے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ آیت اسو جہ سے اتری تھی۔ حالانکہ مختلف صحابہ مختلف واقعات بیان کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس آیت کو اپنے واقعہ پر چسپان کرتا ہے تو اس سے پھر یہ کس طرح نکل سکتا ہے کہ یہ آیت خاص اسلئے اتری تھی اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار مسلمانوں میں تفسیر کا علم بالکل ہی محدود ہو گیا۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہیں لیکن ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت کے پچیس معنی ہیں تو کیا اس سے یہ مطلب نکلا کہ اس صحابی کا علم نبی کریم سے زیادہ وسیع تھا۔ نہیں بلکہ میں تو اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہیں ہر ایک بطن کے پچیس معنی ہیں۔ اس طرح سے ایک سو پچھتر معنے بنتے ہیں۔

اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک آیت کے کئی نئے نئے معنے کھل رہے ہیں۔ کئی باتیں ہیں جو ہم تک نہیں پہنچ سکیں بلکہ وہ ان بزرگوں کے دماغوں میں ہی رہ گئیں۔ پھر شان نزول کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں تو نزلت کا لفظ ہے لیکن دوسری میں ہے الم تسمع اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ شان نزول خود ایک بنالیا ہوا ہے ورنہ در اصل کوئی بات نہیں

حدیث ہدبہ ابن خالد۔ ارسل الیہ۔ آپ بلوائے گئے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ ملائکہ کا کام کیسا عظیم الشان ہوتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر جنت میں فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ کون ہے آپ نے کہا جبریل وہ پھر سوال کرتے ہیں ساتھ کون ہے جبرائیل نے فرمایا محمد صلعم پھر فرشتے دریافت کرتے ہیں کیا ان کو بلوایا گیا ہے۔ آپ نے کہا ہاں۔ تب جا کر انہوں نے اندر داخل ہونے دیا نیک آدمی کا فرض ہے کہ وہ جو اسکا فرض ہو اسے پورا کرے اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ کسی بڑے کے رعب میں نہ آوے اور اس سے ڈر کر اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے فرشتوں نے پہلے دریافت کرلیا ہے وقد ارسل الیہ کیا انہیں بلایا گیا ہے تب اجازت دی ہے یہاں وہ نظارہ دکھلایا ہے ویفعلون ما یؤمرون کہ فرشتے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ مومن آدمی کو چاہیئے کہ وہ ملائکہ صفت بنے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کسی سے ڈرے نہیں ✣

تصوّف

ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے

(صرف تشحیذ کے لئے)

حال چیست از نفس متواری شدن — پس ز استقبال جبّاری شدن
راہ چیست از جاں تباہے یافتن — گنجہا وز دیدہ سرائے یافتن
سیر چیست از جزو جز بیروں شدن — ذرۂ بگذاشتن گردوں شدن
حب چیست از ہیش بجاں برخاستن — پیشِ جاناں - جاں فشاں برخاستن
انس چیست از خود رہائی یافتن — در سویدا - آشنائی یافتن
مہر چیست از سنگ بستاں ساختن — طفلِ خود را مردِ کیہاں ساختن
وصل چیست از نیستی ہست آمدن — پس ازیں ہر دو بروں مست آمدن
نفحہ چیست از لاہو اللہ ہو شدن — پس دو عالم نفس یک آہو شدن
شرع چیست از عشق تحقیق آمدن — وررہ احمدؐ چو صدیق آمدن
شرم چیست از لطف نا آمیختن — سایۂ حق دیدن و بگریختن
چارہ چیست از بود نابود آمدن — پس بہیچ از جملہ خوشنود آمدن
جہد چیست از دیدہ دریا ریختن — وز روش از آب گرد انگیختن
جذبہ چیست از خویش بے بہرہ شدن — بر پر جبریل بر سدرہ شدن
جود چیست از جملہ با ہیچ آمدن — ہیچ را فی الجملہ با ہیچ آمدن
عدل چیست انصاف از خود خواستن — ہیچ انصاف از کسے ناخواستن
فضل چیست اسرارہا را کس شدن — تا ابد جاں پیش صورت بس شدن
وعدہ چیست از ذوق ساماں داشتن — ذرہ ذرہ محو قرباں داشتن
نہی چیست از درد در دیر آمدن — غیر دیدن - درد لاغیر آمدن
فتح چیست آئینہ را پشت آمدن — از ہمہ تن بایک انگشت آمدن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ:- کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجکر جنتری بواپسی ڈاک کی خدمت

دیکھئے اڈیٹر صاحب رسالہ تمدن دہلی اپنے رسالہ اپریل کے نمبر میں کیا لکھتے ہیں۔ ملک میں بہت سے اشتہاری طبیب دوائیاں فروخت کرتے ہیں اور انمیں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جنکی وجہ سے واقعی مفید دوا کا بھی اعتبار قائم نہ رہا مگر ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کے مشہور کارخانہ کی ادویہ جنمیں سے دو کا تجربہ کے بعد ہمنے گذشتہ سال میں ریویو کیا درحقیقت اسم بامسمی ہیں اسوقت ہم دانت کے درد اور کان کے بہنے کے متعلق لکھ رہے ہیں جو ہمنے اپنے تجربہ میں تیر بہدف پائیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحبکا کارخانہ ملک میں وقعت سے دیکھا جائیگا۔

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۱۶ء جناب ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کی دیگر دوائیوں کی طرح کان کے بہنے کی دوا بھی تجربہ میں پوری اتری ہے اور کان کے امراض کے لئے لاثانی دوا ثابت ہوئی ہے اسکی قیمت فی شیشی ۱۲ ہے اور پچکاری کی ۳ کی قیمت جسکا استعمال اسکے ساتھ ہوتا ہے علاوہ اور ان دونکا محصولڈاک ۵

(اڈیٹر رہنمائے تعلیم لاہور)

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی کان بہنے کی دوا

کان کا بہنا یعنے کان پک کر اسکے اندر سے مواد کا نکلنا ہو۔ یا پرانا اس دوا کے استعمال سے فوراً ہی آرام ہوجاتا ہے اس علاج میں چونکہ کان کو اندر سے دھوکر اسمیں دوائی ڈالنی پڑتی ہے اسلئے پچکاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ پچکاری کا ۳ محصولڈاک ۵

ڈاکٹر برمن کا جوہر پیپرمنٹ - یہ غالباً سب لوگ ہی جانتے ہونگے کہ معمولی درد شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیز ملی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے یہ پیپرمنٹ کا خالص جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے تیار کرکے منگوایا گیا ہے اور اسلئے آدھے چاول کے برابر پان میں رکھکر کھانے سے منہ کی بدبو پیٹ کے درد اور ریاح کو دور کردیتا ہے کافور اور جوہر پیپرمنٹ برابر حصہ تیل میں ڈالنے سے اور وہ تیار شدہ تیل کنپٹی میں لگانے سے دردسر کو دور کرتا ہے ہتھیلی میں تھوڑا سا جوہر ملاکر درد کی جگہ مالش کرنیسے درد کو فوراً آرام ہوجاتا ہے قیمت فی شیشی ۶ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۶	جلد ۱۳

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے ۱۲ غیر ممالک سے ۳

قادیان میں بااہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور محمد عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

عرض حال

جن احباب کی خدمت میں تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے لئے پرائیویٹ طور پر بذریعہ خطوط عرض کیا گیا ہے۔ وہ مہربانی فرماکر اسے معمولی تحریک نہ سمجھیں۔ کیونکہ تشحیذ کا مستقبل اس درخواست کی منظوری پر موقوف ہے۔ میں فی الحال صرف یہ چاہتا ہوں کہ تشحیذ کے اتنے خریدار ہو جائیں۔ جو اپنا خرچ آپ برداشت کر سکے۔ اور یہ بات سوائے اس کے نہیں ہو سکتی۔ کہ کم از کم ۰۰ ۵ خریدار بڑھ جائے۔ کیا اتنی بڑی جماعت سے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی اور ہر نیکی و تقویٰ و اسلامی بہبودی کی آواز پر لبیک کہنے والی ہے یہ تعداد پوری نہیں ہو سکتی۔ ضرور ہو سکتی ہے۔ مگر میں وہ قول موجہ کہاں سے لا دوں۔ جس سے آپ کو اس ضرورت کا احساس ہو۔ خدا ہی ہے۔ جو آپ کے دلوں میں القا کرے۔ بہرحال میں اپنے کرمفرماؤں کے نام نامی اگلی اشاعت سے چھاپنے شروع کروں گا۔ جو نئے خریدار مہیا کرینگے یا خود خریدار بنیں گے۔ اور ان کے نام اس رسالہ کے بانی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں دعا کے لئے پیش کروں گا۔

۲۔ تشحیذ کی یہ بھی ایک قسم کی اعانت ہے۔ کہ اس کی بک ایجنسی کی کتب اور دیگر تمام احمدیہ سلسلہ کی کتابیں بھی اسی کی معرفت خریدیں۔

۳۔ اس مہینے کے تشحیذ میں وہ بیانات جرح مندرج ہیں۔ جو قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی نے مقدمہ مرزا الہ حیثیت عرفی میں دئے۔ مولانا فضل الدین صاحب احمدی وکیل کی زبردست جرح نے قاضی موصوف کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی زبان سے ان اکثر الزامات کلمہ فضل رحمانی کی تردید کرے جو اس نے حضرت مسیح موعود پر دربارہ عقاید و اعمال لگائے۔ اور غلط فہمی پھیلائی یہی وہ دفعات ہیں جنہیں اکثر مخالفین سلسلہ نئے نئے پیرایوں میں شایع کرتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک رسالہ "مجموعہ کفریات" کے نام سے سید محمد غلام نے بہاولپور سے شایع کیا ہے۔ چونکہ اس کا اکثر حصہ بھی کلمہ فضل رحمانی سے ماخوذ ہے اس کلمہ کے مؤلف کا عدالتی بیان اسکی تردید کے لئے کافی ہوگا۔ کیونکہ جب اصل ہی غلط ثابت ہوا تو نقل کا کیا اعتبار۔ احباب کو چاہیئے کہ اسکی اشاعت کر کے ثواب حاصل کریں۔ اور مزید واقفیت کے لئے

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

شیعہ مجتہد کی قرآن دانی

سیّد علی الحائری میرے مخاطب ہیں

کسی شخص نے شیعوں کے سرکار شریعتمدار علامہ سید علی الحائری سے مسئلہ رجعت کا ثبوت پوچھا ہے۔ جس کا جواب آپ نے ذوالفقار ۲۲؍ فروری میں دیا ہے۔ لطف یہ کہ قرآن کی ایک آیت سے مسئلہ رجعت کو ثابت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پارہ ۲۰ رکوع ۲ میں آیا ہے۔ وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰی اِذَا جَاءُوْ قَالَ اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور سورہ کہف میں فرمایا۔ وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ پہلی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم ہر امت سے ان لوگوں کی ایک جماعت نکالینگے۔ جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ پھر وہ جمع کئے جائینگے۔ یہاں

تک کہ جب وہ حساب کی جگہ میں آئینگے۔ اللہ فرمائیگا۔ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہیں ان کا علم نہ تھا۔ آیا تم کیا کرتے تھے۔ اور دوسری کا یہ کہ ہم ان کو جمع کرینگے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑینگے۔ مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں بعض کی بعثت کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں کل کی بعثت کا۔ یہ تناقض رفع نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسبات پر ایمان نہ لائیں۔ کہ پہلی آیت میں جس بعثت کا ذکر ہے۔ وہ دُنیا میں ہو گی۔ اور دوسری بعثت قیامت میں۔ اسکے متعلق گذارش کرتا ہوں :۔

عقیدہ رجعت کا ماحصل یہ ہے کہ مہدی منتظر کے ظہور کے وقت اسکے محبوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تاکہ اس کی نصرت و اعانت کا ثواب انہیں حاصل ہو۔ اور مہدی کی حکومت کے ظہور سے وہ خوش ہوں۔ دوسری طرف اس کے دشمنوں میں سے ایک جماعت کو زندہ کیا جائے گا۔ تا مہدی ان کو سزا دے۔ اور وہ مہدی کے محبوں کے ہاتھوں سے قتل کئے جائیں ؛

اس بارے میں مجتہد صاحب کا استدلال آیت مذکورہ بالا سے بوجوہات منقوض ہی :۔

اوّل ۔ یہ عقیدہ ان آیات قرآنی کے مخالف ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی ۔ (پارہ ۲۴ - الزمر ع ۱) یعنے اللہ تعالےٰ روح قبض کرتا ہے۔ موت کے وقت۔ اور جو نہ مریں ان کی سونے کی حالت میں۔ پھر جسکی موت مقدر ہے۔ اس کی رُوح روک لیتا ہے۔ اور جس کی موت مقدر نہیں۔ اسے میعاد معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ جو مر جاتے ہیں۔ اُن کی رُوح روک لیجاتی ہے۔ اور پھر دوبارہ اس دنیا میں نہیں بھیجی جاتی (۲) ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون ۔ (پارہ ۱۸ - المومنون رکوع ۶) اور ان مرنے والوں کے آگے ایک پردہ ہے۔ جو قیامت کے دن تک کھچا رہے گا ؛

بس ان صریح نصوص محکم آیات کی موجودگی میں یہ عقیدہ قطعاً باطل ہے کہ بعض مردے اس دنیا میں پھر لوٹ کر آئینگے۔ اور دوبارہ اسی عالم میں زندہ کئے جائینگے ؛

دوم ۔ شیعہ قائل ہیں کہ احباء و اولیاء مہدی ہی زندہ ہوں گے۔ لیکن اس آیت کے جیسا کہ

ممن یکذب بآیاتنا سے ظاہر ہے۔ اگر بطور محال مان بھی لیا جاوے۔ تو صرف مکذبین بآیات اللہ کی رجعت پر استدلال ہو سکتا ہے (گو وہ استدلال فی نفسہٖ باطل ہے)۔

سوم ۔ اس آیت میں نحشر من کل امۃ فوجاً ہے۔ جس سے لازم آتا ہے۔ کہ اگر مہدی کے وقت میں رجعت ہوگی۔ تو ہر ایک اُمت میں سے ایک جماعت کی ہوگی نہ صرف مسلمانوں میں سے ایک جماعت کی۔ اور شیعہ اسکے قائل نہیں۔ کہ حضرت آدم سے نبی کریمؐ کی اُمت تک ہر ایک اُمت میں سے کچھ لوگ زندہ کئے جائینگے ؛

چہارم ۔ یہاں لفظ حشر ہے۔ جسکے معنے جمع کرنے کے ہیں۔ آیت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں۔ جس سے زندہ کر کے دنیا میں واپس لوٹانا مراد لیا جائے ؛

پنجم ۔ اگر اس آیت سے رجعت پر استدلال کیا جائے۔ تو زمانۂ مہدی کا یہاں کونسا ذکر ہے۔ حالانکہ شیعہ اسکے واسطے زمانۂ مہدی کو معین کرتے ہیں ؛

ششم ۔ آیت میں جن لوگوں کے حشر کا ذکر ہے۔ ان کی موت کا کہیں ذکر نہیں۔ اگر اس آیت میں رجعت بزمان مہدی کا ذکر ہوتا۔ تو ان کی موت کا بھی کہیں ذکر چاہیئے تھا۔ کیونکہ زمانہ مہدی قیامت سے بہت پہلے ہے ؛

ہفتم ۔ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ خاص دشمنانِ مہدی کی رجعت ہوگی۔ لیکن آیت میں ممن یکذب بآیاتنا عام ہے ؛

ہشتم ۔ حشر کے بعد یہ نہیں لکھا۔ کہ وہ دنیا میں واپس کئے جائینگے۔ اور شیعہ دنیا میں رجعت کے قائل ہیں۔ حالانکہ آیت بتا رہی ہے۔ کہ ان کا حشر کر کے ان کو موقف حساب کی طرف لے جائینگے نہ کہ دنیا کی طرف۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں :۔ فہم یوزعون حتیٰ اذا جاءو۔ اور تفسیر شیعہ مجمع البیان میں لکھا ہے۔ اے الیٰ موقف الحساب (یعنے حساب کی جگہ بلائے جائینگے ؛

نہم ۔ اس آیت میں جس حشر کا ذکر ہے۔ اسکے بعد جو واقعہ پیش آنا ہے۔ اس کی نسبت اگلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ قال اکذبتم بآیاتی ولم تحیطوا بہا علماً یعنے خدا ان سے کہے گا۔ تم نے میری آیات کی تکذیب کی۔ لیکن مدعیان رجعت

کہتے ہیں۔ کہ جمع کئے جانے کے بعد مہدی اور اسکے اصحاب ان لوگوں کو قتل کرینگے۔

دہم۔ اماذا کنتم تعملون اور وقع القول علیھم بما ظلموا فھم لاینطقون کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ حشر قیامت کے متعلق ہے ❊

یازدہم۔ ممن یکذب بآیاتنا کی آیت سے جو مراد اہل سنت لیتے ہیں وہی مراد شیعہ کی دوسری جماعت لیتی ہے۔ جیسے کہ مجمع البیان میں لکھا ہے۔ من قال ان قولہ ویوم یحشر من کل امۃ المراد بہ یوم القیٰمۃ قال المراد بالفوج الجماعۃ من الرؤساء والمتبوعین فی الکفر۔ حشروا وجمعوا لاقامۃ الحجۃ علیھم یعنے جو کہتا ہے کہ ویوم یحشر سے مراد یوم القیمۃ ہے۔ وہ فوج سے مراد رؤساء کفار لیتا ہے۔ جو اقامت حجت کے لیے جمع کئے جائینگے ❊

دوازدہم۔ جو لوگ رجعت کے قائل ہیں۔ وہ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس آیت سے رجعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ مجمع البیان میں ہے۔ ان الرجعۃ لم تثبت بظواھر الاخبار المنقولۃ فیتطرق التاویل علیھا وانما المعول فی ذلک علیٰ اجماع الشیعۃ الامامیۃ یعنے مسئلہ رجعت اجماع شیعہ سے ثابت ہے نہ کہ قرآن و حدیث سے اس سے ظاہر ہے۔ کہ کتاب وسنت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں۔ بلکہ شیعہ کے خانہ ساز اجماع سے جس کا آسانی سے یہ جواب دیا جاسکتا ہے۔ کہ مخالفین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی رجعت نہیں ہوگی ❊

سیزدہم۔ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حشر اس غرض سے ہوگا کہ اللہ تعالےٰ توبیخ کرے۔ اور تکذیب پر انہیں ملامت۔ لیکن یہ غرض حشر تو دنیا میں واپس لوٹا کر بھیجا جانے کے بغیر بھی اس عالم آخرت ہی میں پوری ہوسکتی ہے ❊

چہاردہم۔ شیعہ تو کہتے ہیں کہ یہ رجعت ان کو زیادہ سزا دینے کے لئے کی جائیگی لیکن حقیقتاً دیکھا جائے۔ تو دراصل یہ سزا میں افاقہ ہے۔ کیونکہ جب تک وہ عالم آخرت میں رہے۔ عذاب شدید میں مبتلا تھے۔ جب یہاں آئے تو اس عذاب سے افاقہ ہو گیا۔ پس یہ نقمت نہیں۔ نعمت ہے ❊

پانزدہم۔ شیعہ کے سامنے جب آیت ربّ ارجعون عدم رجعت پر پیش کی جاتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت سے ان لوگوں کا عدم رجوع ثابت ہوتا ہے۔ جن کو خدا تعالےٰ نے سزا کے طور پر ہلاک کردیا تھا۔ اور دوسروں کے عدم رجوع سے ان کی رجعت کی ممانعت نہیں نکلتی۔ حالانکہ عقل اسکی مقتضی ہے۔ کہ اگر دنیا میں دوبارہ زندہ کرکے لانا بطور سزا ہے۔ تو ان کو ضرور زندہ کرکے لانا چاہیئے۔ جن کو خدا نے بطریق سزا ہلاک کیا۔ کیونکہ بڑے مکذب وہی تھے ؎

شانزدہم۔ ممن یکذب بآیاتنا کے الفاظ بھی بتا رہے ہیں۔ کہ یہ حشر ان کا ہے۔ جو رؤسا اور متبوعین فی الکفر تھے۔ لیکن شیعہ اسکے برخلاف کہتے ہیں کہ بطور سزا ہلاک شدگان رؤسا مکذبین کا یہاں ذکر نہیں ؎

ہفتدہم۔ الذبتم بآیاتی میں شیعہ مفسرین نے آیاتی سے مراد ائمہ اہل بیت لیے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو یوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بآیاتنا کی آیت سے رجعت قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ائمہ اہلبیت جو ہیں۔ ان کا وجود تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ظاہر ہوا ہے۔ لیکن جن مکذبین بآیات اللہ کے حشر کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ان کے وقتوں میں تو ان ائمہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ کی کونسی تکذیب کی جس کی سزا میں یہ رجعت ہوگی ؎

ہشتدہم۔ خود شیعوں کی ایک جماعت اسکے مخالف ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان طبرسی جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے۔ ان جماعۃ من الامامیۃ تاولوا ما ورد من الاخبار فی الرجعۃ علی رجوع الدولۃ والامر والنھی دون رجوع الاشخاص واحیاء الاموات و اولوا الاخبار الواردۃ فی ذلک لما ظنوا ان الرجعۃ تنافی التکلیف۔ یعنے امامیہ کی ایک جماعت اخبار دربارہ رجعت سے مراد یہ لیتی ہے۔ کہ مہدی کی سلطنت ہوگی۔ اور اس کا امر نافذ ہوگا۔ مردوں کا زندہ ہونے سے دنیا میں آنا مراد نہیں۔ کیونکہ رجعت مکلف ہونے کے منافی ہے۔ باقی رہیں بعض اخبار و روایات جن کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ ان سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ سو اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ ان الزیدیۃ کافۃ منکرون لھذا

الدعوٰی انکاراً شدیداً وقد ردّ و ھا فی کتبھم علٰی الوجہ مستوفی بروایات عن ائمۃ اھل البیت ایضاً تعارض روایات الامامیۃ ۔ زیدیہ مسئلہ رجعت سے سخت منکر ہیں۔ وہ بھی ائمہ اہل بیت سے روایت کرتے ہیں۔ جو امامیہ کی روایات کے معارض ہیں۔ (روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۳۱۶)

اُمید کرتا ہوں کہ جناب مجتہد صاحب اپنے استدلال پر نظر ثانی فرمائینگے۔ میں علمی ابحاث میں گالی گلوچ اور سخت الفاظ کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ اس لئے گذارش ہے کہ جو صاحب اس کا جواب لکھتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ وہ پہلے ایک نمبر میں جی بھر کر گالیاں دے لیں۔ اور دوسرے نمبر میں علمی بحث کریں۔ جناب مرزا احمد علی صاحب کو میں اسی واسطے جواب نہیں دیا کرتا۔ کہ وہ دشنام در کلام کالملح فی الطعام سمجھتے ہیں ؛

اختلاف مدارج کی وجہ

وہ مذہب بھی کچھ مذہب ہے۔ جس کی بنیاد محض ظنیات پر ہے۔ اختلاف مدارج انسانیہ میں بڑی بحث کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ جو ہم انسانوں میں اختلاف اور ان کے رنگ و روغن میں تفرقہ۔ ان کی صورت شکل میں تباین۔ ان کے عادات و خصائل میں تضاد۔ ان کے مناقب و مناصب میں تخالف دیکھتے ہیں۔ اس کی ضرور کوئی مخفی وجہ ہے۔ جو اس کے سوا اور نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ حالات کا ۔ ۔ ۔ تخالف ضرور بطور سزا کے ہے۔ یعنے جو انسان آج ہمیں بدترین حالت میں نظر آتے ہیں۔ وہ آج ہی جامہ انسانیت میں نہیں آئے۔ بلکہ اس سے پہلے بھی انسان۔ آدم زاد رہ چکے ہیں۔ لیکن اس انسانیت اور آدمیت کے عہد میں تمام سامان کامرانی ان کے موافق تھے۔ جن سے انہوں نے اچھے کام نہیں لئے۔ بلکہ انہیں بدی و بدکاری میں ضائع کر دیا اور کھو دیا۔ اسلئے آج ان کو پھر وہی انسانی جامہ اور آدم زادگی کا لباس پہنایا گیا ہے۔ اور وہ سب سامان چھین لئے گئے ہیں۔ کہ اُسوقت انہوں نے اپنے تئیں ان کا اہل ثابت نہیں کیا تھا۔ آج ان کا اپنی حالت پر آنسو بہانا اور دوسرے بنی نوع کو خوش و

مجرم دیکھ کر خون کے گھونٹ پینا بطور سزا کے ہے۔ اور ان کا اس دنیا میں قیام بطور قیدی کے۔ یہ دنیا ان کے لئے قید خانہ بنا دیا گیا ہے۔ جس میں ان کو اپنے قید کے دن ختم کرنا ہیں ؛

اس استدلال پر ضرور ایک معقول پسند انسان جز بز ہوتا اور پوچھتا ہے کہ صاحب! دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس مجرم کو کوئی سزا دیجاتی ہے۔ اس کو بتا دیا جاتا ہے کہ فلاں جرم کے پاداش میں تمہیں جیل میں ڈالا گیا ہے۔ مگر ایشور بھگوان کے ہاں یہ کیا اندھیر ہے کہ لوگوں کو قید میں تو ڈالا جاتا ہے۔ اور بتلایا نہیں جاتا کہ تم فلاں جرم کے باعث ماخوذ ہو۔ اور سزا تو ہمیشہ بہ نیت اصلاح مجرم کو دی جاتی ہے۔ تو جب مجرم کو بتایا ہی نہیں گیا کہ فلاں جرم کے باعث تم جیل سپرد کئے گئے ہو۔ تو وہ اصلاح کیا کرے گا خاک؟ بلکہ اپنی زبون حالت سے ناراض ہو کر اور ناکردنی کام کر بیٹھے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس قید کی مدت میں اور اضافہ ہو جائیگا ؛

مگر قربان جائیے صاحب قرآن کے کہ اس نے ہمیں ان الٹکل پچو کے استدلالوں سے نجات دیکر صداقت کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا ہے۔ قرآن ہمیں یہ نہیں بتلاتا کہ تم آج جن کی حالت ردی دیکھتے ہو۔ وہ پہلے جنم میں کرتوتی تھے۔ اسوقت کی بدعملیوں کے باعث آج گرفتار آلام ہیں۔ بلکہ وہ ہمیں اور ہی کسی حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جو ہمارے روز مرہ کے مشاہدہ میں آتی ہے۔ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ تعصب سے خالی ہو۔ تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ وہ شخص جس کا کیسہ لعل و جواہر سے پُر اور گھر سیم و زر سے لبریز ہے۔ وہ بالطبع اپنے اندر استغناء پاتا ہے۔ اس کی اٹھی ہوئی آنکھ گوارا نہیں کرتی۔ کہ کسی خاک اُفتادہ پر پڑے۔ اس کی رفتار اس آن بان کی ہے کہ سینکڑوں ناتواں جس کی کف پا کے نیچے ہیں۔ مگر وہ ان کو دیکھتا تک نہیں۔ وہ کسی دردمند کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس کا دل نہیں پسیجتا۔ وہ جس کو حسن صورت سے حصہ وافی دیا گیا ہو۔ اپنے خط و خال کے سامنے کب کسی غیر موزون صورت کو خاطر میں لاتا ہے۔ عمامہ فضیلت برسر اور جبۂ علمیت در بر کرنیوالے اکثر آدم زاد تمہاری آنکھ نے دیکھے ہوں گے۔ کہ وہ اپنے علم و فضیلت پر اس قدر پھیلتے ہیں کہ اپنے ابناء جنس کی حالت پر بجائے غم کھانے کے اُلٹا ان کی زبون حالت پر قہقہہ لگاتے ہیں ؛

ان مثالوں سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہر ایک اچھی حیثیت والا اپنے کمتر درجہ کے لوگوں

کے سامنے محض اسلئے اکڑتا ہے کہ وہ باوجود اس خدا کی مخلوق ہونے کے جسکی ادنے ترین مخلوق یہ خود بھی ہے۔ کم ہے۔

اب غور کرو کہ اگر تمام آدم کے بیٹے ایک ہی شان اور درجہ کے ہوتے۔ ان سب کو مال منال کی فراوانی سے یکساں مالامال کیا جاتا وہ سب کے سب حسن میں آسمان خوبصورتی کے درخشاں ستارے ہوتے ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوتا۔ کوئی اپنے تئیں کسی سے کم نہ دیکھتا کسی کی آنکھ کسی کے سامنے نیچی نہ ہوتی۔ کسی کی گردن کسی کے آگے خم نہ ہوتی۔ ایسی حالت میں بھلا تم ہی بتاؤ۔ کوئی کسی کے کام آتا۔ یہ دنیا جہان کے کام جو آج تم ایک دوسرے کے تعاون کے باعث انجام پاتے دیکھتے ہو کیسے انجام پاتے اور کیونکر ہوتے۔ اور کس کے ہاتھوں سے انجام پاتے۔ کیونکہ وہ جو آج اس نظام عالم کے کل پرزے اور کیس کلتے ہیں۔ اور بوجہ اپنی گوناگوں ضروریات کے جو ایک کی دوسر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ وہ تو مساوی الحالات ہونے کے زمانہ میں کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھتے۔ پھر کیا یہ کارخانہ عالم درہم برہم نہ ہو جاتا؟ آپ صاف کہہ دیجئے کہ ہاں۔ کیونکہ آج جبکہ ایک دوسرے کی ضروریات آپس میں باہم چولی دامن ہو رہی ہیں۔ پھر بھی تم صاحب حیثیت لوگوں کو کم حیثیت لوگوں سے کھنچتے اور دور ہٹتے دیکھتے ہو۔ تو اس مفروض زمانہ میں جب سب ایک ہی شان میں ہونگے۔ کب کسی کو کسی سے لگاؤ ہو سکیگا ؟

پس اس صورت میں ضرورت یہی تھی کہ کارخانہ عالم کو قائم رکھنے کے لئے بنی نوع انسان تمام مخلوق کی حالات میں تفاوت۔ مراتب اور درجات قائم کئے جاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو یقیناً صانع عالم کی حکمت بالغہ پر حرف آتا۔ اس تمام مضمون کو قرآن شریف نے کیا ہی مختصر الفاظ میں بند کر دیا ہے کہ اہل نظر اور صاحب بصیرت اس آیت کو دیکھ کر یقیناً حالت وجد میں آجائینگے۔

ارشاد ہوتا ہے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر (۴۲ : ۲۶) کہ اگر اللہ اپنے تمام بندوں پر رزق کی کشائش اور فراوانی کر دیتا۔ تو بندے زمین پر سرکشی کرنے (اور نظام عالم کو بگاڑ دیتے) اسی لئے اللہ نے اندازے سے ہر ایک کو دیا کیونکہ اللہ (جو سب کا خالق ہے) اپنے بندوں کی فطرت سے خبیر و بصیر ہے

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ یہ جو بے علمی اور کوتاہ اندیشی سے خیال کر لیا گیا ہے کہ اختلاف مدارج

کلمہ فضل رحمانی کا جواب خود اس کے مؤلف کی زبان سے

قاضی فضل احمد صاحب ریٹائرڈ پولیس کورٹ انسپکٹر سلسلہ احمدیہ کے مخالف نے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی برادرم شیخ محمد شفیع صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لدھیانہ کے نام کر دیا۔ جو ایک اشتہار کی بنا پر تھا۔ اس مقدمہ کے دوران میں قاضی فضل احمد صاحب مستغیث پر ہمارے وکلاء کی طرف سے جو جرح ہوئی۔ چونکہ وہ مذہبی طور پر بہت مفید و کارآمد ہے۔ اس لئے میں اسے افادہ عام کے لئے چھاپتا ہوں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ مؤلف کلمہ فضل رحمانی کس طرح اکثر اپنے منہ سے خود اقرار کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ کہ جو حوالہ میں نے دیا ہے۔ وہ بلفظہ نہیں۔ یا جو مطلب میں نے اس کا بیان کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ یا کم از کم حضرت مرزا صاحب کا وہ عقیدہ جو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں پیش کیا گیا۔ اس کے لئے ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ فیصلہ عدالت کے مندرجہ ذیل الفاظ کا اندراج ہی کافی ہوگا۔

"ایک مسلمان جو نہ قادیان کے نبی کا پیرو ہے۔ اور نہ ہی مستغیث کی طرح دیوانہ دشمن ہے صاف طور پر یہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ جو الزامات مستغیث نے اپنی کتاب "کلمہ" میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر لگائے ہیں۔ وہ جھوٹے اور توڑے مروڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ کہ مرزا صاحب قیامت۔ تقدیر۔ ملائک۔ معجزات اور عذاب قبر پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور قرآن اور احادیث کی صحت کے منکر ہیں۔ اور وہ روزے نہیں رکھتے۔ اور تناسخ کے قائل ہیں۔ نیز یکہ مستغیث مرزا صاحب کی کتب سے یہ

دکھلا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں خدا منوانا چاہتے ہیں۔ اس کے بیانات جرح میں یہ بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ کہ یہ حملے کیسے بے بنیاد۔ بیجا۔ اور غیر منصفانہ ہیں۔ وہ مرزا صاحب کی کتب سے بلفظہ یا ملخصًا حوالے دینے بیان کرتا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے اور مستغیث نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ عبارات نہ تو بلفظہ ہیں۔ اور نہ ہی وہ اصطلاح کے کسی مفہوم میں جہاں وہ خلاصہ کہتا ہے۔ صحیح خلاصے ہیں۔

ہم اس معاملہ پر زیادہ عرق ریزی کر کے وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ جو مستغیث کے بیانات جرح پر سرسری نظر ڈالنے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔"

ترجمہ بیان حلفی قاضی فضل احمد

قاضی فضل احمد پسر قاضی اللہ دین۔ راجپوت۔ ساکن شاہپور ضلع گورداسپور

عمر ساٹھ سال۔ ریٹائرڈ کورٹ انسپکٹر پولیس

ایک اشتہار مورخہ ۱۵؍ ۱۲؍ ۰۵ جس کی اشاعت ۳؍ ۱؍ ۰۶ کو ہوئی۔ یہ اشتہار شامل مثل ہے۔ (P. A) محمد شفیع ملزم نے لکھا اور شائع کیا۔ اور محمد یوسف ملزم نے چھاپا۔ اس اشتہار میں ۲۳ ریمارک توہین آمیز میری نسبت درج ہیں۔ ان ۲۳ ریمارک کا خلاصہ میں نے شامل مثل کر دیا ہے۔ (P. B) محمد شفیع انجمن احمدیہ لودہیانہ کا سکرٹری ہے۔ میں نے ایک کتاب کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی ۱۸۹۷ء میں لکھی اور ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ کے خلاف لکھی گئی تھی۔ (P. C) یہ مرزا صاحب کے رسالہ انجام آتھم کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں میں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ فرقہ گورنمنٹ اور پادریوں۔ اور مسلمانوں کا مخالف ہے۔ اور حضرت یسوع مسیح کو گندی گالیاں دیتا ہے۔[۱]

---

[۱] ٹائیٹل صفحہ ۲۔ ایام الصلح۔ "ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لائیں سو ہماری کسی کتاب میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف (بقیہ حاشیہ)

اس پر احمدیوں نے میرے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ایک مقدمہ کھڑا کر دیا۔ اس میں مجھے ایک دن قید محض اور یکصد روپیہ جرمانہ ہوا۔ اپیل ہیں میں عزت سے بری ہوا۔ اور گورنمنٹ نے مجھے ۵۶۷/۷ خرچ مقدمہ دیئے۔

پھر خواجہ کمال الدین سنہ ۱۹۱۰ء میں یہاں آ ئے۔ اور وید قرآن اور بائیبل کے مقابلہ پر لیکچر دینا چاہا۔ مسٹر ملر نے لیکچر کی اجازت نہ دی۔ احمدیہ اخبار الحکم نے مورخہ ۱۴ جون سنہ ۱۹۱۰ء میں میری شکایت کی

اس موقع پر کونسل ملزمان نے تسلیم کیا کہ احمدیان لودھیانہ اور مستغیث کے درمیان سخت بغض و عناد ہے۔ ملزم محمد شفیع نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔)

یہ اشتہار اسی بغض و عناد کا نتیجہ ہے۔ جو احمدیوں کو میرے ساتھ ہے۔ ملزم کے اشتہار سے پیشتر میں نے ایک اور اشتہار دیوبندیوں کے متعلق شائع کیا تھا جو میں نے شامل مثل کر دیا ہے۔ جو کچھ میں نے اس اشتہار میں لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ مفتی عبدالحمید نے اس اشتہار کی تصدیق کی۔ جو میں نے لکھا تھا۔ دراصل اس نے ہی یہ اشتہار شائع کیا۔ اور اس اشتہار میں میں نے احمدیوں کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔

اس اشتہار سے پیشتر ملزم نے تین اور اشتہار میرے برخلاف شائع کئے۔ جو میں پیش کرتا ہوں 8/بی/۱ د ۱۰/ ۱۱ ۱۷/ اشتہار مورخہ ۱۰/۱۱/۷۶ کی غرض مجھے رنج پہنچانا اور مجھے میری دوستوں رشتہ داروں میں بدنام کرنا۔ اور میری مصنفانہ قابلیتوں پر بٹہ لگانا ہے۔

جو کچھ میں نے کلمہ فضل رحمانی میں لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اور حوالہ جات پر مبنی ہے۔ میں نے محمد شفیع کو معافی کیلئے نوٹس دیا۔ لیکن اس نے معافی نہیں مانگی۔ میں انسپکٹر پولیس درجہ اول تھا اور ۲۵۰ روپیہ تنخواہ لیتا تھا۔ اب مجھے ۱۲۵/۰ روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکہ کھانے والا۔ اور جھوٹا ہے۔ آریہ دھرم صفحہ آخر۔ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اُس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن میں نام و نشان نہیں۔"

بجواب سوالات جرح

نوٹس جو محمد شفیع کو میں نے دیا تھا۔ مجھے دکھلایا گیا۔ (D.B) مستغاث علیہ نے جو نوٹس (D.B) مجھے دکھلایا ہے۔ یہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ میں نے پڑھ لیا ہے۔ یہ ایک مسلمان لدھیانہ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے دونوں رقعے مورخہ ۱۱/۶ ۲۶ء (D.D - D.C) دیکھ لئے ہیں۔ یہ میرے لکھے ہوئے ہیں۔

(۱)

میں نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۱۰ا میں حوالہ بلفظہ دیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۱ کا حوالہ ہے۔ میں نے یہ حوالہ دیا ہے کہ "عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو" ازالہ کا صفحہ دراصل ۵۶۰ ہے۔ فقرہ مندرجہ بالا ازالہ میں نہیں ملتا لیکن مطلب وہی ہے۔[۱]

(۲)

میں نے اپنی کتاب کلمہ کے صفحہ ۱۰۲ نمبر ۱۳ پر مرزا صاحب کی کتاب ازالہ کے صفحہ ۶۸۳ سے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی "جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ ہم نے معلوم کر لیا" (صفحہ ۶۸۳ ازالہ) مجھے یہ فقرہ صفحہ ۶۸۳ پر انہی الفاظ میں نہیں ملتا۔ لیکن یہ ان الفاظ کا خلاصہ کہلا سکتا ہے۔[۲]

---

[۱] ازالہ اوہام کی عبارت یہ ہے۔ "اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو" اس سے ظاہر ہے کہ مستغیث کا یہ کہنا کہ مطلب وہی ہے۔ غلط ہے۔

[۲] ناظرین اصل عبارت ازالہ صفحہ ۶۸۳ کی یہ ہے۔ "ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ ہاں عیسائیوں نے مختلف زمانوں میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا" اس کو سمجھا جا سکتا ہے کہ مستغیث کا بیان کہاں تک درست ہے۔

تا "ظہور" سطر ۸ سے الفاظ "کیا تھا" تک کا ہے۔ لیکن ایک سطر ۸۳ و ۸ کی ہے۔

(۳)

کلمہ ص۱۱۲ نمبر ۲۰ پر میں نے۔ مرزا صاحب کا عقیدہ "قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں" نقل کیا ہے۔ یہ الفاظ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲ ٹائیٹل پیج پر نہیں ہیں۔ لیکن عربی جو درج کی گئی ہے وہ صحیح ہے۔ اس میں عربی الفاظ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ نہیں لکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب قیامت اور تقدیر کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ میں نے مرزا صاحب کی تحریرات میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ جو یہ ظاہر کرے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ جہانتک میں نے ان کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ وہ ان پر ایمان رکھتے تھے۔

- میں نے مرزا صاحب کی کتاب آسمانی فیصلہ پڑھا ہے۔ اس کے صفحہ ۴ پر بھی یوم الآخر اور والقدر وغیرہ درج نہیں ہے۔ حشر نشر اور یوم البعث۔ ہاں درج ہے۔

(۴)

کلمہ کے ص۱۰۵ نمبر ۲ پر میں نے لکھا ہے کہ فرشتہ کوئی نہیں وغیرہ اور توضیح مرام کے خاص صفحات کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے یہ ملخصاً بلفظہ درج کیا ہے۔ جبرئیل بھی فرشتہ ہے۔ آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے جبرئیل پر ایمان ظاہر کیا ہے۔ لیکن وہ جبرئیل پر ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ... کے ص نمبر ۳ پر ظاہر کیا ہے۔ ازالہ کے ص... پر مرزا صاحب نے فرشتوں پر ایمان لانا بیان کیا ہے۔

(۵)

صفحہ ۱۱۳ نمبر ۲۷ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد لکھا ہے۔ کہ "آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا" اور میں نے ازالہ اوہام کے ص۵۱۵ کا حوالہ دیا ہے۔ اس صفحہ پر مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں کہ "ہم اس پر بہرحال ایمان رکھتے ہیں"۔

* دیکھو نمبر ۱۸-۱۹

۶

کلمہ کے صفحہ ۱ نمبر ۱۱ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں؟ میں نے ازالہ کے صفحات ۲۵ و ۲۶ کا حوالہ دیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے۔ کہ یہ بلفظہ بیان کیا ہے۔ ازالہ کے صفحہ ۲۷ پر قرآن کی ایک آیت صحیح بیان کی گئی ہے۔ زنیم کے معنی گنہگار یا زنا کار کے ہیں مجھے کوئی اور معنی معلوم نہیں۔ میں نے مولوی وحید الدین کا قرآن مع ترجمہ دیکھا ہے۔ اُنھوں نے ۲۷ پر یہ ترجمہ کیا ہے را ے پیغمبر تو جھٹلانے والے (کافروں) کا کہا مت مان۔ وہ چاہتے ہیں۔ تو ڈھیلا پڑ جائے تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔ اور اس کی بات مت سن۔ جو بہت قسمیں کھاتا ہے۔ جھوٹا (یا بدکار یا ذلیل) عیب جو (یعنی طعنے مارنے والا) چغلخور۔ اچھے کام سے روکنے والا۔ حد سے بڑھ جانے والا۔ بڑا گنہگار۔ اکھڑ (ظالم یا پیٹو۔ بہت کھانے والا) ان سب باتوں کے سوا بدذات۔ ہم اب اس کے سونڈ (ناک) پر داغ لگا دینگے" قرآن شریف کے حاشیہ نوٹ نمبر ۷ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ بداصل۔ بدقوم۔ زنیم عربی زبان میں وہ شخص ہے۔ جو دوسری قوم کا ہو۔ اور ایک قوم میں آ کر شریک ہو جائے۔ میں مرزا صاحب کی اور کوئی تحریر نہیں دکھلا سکتا۔ جو یہ ظاہر کرتی ہو کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہے

(۷)

کلمہ کے صفحہ ۱۲ نمبر ۱۶ پر میں نے مرزا صاحب کے ازالہ کے صفحہ ۴۸ کا خلاصہ لکھا ہے۔ دراصل مرزا صاحب یہ کہتے ہیں۔ کہ بعض کے خیال کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کی دھمکی تھی" مرزا صاحب نے دھمکی والے خیال کی تردید کی ہے۔ اور اس کو مسمریزم کا ایک شعبہ کہا ہے۔

نوٹ ناظرین ازالہ صفحہ ۱۳ کی یہ عبارت پڑھیں اور سنگنیشن کے بیان کی صداقت کی داد دیں۔ "اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے حرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں۔ تو اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔"

نوٹ ازالہ صفحہ ۴۸۷ میں یوں لکھا ہے علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے۔ جو طبعی کا ایک

(بقیہ صفحہ ۱۵)

(۸)

کلمہ کے ص۱۰ نمبر۴ ا پر میں نے مرزا صاحب کے ازالہ صفحہ ۶۸۸ کا حوالہ دیا ہے۔ اور مرزا صاحب کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت کی الہام اور وحی غلط نکلی تھی۔" جو کچھ ازالہ میں لکھا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

میں مشکوٰۃ کو مانتا ہوں۔ کہ یہ صحیح ہے۔ اس کے صفحہ ۵۹ ۳ پر میں نے یہ حدیث دیکھی ہے۔ عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب ورایت فی رویای ھذہ انی ھززت سیفاً فانقطع صدرہٗ فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم اُحُدٍ

۹

تناسخ کا یہ مطلب ہے۔ کہ مرنے کے بعد روح کسی اور جسم میں چلی جاتی ہے۔ میں نے اپنی کتاب

(بقیہ صفحہ ۱۴۷) روحانی حصہ ہے۔ جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔" اس کے ہمراہ نمبر ا کا حاشیہ پڑھیں۔ ✻ اس کے ہمراہ نمبر ۱۵۔ دیکھو۔ ص۵ ازالہ میں تو یہ لکھا ہے۔ "یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ ایسے امور میں۔ جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے۔ اور نہ ان کی جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں۔ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے۔۔ جس قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں۔ وہ تو بلاشبہ اول درجے کے سچے ہوتے ہیں۔ مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے ان کی کسی قدر تفصیل کرتے ہیں۔ اور چونکہ انسان ہیں۔ اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ مستغیث کا یہ کہنا۔ کہ جو کچھ ازالہ میں لکھا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ صریح غلط ہے۔

کلمہ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب تناسخ[1] کو مانتے ہیں۔ کلمہ کے صفحہ ۱۱۳ نمبر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔ کہ "تناسخ صحیح ہے" اور میں نے مرزا صاحب کی کتاب ست بچن کے صفحہ ۸۴ کا حوالہ دیا ہے۔ شعر جو میں نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب[2] کا ہے۔ مرزا صاحب اس شعر کو مثنوی مولانا روم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ مثنوی کی جو کاپی میرے پاس ہے۔ اس میں یہ نہیں ملتا۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش کی ست بچن کے صہ ۸۴ و ۸۵ پر جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس تناسخ کو مانتے تھے۔ جو میں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۹ نمبر ۵ پر درج کیا ہے

(۱۰)

میں نے یہ لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب یہ کہتے ہیں۔ کہ "خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا"، اور میں نے صہ ۲۵۳ ازالہ کا یہ[3] نقطہ حوالہ دیا ہے۔ لفظ "کہا" غلطی سے لکھا رہ گیا۔

---

[1] جیو اور جسم دونوں خدا تعالیٰ کی پیدائش اور اس کی ملکیت ہیں۔ مگر تناسخ والے تو ایسا نہیں کہتے۔ اس سے تو ان کا تناسخ تو ثابت ہو ویدک تناسخ کا قائل بجز دہریہ اور نیم دہریہ کے۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ست بچن صفحہ ۸۴ و ۸۵۔

(۲) دیکھو سرمہ چشم آریہ۔ پہلی تصنیف شدہ کتاب صفحہ ۶۵ و ۶۶۔ آپ لوگوں کا آواگون۔ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کی ضد پڑا ہوا ہے۔ (ب) بموجب اصول آپ کے تمام سلسلہ خدائی کا گناہوں کے طفیل ہی چل رہا ہے۔

(۳) پھر دیکھو سرمہ چشم صہ ۱۳۱۔ ناک صاحب ویدوں کے بھاری عقیدے سے جو مدار تناسخ ہے۔ اپنی زندگی میں بیزار ہو چکے تھے۔ اور ہادی مطلق نے ان کے دل کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ یہ تحریر ویدوں کی بالکل جھوٹی اور غلط ہے۔

(۴) نسیم دعوت صہ ۴۰ "تناسخ کے مسئلہ جیسا اور کوئی جھوٹا مسئلہ نہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد ہی غلط ہے اور آزمائش کے طور پر بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور انسانی پاکیزگی کے لحاظ سے بھی غلط ٹھہرتا ہے اور خدا کی قدرت میں رخنہ انداز ہونے کی وجہ سے ہر ایک عارف کا فرض ہے۔ کہ اس کو غلط سمجھے۔ دیکھو بر صفحہ ۱۷

(۱۱)

کمہ کے صفحہ ۱۰۹ پر میں نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ سب معجزات۔ جو قرآن میں ہیں۔ وہ مسمریزم ہیں۔ اور میں نے صفحہ ۴۸، صفحہ ۵۳ ازالہ کا حوالہ دیا ہے۔

میں[^1] نے اپنی کتاب کے نمبر ۱۴ میں یہ عنوان دیا ہے۔ کہ "قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں" صفحہ ۴۸ تا صفحہ ۵۰ میں صاف طور پر یہ نہیں بیان کیا گیا۔ کہ تمام معجزات مسمریزم ہیں۔ یہاں جو معجزات بیان کئے ہیں۔ ان کے الفاظ سے میں نے یہ عنوان دیا ہے۔ اور مرزا صاحب کے اس اعتقاد کی بنا پر جو کہ دوسری جگہ ظاہر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام ۱۸۹۳ء؁ شایع ہوئی۔ اور میری کتاب ۱۸۹۸ء؁ میں آئینہ (یعنی آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صاحب) کے صفحہ ۶۵ پر یہ بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے بدر کی جنگ میں کنکروں کی مٹھی دشمن کی طرف پھینکی۔ اور جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ مرزا صاحب اس معجزے پر ایمان رکھتے ہیں۔ آئینہ کے صفحہ ۱۶ پر شق القمر کا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔ جس پر مرزا صاحب کو ایمان ہے۔ یہ دونوں معجزات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔

ان دونوں کے علاوہ جس قدر معجزات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو مرزا صاحب مسمریزم کہتے ہیں۔ مرزا صاحب ان دونوں معجزات کے منکر کو غلطی پر کہتے ہیں۔

مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر کے صفحہ ۷۴ پر یہ اشعار درج ہیں۔

معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
برہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

لیکن دیکھو صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۸ صفحہ ۵۲ صفحہ ۵۳ ازالہ اوہام جس میں یہ ایمان ظاہر نہیں کیا گیا[^2]

[^1]: (نوٹ صفحہ ۱۶) اصل الفاظ یہ ہیں "خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا۔ اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرا رنج نہیں گذرا" (براہین احمدیہ)

[^2]: مستغیث غلط کہتا ہے۔ معجزات پر ہر جگہ مسیح موعود نے اپنا ایمان ظاہر کیا ہے۔ ازالہ کے اس صفحہ ۳۰۲ میں صاف لکھا ہے کہ "انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ (بقیہ صفحہ ۱۸)

لفظ "سب" مرزا صاحب کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ متعلق معجزات مردوں کے

(۱۲)

کلمہ کے صفحہ ۱۳ سطر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد لکھا ہے۔ کہ "عذاب قبر نہیں ہے۔" اور میں نے ازالہ کے صفحہ ۱۴۵ کا ملخصاً حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الفاظ نہیں لکھے لیکن میں نے یہ الفاظ عنوان عبارت سے نقل کئے ہیں۔ ازالہ کے صفحہ ۳۵۸ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ بدکار آدمی جب قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔ تو دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ یا بعض کے خیال کے مطابق وہ دوزخ میں ہی ڈالدیئے جاتے ہیں۔ میں حنفی مسلمان ہوں۔ میں قبر میں بدکار آدمی کے لئے دوزخ کی کھڑکی اور نیک آدمی کے لئے بہشت کی کھڑکی کھلنے پر ایمان رکھتا ہوں۔

(۱۳)

صفحہ ۱۳ سطر ۱۱ کلمہ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ خدا نے مرزا صاحب کے اگلے پچھلے گناہ سب بخشدیئے اور میں نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۹ کا حوالہ دیا ہے اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک

(بقیہ صفحہ ۱۷) جو محض سماوی امور ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔ (۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں۔ جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسے الہام الٰہی کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس ایمان لائی۔"

اور ازالہ کے صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔" اور صفحہ ۳۱۲ میں فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا۔ کہ یہ عمل الترب ہے۔ اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا هذا هو الترب الذی لا یعلمون یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔" اس کے علاوہ صفحہ ۳۰۸ ازالہ میں فرمایا ہے کہ علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے۔ جس (بقیہ صفحہ ۱۹)

لیکن میں نے مرزا صاحب کی تشریح درج نہیں کی۔ جو کہ ص ۱۹۱ پر درج ہے۔

(۱۴)

کلمہ کے ص ۳۴ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ "لیجئے حضرت !!! میں مرزا صاحب کا خدا بننا بھی ان کی تالیفات و تحریرات سے ہی نکال کر پیش کرتا ہوں۔"

الف میں میں نے ازالہ کے صفحہ ۵۳ کا حوالہ دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ "غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی سے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا۔ اور نبی بھی۔" مگر براہین مرزا صاحب نے تالیف کی تھی۔ اس لئے میں نے یہ لکھا۔ کہ مرزا صاحب خدا بھی بن گئے۔

ب۔ میں میں نے الہام نقل کیا ہے۔ " اس شان کا مدعا ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔" مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق اس کا متکلم خدا ہے۔

(۱۵)

کلمہ کے ص ۷۲ نمبر ۱۱ پر میں نے یہ عنوان دیا ہے۔ کہ حضرت "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی" یہاں یہ لکھا ہے کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ شرح عقائد نسفی میں جو عقائد درج ہیں میں ان کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۲۰۹ پر یا اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ نبی اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے۔ (خطائی الاجتہاد) لیکن وحی کے معاملات میں غلطی نہیں کر سکتا۔ رویا وحی میں داخل ہے۔ قرآن کے ص ۸۳۹ پر نبی کریم کا ایک خواب درج ہے جو آنحضرت نے مدینہ میں دیکھا تھا۔ کہ آپ مکہ میں حج کر رہے ہیں۔ اس پر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ کو روانہ ہو گئے۔ لیکن مکہ کے قریب کفار نے آپ کو روک دیا۔ یہاں صلح ہو گئی۔ اور آنحضرت بلا ادائے حج شرائط صلح کے مطابق مدینہ کو واپس آ گئے۔ اور شرائط صلح کے مطابق اگلے سال حج ہوا۔

۱۶

کلمہ کے ص ۵ کے حاشیہ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب "قرآن شریف اور احادیث شریف

(بقیہ ص ۱۸) میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات بتائے جاتے ہیں۔ * دیکھو حدیث (بقیہ ص ۲۰)

سے انکاری ہیں"۔ میں نے کلمہ فضل رحمانی انجام آتھم (مصنفہ مرزا صاحب) کے جواب میں تالیف کی۔ اس کے ص۱۴۳ و ص۱۴۴ پر مرزا صاحب اپنا ایمان بالفاظ ذیل بیان کرتے ہیں۔

"ولا دین لنا الا دین الاسلام ولا کتاب لنا الا الفرقان کتاب اللہ العلام ولا نبی الا محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وجعل اعداءہ من الملعونین اشهدوا ؎۱ انا نتمسک بکتاب اللہ القرآن ونتبع اقوال رسول اللہ منبع الحق والفرقان"

(۱۷)

کلمہ کے صفحہ ۵۳ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ پس بقول مرزا صاحب ثابت ہو گیا۔ کہ "مرزا صاحب کا خدا عاجی۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا ہے"۔ براہین مرزا صاحب کے ص۵۵۵ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے "ربنا عاج" لغاتوں میں عاج کے معنی ہاتھی دانت کا۔ یا گوبر کا لکھے ہیں۔ یا وہ معنی جو میں نے ص۵۳ پر لکھے ہیں ص۵۵۶ پر مرزا صاحب نے جہاں یہ الہام لکھا ہے بریکٹ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے"۔ یہ لفظ عاج ڈبل جیم سے نہیں پڑھا جا سکتا۔ میرے علم میں اس کا مخرج عج نہیں ہے میں نے رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب (مصنفہ مرزا صاحب نمبر) پڑھی ہے۔ جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں ہوا تھا۔ رپورٹ ۱۸۹۷ء میں چھپی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۴ تک مرزا

(بقیہ صفحہ ۱۹) مشکوٰۃ مندرجہ نمبر ۹۱ ؎۱ آپ کیوں درج کرتے۔ اس میں تو آپ کا صریح نقصان تھا اچھا ہم درج کر دیتے ہیں۔ دیکھو حاشیہ ص۵۹۱ "اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندے کی مرضی بنائی گئی اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئیں۔ ؎۲ کیا لطیف اور قابل داد دلیل دی ہے

؎۱ یعنی ہم کتاب اللہ۔ قرآن۔ اور اقوال رسولؐ (احادیث پر ایمان رکھتے ہیں۔
؎۲ پس تمہارا الزام کس قدر غلط ثابت ہوا۔

صاحب کی تقریر مندرج ہے۔ صفحہ ۱۲۳ پر یہ لکھا ہے۔ الملک القدوس یعنی وہ خدا بادشاہ ہے۔ جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ میری کتاب کلمہ ۱۸۹۸ء میں چھپی تھی

(۱۸)

میں نے اپنی کتاب کلمہ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب **فرشتوں** کے منکر ہیں۔ انجام آتھم کے صفحہ ۴۵ پر مرزا صاحب ملائک اور حشر نشر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ان سے منکر ہیں ان کو ملعون اور خسرۃ فی الدنیا والآخرۃ کہتے ہیں۔ کتاب فقہ اکبر امام ابو حنیفہ صاحب رح کی ہے۔ جن کا میں پیرو ہوں۔ وہ یوم الآخر کو مانتے ہیں۔ بعث بعد الموت میں یوم الآخر شامل نہیں۔ میں ملاں علی قاری کو حنفی مانتا ہوں۔ فقہ اکبر صفحہ ۱۵ میں ملاں علی قاری کہتے ہیں۔ کہ امام صاحب رح بعث **بعد الموت** سے **یوم الآخر** مراد لیتے ہیں۔ لیکن میں نے ایک اور اصلی کتاب میں دیکھا ہے کہ دونوں فقرات لکھے ہیں۔

پورا ایمان اس طرح ہے۔ امنت باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت

یہ ساتوں فقرات قرآن میں ایک جگہ بیان نہیں کئے گئے۔ سورہ بقر صفحہ ۹ میں پہلے چار دیئے گئے ہیں۔ صفحہ ۱۶۱ میں پہلے پانچ بیان کئے ہیں۔ صفحہ ۱۶۸ صفحہ ۱۶۹ مرزا صاحب کی حقیقۃ الوحی میں یہ لکھا ہے۔ **کہ یوم الآخر کے منکر کی نجات نہیں ہو سکتی۔**

(۱۹)

مرزا صاحب کی آثار مبارکہ کے صفحہ ۳ پر قضا و قدر پر ایمان ظاہر کیا ہے **قضا و قدر اور تقدیر** ایک ہی معنی ہیں۔

۱۷۔اپریل ۱۹۱۰ء کو بیان تک کارروائی مقدمہ پہنچنے کے بعد اگلی تاریخ ۲۴۔اپریل ۱۹۱۰ء مقرر ہوئی۔ ۲۲۔اپریل کو قاضی فضل احمد صاحب نے ایک خط پرائیوٹ طور پر عدالت کو بذریعہ ڈاک بھیجا۔ جسے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ۲۴۔اپریل کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے برسر اجلاس فریقین کو سنا دیا۔ اور پھر اپنے ریمارک کے ساتھ شامل مثل کیا۔ جو یہ ہے:۔

نقل خط قاضی فضل احمد مستغیث جو ۲۲۔ اپریل کو پرائیوٹ طور پر عدالت کو بذریعہ ڈاک بھیجا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالی۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان

بحضور جناب حاکم دوراں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ

جناب عالی خاکسار نے لاچار ہو کر اپنی عزت اور جان بچانے کے لئے۔ اور توہین و بیعزتی کی دادخواہی کی غرض سے عدالت میں نالش دائر کی تاکہ دشمنوں سے خاکسار کو بچایا جائے مگر عاجز دیکھتا ہے۔ کہ حضور کی عدالت میں ابتدا ہی سے جو سلوک میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ مجرموں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ خداوند کریم کا حکم قولو اللناس حسنا ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے کام کرنے کا ہے۔ مگر خاکسار کو برسر اجلاس۔ او قاضی! او بیوقوف!! پکارا جاتا ہے۔ اور دشمنوں میں میری سخت تضحیک کی جاتی ہے۔ اب تمام شہر میں جا بجا دشمنوں نے اس بیعزتی کو مشتہر کر دیا۔ جس سے خاکسار کو سخت رنج پہنچا۔ حتی کہ اگر اسلام میں ارتکاب خودکشی حرام نہ ہوتا۔ اور خاکسار بے علم ہوتا۔ تو شاید عدالت حضور میں حاضر ہونے کے قابل نہ ہوتا۔ مگر افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد خدا کے سپرد کرتا ہے۔ اور روز قیامت کو جس پر میرا ایمان ہے۔ اپنے اعمال کی سزا و جزا کے لئے تیار رہوں۔ ان اللہ مع الصابرین۔ زیادہ آداب

خاکسار احقر العباد فضل احمد عفا اللہ عنہ رقومہ ۲۲۔ اپریل ۱۹۱۷ء

نقل ریمارک صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مورخہ ۲۴ اپریل ۱۷ء

پیشتر اس کے کہ مقدمہ شروع کیا جاوے مجھے یہ نوٹ کر دینا چاہئے۔ کہ مستغیث قاضی فضل احمد کی طرف سے بذریعہ ڈاک ایک غیر معمولی خط مجھے موصول ہوا ہے یہ ۲۲ کا لکھا ہوا ہے۔ میرے لئے اور کوئی طریق نہیں بجز اس کے کہ اس خط کو بجنسہ مثل کے شامل کر دوں۔

یہ کہ اس کو عدالت میں بیوقوف کہا گیا تھا۔ محتاج تشریح ہے۔ قاضی کی یہ عادت ہے،

کہ ہر ایک سوال پر جو جرح میں اس سے پوچھا جاتا ہے۔ بحث شروع کر دیتا ہے۔ اگرچہ بارہا اس کو تنبیہہ کی جا چکی ہے۔

اس کے اس اظہار کے متعلق جب اس پر جرح ہو رہی تھی۔ کہ مرزا صاحب مدعی ہیں کہ ان کے تمام گناہ بخشے گئے۔ تو میں نے اس سے یہ دریافت کیا۔ کہ آیا وہ انبیاء کو معصوم سمجھتا ہے یا نہیں۔ اس نے یہ جواب دیا۔ کہ مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ اور ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا میں مرزا صاحب کو نبی مانتا ہوں۔ میں نے یقیناً اسے کہا کہ بیوقوف مت بنو۔ بلکہ سیدھے جواب دو۔

میرا مطلب اس کو یہ بتلانے کا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے جب کہ نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ تو معصوم ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہوگا۔ مگر اس نے اس سوال کا سیدھا جواب نہ دیا۔ اور یہ معاملہ چونکہ نتیجہ خیز نہ تھا۔ اس واسطے مثل پر نہ لایا گیا۔

فریقین کو اس امر کا جاننا لازم ہے۔ کہ چٹھی کا مجھ پر کچھ بھی اثر نہیں پڑے گا۔ جہاں تک کہ اس کا مقدمہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اگرچہ ایک ریٹائرڈ کورٹ انسپکٹر آف پولیس کی جانب سے جیسا کہ مدعا ہے عدالت کے نام ایک پرائیویٹ چٹھی بھیجنا ایسا تعجب خیز امر ہے۔ کہ اس کی کچھ تشریح نہیں کیجا سکتی۔ اور ضروری ہے۔ کہ یہ حرکت قابل ملامت متصور ہو۔

لدھیانہ: ۲۲-اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

دستخط مجسٹریٹ درجہ اول

اس قدر کارروائی کے بعد مستغیث پر ۲۴-اپریل کو جو جرح ہوئی۔ وہ یہ ہے:-

مشکوٰۃ[1] کے ص ۵۵۵ پر یہ لکھا ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ[*] قد شہد بدرًا وما یدریك لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنة وفی روایة فقد غفرت لکم

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق کوئی شخص ظاہر ہوا۔ بدر کی لڑائی میں۔ اور کہا تجھے

[1] یہ جرح ۲۴ کو ہوئی۔ [*] انہ کی ضمیر کا مرجع حاطب بن ابی بلتعہ صحابی ہے۔

معلوم ہے۔ کہ اللہ ظاہر ہوا اہل بدر پر پھر فرمایا کرو تم جو چاہتے ہو۔ واجب ہوگئی تمہارے لئے جنت۔ اور ایک روایت ہے کہ میں نے تم کو بخشدیا۔

(۲۰)

کلمہ کے صد ۱۱۳ نمبر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کے عقیدہ کا عنوان دیا ہے۔ کہ "دخان کچھ نہیں ہوگا" اور میں نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صد ۵۱۳ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ الفاظ کہ دخان کچھ نہیں ہوگا۔

" میرے ہیں۔ جو مرزا صاحب کی تشریح ہے۔ وہ اس[1] میں موجود ہے۔

(۲۱)

کلمہ صد ۵ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ "ان کی الہامی کتاب انجیل انجام آتھم معہ ضمیمہ ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہو" ان کی سے مراد احمدیوں کی ہے۔ براہین احمدیہ کے صد ۳۶۲ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ "الہام کامل و حقیقی کہ جو برہمو سماج والوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کے ہر ایک قسم کے وساوس کو کلی دور کرتا ہے۔ اور طالب حق کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتا ہے وہ فقط قرآن شریف ہے۔ اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں۔

(۲۲)

کلمہ صد ۵ پر میں نے مرزا صاحب کا عقیدہ لکھا ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور میں نے کلمہ کے صد ۲۳ پر مرزا صاحب کے ازالہ کے صد ۷۶ اور ۷۷ کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے ازالہ کے صد ۷۷ پر اس کو اپنا

---

[1] ازالہ صفحہ ۵۱۲ - ۵۱۳ سورہ دخان کی بعض آیات نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم و شدید ہے۔ جو سات برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ میں پڑا کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں۔ جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث میں مفصل اس کا بیان ہو۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا اس طرح پر کہ

کشف[1] لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے عقیدہ نہیں لکھا۔

(۲۳)

کالم ۱۲۲۳ فقرہ ۴ پر میں نے یہ عنوان بطور مرزا صاحب کے عقیدہ کے لکھا ہے۔ کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہونگے میں نے ازالہ کے ص ۵۰۲ و ص ۵۰۹ کا بلفظہ حوالہ دیا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ مرزا صاحب قرآن کے یاجوج ماجوج کو نہیں مانتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یاجوج ماجوج کا ذکر بائبل حزقیل میں ہے دیکھو حزقیل باب ۳۹ یا نہیں۔ قرآن میں یاجوج و ماجوج کی بابت اس طرح لکھا ہے:۔

(۱) قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج ماجوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لک خرجا

(۲) حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون

(۲۴)

کالم ۱۲ فقرہ نمبر ۴ پر میں نے مرزا صاحب کے اعمال میں لکھا ہے۔ کہ "مرزا صاحب روزے بھی رمضان شریف کے نہیں رکھتے" نور الحق جو مرزا صاحب کی کتاب ہے کے ص ۵ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔ ونؤمن .... ونصلی[2] ونصوم

اس کے بعد جو کارروائی ہوئی۔ وہ کالم فضل رحمانی کے متعلق نہیں اس لئے نہیں چھاپی گئی۔ ہاں اس میں سے جو ضروری اقتباسات ہیں وہ لے لیتے ہیں۔ مستغیث نے بیان کیا کہ

---

[1] ازالہ کے ص ۔ میں لکھا ہے۔ کہ اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے اس کے عجائبات قدرت اسی طرح ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں۔ کہ وہ غریبوں۔ اور فقیروں کو عزت بخشتا ہے۔ اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے علماء و فضلاء اس کے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذلیل۔ حقیر۔ امی۔ جاہل۔ نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہے۔ اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

[2] ترجمہ۔ ہم مومن ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔

دوسرے اعتقاد میں شاہ عبدالحق دہلوی حنفی تھے - میں ان کو دیو بندیوں جیسا حنفی سمجھتا ہوں - وہ دیو بندیوں جیسے اہلسنت والجماعت ہیں - موخرالذکر ان کے پیرو ہیں - دیو بندی خاص اعتقادات میں اہل سنت والجماعت کے مخالف ہیں - میں دیو بندیوں کو اہل سنت والجماعت سے خارج کرتا ہوں - میں ان کو کافر نہیں کہونگا لیکن عرب سے ان کے کفر کے فتاوی آئے ہیں - یہ فتاوی صحیح ہیں - میں محلہ ٹنکور میں رہتا تھا - وہاں ایک مسجد ہے - جو نیر بخش کی مسجد کہلاتی ہے - اس مسجد کا امام حافظ محمد اسمعیل تھا - مجھے اور اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ وہ دیو بندی ہے - تو ہم نے اس کو نکال دیا - کیونکہ وہ رسول اللہ کی بے ادبی کرتا تھا ...... اہلحدیث دیو بندیوں اور اسمعیلیوں کی امامت ناجائز ہے - اور وہ قابل نفرت ہیں -

بیان مستغیث بجواب مورخہ ۱۹ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء

جو شخص بھی وہ عقائد رکھے - جو میں نے اپنے اشتہار میں درج کئے ہیں - وہ ایسا ہی ہے جیسے اسمعیلی وہابی اور دیو بندی ہیں - اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے - جو شخص مولوی اسمعیل کو شہید سمجھتا ہے - وہ اسمعیلی ہے - احمدیوں کے بعض عقائد وہی ہیں جو اسمعیلیوں - وہابیوں اور دیو بندیوں کے ہیں - جن کا میں نے اپنے اشتہار میں ذکر کیا ہے - ....

میں نے یہ بیان دیا تھا - کہ احمدی برٹش گورنمنٹ کے مخالف ہیں - مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوا ہے - میں نے کتاب انجام آتھم[۱] ۹۰۵ x ۶ کا صفحہ ۶۳ دیکھا ہے وہاں یہ لکھا ہے "اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بد خواہ ہوں - یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے - یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیر خواہ اور وفادار کو بد خواہ اور باغی تصور کرے - میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیر خواہی میں ابتدا سے آجتک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی - اور میں نے ہزار ہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کرکے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی چاہئے - اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بد ذاتی ہے -"

صفحہ ۵۰۹ جلد دوم ازالہ اوہام[۲] پر مندرجہ ذیل عبارت ہے -

"اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں - سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت

[۱، ۲] دونوں کتابیں از تصنیف حضرت مرزا صاحب ہیں -

نالایق وہ مسلمان ہے۔ جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم اسکا شکر نہ کریں۔ تو پھر ہم خدا تعالےٰ کے بھی ناشکر گذار ہیں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۲ پر مرزا صاحب نے شرائط بیعت کی تشریح اس طرح پر کی ہے۔

"دوم یہ کہ زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔"

صفحہ ۲۳۷ مجموعہ اشتہارات مسیح موعود جلد اول میں حسب ذیل لکھا ہے۔

"اور ہم اپنی گورنمنٹ انگریزی کو ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔ جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا۔"

ایام الصلح ٹائیٹل پیج۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں

"ہم اس بات کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے۔ جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکہ کھانیوالا اور جھوٹا ہے۔"

صفحہ ۳۰۲ مجموعہ اشتہارات پر لکھا ہے۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا"

صفحہ ۵۰ جنگ مقدس مصنفہ مرزا صاحب

"حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ٹھیراتے رہے۔ خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بیشک ہیں خدا تعالےٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔

نوٹ { بخاری شریف جلد دوئم صـ ۱۰۴ کی ایک منتخب شدہ عبارت[ؔ] ڈفنس کی طرف سے پیش کی گئی (اور بیان کیا کہ) کہ مستغیث اس پر اعراب لگا دے۔ اور اس نے لگا دیئے۔ (ع × ع) اعراب جو مطبوعہ

ؔ عربی عبارت۔ بَابُ الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بن اَبِي اَيَاسٍ

کتاب پہ لگے ہوئے ہیں یہ مجھ ہیں۔ مولوی نورالدین مرزا جی کے خلیفہ تھے۔ مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین کے صفحہ ۲۴۳ پر مولوی اسمٰعیل کو شہید اور ان کے بیٹے محمد عمر کو بزرگ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۴۱ پر مولوی اسمٰعیل کو شہید لکھا ہے۔ ....

مولانا نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ کے صفحہ ۵۹ پر مندرجہ ذیل لکھا ہے۔

"میں نے ہوش سنبھالتے ہی۔ مولوی خرم علی۔ مولوی اسمٰعیل۔ مولوی محمد اسحٰق کی کتابوں نصیحۃ المسلمین۔ تقویۃ الایمان۔ اور ردیاۃ المسلمین کو پڑھا۔ اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑھا۔ کہ ہر غلطی سے بحمداللہ محفوظ رہا"

مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھا ہے کہ

"کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو"

سید احمد صاحب بریلوی مولوی اسمٰعیل کا روحانی پیشوا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۸) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَشُوا عَيْنَهَا فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ لَا تَكَحَّلْ قَدْ كَانَتْ أَحَدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَلَا حَتَّى أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ عَشْرٌ

اعراب مجھے لگائے ہیں

(دستخط قاضی فضل احمد مستغیث) ۱/ ۲۷

ل × نشان غلطیوں کے ہیں جو اللہ نے ان پر یہ فیصلہ دیا ہے:۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مستغیث علوم دینی میں نیم تعلیم یافتہ آدمی ہے۔ اور اس کا علم عربی بہت ہی ناقص اور سطحی ہے۔ جیسا کہ ڈیفنس کی پیش کردہ عبارت پر اس کے اعراب لگانے کی کوشش سے ظاہر ہوا ہے۔ جس میں بیشمار غلطیاں ہیں۔ جیسا کہ ضرب المثل ہے نیم حکیم کو خطرہ جان کہا گیا ہے۔ مستغیث جو کہ نیم ملا ہے) خطرہ ایمان ہے

ایک پادری صاحب سے گفتگو

پچھلے دنوں ایک چیف مشنری سے ہمارے نومسلم بھائی فاضل بائبل کی گفتگو ہوئی جو قلم بند کر کے چھپنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

پہلا سوال ثلاثہ اقانیم میں سے صرف اقنوم ابن یعنی مسیح نے کیوں تجسّم اختیار کیا اگر تجسّم اختیار کرنا اچھی صفت تھی۔ تو باقی دو اقانیم اس اچھی صفت سے کیوں محروم رہے۔ اور بصورت دیگر الوہیت کا نقص ہے۔ تمام اناجیل مشہورہ و موجودہ کی رُو سے کلیساؤں کا یہی اعتقاد ہے۔ کہ اقنوم ثانی نے جامہ انسانی پہنا تھا۔ نہ کہ کسی دوسرے اقنوم نے۔ اگر آپ فرماویں کہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ صرف اقنوم ثانی نے تجسّم اختیار کیا تھا بلکہ خدا نے جامہ انسانی پہنا تھا۔ جس کی ہم تقسیم نہیں کر سکتے۔ تو عقائد مروجہ کو اس کی خبر نہیں۔ اور نیز عقیدہ تثلیت کے یہ صریح مخالف امر ہے ؏

پادری صاحب چیف مشنری نے فرمایا کہ "ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا نے تجسّم اختیار نہیں کیا بلکہ ایک اقنوم فلاں نے۔ دوئم اس مسئلہ کو ہم نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ سمجھا سکتے ہیں۔ آگے چلئے دوسرا سوال کیجئے ؏

دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ مقدس متی اپنی انجیل کے دوسرے باب کی تئیسویں آیت میں فرماتے ہیں۔" اور ناصرۃ نام ایک مقدس ایک شہر میں جا بسا (یعنی یوسف نجار مع حضرت مسیح اور مقدسہ مریم کے) تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا۔ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا متی ۲ ؏

اعتراض یہ ہے کہ تمام تورات۔ مزامیر۔ صحف الانبیاء پڑھ جاؤ۔ کسی نبی کی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ "وہ ناصری کہلائیگا" اور اگر آپ یہ تاویل فرماویں کہ یسعیاہ ۱۱ میں لفظ نتصر جو ناصرہ سے مشتق ہے۔ بعینہٖ آیا ہے۔ تو اسکے جواب میں عرض ہے کہ وہاں اس سے مراد چھوٹا پودا ہے۔ جو مسیح کے لئے نہیں۔ پر ایک دوسرے شاہزادہ کے لئے آیا ہے۔ اور نیز یسعیاہ ۱۱ کو

اس جملے سے "وہ کہ ناصری کہلائیگا" کچھ علاقہ نہیں ٭

پادری صاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ یہ موجودہ بیبل میں نہیں ہے۔ اور جن کتب میں یہ لکھا تھا۔ وہ کتابیں اب نہیں ملتی ہیں۔ اور میں مانتا ہوں کہ بیبل میں غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ کتاب مقدس لفظ بلفظ خدا کی طرف سے ہے۔ بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صرف تعلیم خدا کی طرف سے ہے ٭

تیسرا سوال میرا یہ ہے کہ مقدس متی اپنی انجیل کے ستائیسویں باب کی نویں آیت میں لکھتا ہے "اسوقت جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔ پورا ہوا۔ کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی۔ انہوں نے اسکی قیمت کے تیس روپے لئے"۔ متی کی انجیل ۲۷/۹ ٭

اب یرمیاہ نبی کی کتاب بیبل میں موجود ہے۔ ساری پڑھ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یرمیاہ نے اپنی کتاب میں کہیں یہ پیشگوئی نہیں کی۔ ذکریاہ نبی کی کتاب کے ۱۱/۱۲ میں ایک اور قسم کی عبارت بے شک لکھی ہوئی ہے۔ جسمیں صرف "تیس روپے قیمت" یہ ثلاثہ الفاظ موجود ہیں۔ اور کوئی مناسبت یا لگاؤ متی کے ۲۷/۹ کی عبارت سے اس کو نہیں ہے۔ اب آپ بتادیں کہ مقدس متی نے کیوں یرمیاہ کی کتاب کا حوالہ دیا۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ متی اپنی انجیل کے چھبیسویں باب تک پیشگوئیوں کے درج کرتے وقت انبیاء کے اسما کے تحریر کرنے میں خصوصیت سے ممتاز ہے۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۸۶ میں اسبات کو صاف کر دیا ہے کہ "ذکریاہ کی کتاب کے گیارھویں باب کی بارھویں آیت والی پیشگوئی کو اس پیشگوئی کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس آپ اس کا مفصل جواب دیویں ٭

آپ نے جواب میں فرمایا کہ "میں مانتا ہوں یہ غلطی ہوئی ہے۔ لیکن اس سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ غلطی ہو گئی ہے ہو جاوے۔ آپ اگلا سوال کریں ٭

چوتھا سوال میرا یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ اور نیز دعا میں بھی یہی کلمات کہے تھے کہ "ہم سب کو مسیح کی مانند بننا چاہیئے"۔ اور نیز یہ کہ "مسیح کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہم ذرے سے آفتاب بن سکتے ہیں۔ کیونکہ مسیح نے فرمایا۔ جو کام میں کرتا ہوں تم بھی کروگے"۔ پس آپ کے اس فرمان پر میرا یہ اعتراض ہے۔ کہ مقدس متی کی انجیل کے اکیسویں

باب کی اکیسویں آیت میں مسیح کا فرمان یہ ہے:۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اگر ایمان رکھو۔ اور شک نہ کرو۔ تو نہ صرف وہ کرو گے۔ جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہُوا۔ بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے۔ کہ تُو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یہ ہو جائیگا۔ اور جو کچھ دُعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تمہیں ملیگا۔ متی ۲۱ ۲۱ و ۲۲ -

اسی معیار مسیحیت یا شاگردی کے علامات کو مقدس مرقس یوں بوضاحت بیان فرماتا ہے:۔ مرقس کی انجیل سولھواں باب سترہ آیت یُوں ہے:۔

" اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالینگے۔ نئی نئی زبانیں بولینگے۔ سانپوں کو اٹھائیں گے۔ اب اسکے علاوہ مقدس یوحنا کی بھی سُنئے:۔ یوحنا کی انجیل باب ۱۴ آیت ۱۲ میں مسیح فرماتا ہے:۔" میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا۔ بلکہ ان سے بھی بڑے بڑے کام کریگا"۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ" ہم سب کو مسیح کی مانند بننا چاہیئے"۔ سو واضح ہو کہ مقدس رسول تو تحریر فرماتے ہیں کہ" تم سب میری مانند بنو۔ جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں۔ پس رسول پولوس چال چلن میں خداوند کے لائق تھا۔ وہ معجزات بھی دکھلاتا تھا۔ جو ہرسہ اناجیل کے محولہ بالا مقامات کی رُو سے مسیح کا سچا شاگرد تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب ساری کلیساؤں کے تمام ایمانداروں میں سے ہرایک کو چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا معیار کی رو سے معجزات دکھا کر اپنے آپ کو مسیح کا سچا شاگرد ثابت کریں۔ اور میں مودبانہ التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ جو مسیح کے نائب ہیں۔ مجھے ضرور یہ معجزات دکھا کر قائل کریں۔ اور اس سوال کا جواب بصورت منفی دینے میں جو فتویٰ آپ پر عاید ہوسکتا ہے آپ خود ہی سوچ لیں یا کوئی مسیحی ایماندار ایسا پیش کریں۔ جو اس معیار کی رُو سے صادق شاگرد کہلوا سکے۔

اور اگر آپ ان امور کی تاویلات فرماویں۔ اور رُوحانی معجزات یعنی بے دینوں کو دیندار بنانا اور پہاڑوں سے مُراد بڑے بڑے آدمی اور زہر سے مُراد بد آدمیوں کا اثر وغیرہ لیں تو پھر مسیح کے تمام معجزات کی بھی ہم تاویں کرینگے۔ اور اس طرح موجودہ طریق کی رُو سے مسیح علیٰ

کا کوئی معجزہ بھی خصوصیت سے ذکر کے قابل نہیں رہے گا۔ آپ جواب دیویں۔

پادری صاحب نے فرمایا۔ کہ" فلاں موقعہ پر میں بیمار تھا۔ اور فلاں موقعہ پر فلاں صاحب بیمار تھے۔ اور ایک مرتبہ ایک لڑکا بیمار تھا۔ (یہ مختلف مواقع کا ذکر ہے) اور ایسے بیمار تھے کہ ہر ایک قریب المرگ تھا۔ فلاں فلاں پادری صاحب نے آکر دعا کی۔ اپنے اپنے موقعہ پر ہم سب اچھے ہوگئے یہ کیا کم معجزہ ہے۔ پھر کون مذہب ہے۔ جسکو قبول کرنے سے بدکار سے بدکار چند ایام میں نہایت نیک اور دیندار ہو جاوے۔ پھر آپ بتادیں کون مشکل کام ہے۔ ایک بدکار کا اچھا ہوتا یا پہاڑ کا اُٹھ جانا میں انسان کے روح کی بہ نسبت پہاڑ کے ہلنے جلنے کے بہت قدر کرتا ہوں"۔ مینے جواب الجواب کی یہ کہکر اجازت لی کہ مجھے اس جواب کی کچھ نہیں آئی۔ آپ اسوقت کوئی معجزہ دکھاویں۔ فلاں موقعہ کی ہم بات نہیں کرتے۔ اب ثبوت دیویں۔ اور تمام مذاہب والے یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب کو قبول کرنے سے آدمی فوراً نیک ہو جاتا ہے۔ اور پہاڑ کا ہلنا جلنا یعنے متحرک ہونا بہ نسبت انسان کے نیک ہوجانے کے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن محض ہے۔ لہذا آپ اناجیل کے فرمودہ معیار کی رُو سے معجزات دکھاکر اپنے آپ کو مسیح کا سچا شاگرد ثابت کریں ؞

پانچواں سوال بموجب متی $\frac{5}{17}$ کے مسیح یسوع توریت اور صحف الانبیاء کے نہ صرف مُصدق و مُوئید بلکہ متبع بھی تھے۔ اب احبار کی کتاب کے گیارہ باب کی چھٹی آیت پڑھیے۔ جہاں چوپائے جانوروں اور پرندوں کی صفات و خواص بتاکر ان کی حلت و حُرمت کے احکام نازل ہوئے ہیں۔ اور خرگوش کو اس واسطے حرام کیا ہے۔ کہ "جگالی کرتا ہے"۔ یہ امر آپ کو معلوم ہے کہ خرگوش جگالی نہیں کرتا ہے۔ خدا نے کیوں اُسے جگالی کرنیوالا جانور قرار دیا ہے۔ پادری صاحب نے جواباً فرمایا کہ میں اس کا کچھ جواب نہیں دُونگا۔ کیونکہ مینے وعدہ کیا تھا کہ حضرت مسیح اور صلیب و اناجیل کی نسبت جواب دُوں گا۔ یہ سوال ٹھیک نہیں آگے چلئے ؞

چھٹا سوال یہ کیا کہ بقول اناجیل وغیرہ کے مسیح مصلوب ہوگئے۔ استثناء کی کتاب اکیسویں باب کی بائیسویں آیت پڑھیں۔ وہاں مصلوب کے

کے حق میں کیا فتوےٰ ہے۔ اور مقدس پولوس نے اپنے خط گلیتون کے تیسرے باب کی تیرھویں آیت میں اس فتوے کو مسیح پر چسپاں کر کے ساتھ ہی تورات کا فتوےٰ بھی کہہ دیا ہے۔ میں تو وہ فتوےٰ بوجہ ادب جناب مسیح علیہ السلام کے پڑھ کے بھی نہیں سنا سکتا۔ آپ فرماویں آپ کیا تسلیم کرتے ہیں ؛

اسکے جواب میں صاحب بہادر نے فرمایا۔ (اور ہم نے نہایت اخلاص کے ساتھ سُنا) کہ "ہاں بھائی بے شک مسیح لعنتی ہُوا۔ لیکن نہ اپنے گناہوں کے واسطے بلکہ میرے اور آپ کے بلکہ سب کے گناہوں کے واسطے اور بس"۔ میں نے کہا۔ دوسروں کے گناہ کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ کیونکہ حزقی ایل ۱۸/۱۹ تا آخر۔ یرمیاہ ۳۱/۲۹ رومی ۲/۶ وغیرہ کی رُو سے یہ بالکل غلط ہے۔ اور ان مقامات میں بہ توضیح و بہ تشریح اس عقیدہ کی تردید کیگئی ہے۔ بلکہ اس عقیدہ سے بیزاری ظاہر کی ہے پادری صاحب نے فرمایا۔ "نہیں جواب ہو گیا آگے چلیئے"۔

ساتواں سوال میرا یہ ہے کہ مسیح کی شخصیت کی نسبت عقیدہ مروجہ اہل تثلیت کلیساؤں کا یہی ہے۔ کہ مسیح کامل انسان بھی تھا۔ اور انسان کا تصور یہی ہے نہ کچھ اور۔ کہ رُوح مخلوق جسم سے متحد ہو کر علائق دنیاوی اور جسمانی کا تجربہ کرے۔ پس جب رُوح مخلوق نے جسم کو اس طور پر قبول کر لیا۔ جس طرح ہر انسان کی رُوح جسم کو قبول کئے ہوئے اسوقت موجود ہے۔ تو مسیح بھی انسان ہو گیا۔ یہی انسانیت کا سچا تصور ہے۔ اور یہی پورے طور پر مسیح پر صادق آتا ہے۔ مسیح کی کامل انسانیت پر یہ اضافہ ہُوا۔ کہ انسانیت کو الوہیت میں قبول کیا گیا۔ اور خدا کی تعریف معروف ہے۔ خدا بھی ایک شخص ہے۔ پس لازم ہُوا کہ مسیح میں کامل الٰہی شخصیت بھی ہو۔ یعنے مسیح کی کوئی شخصیت صرف جسم اور رُوح سے بنتی نہیں۔ بلکہ وہ تو دو ذاتوں یعنے انسانیت اور الوہیت سے مرکب ہُوا ؛

اب آپ فرماویں۔ مسیح جب مصلوب ہُوا۔ تو کیا انسانیت کی رُو سے فوت ہُوا یا الوہیت کی رُو سے بھی مر گیا۔ اگر آپ کہیں کہ صرف انسانیت کی رُو سے مر گیا تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ مطابق مقدس متی کے روح مستعد ہے۔ جسم کمزور ہے۔ متی ۲۶/۴۱۔ اور یہ اصل مسیح کا خود فرمودہ ہے۔ کہ انسانیت تمام جہان کے گناہ اٹھا نہیں سکتی یہ بار کثیر صرف الوہیت ہی اٹھا سکتی ہے،

بس اگر صرف انسانیت کی رُو سے مسیح فوت ہوئے۔ تو کفارہ نہ ہُوا۔ کیونکہ انسانیت گناہ اُٹھا نہیں سکتی۔ وجہ یہ کہ مسیح کی پُوری شخصیت پر پُوری طرح موت حاوی نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کہیں کہ الوہیت کی رُو سے بھی فوت ہو گئے۔ تو یہ نقص الوہیت ہے۔ آپ جواب دیں۔ اس کا جواب چیف مشنری صاحب بہادر سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس پر ان سے گفتگو ختم ہوئی اور ایک اور پادری صاحب سے میں نے یہ سوال عرض کیا۔* اُسکے علاوہ اور بھی کئی چیزیں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض انسان بھی۔ تاتاریوں چینیوں وغیرہ کے حالات پڑھیں۔ اُن کے بانی مبانی خود بغیر باپ پیدا ہوئے۔ وہاں چند اہل ہنود بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا۔ ان اہل ہنود سے پُوچھ لیجئے۔ چندر بنسی اور سورج بنسی خاندان کے حالات آپ کو سُنا دینگے۔ آدم بغیر ماں باپ کے ہوئے۔ اور اگر اب بھی اعتراض ہو تو لعزر اور نائن کا بیٹا وغیرہ کس طرح زندہ ہوئے۔ یہ مسیح کے معجزات کو سمجھا لیجئے۔

پادری صاحب نے کچھ جواب نہ دیا (ایوب کی کتاب کے ہر دو مقامات اور عبرانی کا حوالہ پڑھ کر میں نے سُنایا اور دکھا دیا) پھر یہ سوال کیا کہ "افراہیم خدا کا پلوٹھا ہے"۔ یرمیاہ ۳۱/۹ اور خروج ۴/۲۲ کی رُو سے اسرائیل بھی خدا کا پلوٹھا ہے۔" اور مسیح بھی خدا کا پلوٹھا بیٹا ہے۔ اب فرمائیے۔ تین پلوٹھے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کون پلوٹھا ہے۔ پادری صاحب سے کچھ جواب نہ ہو سکا ؀

پچاس روپیہ انعام

جو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دیکر تسلی کرے

جو صاحب مہربان ہمارے ذیل کے سوالات کا جواب مدلل پیرایہ میں دیگا۔ جس سے ہماری پوری پُوری تسلی ہو جائے۔ تو اس مرد میدان کی خدمت میں مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام پیش کرینگے ؀

کا حال عبرانی ادر ۳۸ پڑھئے ××

سوال نمبر ۱ - شروع دنیا میں ایک انسان پیدا ہوا یا کئی ایک؟ اگر کہو کہ بہت سے تو اس کی تائید میں وید منتر پیش کیجئے۔ ایسا منتر جس میں صاف صاف بیان ہو کہ ابتدائے دنیا بہت سے نوجوان پیدا ہوئے (یہاں پر سوال نہیں کہ بغیر ماں باپ کے کیسے پیدا ہو گئے ہیں) جواب کے وقت پورا پورا حوالہ مع لفظی ترجمہ کے پیش کریں ؛

سوال نمبر ۲ - جو سوال اوپر ہم نے کیا ہے۔ اسی مطلب کا سوال سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں کسی معترض کی طرف سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے ستیارتھ صث ۲۵۷

سوال۔ آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا؟

جواب از سوامی دیانند۔ کئی۔ کیونکہ جن جیوؤں (روحوں) کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی یہ یجر وید میں لکھا ہے۔ (... ... ... سنسکرت عبارت) اس (ویدک) شہادت سے یہی یقین ہوتا ہے کہ ابتداء میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے۔ اور دنیا میں دیکھنے سے بھی یقین ہوتا ہے۔ کہ انسان کئی ماں باپ کی اولاد ہیں " (حوالہ اوپر گذر چکا ہے) اس جگہ معترض کا جواب دیتے ہوئے اپنی تائید میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جسکی بابت فرماتے ہیں کہ یہ یجر وید کا قول ہے۔ اس پر ہمارا یہ سوال ہے۔ کہ کوئی آریہ اس قول کو یجر وید سے پیش کرے۔ اصل عبارت اس کے مطابق ہو۔ اور ادھیائے اور منتر کا پورا پورا نمبر مع لفظی ترجمہ کے ہو ؛

سوال نمبر ۳ - سوامی دیانند جی نے جو مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا کہ "جن روحوں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی " اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بقول سوامی جی واقعی ویدوں میں تناسخ کا ذکر موجود ہے۔ اب اس پر ہمارا یہ سوال ہے۔ اگر سوامی جی کی عبارت صحیح ہے۔ تو آریہ صاحبان ویدوں سے تناسخ کا دعوے اور دلیل دونوں پیش کریں۔ یہ نہ ہو کہ دعوے ہی صرف پیش کر دیا جاوے۔ اور وہ بھی من مانے معنی کر کے۔ بلکہ اصل عبارت مع لفظی ترجمہ اور پھر اس دعوے کے دلائل میں بھی وید کی شرتیاں پیش کریں ؛

سوال نمبر ۴ - سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے صہ ۲۵۸ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں :- " (انسانوں کی پیدائش) تری وشٹپ میں ہوئی جس کو تبت کہتے ہیں۔ اسپر ہمارا یہ سوال ہے کہ اس قول کو اگر آریہ صاحبان صحیح سمجھتے ہیں - تو ویدوں سے دکھلانا چاہیئے - کہ انسانوں کی پیدائش پہلے پہل تبت میں ہوئی - وید منتر مع لفظی ترجمہ کے ہو - بے جا حواشی کی ضرورت نہیں ۔

سوال نمبر ۵ - پھر اس عبارت کے آگے سوامی جی معترض کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ شروع دنیا میں ایک ذات تھی یا بہت - فرماتے ہیں :-

" انسان کی ایک ذات تھی - بعد ازاں .. .. .. یہ رگوید کا قول ہے شریفوں کا نام آریہ عالم - دیو + اور بدوں کا نام دسیو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانے کی وجہ سے آریہ اور دسیو دو نام ہو گئے (.. .. .. سنسکرت عبارت)

(قول اتھرو وید - ۱۹ - ۶۲) آریوں میں مذکورہ بالا طور سے براہمن - کھشتری - ویش اور شودر چار تقسیم ہوئیں - دوج عالموں کا نام آریہ اور جاہلوں کا نام شودر اور اناریہ یعنے اناڑی ۔" ستیارتھ صہ ۲۵۹

آریہ صاحبان قدامت وید کے مدعی ہیں - ان کا دعویٰ ہے کہ وید ازلی ہیں - ان سے پہلے کچھ نہیں تھا - اگر ہوتا تو یہ ازلی نہ ہوتے - دنیا میں جو کچھ ہوا یہ ان کے بعد کے واقعات ہیں - اگر یہ دعوےٰ صحیح ہے - تو سوامی جی نے جو وید منتر پیش کئے ہیں - اور ان میں لکھا ہے - کہ ابتداء میں انسانوں کی ایک ہی ذات تھی - بعد میں دو ذاتیں ہو گئیں - ایک عالموں کی اور دوسری اُسروں کی - کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وید قدیم نہیں - کیونکہ وہ انسانوں کی پیدائش کے بعد ہونے والے واقعات بیان کر رہا ہے -

ابھی اور بھی کئی سوالات ہیں - فی الحال یہی حل کیجئے - اور حسب شرائط بصورت ہماری تسلی ہو جانے کے انعام پلیئے ۔

فضل حسین مہاجر از قادیان دارالامان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اصلی عرق کافور	وقت پر صلاح	اصلی عرق کافور

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرے سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے یہ اصلی کافور عرصہ چونتیس سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد دستی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ایک شیشی ۳؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍۔ **ادویات** ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

طاعون کی مجرب دوا	پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو	طاعون کی مجرب دوا

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے۔ کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اوجاڑ ہوگئے شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ اسوجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے۔ پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکتے ہیں۔ اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہیں رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ آٹھ آنے (۸؍) ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲؍ +

محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک پانچ آنے (۵؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

جناب دیوان صاحب ... بنارس ... لکھتے ہیں۔ آپ کا عرق کافور واقعی اکسیر ہے

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ بابت ماہ مئی ۱۹۱۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۳۶ نمبر ۵

قیمت سالانہ: عوام عہ سے طلباء عہ سے غیر ممالک سے ہے

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودہری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

تشحیذ کی توسیع اشاعت

ماہ مارچ کے رسالہ میں احباب سے استدعا کی تھی کہ وہ مہربانی فرماکر توسیع اشاعت کے متعلق کوشش فرمادیں تاکہ رسالہ کم ازکم اپنا خرچ آپ برداشت کرسکے۔ جن دوستوں نے میری چٹھی پر تاحال التفات نہیں فرمائی۔ ان سے دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنا فرض اداکرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ منفصلہ ذیل احباب نے ۱۸ اپریل تک توجہ فرمائی ہے۔ ان کا بہت بہت شکریہ۔

۱۔ جناب چودہری محمد حسین صاحب دفتر قانونگوئی ظفروال - ۶

۲۔ جناب مستری احمدالدین صاحب بھیرہ ۱۔ (تین کا وعدہ فرمایا)

۳۔ جناب بابو رسول بخش صاحب کرم پور۔ خود خریدار ہوگئے۔ ۱۔ اور خریدار دینے کا وعدہ

۴۔ جناب میاں نورالحسن صاحب بھاگلپوری۔ خود خریدار ہوئے۔ ۱۔ " " "

۵۔ جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور - ۶

۶۔ جناب بابو فخرالدین صاحب کلرک کیمل کور ۵۲ لاہور ۴۔ (جنمیں سے دو کی قیمت اپنی گرہ سے دی)

۷۔ جناب چودہری محمد حیات صاحب رب انسپکٹر زیرہ - ۳

۸۔ جناب مستری الٰہی بخش صاحب امرتسر۔ خود خریدار ہوئے ۱۔ (اور خریدار دینے کا وعدہ)

۹۔ جناب بابو علی محمد صاحب فیروزپوری ۔۱۔ (۱۰) جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور ۳

۱۱۔ جناب قاضی حبیب اللہ صاحب لاہوری ۲۔ (۱۰ پورے کرنے کا وعدہ)

۱۲۔ جناب مولانا محمد بہاء الدین خان صاحب حیدرآباد دکن - ۴۔

۱۳۔ جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل قادیان ۵ - ۱۴۔ جناب حکیم نظام جان صاحب قادیانی ۱

۱۵۔ کپتان ایچ یوشاہ (کیمپ میرن شاہ) ۱۔ (اور کا وعدہ) ۱۶۔ ماسٹر شیر عالم صاحب گنجیال ۰ خود خریدار

۱۷۔ میاں غلام مصطفٰے صاحب نقشہ انسپکٹر اخریدار - (کم ازکم ۵ خریدار اور دیں)

جن احباب نے میرے خط کا جواب تک نہیں دیا۔ کیا مجھے ان سے شکایت دوستانہ وشکوہ برادرانہ کا بھی حق حاصل نہیں۔ امید ہے اب توجہ فرمادینگے دیرآید درست آید۔ انشاء اللہ اگلے مہینے ان دوستوں کا انتظار کرکے جنھوں نے خریدار دینے کا وعدہ کیا اور جنھوں نے ابھی تک خریدار نہیں دیئے اور نہ ہی چٹھی کا جواب دیا ہے۔ یہ تمام نام معاونین تشحیذ کے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں خاص دعا کے لئے پیش کر دیئے جائینگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء

نیا عہد نامہ اور تحریف کے چند نمونے

ایک وہ زمانہ تھا کہ پادریوں کا ٹڈی دل لشکر اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ التحیات والسلام پر اعتراض کرنے کے لئے تُلا ہوا تھا۔ اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء بھی انکے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اور ہزاروں کیا لاکھوں مسلمان اسلام سے مرتد ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا اسلام کی تعلیم مرتدین کو بیہودہ نظر آئی۔ جو وہ اسلام سے برگشتہ ہو گئے نہیں نہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے علماء نے قرآن مجید کی بجائے غلط احادیث و تفاسیر کو ہی تعلیم اسلام سمجھا ہوا تھا۔ جب ان پر (احادیث و تفاسیر پر) پادری لوگوں نے اعتراض کرنے شروع کئے تو مسلمانوں کے پاس جواب کی سکت نہ رہی۔ اور پادریوں نے مسلمانوں کی اس جہالت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ یا اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم میں مسیح محمدی کو پیدا کیا۔ جسکے آنے کا ہماری کتابوں میں وعدہ تھا۔ اس نے آکر دنیا میں اسلام کی اصلی تصویر دکھائی ؛

باآواز بلند للکار کے تمام مذاہب کو چیلنج دیا کہ تم اگر اپنے اپنے مذہب کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہو تو اس تعلیم کے مقابلہ پر اپنی تعلیم پیش کرو۔ مگر تمام اس مقابلہ سے عاجز رہے۔ اسکے بعد اس مامور نے عیسائیوں کے موجودہ عقائد پر وہ تنقیدی نظر ڈالی۔ کہ ایک زمانہ نے دیکھا۔ چنانچہ آج ہم اسی مقدس کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ بڑے سے بڑا پادری بھی ایک معمولی شُدبُد جاننے والے احمدی کے مقابلہ نہیں آتا۔ یہیں تک نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود نے انجیل کی تعلیم پر ناقابل تردید اعتراض کئے۔ جنکے جواب سے پادری آج تک عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ بلکہ انجیل کے بعض وہ مقامات ہی اب نظر نہیں آتے جن پر حضرت مسیح موعود نے اعتراض کئے تھے۔ اب مسیح کی برکت سے ہمارے پاس عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے دگنا مصالحہ جمع ہو گیا۔ ایک تو وہ زبردست اعتراض دوسرے بائبل میں جو کمی بیشی کیگئی۔ یہاں ان اعتراضات کا دہرانا مقصود نہیں۔ جنکے ذریعہ سے اصحاب تثلیث کا مشن ناکام ہوا۔ بلکہ یہاں مختصر طور پر انجیل کے ان مقامات کو لکھتے ہیں۔ جہاں تیس برس کے اندر اندر تبدیلی کر دیگئی۔ بوقت فرصت عہد نامہ قدیم کے محرف مقامات کی فہرست بھی پیش کرینگے ؛

نمونہ اوّل۔ متی باب ۱۷ ورس ۲۱۔

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جاتے"۔

نسخہ بائبل مطبوعہ لنڈن اردو ٹائپ ۱۸۸۷ء

اب نئے طبع شدہ نسخوں میں جب اس ورس (آیت) کی تلاش کرتے ہیں تو بالکل نہیں ملتی۔

نمونہ دوم۔ متی باب ۱۸۔ ورس ۱۱۔

"کیونکہ ابن آدم آیا ہے کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ کے بچائے"۔

نسخہ مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۷ء

اب نو طبع شدہ نسخہ لاہور ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۴ء وغیرہ سے اس ورس کو کوئی ڈھونڈھنا چاہے تو ہرگز کامیاب نہ ہوگا ؛

نمونہ سوم۔ متی باب ۱۳۔ ورس ۱۴۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ بیواؤں کے گھر نگل جاتے اور مکر سے لمبی چوڑی نماز پڑھتے ہو۔ اس سبب تم زیادہ سزا پاؤ گے۔" نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۷ء

اب یہ ورس بھی جدید نسخوں سے نکال ڈالا گیا ہے۔

نمونہ چہارم - مرقس باب ۷ - ورس ۱۶ - "اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سُنے"۔ نسخہ ۱۸۸۷ء میں یہ مختصر سی آیت موجود مگر بعد کے نسخوں میں مفقود ہے۔

پانچواں نمونہ - مرقس باب ۹ ورس ۴۴ - "جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی"۔ یہ ورس بھی نسخہ ۱۸۸۷ء کے مابعد طبع شدہ نسخہ جات میں نہیں ہے۔

چھٹا نمونہ - مرقس باب ۹ ورس ۴۶ - اس ورس میں بھی دوبارہ ورس ۴۴ والا مضمون کہ جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا الخ) مرقوم ہے۔ مگر نئے نسخوں میں نہیں۔

ساتواں نمونہ - مرقس باب ۱۱ - ورس ۲۶ - "اور اگر تم معاف نہ کرو گے۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور بھی معاف نہ کریگا"۔ نسخہ مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۷ء ہمنے جہاں تک چھان بین کی۔ ہمیں جدید نسخہ جات میں ہرگز یہ آیت نہ ملی۔ غالباً اس لئے کہ اس سے کفارہ کی تردید ہوتی ہے۔

آٹھواں نمونہ - مرقس باب ۱۵، ورس ۲۸ - تب وہ نوشتہ اس مضمون کا کہ وہ بدوں میں گنا گیا۔ پورا ہُوا ÷ منقول نسخہ ۱۸۸۷ء مطبوعہ لنڈن۔

یہ ورس بھی جدید نسخوں میں نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ یہ نوشتہ عہد عتیق میں نہیں ملتا۔

نواں نمونہ - انجیل لوقا باب ۱۷ ورس ۳۶ - " اور دو آدمی جو کھیت میں ہونگے ایک پکڑا دوسرا چھوڑا جائیگا۔ نسخہ ۱۸۸۷ء - لیکن یہ آیت بھی اب نہیں پائی جاتی÷

دسواں نمونہ - انجیل لوقا باب ۲۳ - ورس ۱۷ -

"اُسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسی کو ان کے واسطے چھوڑ دے"۔ ورس ۱۷۔ عربی نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۵ء میں ہے۔ - (وکان مضطراً ان یطلق لهم کل عید واحداً) مگر یہی ورس نسخہ ۱۸۸۷ء میں بریکٹ میں لکھی ہے۔ جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ اصل سے متعلق نہیں۔ حاشیہ ہے۔ مگر افسوس۔ اب ۱۸۸۷ء کے بعد جو نسخے طبع ہوئے۔ اُنہیں

حاشیہ کے طور پر بھی یہ ورس نہیں پائی جاتی +

گیارھواں نمونہ - انجیل یوحنا رسول باب ۵ ورس ۴ - کیونکہ ایک فرشتہ بعضے وقت اس حوض میں اُتر کے پانی کو ہلاتا تھا - اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اُس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو - اس سے چنگا ہو جاتا تھا - نسخہ ۱۸۸۷ء محولہ بالا ورس پہلے نسخوں میں بتمام و کمال موجود ہے - مگر حضرت احمد قادیانی کے زبردست اعتراضات کے بعد یہ ورس نسخہ سنہ ۱۹۰۶ء - سنہ ۱۹۰۷ء - سنہ ۱۹۰۸ء وغیرہ میں نہیں رہی +

بارھواں نمونہ - کتاب اعمال باب ۱۵ ورس ۳۴ - "مگر سیلاس نے وہاں رہنا بہتر جانا" نسخہ سنہ ۱۸۸۷ء -

اِس مختصر سی آیت کو بھی اصل سے اُڑا دیا گیا ہے - چنانچہ نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ء میں موجود نہیں +

تیرھواں - متی باب ۱۹ ورس ۱۷ - "اُس نے اُسے کہا کہ تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے - نیک تو کوئی نہیں - مگر ایک یعنے خدا! الخ

نسخہ اُردو مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۸۷ء و نسخہ انگریزی سنہ ۱۸۸۲ء

اب جدید نسخوں میں لکیر شدہ فقرہ یوں پایا جاتا ہے - ملاحظہ ہو نسخہ اُردو مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ء و سنہ ۱۹۰۸ء و سنہ ۱۹۰۷ء - اس نے اس سے کہا کہ مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے - نیک تو ایک ہی ہے الخ متی ۱۹/۱۷ +

پیارے ناظرین! حضرت مسیح موعود ؑ کے انفاس قدسیہ پر ایمان لائیے - نیکی کی بابت پوچھنے اور نیک کہنے میں بڑا فرق ہے +

چودھواں نمونہ - متی باب ۱۲ ورس ۴۰ "کیونکہ یونس تین رات اور تین دن

( )

مچھلی کے پیٹ میں رہا - ویسا ہی ابن آدم تین دن اور تین رات زمین کے اندر رہے گا -

انگریزی نسخہ سنہ ۱۸۴۰ء مطبوعہ لنڈن +

معزز ناظرین! فقرہ "تین دن اور تین رات" کی بجائے سنہ ۱۹۰۶ء کے نسخہ کی عبارت

اب یُوں ہے۔

"کیونکہ جیسا یُونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا" (متی ۱۲باب)

تین دن اور تین رات کی بجائے اب تین رات دن کر دیا گیا ہے تاکہ واقعات سے مطابق ہو سکے (یسوع مسیح جمعہ کے روز صلیب دئے گئے۔ اور اتوار صبح قبر میں موجود نہ پائے گئے۔ تین دن اور تین رات نہ بن سکتے تھے۔ لہذا تغیر ہُوا +

پندرھواں نمونہ۔ خط یوحنا ۱ باب ۵ ورس ۷۔

"کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ اور کلام اور رُوح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہیں" نسخہ انگریزی مطبوعہ لنڈن جو ۱۸۷۰ء کا غالباً ہے۔

اس ورس کی اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ آج تک تثلیث کے ثابت کرنے کے لئے انجیل سے عیسائی یہی ورس پیش کیا کرتے تھے۔ مگر جب مطالبہ کیا گیا کہ بتلاؤ یہ ورس قدیم یونانی نسخوں میں کہاں ہے۔ تو اس چیلنج کی تاب نہ لا سکے۔ اور ۱۸۸۷ء کے اردو نسخہ میں اس ورس کو بریکٹ میں کر دیا۔ اور اب جو ہم جدید سنہ ۱۹۰۶ء کے طبع شدہ نسخہ جات میں دیکھتے ہیں۔ تو اس کو مفقود پاتے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ باوجود اسکے کہ عیسائی اپنے ہاتھوں سے ہی کمی بیشی کر رہے ہیں۔ مگر پھر بھی اس کو اصل آسمانی کتاب ہی تصور کئے جاتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ قرآن شریف کے ایک شوشہ میں بھی فرق ہو جاتا۔ تو تمام عیسائی شور مچادیتے۔

سولھواں نمونہ۔ یوحنا باب ۷۔ ورس ۵۳ و یوحنا باب ۸ ورس ۱ تا ۱۱

کل بارہ عدد ورس محرف و مبدل ہیں۔ اور ایک محقق کے لئے ان کا صحیح پتہ لگانا بالکل دشوار ہے۔ کہ آیا یہ اصل ہیں یا نقل۔ ایک نسخہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ تو ان میں یہ آیات ہیں۔ اور دوسرے میں نہیں۔ ان آیات کا مضمون بخوف طوالت نقل کرنا یہاں مشکل ہے۔ ناظرین نسخہ جدید سنہ ۱۹۰۶ء کو خود ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں ان کے نیچے عیسائیوں نے خود صریح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ یہ ورس اصل نسخوں میں نہیں ہیں۔ دیکھئے نوٹ حاشیہ سنہ ۱۹۰۶ء نسخہ +

"ساتویں باب کی ۵۳ آیت سے لیکر آٹھویں باب کی گیارہ آیت تک کی عبارت اکثر پرانے قلمی نسخوں میں اس موقع پر نہیں پائی جاتی"۔

(پادری صاحبان اس عبارت کو دوسرے موقع پر ہی لکھا ہوا بتلایا ہوتا)۔

یہ تمام نمونے جو اوپر گذر چکے ہیں تحریف لفظی کے ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰے۔ تحریف معنوی کے بھی کسی دوسرے وقت میں انجیل سے نمونے پیش کرینگے ÷

سترھواں نمونہ۔ کتاب موسیٰ۔ استثناء باب ۳۱ ورس ۲۴-۲۵-۲۶ اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا۔ اور وے تمام ہوئیں۔ تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے ÷

(وہ صندوق جس میں توریت رکھی گئی۔ تا محفوظ رہے)

فرمایا۔ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھیو الخ

معزز ناظرین! معلوم ہو گیا ہو گا کہ توریت جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ تو وہ لاویوں کے سپرد کر دیگئی۔ کہ صندوق میں بند رکھو۔ تا یہ حفاظت سے رہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آیا وہ توریت صندوق میں رکھی ہوئی صحیح و سلامت رہی یا ضایع ہو گئی ÷

ملاحظہ ہو کتاب پرانا عہد نامہ سلاطین ۱ باب ۸ ورس ۹ -

"اور صندوق میں کچھ نہ تھا۔ سوا پتھر کی دو لوحوں کے جن کو موسےٰ نے حورب میں اسپر رکھا تھا"

اب صاف ثابت ہو گیا کہ موسیٰ نے جو تختیاں حفاظت کیلئے رکھی تھیں۔ جب بعد میں صندوق کھولا گیا تو صرف دو تختیاں نکلیں۔ جنکو موسیٰ نے رکھا تھا اور کچھ نہ تھا (باقی تلف ہو گئیں) ÷

نیا عہد نامہ میں (جو جدید طبع شدہ ہے) بہت سی آیات ایسی ہیں جو پہلے نسخوں میں تو متن میں شمار ہوتی رہی ہیں مگر جدید میں بریکٹ ڈالکر حاشیہ بنا دی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان بریکٹ والی آیات کی فہرست کسی دوسرے وقت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

مولانا نور الدین رضؓ کے نزدیک آیت خاتم النبیین کے معنے

منقول از مباحثہ مابین ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و حضرت مولانا نور الدین خلیفہ اول رضؓ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں ؟

حکیم صاحب (مولانا نور الدین) نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا

بٹالوی۔ کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے۔ جو تشریع جدید نہ کرے۔ شرع محمدی کے تابع ہو۔ اور نبی کہلائے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے۔ اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم صاحب۔ کوئی بعید نہیں۔ ہو۔

بٹالوی۔ آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے۔ آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں ؟

حکیم صاحب۔ خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کی ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔ ایسے نبی کے دلائل میں اسوقت بحث نہیں کرتا"

مذکورہ بالا گفتگو مندرجہ اشاعت السنہ جلد ۱۳ نمبر ا مجریہ سنہ ۱۸۹۰ء سے ظاہر ہے کہ مولانا نور الدین جو غیر مبائعین کے مسلمہ خلیفہ اور مقتدر فاضل متبع کتاب و سنت ہیں۔ اسکے نزدیک بھی آیت خاتم النبیین کے یہی معنے تھے کہ صاحب شریعت نبی ختم ہیں نہ کہ غیر تشریعی۔

پس مولوی محمد علی صاحب کیا فرماتے ہیں ؟ جو اسبات کو مانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب مسیح موعود کے حرکت نبضی کی مانند متبع تھے ؂

تبدیلی عقیدہ

اسبات پر بہت اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تعریف نبوت اور کی۔ اور اس بناء پر اپنے آپ کو غیر نبی کہا۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد جو نبوت کی تعریف کی اس کے مطابق اپنے آپ کو نبی قرار دیا۔ کیا ایک نبی کے لئے یہ جائز ہے کہ اسے باوجود نزول وحی

اپنی نبوت کی حقیقت منکشف نہ ہو۔

اقول وباللہ التوفیق۔ سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل وحی نبوت لے کر نازل ہوا۔ اور بہت سے اصرار کے بعد آپ کو سورہ اقرء باسم ربک کی پانچ آیتیں پڑھائیں مگر آپ کانپتے کانپتے حضرت خدیجہ کے پاس گئے۔ اور کہا ولقد خشیت علی نفسی (صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی) یعنے مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔ (ترجمہ حضرت مسیح موعود دیکھو۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۰)

پھر دیکھو صحیح البخاری جزء ۲۸ کتاب التعبیر وفتر الوحی فترۃ۔ حتی حزن النبی صلے اللہ علیہ وسلم حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکے یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا الخ یعنے جب نزول آیات سورہ اقرء باسم ربک کے بعد وحی قرآنی میں تاخیر ہوئی تو نبی کریم شدت حزن سے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے تاکہ گر کر جان دیدیں۔ مگر جب بھی آپ ایسا کرنا چاہتے تو جبرئیل ظاہر ہو کر کہتا یا محمد آپ کے سچے رسول ہیں اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ زمانہ فترۃ الوحی جو ڈھائی سال ہے (دیکھو فتح الباری) میں آپ پر باوجود نزول وحی قرآنی اور باوجود بار بار ظاہر ہونے جبرئیل کے اپنی نبوۃ پورے طور پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ پس اگر نبی کریم کے لئے یہ جائز ہے تو مسیح موعود کے غلام کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ کچھ مدت اپنی وحی دربارہ نبوت کی تاویل فرماتے رہیں +

دوم۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ ماینبغی لعبدان یقول انی خیر من یونس بن متی (متفق علیہ) وفی روایۃ للبخاری من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب۔ یعنی کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں اور جو ایسا کہے وہ کاذب ہے (دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۹ باب بدء الخلق) پھر فرمایا۔ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور تمام انبیاء اس روز میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے) ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ ۵۰۵

اب ان دونو اقوال میں اختلاف و تناقض ہے پس جو پیش کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے مدعی نبوت کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحیم و توّاب

اسلامی توبہ اور دیانندی عقیدہ

آریہ و مُسلم عقائد دربارۂ صفات خداوندی

آج ہم جس مسئلہ پر قلم اٹھانے لگے ہیں وہ یہ ہے کہ "آیا خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے پر رحم کرکے اسکی توبہ بھی قبول کرتا ہے یا بقول دیانندی حضرات صرف عادل و منصف ہے۔ رحیم و توّاب نہیں"

قطع نظر دیگر مذاہب کے خیالات دربارۂ صفات خداوندی یہ مضمون صرف اسلامی اور دیانندی عقائد کے اندر محدود ہوگا۔ یہاں صرف ہر دو مذاہب کے خیالات دربارۂ صفات خداوندی رحیم و توّاب یا صرف عادل و منصف کو بالمقابل رکھکر دکھلائینگے۔ کہ دونوں میں سے کون اپنے دعاوی کے اثبات میں معقول دلائل پیش کرتا ہے۔ اور یہ دلائل عقلی و نقلی دونوں قسم کے ہونگے ؞

فطرت انسانی میں صفات الٰہی کا نقش

اور یہ بات بھی دیکھنی ضروری ہوگی کہ فطرت انسانی کے عین مطابق کونسا عقیدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ۔

یعنی اللہ کی طرف سے دی ہوئی فطرت وہی ہے۔ جو اُسنے اپنے بندوں میں رکھی ہے۔ اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ یعنے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انسان میں ایسی صفات ودیعت کیگئی ہیں۔ جن سے وہ ایک حد تک صفات خداوندی کا مظہر کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اور یہ اسلئے ودیعت کیگئی ہیں کہ انسان ان کے ذریعہ سے نیک و بد میں شعور کر سکے۔ اور اسطرح انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف کون کون سی صفات منسوب کرنی واجب ہیں۔ اور یہی راستہ ہے۔ کیونکہ خداوندی صفات کا پرتو انسان پر بھی ایک حد تک پڑا ہوا ہے۔ پس جب فطرت کے مطابق اللہ تعالےٰ کی صفات کو جانچتا ہے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں

فلاں اس کی طرف منسوب کرنی چاہییں۔ اور یہی خلاصہ مطلب ہے۔ قرآنی آیت کا کہ انسان میں وہی صفات ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے معرفت حاصل کرنے کے لئے ودیعت کی گئی ہیں۔ اور ان کو متنبہ کیا ہے۔ کہ تم ہرگز ہرگز ایسی کوئی صفت بھی میری طرف منسوب کرنا۔ جو عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ پس عقل و فطرت کو اس مُقدمہ میں رہنما بناؤ۔ تا تمہیں ان دشوار گذار راہوں میں سہولیت ہو جائے۔

اس مضمون کی تائید میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی صفات کو فطرت کے مطابق جانچو۔ پس مندرجہ بالا آیت و حدیث نے ہمیں ایک عمدہ اور آسان شاہراہ پر چلا دیا۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی بتلائی کہ وہی مذہب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوگا۔ جو فطرت انسانی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار و بیان کرے۔ پس اب ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بے شک یہ ایک بہت عمدہ کسوٹی ہے جس پر صادق مذہب کی سچائی فوراً آشکار ہو جائے۔ اور جو مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں ان کا دعوے باطل ہوتا دیکھ لیں۔

صفت رحم عقل و فطرۃ انسان کے مطابق ہے

جب ہم اس کائنات عالم پر ایک گہری نظر دوڑاتے ہیں۔ تو انسانوں میں کچھ صفات اس قسم کی پاتے ہیں جنہیں ہر ایک شخص لاریب فیہ عمدہ اور نیک سمجھتا ہے۔ اور بعض ایسی صفات بھی ہیں جنہیں ہر ایک سلیم الفطرت بُری تصور کرتا ہے۔ مثلاً انسانوں میں رحم کا مادہ کم و بیش موجود ہے۔ اور یہ صفت (رحم) دنیا میں نیک اور عمدہ سمجھی گئی ہے۔ اور اگر کوئی شخص رحم کے خلاف کرتا ہے۔ تو دیگر اشخاص اسکو ظالم جیسے بُرے لقب سے مُلقب کرتے نظر آئینگے۔ اور رحیم انسان کو نیک نفس لائق تعریف انسان کا خطاب دیتے ہیں۔ اور ہر ایک اُس رحیم انسان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے گا۔

پس معلوم ہو گیا کہ انسان میں رحم کی صفت موجود ہوتی عالم و جاہل سب کی نظر میں قابل تعریف مانی گئی ہے۔ برخلاف اسکے بے رحمی کو صفات ذمیمہ کی لسٹ (فہرست) میں شمار کرتے ہیں۔ اب ہم اس تمہید کو ختم کرکے ہر دو مذاہب کے دعاوی مع دلائل ناظرین کے

کے آگے پیش کرینگے ؂

آرین عقیدہ دربارہ رحم الٰہی

اب اول دیانندی عقائد جو خود ہی سوامی دیانند جی نے اپنی کتب میں تحریر کئے ہیں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

ستیارتھ پرکاش صنہ ۲۲؁

سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ (گناہ) معاف کرتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کردے۔ تو اس کا انصاف جاتا رہے۔ اور اس سے تمام انسان پاپی ہوجائیں۔ مثلاً اگر راجہ گناہ معاف کردیا کرے تو لوگ حوصلہ پاکر اور بھی بڑے بڑے پاپ کریں۔ کیونکہ راجہ گناہ بخش دیا کریگا۔ اور ان کو بھی بھروسہ ہو جائیگا۔ کہ ہم راجہ سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کے اپنے قصور معاف کرالینگے۔ جو لوگ قصور نہیں کرتے۔ وہ بھی قصیروں سے نڈر ہوکر پاپ کرنے میں راغب ہوجائینگے اسکے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا ؂

پیارے ناظرین! سوامی جی مہاراج کی بیان کردہ صفات خداوندی کو آپنے دیکھلیا۔ دعوے اور اسکی دلیل بھی آپکے سامنے ہے۔

سوامی جی نے ایسی بات کہی جسے انسانی فطرت سنکر ہی متنفر ہو جائے۔ یہ کیسی اچنبھے کی بات ہے کہ انسان تو ایک دوسرے کے قصور معاف کردیں۔ مگر خدا تعالیٰ جو تمام خوبیوں کا منبع ہے۔ اس میں یہ اعلیٰ صفت مفقود ہو۔ بلکہ اس میں یہ صفت ہونی بقول سوامی جی سخت معیوب سمجھی جائے۔ کیا کوئی معقول دلائل بھی اس دعوے کے آپ رکھتے ہیں یا یہی ایک دلیل تصور کرلی گئی ہے۔ مہاراج آپکے دعوے کی بنیاد کھوکھلی ہے ؂

توبہ سے گناہوں کی معافی

ہم کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص ہر طرح کی بدیوں اور برائیوں سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان پوری کوشش کرلے اور سنسار (دنیا) میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ مگر اتفاقاً اس شخص سے کوئی فعل ایسا صادر ہو گیا جسکی رو سے وہ گنہگار رہا۔ تو کیا اس کی تمام عبادت خاک میں مل گئی۔ اور اسکے مقابل وہ شخص جو عمر بھر فسق و فجور میں مبتلا رہا۔ خدا کی عدالت میں مساوی تصور ہو

اور کیا دو توبوں پر ایک سا عتاب الٰہی نازل ہوگا ؟

اس کا جواب ہر سلیم الفطرت انسان کی طرف سے یہی ملیگا کہ ہرگز نہیں۔ اگر ایک جُرم کرنیوالا شخص خدا کے حضور سچے دل سے توبہ کرے اور کہے کہ اے غفور رحیم خدا میرا تو معبود اور میں تیرا عبد ہوں۔ میں ہمیشہ تیرے احکام کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہا۔ مگر شامت اعمال سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ تو مجھے اپنی رحیمیت کی صفت کے ماتحت معاف کردے۔ اور آیندہ کے لئے میں اقرار کرتا ہوں کہ پھر ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔ تو ایسی توبہ اس رحیم وکریم خدا کی عدالت میں ضرور قبول ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ علام الغیوب خدا جانتا ہے۔ کہ انسانی فطرتیں طبعاً کمزور ہیں۔ ان سے غلطی سرزد ہونی ناممکن نہیں۔ پس وہ ضرور ایسے شخص کی جو سچی توبہ کرتا ہے۔ توبہ قبول کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بات انسانی فطرت میں مرکوز ہے۔ اور اس امر کی ہمارے پاس لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ مگر ایسے واقعات کا ظہور دنیا میں نہ ہوتا۔ تو دنیا کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا ؟

دنیاوی حکام بھی مجرموں پر رحم کرتے ہیں۔

دیکھئے ہمارے سامنے سینکڑوں مقدمات عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ان مجرمین میں سے کئی ایک مبرا کردیئے جاتے ہیں مگر کیوں؟ صرف اسی لئے کہ رحم بھی دنیا میں کچھ حقیقت رکھتا ہے۔

مثلاً عدالت میں ایک مجرم ۱۸ سال کی عمر کا پیش ہوا۔ عدالت نے اسکے جرم کی تفصیل پولیس کی رپورٹ سے پڑھی۔ پھر تعزیرات ہند کی دفعات کو دیکھا۔ اور ایسی دفعہ نکال لی کہ اس جرم کے مطابق ہو۔ اب عدالت کا عدل پورا ہو گیا۔ اور اس نے دیکھ لیا کہ اس جرم کی سزا اتنی ہونی چاہیئے۔ مگر مجرم کی حالت زار کو دیکھ کر دل میں ایک جوش اٹھا۔ کیسا جوش ؟ رحم کا۔ ادھر مجرم منت سماجت کر رہا ہے۔ کہ حضور میں لوگوں کے بہکانے میں آگیا۔ ورنہ مجھ سے ایسا فعل کبھی صادر نہ ہوتا۔ اور اگر حضور اس وقت میری حالت زار پر رحم کرکے آزاد کردیں تو باقی حیات میں ایسے کاموں کے نزدیک مطلقاً نہ جاؤں گا۔ تو عدالت اس کو بری کردیتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ محض رحم کرنے کی وجہ سے

جیسے رُوحانی امراض کا علاج ہے
ویسے رُوحانی امراض کا

اور طرح سے بھی ہم سمجھاتے ہیں۔ دیکھئے اس دُنیا میں جسمانی
امراض کا علاج مکمل طور پر اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے
کیوں؟ اسلئے کہ انسانی طبعتیں کمزور ہوتی ہیں۔ ان کا
خاصہ ہے کہ وہ امراض میں گرفتار ہوں تو اس مُصیبت کے دفعیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے دوائیں
پیدا کی ہیں۔ اگر یہ علاج دنیا میں موجود نہ ہوتے یا اگر ہوتے مگر انسانوں سے مخفی رہتے۔ تو ایک
سیکنڈ کے لئے ہی اس مُصیبت کا اندازہ کرو۔ جو دنیا پر آتی۔ کارخانہ عالم درہم برہم ہو جاتا یا نہیں
ضرور ہوتا۔ پس جس طرح اللہ تعالےٰ نے جسمانی امراض کے قلع قمع کے لئے لاکھوں ادویات و علاج
وغیرہ کو پیدا کر رکھا ہے۔ اس طرح اُس نے روحانی امراض کے گرفتاران بلا کے لئے بھی علاج دنیا
میں مہیا کیا ہوا ہے۔ مگر اس مرض کے معالج اور علاج کے معلوم کرنے کے لئے چشم بصیرت
چاہیئے۔ جو بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ وہ علاج اور معالج دونوں کو پا لیتے ہیں۔ اور جن کی سطحی
نظر ہے اصل مقصد تک نہیں پہونچ سکتی وہ تھکے ہیں۔ اور ان کا یہی قول ہے۔ کہ یہ مرض لاعلاج
کیونکہ مریض کسی نیم حکیم وغیرہ یا اسکے ہم مشرب فرضی حکیموں کے پاس علاج کے لئے جاتا ہے۔
اور بہت کوشش کے بعد بھی آرام نہیں آتا تو مریض یہی سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس مرض کا کوئی علاج
نہیں۔ حالانکہ وہ بیچارہ وقت مریض جاتا ہی پہلے نام کے حکیموں کے پاس ہے۔ جن کے
پاس واقعی اس مرض کا علاج نہو۔ اس کا تو فرض ہے کہ اعلےٰ سے اعلیٰ نامی حکماء کے پاس جاکر
علاج کرائے۔ ہاں اگر وہاں سے نامُراد لوٹے۔ تو تب کہہ سکتے ہیں کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔
اور اگر وہ جاتا ہی نہیں۔ اور بازاری حکیموں کے پھندے میں پھنسا ہُوا ہے۔ تو اس کو کیونکر
شفا حاصل ہوگی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں جس کا علاج خداتعالےٰ
نے نہ پیدا کیا ہو۔ پس جب جسمانی امراض کا علاج موجود ہے۔ تو روحانی علاج بھی اس رحیم
رحمٰن نے پیدا کر رکھے ہیں۔ ہم آگے چل کر بتلائینگے۔ کہ اسے اس مرض کو لاعلاج بتلانے والو
آؤ ہم تمہیں اصل حکیم نبض شناس کے دربار میں حاضر کریں۔ جہاں یقینی شفا ہے۔ یہ بات تو
عقل بھی باور نہیں کر سکتی کہ جسمانی علاج تو دُنیا میں موجود۔ مگر روحانی امراض کا علاج پیدا کرنے
میں خدا کو قدرت نہیں۔ یہ کیسا لچر اور بے ہودہ عقیدہ ہے۔ رُوحانی مرض کا علاج توبہ

ہے۔ جو سچے اور محکم ارادہ سے کی جائے۔ جو اس طرح سے کریگا۔ ضرور شفا پائیگا ؂

ہم کہتے ہیں کہ جو انسان گناہوں میں دبا ہُوا ہو۔ اور وہ سچی نیت اور محکم ارادہ اور حصول خیر کے لئے خدا کے حضور گڑگڑا کر عاجزی سے التجا کرتا ہے کہ اے میرے مولائے کریم تیری ذات رحیم و کریم ہے۔ تو غفار اور ستار بھی ہے۔ میرے گناہ جو غلطی سے سرزد ہو گئے ہیں۔ ان کو معاف کر دے۔ اور اے مولا کریم میں آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کروں گا۔ تو ہم دعوے سے بآواز بلند للکار کر کہتے ہیں کہ وہ غفور رحیم مولا اپنے فضل سے ایسے تشنہ لبوں کی پیاس بجھائے گا۔ اور ضرور بجھائیگا۔ وہ مجسم رحم ہے۔ کیونکہ جب انسان میں رحم کا مادہ موجود ہے۔ تو اللہ تعالے امیں تو کامل طور پر ماننا پڑے گا ؂

آریوں کا عمل ان کے عقیدے کے خلاف

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ جب کبھی بھی دیانندی حضرات سے اس مسئلہ کی نسبت گفتگو کی جائے۔ تو اس موقعہ پہ کہتے ہیں۔ کہ جس طرح حاکم عادل ٹھیک ہے۔ اسی طرح خدا بھی عادل چاہیئے رحم کوئی چیز نہیں۔ یہ بھی عدل کا دوسرا نام ہے۔ اگر حاکم رحم کر کے ہر ایک کو چھوڑ دیا کریں تو گناہ دنیا میں عام طور پر پھیل جائے۔ پس خدا بھی عدل کرتا ہے یہ بات تو ہوئی مباحثہ کی۔ مگر جس وقت کوئی ان خیالات کا آدمی گورنمنٹ کی بغاوت یا کسی اور جُرم میں ملزم گردانا جائے۔ اور اس کے خلاف تمام ثبوت گورنمنٹ کے پاس پہونچ جائیں اور ملزم کو بھی یقین ہو جائے۔ کہ بے شک اب میری رہائی وکالت وغیرہ کے ذریعہ ناممکن الحصول ہے۔ تو پھر وہ توکل علی اللہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے تئیں گورنمنٹ کے حوالے کر دیں۔ اور اپنے آپ کو اسکے رحم پر چھوڑ دیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہم اس کی نظیریں اثبات دعویٰ میں پیش کر سکتے ہیں کہ مجرمین نے جب جان لیا کہ رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے تو گورنمنٹ عالیہ کے رحم پر اپنے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور پھر ایسا بھی ہُوا کہ گورنمنٹ عالیہ نے رحم کھا کر انکی سزاؤں میں تخفیف کر دی یا بالکل رہا کر دیا۔ یہ ابھی چند دن کا واقعہ ہے کہ لالہ لاجپت رائے کو جب سزا کا حکم ہُوا تو لاہور کے ایک اڈیٹر اخبار نے سزا کی میعاد کو نقل کر کے حضور لاٹ صاحب پنجاب کی

خدمت میں رحم کی درخواست کی تھی۔ معزز ناظرین! دیانندیوں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ مباحثہ کے وقت تو تم اور کچھ دعوے کرتے ہو۔ مگر جب سر پر آپڑے۔ تو فوراً ملتجی ہوتے ہو کہ ہم قابل رحم ہیں۔ ہم پر رحم کیا جائے۔ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ وقت پر کیوں ایسے کلمات نکلتے ہیں۔ اسی لئے کہ انسانی فطرت کا مقتضاء ہی یہی ہے۔ کہ اگر دکھی ہے تو رحم کی درخواست کرے۔ یا اگر حاکم یا مالک ہے۔ تو دوسروں پر رحم کرے۔ کیوں اے منکرین صفتِ رحمِ خداوندی کہاں ہو ہوش میں آؤ۔ اب بھی رحم کے وجود کے اقراری ہوتے ہو یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر رحم کا مادہ ہی انسانوں میں نہ ہو۔ تو ایسے واقعات کس طرح ظہور پذیر ہو سکتے تھے؟

سوامی جی کے رحم کے واقعات

اور تو اور خود سوامی جی بانی آریہ سماج کی طبیعت میں بھی رحم کی جھلک پائی گئی۔ جھلک کے سوا اس کا ظہور بھی دو ایک جگہ پر ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ جیون چرتر سوامی جی مرتبہ لیکھرام صفحہ ۶۹ لکھا ہے:۔

انوپ شہر میں ایک روز سوامی جی کے مورتی پوجا (بت پرستی) کے کھنڈن (رد) میں لیکچر ہوئے۔ اور اس سے ایک برہمن دق ہو کر سوامی جی کو پان میں زہر ملا کر کھلانے کیلئے لایا۔ مگر سوامی جی نے اسکو کچھ نہ کہا۔ اندر جا کر نیوں کرم کر کے بمشکل تمام بچے۔ بعد میں اس براہمن کو سید محمد صاحب تحصیلدار انوپ نے قید کر دیا ۔۔ ۔۔ ۔۔ سوامی جی کو جب پتہ لگا تو ان براہمن کی حالت پر رحم کھا کر تحصیلدار صاحب سے رہائی کی درخواست کسی ڈھنگ سے کر دی۔ تو تحصیلدار صاحب نے اس کو اپیل کرا کے رہا کروا دیا؛

اسی طرح کا دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو:۔

امرتسر آریہ سماج نے ایک شخص کو اس لئے سماج سے خارج کر دیا تھا کہ اس نے سماج کی کتب چرائیں اور وہ مجرم ثابت ہوا۔ تو وہ شخص سوامی جی کے پاس اجمیر پہنچا۔ وہاں نہایت زار زار رو دیا منت و سماجت کی۔ سوامی جی کو اس کی حالت زار پر رحم آیا۔ اس سے اس کا حال وغیرہ دریافت کیا۔ اس نے من وعن سچ سچ بتلا دیا۔ تو بعد میں سوامی جی نے اپنی صفت رحم سے کام لے کر اس کو پھر سماج میں داخل کروا دیا۔ اور وہ امرتسر چلا آیا۔ ملاحظہ ہو سوانح عمری سوامی جی۔ ہمیں تو افسوس آتا ہے کہ بادشاہ جج۔ مالک۔ عام لوگ اور خود سوامی

جی بھی مجرموں پر بعض وقت رحم کھا کر رہا کر دیں۔ اور یہ صفت اچھی سمجھی جائے۔ مگر جب ان ہی صفات کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو اسکے خلاف آواز اُٹھائی جاوے۔

افسوس صد افسوس ایسے عقائد سکھلانے والے پر۔

جب گناہوں کو معاف کرنا عمدہ صفت ہے تو خدا میں ضرور یہ صفت ہے۔

جب رحیم و توّاب ہونا عمدہ اور اعلیٰ صفات ہیں۔ تو لامحالہ یہ بات ماننی پڑی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف یہ صفات منسوب ہو سکتی ہیں۔ وہ ضرور رحم کرتا ہے۔ کیونکہ جب تمام عمدہ صفات جو سمجھی جاتی ہیں۔ صرف خدائی صفات کا ادنیٰ عکس ہیں۔ تو اصل میں تو یہ کامل طور پر موجود ہونی لازمی ہیں۔ ہم نے تمہید میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ جن صفات کو عقل و فطرت کہے کہ یہ عمدہ صفات ہیں۔ وہ ضرور خدا کی طرف منسوب ہونگی۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا عقل کے خلاف نہیں۔ بلکہ موافق ہے۔ بلکہ اسکے خلاف عقیدہ رکھنا عقل کے ورودھ ہے (یعنی خلاف) پس یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ خدا ضرور رحیم و تواب ہے۔ اور جو مذہب ان صفات خداوندی کا انکار کرتا ہے۔ وہ کبھی بھی خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ کسی تشنہ لب کی پیاس بجھا سکتا ہے +

ایک گنہگار کو تسلی پیغام کس مذہب سے ملتا ہے

دیکھئے! ایک شخص گنہگار ہو اور تمام عمر بُرے کاموں میں صرف کر دے۔ اور بعد میں کسی ولی یا مہایوگی کے فیض صحبت سے۔ متاثر ہو کر دُنیا سے منہ موڑے۔ اور تلافی مافات کے ذرائع ڈھونڈنے کے لئے وہ دیانندی پنتھ والوں کے پاس اگر جائے۔ تو کیا وہ اس خستہ حال کی پیاس ٹھنڈی کر سکینگے۔ ہرگز نہیں۔ ان کا جواب صاف ہوگا۔ کہ بھائی ہمارے مذہب میں سب خوبیاں ہیں۔ مگر تم یہ چاہو کہ پچھلے پاپ چھوٹ جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ ہاں ہمارے ساتھ ہونے سے آگے تم گناہ نہ کر سکو گے۔ پہلے جرموں کی سزائیں تبی۔ کُتّا۔ بندر۔ سوٗر اور گدھا وغیرہ وغیرہ بننا پڑے گا تو اے ناظرین بتلائیے کہ وہ شخص ایسے عقائد رکھنے والوں کو دُور سے ہی سلام نہ کریگا۔ کیا اس کی پیاس مٹانے کا سامان سماج والوں کے پاس ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا کرے تا اُسکے پچھلے پاپ جھڑ جائیں۔ اور وہ ان مخمصوں سے خلاصی پائے ∴

حقیقی شانتی اسلام میں

ہاں اس کی شانتی کا علاج سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں ہم ایسے اشخاص کو جو اس شخص کی طرح بے خود ہو کر تمام مذاہب کے پیروؤں کے پاس جاتے ہیں۔ اور تسلی نہیں پاتے۔ ہم بتلائے دیتے ہیں کہ انکی مرض کی دوا کس مطب میں مل سکتی ہے۔ اور کون لائق طبیب ان کا علاج کر سکتا ہے۔ اسلئے ہم بتلاتے ہیں وہ مطب اسلام ہے۔ اور اس مطب کا ڈاکٹر خود خدا ہے۔ اور اس مرض کا نسخہ جو ڈاکٹر تجویز کرتا ہے تو یہ ہے۔ پس اس نسخہ کو استعمال کر کے اپنی روح کو شانت کیجئے۔ دیکھئے اس ڈاکٹر نے اپنی طب روحانی کی مکمل کتاب میں مریضوں کی شانتی قلب کے لئے کیا عمدہ نسخے تحریر کئے ہوئے ہیں۔ دیکھئے فرماتا ہے:۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ (پ ۱۶ طٰہٰ)

جو مریض) توبہ (تنقیہ) کر چکا اور ایمان لایا۔ اور اسکے عمل (پرہیز) اچھے ہوئے۔ پھر اس سب کے بعد وہ ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رہا۔ اسکے لئے غفار ہوں۔

پھر اسی کتاب میں فرماتا ہے:۔

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پ ۲۴

ترجمہ:۔ یعنی اے بندو (مریضو) کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (بدپرہیزی) اور گناہوں میں ڈوب گئے ہو (مرض کا شکار ہو گئے ہو) اور ہر وقت ظلم و تعدی میں لگے رہے ہو۔ اور جنہوں نے خدا کی راہ بھلا کر (اصل صحت کی) اور راہ اختیار کر لی۔ اور اس مہربان اور سچے محبوب (شفیق ڈاکٹر) کو چھوڑ کر اور اشیاء سے (دیگر ناکارہ نسخوں سے) دل لگایا اور حقیقت کی بجائے جھوٹ کو پسند کیا۔ اور خالق کی (اصل ڈاکٹر) جگہ مخلوق (خود مریضوں کو ہی) کو چن لیا ہے۔ اور نیکی کو چھوڑ کر بدی کو لے لیا ہے۔ ہاں اے مریضو! نا امید مت ہو۔ اور میری درگاہ (مطب) سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ میں تو سب گناہوں (امراض) کو معاف کر دیتا (شفا مرحمت کرتا) ہوں اور ہر قسم کی خطاؤں سے درگذر کرتا ہوں۔ تم رت

گھبراؤ۔ میں بڑا مہربان ہوں۔ جس وقت تم کو سمجھ آ ئے اور ہدایت (اصل مطلب) کا پتہ معلوم ہو جائے۔ تو نیکی کی (علاج کی طرف) طرف جھک جاؤ۔ اور جب تمہیں سچائی کی تو لگ جائے۔ تو محبت میری کی طرف مجھکو اپنے سابقہ (امراض) گناہوں کا خیال مت کرو۔ اور مضی ما مضی جان کر (جو ہوا سو ہوا) اپنی سابقہ زندگی کو دل سے محو کردو اور آیندہ کے لئے بہتری (اعمال نور ملک) کا ارادہ کرلو۔ پس یاد رکھو کہ حقیقی رب (اصل شافی) میں ہوں۔

عزیزو! جس مرض کی نسبت تمہارے وید حکیم یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ مرض لا علاج ہے۔ دیکھو اسلامی مطب کے ڈاکٹر کی کتاب میں کیسے تشفی دینے والے کلمات تحریر ہیں پس اگر اپنی روحوں کو تشفی دلانا چاہتے ہو۔ تو اشانتی کے اتھاہ (غم کے سمندر) سے نکل کر اسلامی حکیم کا علاج کراؤ۔ جو دعوے سے اپنے علاج کا اعلان کر رہا ہے۔

اہیا الناظرون۔ اب اسلامی دعوےٰ کہ خدا "تواب و رحیم" ہے۔ عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا۔ اور اسکے برخلاف کہنے والوں کی ابطالت ظاہر ہو گئی۔ مگر ہم اسپر اکتفاء کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ تا نجانہ باید رسانید پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ہم ثابت کرینگے۔ کہ آرین کتب میں کہیں یہ تعلیم نہیں کہ خدا توبہ قبول نہیں کرتا۔ بلکہ ہم اسلامی عقیدہ کی تائید میں آرین کتب سے ثبوت بہم پہنچائینگے۔ اور اسکے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پنڈت دیانند صاحب کا سلوک اپنی مقدسہ کتب سے کیا رہا ہے۔

دیکھئے منوسمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۲۴۶۔

(۱) ترجمہ سوامی درشنانند جی مرحوم آریہ سماجی (اپدیشک) جسطرح تیز آگ کاٹھ کو جھٹ پٹ جلاتی ہے۔ اسی طرح ویدوں کا جاننے والا گیان روپ اگنی سے تمام پاپوں کو جلا دیتا ہے۔

(۲) یہاں سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ گنہگار اگر ویدوں کو جاننے لگ جاویں۔ تو ان کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور ملاحظہ ہو شلوک ۲۵۱۔ ادھیائے ۱۱۔

"ہشیم وغیرہ انیس۱۹ رچا اور نت سنگ ہو دتنگ آٹھ رچا۔ اور سہر شیر کہا جو پرش سوکت نام وید کا حصہ ہے۔ انہوں کو ۱۶ دفعہ ہر روز ایک مہینہ تک جپ کرے تو والدہ کے ساتھ جماع کرنے کے پاپ سے چھوٹتا ہے"۔

اور دیکھئے۔ منو ادھیائے ۱۱۔ شلوک نمبر ۲۳۰۔

(۳) "وہ پاپ کر کے سنتاپ کرے تو اس پاپ سے چھوٹتا ہے۔ پھر ایسا نہ کروں گا۔ ایسی شرط کرنے کر وہ ہی پاک ہو جاتا ہے"۔

ناظرین اور ملاحظہ ہو منو ادھیائے ۹۔ شلوک نمبر ۲۵۰۔

(۴) "ایک لاکھ ہر دو تر ایک دفعہ اسیوامی الو اور شیو سنکلپ کے جو کر جو وید ہیں، جپ کے برہمن کا سونا چرانے والا پاک ہو جاتا ہے"۔

اور دیکھئے۔ سب سے زبردست حوالہ منو ۱۱۔ شلوک ۲۴۱۔

(۵) "طل گفتار اور بدن سے جو کچھ پاپ ہوتے ہیں۔ وہ سب تپ کے (عبادت و ریاضت کے) ہی فانی ہوتے ہیں"۔

اور منو ۱۱ شلوک ۲۳۹۔

(۶) "بڑے بڑے مہا پاپی اور خراب کام کے کرنے والے جو جو بقدر پاپی ہیں۔ وہ سب تپ (ریاضت) کے ذریعہ سے ہی گناہ (پاک) ہو جاتے ہیں"۔

ساتواں حوالہ منو کا ملاحظہ ہو۔ منو ۱۱۔ شلوک ۲۲۷۔

(۷) "وہ پاپ کو ظاہر کرنا چھپانا تپ کرنا وید پڑھنا۔ انہوں کے وسیلے سے پاپ کرنے والا پاپ سے چھوٹتا ہے۔ مصیبت کے وقت دان کر کے پاپ سے چھوٹتا ہے"۔

(۸) منو ۱۱۔ ۴۴

"بلا ارادہ جو گناہ سرزد ہو جائے۔ وہ وید ابھیاس (مطالعہ وید) سے شدھ (پاک) ہو جاتا ہے"۔

اب ذرا ہندوؤں کی مقدس کتاب گیتا کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں۔

(۹) دیکھئے گیتا ادھیائے ۱۸۔ شلوک ۶۶۔

"تو سب دھرموں (مذاہب) کو چھوڑ کر صرف میری ہی شرن میں آ جا۔ میں تجھ کو سب پاپوں (گناہوں) سے نجات دیدوں گا۔ مت افسوس کر"۔

کیا اس سے زیادہ صاف الفاظ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ ترجمہ غلط ہے۔ تو آریہ صاحبان

صحیح ترجمہ کرکے دکھلائیں۔ اور وہ ایسا ہرگز نہ کر سکینگے؛

(۱۰) گیتا ۸ شلوک ۵

"آخری وقت میں مجھکو ہی یاد کرتا ہوا جسم کو چھوڑ کر جو شخص جاتا ہے (یعنی فوت ہوتا ہے) وُہ میرے (خدا) بھاؤ (مرضی) کو حاصل کرلیتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔"

(۱۱) گیتا ۹ شلوک

"اگر اتینت دُشٹا چاری (بدمعاش بیچلن) بھی دوسرے کا بھجن (عبادت) کرتا ہے۔ تو اُسی سادھو ہی ماننا چاہیئے۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگا۔"

(۱۲) گیتا ادھیائے ۹ شلوک ۳۲۔

"اے پرتھا کے فرزند مجھ پر ہی یقیناً دارومدار رکھ۔ جو لوگ گنہگار ہیں یا رذیل اقوام کے اور شودر (خدمتگار) وے بھی نجات کو حاصل کرینگے۔"

یہاں بیان ہے کہ گنہگار اگر خدا پر بھروسہ کریگا۔ تو ضرور نجات کو پہنچیگا؛

(۱۳) منو ادھیائے ۲ شلوک ۷۹ مترجمہ پنڈت تلسی رام آریہ۔

"تین حصوں والی گائتری کو یعنی اونگ بھوہ بھوہ سوہ کو تینوں چرنوں کو دونوں وقت کی سندھیا میں وید پڑھنے والا براہمن جپ کرے۔ تو کل مہا پاپ معاف ہو جاتے ہیں۔"

(۱۴) منو ادھیائے ۲ شلوک ۸۶

"جو چار پاک یگیہ ہیں اور ودھ یگیہ یہ سب جپ یگیہ کے سولھویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے یعنے سوامی جی تو تسبیح وغیرہ کو لغو خیال کرتے تھے۔ مگر منو جی تسبیح سے عبادت کرنے کو ہون وغیرہ سے ۱۶ حصے بڑھ کر گناہوں سے پاک ہونا بتلاتے ہیں؛

(۱۵) سمادہی یوگ (مراقبہ کے ذریعہ) سے جس آدمی کی اودیا (جہالت گناہ) وغیرہ کی ناپاکی دُور ہوگئی ہے۔ اور جس نے روحانیت میں قائم ہوکر پرماتما میں دھیان لگایا ہے۔ اس کو پرماتما کے وصل سے جو کچھ سکھ ہوتا ہے۔ وہ زبان سے نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس آنند (لُطف) کو جیوآتما (رُوح انسانی) اپنے انتہ کرن (قوئے باطنیہ) سے محسوس کرتا ہے۔ لفظ اُپاسنا کے معنے نزدیک ہونا ہے۔ اشٹانگ یوگ کے ذریعہ سے پرماتما (خدا) کے نزدیک ہونے کے لئے اور اُسکے

موجود کل ہونے اور سب کا ضابطہ القلوب ہونے کے اوصاف کو عین الیقین کرنے کے واسطے جو جو کام لازمی ہیں۔ وہ عمل میں آنے چاہئیں (یہ قول اُپنشد کا ہے۔ منقول ستیارتھ پرکاش اُردو صدا۲۱۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ انسان اگر جہالت اور گناہوں میں مبتلا ہو تو بعد میں اگر ناپاکی وغیرہ کو دور کرے تو خدا کا وصال اور قرب حاصل ہوجاتا ہے یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ جو سوامی جی کے قلم سے بھی خدا نے نکلوا دیا۔

(۱۶) اُپاسنا کا پھل یہ ہے کہ جس طرح سردی سے گھبرائے ہوئے آدمی کی سردی آگ کے نزدیک جانے سے دور ہوجاتی ہے۔ اسی طرح پرمیشور (خدا) کی نزدیکی میسر ہونے سے تمام عیب اور دکھ چھوٹ کر پرمیشور کے صفات فعل عادات کی مانند جیو آتما (روح) کی صفات اعمال و عادات پاک ہوجاتے ہیں " ستیارتھ پرکاش صد۲۱۵۔

یہاں بھی سوامی جی کے قلم سے نکل گیا ہے۔ کہ جسطرح سردی گرمی سے نیست ہوجاتی ہے اسی طرح گنہگار آدمی کو خدا کا قرب حاصل ہوجائے تو وہ نجات کا حقدار ہوجاتا ہے۔

(۱۷) "اُپاسنا کا پھل یہ ہے کہ اس سے پرمیشور کا گیان ہوتا ہے۔ اور تمام خلل دور ہوجاتے ہیں"۔ ویاس جی کی شرح سوتر ۲۸۔ منقول رگوید بھاش بھومکا صد۹۸۔

(۱۸) "یوگ کے آٹھ انگوں (مدارج) کے حصول سے ناپاکی دور ہوکر گیان (علم و معرفت) کی روشنی اور وویک (حق و ناحق کی تمیز) ترقی پاتی ہے" یوگ درشن ادھیائے ۱ پاد ۲ سوتر ۲۸

(۱۹) اُپاسنا یوگ کے قواعد پر عمل کرنے سے رفتہ رفتہ ناپاکی یعنے جہالت دور ہوجاتی ہے اور گیان کی ترقی ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ موکش (نجات) حاصل ہوجاتی ہے"

(یوگ درشن ادھیائے ۱۔ پاد ۲۔ سوتر ۲۹)

مندرجہ بالا حوالجات ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان اگر اُپاسنا (عبادت) کرے تو جہالت گناہ وغیرہ دور ہوکر نجات کا مستحق ہوجاتا ہے۔

(۲۰) ہمنے آبادی میں جو گناہ اور جنگل اور سبھاؤں اور اندریوں کے ذریعہ گناہ کئے تھے سو وہ ترک کرتے ہیں۔ اور ہوم سامگری سواہا کرتے ہیں"۔ یجروید ۳۲/۴۵۔

اس منتر سے بھی بالبداہت واضح ہو گیا کہ گناہ ترک کر کے ہوم ساگر وغیرہ کا عمل کرے۔ تب پاپ معاف ہو جائیگا۔ مندرجہ بالا بیس حوالجات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ انشاء اللہ کبھی دوسرے وقت میں کسی اَور مضمون پر بقایا حوالوں کو بھی موقع ہوا تو نقل کرینگے۔

ناظرین اب جبکہ اسلامی عقیدہ کہ خدا رحیم و تواب ہے۔ عقلی و نقلی دلائل سے پایہ ثبوت کو پہونچ گیا۔ تو اس سے انکار کرنیوالا شخص جو ہو گا اس کو بخشش پانے کے سوا اور کچھ کہینگے۔ آریہ صاحبان کا دعوےٰ ہوا کی طرح اُڑ گیا۔ اور اگر آریہ صاحبان اسلامی عقیدہ کا اب بھی انکار کرتے ہیں۔ تو پھر وہ ایک ایسی مشکل میں پھنس جائینگے۔ جس سے نکلنا اُن کے لئے امر محال ہے کیونکہ جب بقول ان کے خدا ذرہ بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا تو ان کا مہرشی دیانند جی و دھرم ویر پنڈت لیکھرام و مہاتما منشی رام وغیرہم کی نسبت جو عقیدہ ہے کہ پہلے دونوں مکتی پا گئے۔ اور موخرالذکر بزرگ بھی مکتی یابوں کے گروہ میں داخل ہیں یعنے سنیاس لے لیا ہے۔ خود مکتی کیا دوسروں کو مکتی کا راستہ دکھلانے والے ہیں۔ کہاں تک صحیح ہو گا۔ کیونکہ اوائل عمر کے گناہ تو ان سے دور نہ ہوئے۔ اور ان کی سزا ضرور بھگتیں گے۔ کوئی جلد باز دیانندی کہہ اُٹھے ہر سہ اشخاص سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا۔ جو مستوجب سزا ٹھہریں۔ ہم کہتے ہیں سوامی جی کے متعلق تو اسی رسالہ تشحیذ کے نمبر ۱ جلد ۳ میں ثابت کر آئے ہیں کہ سوامی جی بھنگ نوش بھی رہے۔ اپنے آپ کو برہم سمجھتے رہے۔ انہوں نے والد صاحب سے جھوٹ بھی بولا۔ اور مورتی پر سونے کے چھلّے بھی چڑھاوا چڑھائے۔ تو کیا اتنے جرموں سے وہ کہیں بچ سکتے ہیں۔ اور پھر پنڈت لیکھرام۔ ان کی بابت بھی سُن لیجئے۔ وہ خود ہی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کلیات آریہ مسافر ص ۳۲ کالم ۱۔

"اوائل میں طبیعت ورطۂ حیرانی میں پھنسی رہی۔ اور انہی ایام میں بُت پرستی کی سُوجھی۔ برسوں کرشن جی اور مہادیو کی پوجا سے سروکار رہا۔ اور انہیں کو اپنا مالک اور پروردگار جان کر جبہ سائی ہوتی رہی۔ بیماری کے دنوں میں بلکہ خانقاہوں سے مرادیں مانگتے رہے۔ اور دیوی دیوتاؤں سے ملتجی ہوا ... ... آخر کار دیانند جی کے چرنوں میں آ گیا"

اب دیکھئے اپنے عجیب گناہوں کے ہوتے ہوئے وہ کیسے مکتی پا سکتے ہیں۔ اور پھر

سنیاسی مہاتما منشی رام صاحب کی بابت بھی انہی کے الفاظ میں ان کی سرگذشت سن لیں۔

دیکھئے دیباچہ سوانح عمری پنڈت دیانند جی مصنفہ لیکھرام آریہ صفحہ ۹ :-

"اُس جگہ (بریلی) میں مجھے پہلی اور آخری بار رشی دیانند جی کے درشن نصیب ہوئے۔ میں اُن دنوں ناستک (دہریہ) تھا۔ کاشی نگر کی زبردست پوجا سے ویاکل ہو کر مت متانتروں میں کچھ عرصہ اوندولن کرنے کے بعد میں نے ایشور کی ہستی سے جواب دے رکھا تھا۔ ایشوریہ گیان کا نہ تو کبھی قائل تھا اور نہ ہی انجیل و قرآن دیکھنے سے کبھی تسلی ہوئی۔ وید کا نام سنا ہی نہ تھا۔ علاوہ ناستک (دہریہ) ہونے کے میری یہ پختہ رائے تھی کہ سنسکرت زبان میں سوائے بیہودہ پن کے عقل کی کوئی بات نہیں ..... جگت بیتی تو بہت سی کہانیاں ہیں جو اور کسی وقت کے لئے چھوڑتا ہوں۔ اب آپ بیتی کرتا ہوں میں نے تین مرتبہ سوامی جی سے بات چیت ایشور وشے (ہستی باری تعالے) پر کی۔ مجھے ان دنوں اپنے ناستک پن کا بڑا ابھمان تھا (یعنے دہریت کے اصولات پر غرور).. .. میں اس وقت تو ناستک ہی کا ناستک رہا۔ اور اسکے عرصہ بعد تک انشو ہی کی گھری غار میں گرا رہا۔ ... بعد میں معلوم ہو گیا کہ سچا رشی سوامی دیانند ہے۔"

اب مہاشو! بتلاؤ اس عقیدہ کے رکھتے ہوئے تمہارا ان ہر سہ بزرگوں کی نسبت جو عقیدہ ہے۔ قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہمارے طالب کو سنکر گھبرا جائیں دادر یہ کہدیں کہ ہاں یہ مکتی نہیں پا گئے۔ تو پھر ہمارا سوال ہو گا کہ دیانند اور لیکھرام اور منشی رام جیسے بندگی وید کے دہرم میں رہ کر مکتی نہ پا سکے تو عوام کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

آخر میں ہماری پرارتھنا (گذارش) ہے کہ آریہ سماجیوں کا یہ سنہرا اصول ہے کہ سچ کے قبول کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔ مگر ناظرین کو معلوم ہو گا کہ اس اصول پر کچھ عمل وقت سے اور کوئی دقت نہیں دیجاتی۔ ہاں اگر وہ (آریہ) اسپر کاربند ہونے کا حقیقی طور پر دعویٰ کرتے ہیں۔ تو پھر ہم دیکھ لینگے۔ کہ اب وہ سچ کے قبول کرنے کو کہاں تک آمادہ و تیار نظر آتے ہیں

ہماری اس تواب رحیم خدا کے دربار میں عرض ہے کہ اسے ضابط القلوب ایشور ہم تیرے عاجز بندے ہیں تو ہمیں اپنی پناہ میں لے۔ کہیں شیطان کے پھندے میں نہ پھنس جائیں۔ اے مولا کریم گنہگار ہیں۔ اور تو رحیم و کریم ہے۔ تو ہماری حاجتوں کا مالک ہے۔ ہم تیرے حضور جھکے

دل سے یہ پیار تھا کہ تم ہیں کہ تو ہمارے سابقہ گناہ دور کردے۔ اور آئندہ بھی ہم بُرے افعال سے مجتنب رہیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ اے رب العزت ہماری دُعاؤں کو سن لے مولا! تیرا دین اسلام دنیا میں رونق پذیر ہو۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ اسکی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کی ہدایت دیں۔

اے مولا! دُنیا میں جو فسق و فجور کی گھٹا چھا رہی ہے۔ اسکو اپنے فضل سے دُور کردے کیا عرض کریں تو علام الغیوب ہے۔ تو ہمارے دلوں کا سب حال جانتا ہے۔ پس ہمارے نیک ارادوں میں ہمیں کامیاب و بامراد کر۔ آمین ثم آمین ؎

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۹)

منشی خادم حسین صاحب خادم مناظر ضوصی۔

شیعہ۔ اہلسنت کی کتابوں میں جنگ احد کے ذکر میں آیا ہے کہ عمر کہتا تھا کہ میں پہاڑ پر اس طرح چڑھتا تھا جسطرح پہاڑی بکرا۔ کیا یہ بوقت فرار نہ تھا۔ اگر نہ تھا تو اسکی علت بیان کرو ؎

احمدی۔ اسکے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ نہیں عرض کرتا۔ بلکہ مغازی الرسول سے ایک ہی روایت نقل کردیتا ہوں۔ پھر آپ کو خود بخود اصلیت اس واقعہ کی معلوم ہو جائیگی۔ وھو ھذا

" اور کہا رافع بن خدیج راوی نے کہ پھر اُسوقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو طلب کیا۔ اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے۔ اور میں دیکھتا تھا کہ فلاں و فلاں یعنی لوگوں کو کہ قلۂ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں۔ تب اُسوقت شیطان نے صیحہ کیا کہ محمدؐ قتل ہوئے یہ اسلئے کہ مسلمان مفرور ہو جائیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُسوقت آگے بڑھا اور جبل پر مثل بزِ کوہی کے چڑھ گیا۔ پھر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اسوقت وہ فرماتے تھے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ؎

دیکھو کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اول مطبوعہ نولکشور ص۲۱۹

اِس سے صاف ثابت ہو گیا کہ عمرؓ کا بندی کو ہمسار پر چڑھنا بہ ارادہ فرار نہ تھا بلکہ بغرض تلاش حضرت سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

شیعہ۔ مالک بن نویرہ کون تھا۔ اور اُسکے قتل کی کیا کیفیت ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ مُسلمان تھا۔ اور مالک کو خواہ مخواہ اور بے گناہ مرتد قرار دے کر قتل کر دیا۔ غرض یہ نہایت ہی شرمناک حرکت تھی۔ جو خالد جیسے سپہ سالار اہل اسلام سے ہوئی۔ اور ابو بکرؓ نے بھی خالد سے قصاص نہ لیا۔ حالانکہ قصاص ضروری تھا۔

احمدی۔ مالک بن نویرہ بنی یربوع کی قوم سے تھا۔ بقول شیعہ مفسر منہج الصادقین اور بنی تمیم کا سردار۔ پہلے بے شک مسلمان تھا۔ مگر بعد وفات رسول صلے اللہ علیہ وسلم بقول سورخین اسلام مُرتد ہو گیا تھا۔ اور بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیلمہ سجاح بنت الحرث نصرانیہ و مدعیہ نبوت کی جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ یعنی صورت میں اس کا قتل مثل دوسرے اہل ارتداد کے خلیفہ برحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بلکہ ہر مسلمان پر فرض تھا۔ جیسے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کل مسلم بین مسلمین ارتد عن الاسلام وجحد محمداً صلے اللہ علیہ وآلہ بنوتہ وکذبہ فان دمہ مباح لکل من سمع ذالک × × × وعلی الامام ان یقتلہ ان اتی بہ ولا یستتیبہ کذا فی من لا یحضرہ الفقیہ باب الارتداد اور جیسے کہ بحوالہ کتاب ابن بابویہ و شیخ مفید امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں تمام صحابہ رضی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ پس حضرت مردم را موعظہ کردہ فرمود ایہا الناس پیغمبرے بعد از من نیست و سنتے بعد از سنت من نیست۔ پس ہر کہ بعد از من دعوے پیغمبری کند یا بدعتے در دین من کند۔ دعوی او و بدعت او در آتش است وہر کہ چنین دعوے کند اور ا بکشید وہر کہ پیروی او کند در آتش است" حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۹۲۔

یعنے میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور نہ میری شریعت کے سوا کوئی شریعت قابل پیروی ہے۔ پس جو کوئی میرے بعد پیغمبری کا دعوے کرے۔ یا میرے دین میں بدعت پیدا کرے۔ اس کا دعوے اور بدعت جہنم میں ہے۔ جو ایسا دعوے کرے اُسکو قتل کر دو۔ اور جو کوئی اسکی پیروی

کرے۔ جہنمی ہے۔

ثبوت ارتداد مالک بن نویرہ واجابت دعوت سجاح۔

(الف) وکانت سجاح بنت الحرث ترید غزو ابی بکر فارسلت الی مالک بن نویرۃ تطلب الموادعۃ فاجابہا وردھا عن غزوھا وحملہا علی احیاء من بنی تمیم ... واجتمع مالک ووکیع وسماعۃ فنجعت لہم سجاح وقالت اعدوا الرکاب واستعدوا للنہاب ثم اغیروا علی الرباب فلیس دونہم حجاب۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ ذکر بنی تمیم وسجاح جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ

(ب) وچوں کار شیں بواسطہ متابعت بنی تغلب فی الجملہ قوت یافت باکثر قبائل عرب نامہا نوشتہ ایشاں را بکیش خود دعوت کرد۔ جمع کثیرہ جمے غفیر اورا دریں قول مصدق داشتہ بخدمتش کمر بستند۔ وچوں مہم او تمام شد بمالک بن نویرہ کہ رئیس بنی تمیم بود وشعار اسلام داشت نامہ نوشتہ اورا بمتابعت خویش خواند۔ مالک از غایت سخافت رائے وقلت تدبر با سجاح ہمداستان گشتہ مرتد شد۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۵۰۔ ذکر سجاح وکیفیت اختلاط او با مسیلمہ کذاب +

(ج) ودر عہد ابی بکر ہفت قبیلہ مرتد گشتند یکے فزارہ قوم عیینہ ابن حصین۔ دوم غطفان قوم مرہ بن سلمہ۔ سیم بنی سلیم قوم فجاءۃ بن عبد یالیل۔ چہارم بنو یربوع قوم مالک بن نویرہ۔ پنجم بعضے از قبیلہ بنی تمیم قوم سجاح بن منذر کہ زوجہ مسیلمہ بود ودعوے نبوت کرد۔ ششم کندہ قوم اشعث بن قیس۔ ہفتم بنو بکر بن وائل بود۔ در بحرین کہ قوم حطیم بودند۔ حق تعالے شر ایشاں را کفایت کرد۔ بر دست مسلمانان بقتل آمدند۔ تفسیر منہج الصادقین۔ سورۂ مائدہ صفحہ ۱۶۴ زیر آیت من یرتد منکم عن دینہ +

میں شیعوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر جناب علی خلیفہ بلافصل ہوتے تو کیا ان پر بھی ان مرتدین کا قتل واجب تھا یا نہ۔ ضرور تھا۔ کیونکہ انہوں نے تو بصرہ کی لڑائی میں اصحاب جمل کو جن سے عائشہ صدیقہ اور طلحہ وزبیر جیسے جلیل القدر بزرگوار صحابہ مراد ہیں۔ علی الخصوص مصداق اس آیہ کا قرار دیکر واجب القتل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا حقیقی ارتداد دین اسلام سے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ارتداد تھا بھی تو خلیفہ برحق کی بیعت سے انحراف کی بناء پر تھا۔

اور بس ۔ برخلاف مرتدین عہد خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ انہیں مدعیان نبوت ہیں ۔ اور مانعین زکوٰۃ ہیں ۔ اور مثل مالک نویرہ کے ان دشمنان اسلام کے ممد معاون ہیں ۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ جناب علی علیہ السلام انکے ساتھ مقاتلہ و محاربہ نہ کرتے ۔ اور ان کو کیفر کردار تک نہ پہنچاتے ۔

لطیفہ ۔ شیعوں سے جب سوال کیا جاتا ہے ۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے کیوں ابوبکرؓ و عمرؓ کا مقابلہ نہ کیا ۔ بلکہ انکی بیعت کر لی ۔ تو جواب میں کہدیتے ہیں کہ مقابلہ کس طرح کرتے آپ کا کوئی مددگار و معاون نہ تھا ۔ لیکن جب کہا جائے کہ اتنے بڑے مقبول خدا و رسولؐ و زوج حضرت بتولؓ و شیر خدا و صاحب شجاعت و ہیبت خداداد و صاحب کرامت واعجاز بے انداز کے لئے کیا ہو سکتا ہے ؟ کہ وقت مصیبت کوئی اس کا ساتھ نہ دے یا اپنی حق تلفی پر صدائے احتجاج بلند نہ کرے یا مددگاروں کی راہ دیکھتا رہے ۔ بلکہ لازم اور شایان شان مرتضوی تو یہ ہے ۔ کہ خود ہی خم ٹھونک کر بلا انتظار امدادے از انصار میدان مقابلہ میں اتر آئے ۔ اور مخالفین کے دل میں وہ دھاک بٹھلائے کہ بغیر ہتھیار ڈالدینے کے انکو چارہ نہ ہو تو کہتے ہیں کہ ہمیں تمام ملائکہ و جن آپ کے تابع تھے ۔ تمام پرند و درندے آپ کے فرمانبردار اور علاوہ ازیں ایک طویل فہرست شیعیان علی علیہ السلام کی پیش کر دیتے ہیں ۔ جیسے کہ شیعہ قاضی نوستری نے مجالس المومنین میں ایک مستقل باب اس بارہ میں باندھا ہے ۔ اور لکھتے ہیں ۔

مجلس دوم در بیان ملل طائفہ چند کہ بہ تشیع مشہور و در سلک ایمان مذکور اند ۔

(۱) الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار ۔

(۲) بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند ۔ رئیس آں قوم مالک بن نویرہ و ہمگی ایشاں از جملہ محبان اہل البیت بودہ اند ۔ مجالس المومنین مطبوعہ ایران مجلس دوم صـ۵۲ ۔

دوسرے کو الف کو چھوڑ کر صرف ان مذکورہ بالا طوائف انصار و بنو حنیف پر ہی اگر اکتفا کیا جائے ۔ اور ان کی تعداد کثیر کا اندازہ لگایا جائے تو اہل انصاف پر واضح ہو سکتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کی طرف بے بےکسی اور بے یاری و مددگاری کا عذر منسوب کرنا کس قدر بے بنیاد اور سراسر خلاف واقعہ ہے ؟

آمدیم بر سر مطلب۔ پھر مالک بن نویرہ کے قتل کے بارہ میں ایک اور امر قابل ذکر ہے۔ کہ خالد نے تو اسکو قتل ہی نہیں کیا۔ بلکہ ضرار بن الازور نے کیا ہے۔ اور وہ بھی ایک عجیب غلط فہمی سے۔ لکھا ہے کہ خالد نے مالک بن نویرہ اور اسکے افراد قوم کو قید کر لیا تھا۔ اور رات کو بڑی سردی تھی۔ قیدیوں کو سردی سے بچانے کے لئے خالد نے منادی کو حکم دیا کہ انہیں [illegible] کو دو۔ دافئوا اسراکم۔ ان الفاظ کے معنے لغت کنانہ میں یہ بھی ہو سکتے تھے کہ قیدیوں کو قتل کر دو۔ پس لشکریوں نے گمان کیا۔ کہ امیر لشکر نے قتل کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اس کا ارادہ صرف یہ تھا۔ کہ قیدیوں کو سردی سے بچانے کے لئے اوڑھنے دو۔ پس انھوں نے قتل کر دیا۔ اور جب خالد نے مقتولوں کی چیخ پکار سُنی تو نکلے۔ مگر وہ سب کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ اسپر خالد نے کہا کہ جب خدا کا ارادہ کسی امر کے کرنے پر ہو جاتا ہے۔ تو وہ لامحالہ ہو ہی جاتا ہے۔

ترجمہ عبارت عربی تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صہ ۱۷۳

شیعہ۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس آرہے تھے۔ تو کچھ منافقین رات کے وقت پہلے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے میں عقبہ پر گھات لگا کر بیٹھ رہے۔ اور ارادہ کیا کہ آج رات تاریک ہے۔ خوب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالیں یا آپ کے اُونٹ کو چھیڑ کر بھڑکا دیں تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گرادے۔ آخر وحی جبرئیل کے ذریعے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے پہلے سے ان کے ارادہ بد سے مطلع کر دیا۔ اور ان کے نام بھی بتلا دیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ آج کی رات میری اُونٹنی سے جُدا نہ ہونا۔ انھوں نے ایک ہاتھ میں مُہار پکڑ لی۔ اور دوسرے ہاتھ میں ذوالفقار کھینچ لی۔ اور حذیفہ الیمان کو فرمایا کہ تم آگے آگے چلو۔ جب اس مقام پر آنحضرت تشریف لائے۔ جہاں کہ یہ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ تو آواز دی۔ اور ہر ایک کا نام لیکر پکارا کہ اے فلاں اے فلاں۔ جب ان منافقین پر ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے راز پر واقف ہو گئے ہیں تو آگے دوڑے گئے۔ حضرت نے فرمایا تم کیوں ہم کو چھوڑ کر پہلے سے یہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ جگہ بڑی خوفناک تھی۔ اور دشمن کی گھات کا موقعہ تھا۔ ہم آپ سے پہلے پہونچ گئے۔ تاکہ اگر دشمن کو پائیں۔ تو اس کو مار ہٹائیں۔ اور آپ کے را

کو دشمنوں سے خالی کر دیں۔ اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتلائے تھے اور ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ آپ فرمایئے کہ اس کا کیا جواب ہے۔

احمدی۔ یہ روایت بھی معترضوں کے تعصب بیجا کو ظاہر کرنے کے لئے بطور مثال کے قابل غور ہے۔ جو وہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اصل روایت میں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ایسے شریر النفس گروہ منافقین میں شامل تھے۔ جو آنحضرتؐ کی ہلاکت کے درپے تھے۔ لیکن بدگمانوں نے خواہ مخواہ ان نیک نام اصحاب رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شامل کر دیا۔ لیکن بغیر ثبوت یا دلیل کے کوئی الزام یا دعوے کب قابل قبول ہو سکتا ہے ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ٭ ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

حسن اتفاق سے شیعہ کی ایک نہایت معتبر کتاب کی ورق گردانی کرتے کرتے یہی روایت میری نظر سے گذری۔ اور اسکے راوی بھی خود حذیفہ ہیں۔ اور اس میں اُن منافقین کی فہرست بھی دی ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ شیعہ معترض کی مراد پوری نہیں ہوئی۔ اور ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما اس بہتان سے بھی بری الذمہ رہے۔ اب ملاحظہ ہو وہ روایت اصحاب العقبہ:۔

عن زیاد بن المنذر قال حدثنی جماعۃ من المشیخۃ عن حذیفہ بن الیمان انہ قال الذین نفروا برسول اللہ ناقتہ فی منصرفہ من تبوک اربعۃ عشر۔ ابو الشرور[1] و ابو الدواہی[2] و ابو المعازف[3] و ابوہ[4] و طلحۃ[5] و سعد بن ابی وقاص[6] و ابو عبیدہ[7] و ابو الاعور[8] و المغیرہ[9] و سالم[10] مولی ابی حذیفۃ و خالد[11] بن ولید و عمرو[12] بن العاص و ابو موسیٰ[13] الاشعری و عبد الرحمٰن بن عوف - وھم الذین انزل اللہ عزوجل فیھم وھموا بما لم ینالوا -   کتاب خصال محقق ابن بابویہ ابواب الاربعۃ عشر مطبوعہ ایران صہ۹۱

محققین اہلسنت نے ان منافقین کی تعداد بارہ لکھی ہے۔ اور وہ درحقیقت منافق ہیں جیسے کہ عبد اللہ بن ابی و سعد بن ابی سرح وغیرہم۔ دیکھو زاد المعاد جلد اول صہ۴۶۲ فصل فی رجوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تبوک

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ مارچ ۱۹۱۸ء)

پیشگوئی نمبر ۶

انعام رکوع ۲۰ - وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ - اور یہ کتاب نازل کیا ہے ہمنے اوسکو - پس پیروی کرو اس کی - اور بچو اس کی خلاف ورزی سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ ٭

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی ہے - کہ یہ کتاب جو برکات کا بڑا حوض یا سمندر ہے - اپنی برکتوں میں ہمیشہ بڑھتی رہیگی - پس پیروی کرو اسکی - اور خلاف ورزی مت کرو - اور تقوی اسلام کا جو شعار ہے - اختیار کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ گے - ورنہ طرح طرح کے عذابوں - قحطوں وباؤں - جنگوں میں ہلاک کئے جاؤ گے - سو کتاب اللہ کی باتیں جو قبل از وقوع بڑے نازک وقت میں کہی گئی تھیں - تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پوری ہوئیں ٭

پیشگوئی نمبر ۷

انعام رکوع ۲۰ - فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ط سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ط يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ - اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا - قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

ترجمہ - کون ظالم بڑا ہے اس شخص سے جسنے جھٹلایا آیات اللہ کو - اور رکا رہا ان سے بہت ہی قریب سزا دینگے ہم ان لوگوں کو جو رکے رہے آیات ہماری سے عذاب برے کی بسبب اسکے کہ وہ رکے رہے - نہیں انتظار کرتے تھے مگر وہ اسے - مگر یہ کہ سے آویں تو ان کے

پاس فرشتے یا آوے خود رب تیرا۔ یا آویں بعض نشانیاں رب تیرے کی۔ اور جس دن آوینگی بعض نشانیاں تیرے رب کی۔ ہرگز نہ مفید ہوگا۔ کسی جان کو اس کا ایمان لانا۔ جو کہ نہیں ایمان لائی وہ پہلے اس سے۔ یا عمل کیا کوئی نیک ایمان اس کے تئے۔ اے رسول کہدے کہ انتظار کرو تم (اوپر کی باتوں کا) اور ہم بھی انتظار میں رہینگے ٭

ان آیات میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو سب کی سب اپنے مقررہ وقت میں پوری ہوئیں۔ اوّل یہ کہ وہ ظالم جنھوں نے آیات اللہ سے منہ پھیرا۔ ہم عنقریب ان کو عذاب کرینگے۔ عذاب برا۔ دوم یہ کہ ان کے پاس خدا آئیگا۔ اور فرشتے بھی اتر کر ان سے لڑینگے۔ اور بہت سے نشانات رب کے دیکھیں گے۔ لیکن اسدن ایمان لانا کسی کا نفع نہ ہوگا۔ سوم یہ کہ ان عذابوں کے تم منتظر رہو۔ اور ہم بھی منتظر رہینگے۔ پھر دیکھنا کس کو دربار الٰہی سے نجات ملتی ہے۔ اور کون مظفر و منصور ہوتا ہے۔ اور کون ہلاک ہوتا ہے۔ آخر ظالم لوگ ہی عذاب الٰہی سے مارے گئے ٭

پیشگوئی نمبر ۷۸

انعام رکوع ۲۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ ترجمہ۔ بے شک جنھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دین اپنے کو۔ اور ہو گئے جدا جدا۔ تیرا اے نبیؐ۔ اُن میں کچھ حصہ نہیں۔ اور حکم فیصلہ ان کا طرف اللہ کے ہے۔ وہی خبردار کرے گا۔ اُن کو اُن کاموں سے جو کرتے ہیں ٭

آیت ہذا میں علاوہ دیگر فرقوں کے شیعہ مذہب کے ظہور کی بھی پیشگوئی ہے کہ انہوں نے بسبب اختلاف خلافت و قرآن کے جمع ہونے کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ غرض جو لوگ بھی حق ماننے میں ضدی ہونگے۔ فیصلہ ان کا حشر میں خدا ہی کریگا ٭

پیشگوئی نمبر ۷۹

انعام رکوع ۲۰- هُوَ الَّذِی جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ط اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۔۔۔

ترجمہ۔ وہ خدا جسنے بنایا تم کو جانشین زمین میں اور بلند کیا درجہ تمہارا بعض پر۔ تاکہ امتحان کرے تمہارا اس چیز میں کہ دی ہے تم کو (قرآن پاک و نبی اللہ) اور بیشک اللہ تعالےٰ بہت جلد عذاب کرنیوالا ہے ⁂

اس آیت شریفہ میں اہل مکہ کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک زبردست پیشگوئی کی ہے۔ کہ تم حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے خلف اور ارض فاران کے خلیفہ ہو۔ تم کو قرآن اور نبی دیا ہے۔ اگر ان کے مطیع نہ ہوئے۔ تو تم کو بہت جلد عذاب میں گرفتار کیا جائیگا اور اس میں بہت ہلاک ہونگے۔ سو جنگ بدر و فتح مکہ کے دن یہ سب کچھ پورا ہوا ⁂

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

باب۔ واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک الایۃ:
حدثنا احمد بن ابی رجاء۔ پیچھے تو مریم اور آسیہ امراۃ فرعون کی فضیلت بیان فرمائی تھی۔ یہاں خدیجہ کا بھی ذکر فرمادیا کہ وہ عورتوں میں سے اعلیٰ عورت تھے۔
معلوم ہوتا ہے کہ کلام کہنے والے کی مختلف مراد ہوتی ہے۔ ایک شخص ہے۔ جو طب بھی جانتا ہے اور سائنس بھی۔ اور دونوں میں اُسے خوب کمال حاصل ہے۔ لیکن جب کہیں طب کا ذکر آئے گا۔ تو اسوقت کہا جائے گا کہ فلاں فلاں شخص طب میں خوب ہی ماہر ہیں۔ تو اس وقت اسکے سائنس جاننے کی نفی نہیں ہو جائیگی۔ ایسا ہی جب سائنس کا ذکر ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ فلاں فلاں شخص سائنس میں خوب ماہر ہیں۔ اس سے اسکے طب جاننے کی نفی نہیں ہو جائیگی۔ تو جو کلام کا اُسوقت قرینہ ہوگا۔ اسی کے مطابق اس کا ذکر

کر دیا جاوے گا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی فضیلت ہو گی ۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر خدیجہ رضی کے بہت بڑے بڑے احسان تھے۔ اس حیثیت سے اور کوئی عورت ان پر فضیلت حاصل نہیں کر سکتی۔ عائشہ کیا کوئی مرد بھی ان پر اس فعل میں فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر خدیجہؓ کا آپ سے وہ تعلق ہے۔ جو کسی اور کو نہیں۔ جس زمانہ میں آپ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔ خدیجہ آپ پر ایمان لائیں۔ اور آپ کو جس طرح سے ہوا مدد دی۔ حضرت مریم اپنی اُمت میں فضیلت رکھتی تھیں۔ اور آسیہ نے اپنے وقت میں کمال دکھلایا اسلئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مناسب موقعہ پر ہر ایک کا ذکر فرما دیا ہے ۔

باب۔ قول اللہ اذ قالت الملائکة یامریم ان اللہ یبشرک بکلمة منه اسمه المسیح ابن مریم* الاکمه۔ اندھراتے والا۔ بعض نے اسکے معنے مادرزاد اندھا کے لئے ہیں۔ لیکن یہاں یہ معنے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ مادرزاد اندھا ہونا یہ تو پیدائشی بات ہے۔ بیماری نہیں ہے۔ اور جنہیں مسیح اچھا کرتا تھا۔ ان کو تو بیماری ہوتی تھی۔ اور بیماری اندھراتا ہی ہے۔

حدیث ادم۔

پہلے بھی اس طرح کی ایک حدیث آ چکی ہے وہاں خیر نسائہا مریم وخیر نسائہا خدیجة۔ آیا ہے۔ یہ بہت صاف ہو گیا ہے۔ کہیں تو مریم کہیں خدیجہ۔ یہاں عائشہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

بعض ایسے لوگوں نے جنکے دلوں میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ صرف مریم یا آسیہ کی فضیلت ثابت ہو۔ اس طرح کہدیتے ہیں کہ یہاں فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ فرمایا اس سے انکی فضیلت کہاں ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جیسے ثرید ایک معمولی سا کھانا ہوتا ہے۔ ایسا ہی عائشہ عورتوں میں ایک معمولی عورت ہے گویا انہوں نے نعوذ باللہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو لغو کلام ٹھیرایا ہے۔ لفظ یہ اجازت نہیں دیتے کہ اس کا یہ ترجمہ کیا جاوے۔ ثرید عرب میں نہایت اعلیٰ درجہ کا کھانا شمار کیا جاتا ہے۔ اور اسے سب کھانوں سے افضل کیا جاتا ہے ۔

یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فضیلت ان کو تمام جہان پر نہیں ہے۔ بلکہ اپنے وقت کے نساؤں پر ہے۔

ابوہریرہ رضؓ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں سے ان کا خاص تعلق تھا یا دماغ پر انہیں بہت حسن ظن تھا۔ اسلئے ان کی روایتوں میں ایسی باتیں ضرور آجاتی ہیں۔ جو عیسائیوں کے بعض معتقدات کی تائید کرتی ہیں +

ولم ترکب مریم بعیرًا قطّ۔ ابوہریرہ رضؓ کا ایسا خیال ہے کہ مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ قریش کی صفت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ وہ اونٹ پر سوار ہوتی تھیں۔ اس لئے ابوہریرہؓ کو خیال ہوا۔ کہ اگر مریم بھی اونٹ پر سوار ہوتی ہیں۔ تو ان کو پھر کونسی فضیلت ہوئی اسلئے اس خیال پر عیسائیوں سے پوچھا۔ انھوں نے ان کو بتلا دیا کہ مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ ایسا ہی ابن عباس رضؓ کو یہود پر بہت حسن ظن تھا۔ ان کو خیال تھا کہ قرآن کریم میں جو بعض جگہ یہود کا ذکر آجاتا ہے۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ اپنے پاس سے باتیں بناتے رہیں۔ اسلئے یہود سے دریافت کرلیا کرتی +

ابن جریر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک بات دریافت کی۔ آپ نے اُسے رقعہ لکھکر دیا۔ اور ایک یہودی عالم کے پاس بھیجدیا۔ اس نے پھر اس کا جواب لکھ کر دیا۔ یا زبانی ہی وہ قصہ اُسے سمجھا دیا +

بعض آدمی حسن ظن میں بالکل ہی کمال کر دیتے ہیں جیسے حضرت ابن عباس رضؓ لیکن مُسلمانوں نے بھی پھر حد ہی کر دی ہے۔ مُسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ جو وہ لکھ گئے۔ بس وہی ٹھیک ہے۔ اس سے ذرا اِدھر اُدھر ہونا گویا اسلام کو چھوڑنا ہے۔ لیکن صحابہ بھی تو وہی بیان کرتے تھے۔ جو ان کی سمجھ میں آتا تھا۔ ایسا ہی جو کچھ اللہ تعالےٰ ہمیں سمجھا دے۔ مُسلمان ان باتوں میں یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اور یقینی امر ہے +

تصوّف

ایک پُرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے:

(صرف تشحیذ کے لئے)

نفع چیست از شمع کار آموختن
جمله را افروختن خود سوختن

صبر چیست آتش مزاجے داشتن
سوختن مردن همه بگذاشتن

جد چیست از جان وفادار آمدن
بس بیک یک موئی در کار آمدن

هزل چیست آب فراست ریختن
یا کلبے در نجاست ریختن

سهو چیست از پرده بر در ماندن
زیر باراں خفتن و تر آمدن

توبه چیست این جمله را برهم زدن
خیمه زیں عالم بداں عالم زدن

سجده چیست از ننگ خود در گم شدن
وز دل گِل عرشِ جاں بہماس شدن

قصد چیست از دیده کورے ساختن
مرد تک سوراخ موے ساختن

حج چیست از پا و سر بر حل شدن
کعبهٔ دل جستن و در خون شدن

علم چیست از ذره عرش آمدن
گاو ماہے باہم نوش آمدن

عفو چیست از آزار بر جان داشتن
جرمِ خلقان جرم خود پنداشتن

کبر چیست از خے بهاون کوفتن
وز منی بر دوست و دشمن کوفتن

عجب چیست آهن زگرمی سوختن
دیو را ابلیسئے آموختن

جنگ چیست آتش عنانے ساختن
هر سر موئے سنانے ساختن

صلح چیست از ذات خود پیدا شدن
سایه گشتن نیک و بد یکساں خفتن

حکم چیست از خود خیلے ساختن
دوزخے را بر سفلے ساختن

کینه چیست از سینه زنبال کهونت
اژدہا در حقه پنہاں کردنست

بخل چیست از تشنگی جاں دادنست
ہمچو بیمار بحر افتادنست

فہرست کتب تشحیذ ایجنسی

ایجنسی تشحیذ الاذہان سے تمام تصنیفات سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ و خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ و حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے علاوہ دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات بھی مل سکتی ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں اور اس سے علاوہ اور بھی جو اس صفحہ میں درج نہیں ہو سکیں

نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت
البرق ۲ر	محمد رسول اللہ ۱ر	السلام ۳ر	ترجمہ قرآن شریف
طب روحانی ۲ر	معیار حق ۳ر	ضرورت نبی ۱ر	حیدرآبادی ۱ے
مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ۲ر	لیکچر مہر سنگھ ۱ر	خطبات نور ہر دو	پیغام حق ۴ر
قبولیت دعا کے گر ۱ر	" " " ۲ر	حصہ ۔ لعہر	مباحثہ امرتسر ۲ر
ظہور المہدی عار	ترجمہ انگریزی حصہ اول ۲ر	چمکار محمدی ۸ر	القاء ربانی ۸ر
نغمہ الحمل دوئم ۲ر	" " دوئم ۳ر	چمکار مہدی ۱ر	عصمت انبیاء ۷ر
" " سوئم ۱ر	پرانی تحریریں ۲ر	انوار محمدی —	غلامی ۳ر
ادعیۃ القرآن ۲ر	الاسماء الحسنیٰ ۵ر	وفات ناصر مولوی	لیکچر سیالکوٹ ۲ر
مکتوبات حصہ اول ۸ر	الموعظۃ الحسنہ ۲ر	عبدالحی ۔ ۱ر	فیصلہ الٰہی ۳۰ر
" " دوئم ۸ر	سلک مروارید ۲ر	احمدی زرگر ۴ر	ثنائی فرار ۳۰ر
" " سوئم ۸ر	ترجمۃ القرآن پارہ ۲۷	کلام محمود ۴ر	مباہلہ سے انکار ۳ر
ہدایات ۲ر	تا ۱۹ پارہ اول فی ۸ر	امۃ الحفیظ کی آمین	ثنائی روسیاہی ۳ر
حضرت مسیح موعودؑ	مجموعہ الہامات	برکات خلافت ۴ر	تنہائی چکر ۱ر
کا سب سے آخری لیکچر ۱ر	ہر سہ حصہ عہر	انوار خلافت ۱۰ر	ثنائی ہرزہ درائی ۲ر
نشان رحمت ۱ر	آثار مبارکہ ۱ر	ذکر الٰہی ۱۰ر	علمائے خلعت ۸ر
ضرورت زمانہ ۸ر	نماز مترجم ۰ر	منصب خلافت ۱ر	دہرم پال کا کچا چٹھا ۱ر
اسلام کی پہلی کتاب ۴ر	قدامت روح و مادہ ۴ر	مباحثہ شملہ ۳۰ر	پیدائش عالم ۳ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اصلی عرق کافور | **وقت پر صلاح** | اصلی عرق کافور

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۴ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ایک شیشی ۱۲ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر۔

(نوٹ) ادویات ہر جگہ کے دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

دیکھئے مہاراجہ بھیکم نرائن سنگھ دیو ضلع گیا سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپکی دوا ہیضہ کو بہت جلد دُور کرتی ہے۔

جناب دیوان مہاراجہ بنارس بابو بالیشر پرشاد رام نگر سے لکھتے ہیں۔ آپ کا عرق کافور واقعی اکسیر ہے۔

روغن پیپرمنٹ

پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کے فساد میں یہ ایک بہت ہی مفید دوا ہے۔ یہ پیپرمنٹ امریکہ کے ایک نامی کارخانہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پیپرمنٹ سے یہ کہیں بڑھ کر بہتر اور مفید ہے۔ اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا، ایک کی تین شیشیاں بنا کر لوگ بازار میں چار آنہ چھ آنہ شیشی بیچتے ہیں۔

قیمت آدھا اونس شیشی ۱۰ر محصولڈاک و پیکنگ ایک سے چار تک ۵ر

نوٹ۔ ادویات ہر جگہ کے دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

چندہ سالانہ رفیق حیات صرف ایک روپیہ مع محصول ڈاک

رفیق حیات

جو کہ سال میں بارہ دفعہ شایع ہوتا ہے

نیم حکیموں کے پھندے سے رہائی دلانے والا۔ مایوس مریضوں کو بھی ہمدردی کے ساتھ مفت مشورہ دینے کے علاوہ علمی طبی علوم پر محققانہ بحث کرنے والا اعلیحضرت حکیم الامۃ مولٰنا نورالدین خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے مجربات صحیح طور پر درج کئے جاتے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے حسب خواہش خریدار رفیق حیات کو ذیل کی ادویات میں سے ایک دوائی مفت نذر ہوگی ٭

دوائی جریان	سرمہ نور	دوائی ریح و قبض بچگان
مفت	مفت	مفت

قدامت مادہ و تناسخ کی تردید

اس نام کا ٹریکٹ نہایت موزوں جیبی تختی سفید کاغذ پر چھپا ہے۔ فاضل مصنف نے اس میں آریوں ہی کی کتب سے بہت سے نقلی جواب جمع کر دیئے ہیں جس سے مذکورہ بالا آریوں کے ہر دو مسائل کا تار و پود فوراً ٹوٹ جاتا ہے علاوہ نقلی جوابات کے عقلی دلائل بھی مرقوم ہیں جن احباب کو اسکی طلب ہو وہ ۔/ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیجکر ذیل کے پتہ سے مفت منگا سکتے ہیں

ان ہر دو کے ملنے کا پتہ:- **مینجر رفیق حیات قادیان پنجاب**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳	بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ	نمبر ۶

قیمت سالانہ:- عوام سے عہ طلباء سے ہیر غیر ممالک سے ؏

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا
اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

خریداران تشحیذ سے ضروری گذارش

۱۱ اپریل تک میری اپیل اور پرائیوٹ چٹھیوں کے جواب میں جن احباب نے توسیع اشاعت تشحیذ کے بارے میں کوشش کی ہے۔ ان کے نام نامی درج کر چکا ہوں۔ اب یہ فہرست ان احباب کی پیش کی جاتی ہے جنہوں نے ۱۱ مئی تک کوئی نہ کوئی خریدار دیا۔ میں اپنے دوستوں کا شکر گذار ہوں مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ چٹھیاں وغیرہ بھیجنے میں جو خرچ ہوا ابھی تک وہ بھی وصول نہیں ہوا گویا توسیع اشاعت کے سوال سے خرچ اور بھی بڑھ گیا۔ میرے پیارے بھائیو مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی جو ظہور میں آئی۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ اس مہینے میں آپ میری درخواست کو نظر التفات سے دیکھ کر تلافی مافات فرمائیں گے۔

شیخ فضل کریم صاحب مہتمم خزانہ عامرہ حیدر آباد دکن	۱۰ خریداروں کی قیمت اپنی جیب خاص سے مرحمت فرمائینگے اور پہلے بھی رسالہ کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ دیتے ہیں۔
ڈاکٹر رحیم بخش صاحب وٹرنری اسسٹنٹ لائل پور	خود خریدار ہوئے۔
محمد عبد اللہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ نوشہرہ	خود خریدار ہوئے۔
مولوی محمد عبد الحلیم صاحب ہیڈ مولوی سمن بن پور	خود خریدار ہوئے اور خریدار دینے کا وعدہ کیا
مولوی غلام حسین صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جھنگ	دو خریدار
منشی عبد العظیم صاحب پٹواری سلانکے مہاراجکے براہ پھلورہ سیالکوٹ	ایک خریدار دیا۔
محمد رمضان و محمد سلطان صاحب تاجرچرم بودھوال	ایک خریدار
بابو علی محمد صاحب فیروزپوری	ایک خریدار پہلے دیا تھا۔ ایک خریدار اب دیا ہے۔
گل محمد صاحب منشی خوان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سرگودھا	دو خریدار

منشی غلام قادر صاحب عرضی نویس مردان - ایک خریدار - دوست محمد صاحب محرر جوڈیشل تحصیلدار صاحب خانیوال خود خریدار ہوئے - اے محمد کمی رنگون خود خریدار ہوئے محمد ابراہیم صاحب موٹر ڈرائیور خود خریدار ہوئے۔ میزان ۲۲ - سابق ۴۰ - کل ۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء

روح مخلوق ہے

میں اُمید کرتا ہوں کہ منشی فضل حسین صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ روح کے مخلوق ہونے کے متعلق قرآن مجید نے بہت سے دلائل دیے ہیں چنانچہ فرماتا ہے :۔ اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ یعنی کیا وہ علم نہیں رکھتا جس نے پیدا کیا۔ اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عالم الکل ہونے کی دلیل دیتا ہے۔ کہ وہ خالق الکل ہے۔ ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ ان چیزوں کے مخلوق اور خدا کے خالق الکل ہونے کا ثبوت یہ دیا کہ وہ لطیف ہے یعنی ہر چیز میں ساری ہے۔ اور جو چیز الطف ہوکر ساری ہو ضرور ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کے مقابل میں منقسم ہو جائیں۔ جیسا کہ وشیشک درشن میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ آکاش بہت لطیف ہے۔ جوہر ہے۔ حتی کہ پرمانو سے بھی۔ مگر یا اینہمہ وہ ذرہ کے اندر نہیں کیونکہ اگر ذرہ کے اندر ہو تو وہ اسے تقسیم کر دیگا۔ جس طرح بجلی لوہے کے اندر سے روشنی شیشے کے اندر سے گذر کر ثابت کر دیتی ہے۔ کہ لوہا اور شیشہ قابل تقسیم ہیں۔

الغرض اکاش سروایک نہیں۔ بلکہ پرمیشور سرو یاپک ہے۔ وہ ہر چیز میں ساری ہے کیونکہ لطیف ہے۔ اور الطف ہو کر وہ ہر ذرہ کے اندر ساری ہوتا ہوا اسے قابلِ تقسیم ثابت کرتا ہے۔ اور جو منقسم ہو سکے۔ وہ یقیناً مرکب وحادث ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر مفسرین قرآن مجید اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ ادیات سے بھی پیدا کرتا ہے۔ اور مطلق حکم سے بھی اور دنیا کی کوئی چیز ان دو حال سے خالی نہیں مگر یا وہ مادی ہے یا غیر مادی۔ دونوں قسم کی پیدائش خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

کیوں؟ تبرک اللہ رب العالمین وہ تمام مخلوقات کا رب بہت خیر و برکت والا ہے۔ اعراف ع ۲۶

پھر دوسرے مقام پر فرمایا قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل) یعنی روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلے فرمایا الخلق والامر اور یہاں روح کو امر سے فرمایا۔ لفظ رب میں یہ بھی بتا دیا کہ پیدا کر کے اسے کمال تک پہنچانا بھی اسی کا کام ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا میں دلیل دی کہ علم کا محدود ہونا ثابت کرتا ہے کہ تمہارا کوئی محدد اور خالق ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وخلق کل شئ فقدرہ تقدیرا

کوئی چیز اس کی پیدائش سے باہر نہیں بلکہ اس نے پیدا کر کے ہر ایک جسم۔ طاقتوں قوتوں خواص صورت اور شکل کو حد کے اندر محدود کر دیا۔ تا اس کا محدود ہونا محدد پر دلالت کرے

چوتھی دلیل ثم انشانٰہ خلقاً آخر یعنی جب قالب تیار ہو جاتا ہے۔ تو اس کی تیاری کے بعد اسی قالب کے ایک نئی پیدائش کرتے ہیں۔

یعنی جیسے چند ادویہ کے ملنے سے اس مجموعہ میں ایک خاص مزاج پیدا ہوتی ہے۔ جو ان دوائیں میں فرد فرد کے طور پر پیدا نہیں ہوتی اسی طرح اس قالب میں جو بقول حضرت اقدس خون اور دو نطفوں کا مجموعہ ہے ایک خاص جوہر فاسفرس کے رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تجلی الٰہی کی ہوا کن کے امر کے ساتھ اس پر چلتی ہے۔ تو ایک دفعہ وہ افروختہ ہو کر اپنی تاثیر اس قالب کے تمام حصوں میں پھیلا دیتی ہے۔ اور یہی افروختہ چیز ہے۔ جو کلمۃ اللہ ہے

اور امر ربی ہے۔ روح کا فاسفرس بیشک مادہ سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ روحانی آگ جسکا نام روح ہے بجز مس نسیم آسمانی کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس روح ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور نطفہ کا ایک نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جز ہے جیسا جسم جسم کی۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتی ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتی ہے۔ بلکہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اسکا مخلوق ہونا ثابت ہے۔ اس پر یہ اعتراض کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی اور مادی چیز سے غیر مادی نہیں پیدا ہوتی۔ فضول اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ گیہوں کا ایک دانہ بویا جاتا ہے۔ اور اس سے سبزہ۔ ٹہنیاں پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر خوشہ نکلتا ہے اور ایک دانہ کے کئی دانے بن جاتے ہیں۔ صرف ہست سے ہست کا اصول ٹھیک ہوتے تو ایک دانہ کے عوض میں ایک دانہ اور ایک آم سے آم ہی چاہئے۔ یہ انبار لکڑیوں۔ پتوں اور پھولوں کا نیستی سے ہستی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ شورہ۔ گندھک اور کوئلہ۔ ایک خاص ترکیب سے بارود بن جاتا ہے۔ فرداً فرداً ان سے بارود بنانا ناممکن ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترکیب سے ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ بجلی زنک۔ کاپر۔ تیزاب سلفر سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تینوں چیزیں ملموس ہیں اور بجلی غیر مادی۔ پھر سائنس کا یہ مسئلہ ہے کہ مادہ عالم کے ذرات یکساں اور باوجود اس کے ان سے مختلف اور متضاد چیزیں بنتی ہیں اسی طرح انرجی (طاقت غیر مادی جوہر) سے سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو نیستی سے ہستی کا ثبوت ہے۔ گوبر کے اندر سے کیڑوں کا پیدا ہو جانا بھی بتاتا ہے۔ کہ جسم میں سے ہی روح کیونکر پیدا ہو جاتی ہے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ روح پر بھی (جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے) جسم کی طرح تغیرات آتے رہتے ہیں۔ روح اپنی لازمی صفات کو چھوڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ نیند کے وقت بھی من وجہ یہ بات دکھائی دیتی ہے اور یہ متغیر ہونا اس کے حادث ہونے کا ثبوت ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے انی لا احب الآفلین میں متغیر چیزوں کو محبوب نہیں بناتا حضرت ابراہیم نے سورج چاند کے مخلوق ہونے اور اس باعث سے معبودیت کا استحقاق نہ رکھنے

ہی ثبوت دیا ہے۔ کہ سورج چاند آفلین میں سے ہیں۔ ان پر تغیر آتے رہتے ہیں۔ پس کل متغیر حادث کا مسئلہ قرآنی آیت سے مستنبط ہے۔ روح کا متغیر ہونا؎ اس کے حادث ہونے کی دلیل ہے۔ کہ پہلے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر روح مخلوق ہے۔ تو پھر لازم آئیگا کہ وہ فنا بھی ہو جائے۔ سو اس سے کس کو انکار ہے۔ کہ کل شئی ھالک الا وجہہ اور کل من علیہا فان ہر چیز معرض فنا میں ہے۔ اور اس کا بقا بذاتہ نہیں۔ اور ہر معرض ہلاکت میں ہے۔ وہی زندہ رہیگی جو اس میں زندہ ہو کر رہے۔ چنانچہ اسی بناء پر جیسا کہ حسبی ترکیب میں انحلال ہو کر جسم پر موت وارد ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی صفات میں تغیرات پیدا ہو کر روح پر موت آجاتی ہے۔ مگر جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہو کر مرتے ہیں وہ دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل بن جاتی ہے۔ اور جو پلید روحیں مرتی ہیں۔ ان کی حالت لا یموت ولا یحییٰ والی۔

چھٹی دلیل الست بربکم قالوا بلیٰ دی ہے۔ کہ ؎

تو نے خود روحوں پر اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ؛ اس سے ہے شور محبت عاشقانِ زار کا

یعنی روحوں کی فطرت میں یہ نقش ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں۔ یہ قائل ہونا بتاتا ہے کہ وہ کسی کی مخلوق ہے۔

ساتویں دلیل خالق کل شئی وھو الواحد القہار خدا تعالےٰ اپنی ذات میں واحد صفات میں یگانہ ہے۔ اور پھر قہار بھی ہے۔ یہ دلیل ہے۔ اس بات کی کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ پس روح بھی اسی نے پیدا کی۔ ورنہ وہ اپنی ذات وصفات میں یگانہ نہیں بنیگا۔ جو فریقین کی مسلمات کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کو تقدم زمانی ہر چیز پر لازمی ہے۔ اور کان اللہ ولم یکن معہٗ شئی کا مسئلہ برحق ہے اب میں وہ مضمون درج کرتا ہوں۔ جس کی یہ تمہید ہے۔ (ایڈیٹر)

؎ تغیر ہونے کی ایک یہ دلیل بھی ہے کہ روح منقسم ہو جاتی ہے۔ مثلاً کیچوے کو کاٹا جائے تو دونوں ٹکڑے زندہ رہتے ہیں جیسے کہ پہلے رہتے تھے۔

آریہ سماج کے انوکھے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ روح ازلی ہے۔ اور یہ عقیدہ ان کا مدار الہام ہے۔ ان کے بہت سے اصول کا۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ روح ازلی ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ تناسخ صحیح ہے۔ اور تناسخ دپنر جنم) کے راست ہونے پر قدامت مادہ کا قائل بھی ہونا پڑے گا۔ پھر اسی پر "پرواد سے اناوی" "قدامت وید" "وید الہامی" یہ سب مسائل متفرع ہو کر پایۂ تحقیق کو پہنچ جائیں گے اور آریہ سماج کی فتح ہی فتح ہوگی۔ لیکن خدا کے فضل سے ہم یہ بات بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ روح ازلی نہیں۔ بلکہ **روح** حادث اور مخلوق ہے۔ سب سے اول یہ دیکھنا ہمارے لئے نہایت ضروری امر ہے۔ کہ آریہ سماج جو "روح کی ازلیت" کا دعویٰ کرتا ہے۔ آیا یہ دعویٰ اُن کی کتاب میں بھی ہے جسے وہ "الہامی کتاب" سمجھتے ہیں۔ یا وہ محض اس سے معرّیٰ ہے اگر آریہ صاحبان وید کو "ایشوری گیان" مانتے ہیں۔ تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے اس عقیدہ کا دعویٰ ویدوں سے دکھائیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ اس دعوے کی دلیل بھی اسی سے دکھلائیں کیونکہ الہامی کتاب کامل و اکمل وہی ہو سکتی ہے۔ جو دعویٰ اور دلیل خود بیان کرے۔ نہ کہ دعویٰ تو خود کر دے اور دلیل کے لئے اپنے پیرووں کی محتاج ہو۔ ہم نے کئی بار آریہ صاحبان سے یہ مطالبہ کیا کہ "قدامت روح کا دعویٰ اور دلیل اپنی الہامی کتاب" وید سے دکھلایئے۔ مگر "صدائے برنخاست" اور اگر کوئی کسی کونے سے آواز اُٹھی بھی تو محققین کے نزدیک بے ہنگام ثابت ہوئی۔ کیونکہ جو منتر وید کا پیش کیا جاتا ہے اس سے اشارۃً بھی قدامت روح ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہم وہ منتر جو رگوید کا ہے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ خود ہی اندازہ لگا لیجئے۔ کہ اس منتر سے کیسے ازلیت نکلتی ہے۔

"خوبصورت پروالے "پرند" باہم میل رکھنے والے دوست ایک ہی درخت پر بسیرا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک پکے ہوئے پھل کو مزے سے کھاتا ہے۔ دوسرا نہ کھاتا ہوا سب طرف سے نگراں رہتا ہے۔" (رگوید منڈل ۱۔ سوکت ۱۶۴ منتر ۲۰)

اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے۔ کہ درخت تو پرکرتی ہے۔ اور وہ دونوں جانور "خدا" اور "روح" ہیں۔ کیسی لایعنی تاویل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ تاویل تھوڑے عرصے کے لئے مان بھی لیں تو یہاں ازلیت کا ذکر کہاں سے نکلا۔ پس ثابت ہو گیا کہ روح کی ازلیت کا نہ تو دعویٰ ہی ویدمیں

ہے۔ نہ ہی دلیل۔ جب ایسا ہے تو وید الہامی نہ رہے۔ کیونکہ الہامی کتاب تو کامل و اکمل ہونی چاہئے اور وید نہ دعویٰ رکھتے ہیں نہ دلیل۔ اے آریہ صاحبان اب ہم قرآن شریف سے بتلاتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے۔ مخلوق ہے یا ازلی۔ اور اگر مخلوق ہے تو کیسے پیدا ہوتی

قرآن شریف کا دعویٰ } خلق کل شیٍٔ فقدرہ تقدیراً۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور پھر اُن کے اندازے مقرر کر دیئے

لفظہ کل، میں ہر ایک چیز آ گئی۔ پرکرتی۔ جیو (مادہ و روح) بھی کیونکہ یہ لفظ ایسا وسیع واقع ہوا ہے۔ کہ کوئی چیز اس کی حد سے باہر نہیں ہو سکتی۔

یہاں قرآن شریف نے روح کے مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ خلق کل شیٔ سے ثابت ہے۔ پھر قدرہ تقدیراً فرما کر اسے محدود قرار دیا ہے۔ اور بلاشبہ جو محدود ہے۔ وہ مخلوق ہے۔ جیسا کہ سانکھ درشن نے پرکرتی کو لامحدود اس لئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر وہ محدود ہو تو مخلوق ہے۔ اب دیکھئے صرف دعوے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کو بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ پایۂ ثبوت کو پہنچاتا ہے۔ پڑھئے قرآنی آیت انا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاج (سورہ دہر پارہ ۲۹)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا یہ ہے قرآنی دلیل جو روح کے مخلوق ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔ اور یہی انسانی مشاہدہ ہے ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ روح مادہ میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ حسب زعم آریہ سماج باہر سے نہیں آتی۔ اس قرآنی دلیل کو جو آج سے تیرہ صدیاں پہلے بیان کی گئی یورپ کے سائنسدانوں نے بھی بعد از تحقیق و تدقیق بسیار تسلیم کیا ہے۔ یہ ہے الہامی کتاب کی نشانی کہ دعویٰ اور دلیل دونوں بیان کرے نہ کہ دوسروں کی محتاج رہے۔

قرآن شریف سے اور سائنس کی رُو سے ثابت ہو گیا کہ روح نطفہ کی خاص ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ آؤ اب ہم آپ سے اس مشاہدہ کی دلیل آپ کی کتب میں بھی دکھلائیں۔ دیکھئے اُپدیش منجری مصنفہ سوامی دیانند صہ ۶۹

"پرماتما نے پہلے آکاش پیدا کیا۔ اُس سے وایو (ہوا) وایو سے اگنی (آگ) اگنی

سے جل (پانی) جل سے پرتھوی (زمین)، پرتھوی سے اناج - اناج سے ویرج (نطفہ) اور ویرج سے انسان پیدا ہوا"

چونکہ اس تھیوری پر آریہ صاحبان اعتراض کیا کرتے ہیں - ضروری ہے کہ اس تھیوری کو یہاں نقل کر کے اس کا جواب بھی لگتے ہاتھ دیدیا جائے -

اعتراض - "روح غیر مادی ہے" "پس مادی سے غیر مادی نہیں نکل سکتی"

پہلے فقرہ کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "روح غیر مادی ہے" مگر دوسرے فقرے کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے اور اس کے ہمارے پاس کئی ایک وجوہ ہیں -

اول تو یہ کہ آریہ صاحبان کا یہ اعتراض نرا دعویٰ ہی ہے دلیل نہیں - اور دوم اُن کا یہ اعتراض مشاہدہ کے خلاف ہے - فلاسفروں کے تجربات کے خلاف - دیکھئے اول تو ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ روح پیدا ہوتی ہے - اور مادہ میں سے ہی پیدا ہوتی ہے پھر یہ کہنا کہ مادی سے غیر مادی چیز نہیں نکل سکتی محض غلط ہے - قدیم فلاسفروں نے بھی آپ کے خلاف لکھا ہے سو دیکھئے یونان کا فلاسفر سقراط کیا لکھتا ہے

"تمام اشیاء کی بابت ہم جانتے ہیں کہ سب اشیاء اس طرح پیدا ہوتی ہیں - یعنی کسی اور جگہ سے نہیں - مگر نقائض سے نقائض پیدا ہوتے ہیں"

پھر یہی فلاسفر دوسری جگہ لکھتا ہے

"سقراط نے کیبس سے کہا تو بھی اسی طرح سے زندگی اور موت کی بابت مجھے بتلا کیا تیری رائے میں زندہ رہنے کی نقیض مر جانا نہیں ہے - کیبس ہاں ہے - سقراط - اور وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں - کیبس - ہاں سقراط پس زندہ شے سے کیا پیدا ہوتا ہے - کیبس مردہ شے سقراط - اور مردہ شے سے پھر کیا پیدا ہوتا ہے کیبس - یہ تسلیم کرلینا اب ضروری ہے - کہ مردہ سے) زندہ شے پیدا ہوتی ہے" (منقول مکالمات افلاطون صہ ۲۹)

دیکھئے فلاسفر سقراط کس لطیف پیرایہ میں سمجھا رہا ہے کہ مردہ شے سے زندہ پیدا ہوتی ہے - سو یہ اعتراض خود بخود حل ہو گیا

مادی کا نقیض غیر مادی ہے - پس سقراط کے مندرجہ بالا استدلال کی رو سے ضرور ماننا پڑے گا

کہ مادی سے غیر مادی پیدا ہوتی ہے۔

اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو ہم سوامی جی کے قول کو پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ پھر خصم کیلئے کوئی راہ گریز باقی نہ رہیگی۔ دیکھئے اپدیش منجری صد۱۳۔

"سوال کاریہ (معلول) اور کارن (علت) علیحدہ علیحدہ ہیں یا کس طرح

جواب۔ کہیں کہیں مختلف نہیں ہے۔ اور کہیں کہیں مختلف بھی ہے۔ مثلاً مٹی سے بنا ہوا گھڑا مٹی ہی رہتا ہے۔ لیکن گوشت اور خون سے ناخن پیدا ہوتے ہیں۔ پھر تب بھی یہ ناخن گوشت اور خون نہیں ہیں۔ اسی طرح مکڑی کے پیٹ سے جالا پیدا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن مکڑی جالا نہیں ہوتی۔ گوبر سے بچھو پیدا ہوتا ہے۔ تاہم گوبر اور بچھو کیا کبھی ایک ہو سکتے ہیں"

اے آریہ صاحبان دیکھئے آپ کا رشی نہیں بلکہ مہرشی دیانند کیا کہہ رہا ہے۔ کیا اب بھی تسلی ہوئی یا نہیں۔ اسی طرح مادہ سے روح پیدا ہوتی ہے۔ مگر مادہ رہتی نہیں۔ جیسا کہ اوپر گوبر اور بچھو۔ مکڑی اور جالے کی مثال اپنے گورو کے قلم سے لکھی ہوئی پڑھ چکے ہو۔

پھر دیکھئے ستیارتھ پرکاش صد۲۵

"جو شے ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ ازلی نہیں ہو سکتی"

سوامی جی نے یہاں مان لیا کہ جس چیز میں ترکیب پائی جائے وہ ازلی نہیں ہو سکتی۔

اب دیکھئے خود سوامی جی بھی روح میں ترکیب و تفریق مانتے ہیں۔ ستیارتھ صد۲۲۳ سمولاس

"سوال ۶۵ جیو (روح) جسم کے اندر علیحدہ "وبھو" (بسیط) ہے یا "پری چھن" (ایک مقامی)

جواب: "پری چھن" (ایک مقامی) اگر "وبھو" (بسیط) ہوتا تو عالم بیداری سپنے کی نیند گہری نیند۔ مرنا جنم لینا ترکیب۔ تفریق۔ جانا۔ آنا۔ ہرگز نہ ہو سکتا۔ بس جیو محدود العلم اور محدود المقام مگر لطیف ہے"

ناظرین یہاں سوامی جی نے روح میں ترکیب و تفریق کا ہونا تسلیم کر لیا۔ بس اب کوئی نزاع بھی نہ رہی۔ کیونکہ جس چیز میں ترکیب و تفریق ہے وہ بقول سوامی جی ازلی ہو نہیں سکتی۔ ہاں اس ج

بلا خیال ہے۔ کہ آریہ صاحبان کچھ تاویل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر انشاءاللہ ہم اُن کی تاویل کو ابھی یہیں توڑ کے رکھ دیتے ہیں۔ وہ یہاں ترکیب و تفریق کے یہ معنی کریں گے کہ روح کا جسم میں آنا اور نکل جانا۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اوپر ہم نے ہر ایک صفت پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ دیکھئے نمبر ۴ و ۵۔ پہلے ہی بکمد یکہ مرنا جنم لینا۔ اس کے بعد ترکیب نمبر ۶ تفریق نمبر ۷ کو مانا ہے۔ اگر ترکیب و تفریق کے معنی جسم میں آنا اور جسم سے جانا ہوتے تو اوپر مرنا جنم لینا نہ لکھتے۔ پس ثابت ہو گیا کہ ارواح میں ترکیب و تفریق ہے۔ بقول سوامی جی اگر روح بسیط ہوتی تو پھر ترکیب وغیرہ ناممکن تھی۔ مگر وہ پری چھن (ایک مقامی) ہے اس لئے ترکیب و تفریق سے مبرا نہیں ہو سکتی۔ اگر اس زبردست حوالے سے بھی آریہ صاحبان کی تسلی و تشفی نہ ہووے اور ضد و ہٹ دھرمی سے کام لیں تو ہم اُن کی خاطر ایک اور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۹ سمولاس ۷۔ سوال نمبر ۶۰

"برہم (خدا) کے برابر جیو یا پرکرتی۔ نہیں ہیں۔ البتہ کثیر ضرور ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ برہم ہمیشہ ایک ہے۔ جیو اور پرکرتی کے عناصر بہت سے ہیں"

معزز ناظرین کیسا صحیح بیان ہے سوامی جی کو ماننا پڑا کہ برہم تو ایک ہے۔ مگر روح اور مادہ کے بہت سے عناصر ہیں۔ پس جس چیز کے عناصر ہوں گے وہ ضرور مرکب ہو گی۔ مرکب چیز ہمارے نزدیک ازلی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا دعویٰ ثابت

سوامی درشنانند جی مہاراج لکھتے ہیں:۔

"گن (صفت) کے ساتھ گن والے (موصوف) کا ہمیشہ تعلق رہتا ہے۔ گن کے ناش سے گن والے کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔" دیکھئے آتم سکشا صفحہ ۹

اب دیکھئے روح کی صفت درک ہے۔ جب نوع انسان سے حیوان میں بذریعہ جنم کے انحطاط جاتی ہے۔ تو پھر درک کی صفت اُس میں موجود ہوتی ہے۔ مگر جہاں نباتات میں گئی ادراک

ف نباتات میں روح کا ثبوت دیکھئے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۹

"جو شخص بذریعہ جسم کے چوری۔ دوسرے کی عورت سے صحبت نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ

کچھ بھی نہ رہا۔ پس جب گن یعنی صفت کا ناش ہوگیا تو بقول سوامی وِشنانند موصوف کا ناش ضروری ٹھیرا۔ سوامی درشنانند لکھتے ہیں:۔

"جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ وہ حالتیں بدلتی اور ناش (نیست) ہو جاتی ہے۔ اور جو چیز حالت بدلتی ہے۔ وہ پیدا شدہ اور حالت بدلنے والی ہے۔۔۔۔۔۔ جو چیز حالت بدلتی ہے وہ پیدا شدہ ہے" (ملاحظہ ہو۔ ایشور وچار حصہ اول صہ ۳)

اب ہم دیکھتے ہیں روح بھی حالتیں بدلتی ہے۔ یا نہیں۔ اگر ثابت ہو جائے کہ روح حالتیں بدلتی ہے۔ تو لا محالہ تسلیم کرلینا ہوگا کہ روح حادث ہے۔ اور اگر غیر متغیر ثابت ہو تو پھر ازلی ثابت ہوگئی۔ مگر جہاں تک ہم غور و تدبر یا تفکر سے کام لیتے ہیں دنیا میں یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ روح پر جتنے تغیرات وارد ہوتے ہیں۔ مادہ پر بھی اتنے تغیر وارد نہیں ہوتے۔ اور پھر تناسخ اگر صحیح ہے۔ تو روح آج انسان ہے۔ کل حیوان[1]۔ پرسوں پرندہ ہے تو دوسرے دن چرندہ ہے۔ کبھی عالم ہے تو کبھی جاہل۔ کبھی ہوش میں ہے۔ تو کبھی بیہوش۔ الغرض کس قدر اُس کو تغیرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے پس جب ہمارا مشاہدہ بتلا رہا ہے۔ کہ روح متغیر ہے تو اوپر جو ہم نے سوامی درشنانند کی عبارت بطور معروضہ کے نقل کی ہے۔ اُس کی رو سے ثابت ہوگیا کہ روح حادث ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بدکام کرتا ہے اُس کا جنم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے" اور دیکھئے یہی کتاب صہ ۲۶۲

"جو (شخص) نہایت درجہ کے تموگنی ہیں۔ وہ نہ چلنے والے درخت وغیرہ کا۔ کیڑے مکوڑوں کا۔۔۔۔۔ جنم پاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس اسی طرح کے کئی ایک حوالے ہمارے پاس موجود ہیں۔

[1] ان حالتوں میں روح کے صفات کا تغیر ظاہر ہے۔ مثلاً قوت ادراک جس قدر انسان کمالت میں ہوتی اسی قدر حیوانی حالت میں پائی نہیں جاتی۔ اسی طرح روح جو سبھاوک طور پر پاکیزہ ہے (س ۳۲۱) وہ کرموں کے اثر سے نیک و بد ہو جاتی ہے۔ جو بدیہی تغیر ہے؛

کل متغیر حادث ہے پس روح متغیر ثابت ہو کے حادث ٹھہری۔ ازلی نہ رہی۔ اگر روح کو ازلی مان لیا جائے تو مشکل پیش آئیگی۔ یہ کہ اگر روح ازلی ہے۔ اور اس کی صفات بھی ازلی ہیں تو روح کی صفات میں سے ایک صفت خود شناسی بھی ضرور ہے۔ جب مان لیا کہ اس میں خود شناسی کی صفت موجود ہے۔ تو یہی ماننا پڑیگا کہ اس کو اپنی ازلیت کا علم ہو۔ لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ نہ ہمیں نہ کسی آریہ کو معلوم ہے کہ ہماری روحیں ازلی ہیں۔ اگر کوئی آریہ اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کی خاطر مدعی ہے کہ ہم اپنی ازلیت کو جانتے ہیں۔ تو وہ ثبوت دے اور بتلائے کہ وہ اس جنم سے پہلے کیا کرتا تھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ اس سوال کا شافی جواب نہیں دیگا ہم تو بہت سے سائنس دانوں کو جانتے ہیں جو سرے سے ہی روح کے منکر ہیں۔ چہ جائیکہ انہیں خود شناسی حاصل ہو۔ پس جب روح میں صفت خود شناسی ہے۔ تو جب سے روح ہے تب سے وہ اپنے آپ کو جانتی ہے۔ اگر وہ ازلی ہوتی تو ضرور علم رکھتی۔ اس کا علم نہ رکھنا دلیل ہے اس بات پر کہ روح ازلی نہیں۔ پس جب ازلی نہیں تو مخلوق ٹھیری

اسی طرح ہم روح کے حدوث پر بہت سی منطقی دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جہاں تک ہو آسان الفاظ میں دلائل مہیا کئے جائیں۔ اور خصم کے مسلمات سے اپنے دعوے کو ثابت کیا جائے۔ آخر میں ہم ایک دلیل اور بھی روح کے حدوث پر بانی آریہ سماج کے ہی اقوال سے استنباط کر کے دیتے ہیں۔ سوامی دیانند ستیارتھ کے صفحہ ۲۴۸ پر تحریر فرماتے ہیں

"تین چیزیں ازلی ہیں۔ روح[۱] - مادہ[۲] - خدا[۳]"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۸ پر تین کی بجائے پانچ اشیاء کو ازلی ٹھہراتے ہیں روح[۱] - مادہ[۲] خدا[۳] اکاش[۴] - زمانہ[۵] پھر اسی کتاب میں اکاش کے ازلی ہونے کی ایک وجہ بیان کرتے ہیں دیکھئے صفحہ ۲۵۳ :-

"اکاش اگر نہ ہوں تو روح و مادہ کہاں ٹھیریں اس لئے لازماً اکاش کو ازلی ماننا پڑتا ہے"

محولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ جتنی اشیاء ازلی مانی جاتی ہیں سب اکاش کے سہارے

قائم ہیں۔ اگر آکاش نہ ہو تو یہ بھی نہ رہیں۔ اب دیکھئے اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۳ پر آکاش کی نسبت لکھتے ہیں:۔ " مہاپرلے کے وقت آکاش بھی فنا ہو جاتا ہے "

اگر اس محاورہ کو دیکھ کر کوئی آریہ تاویل کرنی چاہے۔ تو اور لیجئے دیکھئے۔ منو ۱/۲ یجروید ۳۱/۱ یجروید ۱۲/۱۲ بھومکا اردو مشکورہ، یہاں لکھا ہے کہ آکاش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ جو پیدا شدہ ہے وہ ناش ہوگی۔ پس جب آکاش کا ناش ہونا ثابت ہوگیا تو روح کا ناش ضروری ٹھہرا۔ کیونکہ سوامی جی نے خود ہی لکھا ہے۔ کہ آکاش اگر نہ ہو تو روح وغیرہ کہاں ٹھہریں پس جب مکان نہ رہا تو مکین کیسے رہ سکتا ہے۔ ظرف کا ہونا مظروف کے لئے ضروری ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ روح ازلی نہیں۔ بلکہ حادث و فانی ہے۔ اس طرح پر بھی کہ ازلی مکین کا مکان بھی ازلی چاہیے۔ مگر روح کا کوئی مکان ازلی ثابت ہی نہیں۔ اس جگہ آریہ صاحبان کے ایک اعتراض کا جواب دینا بھی ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جب " روح مخلوق ہے۔ تو ابدی نہیں ہو سکتی۔ اگر ابدی ہے تو ازلی ضروری ہوگی۔ اس اعتراض کا جواب ہم چند لفظوں میں دیتے ہیں۔ دیکھئے

معلول کا وجود علت کے تابع ہوتا ہے۔ جیسے انسان کا فعل انسان کے ارادہ کے تابع۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات جو قیوم العالمین ہے اپنے فعل قیام میں مختار ہے۔ جب تک چاہے کسی چیز کو اپنی ربوبیت و قیومیت سے سرفراز رکھے۔

اور بھی بہت سے دلائل و براہین روح کے مخلوق ہونے پر ہم پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ایک حق پسند انسان کے لئے یہ بھی کافی سے وافی ہیں۔ پھر کبھی انشاء اللہ بقایا دلائل بھی انشاء اللہ ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں گے۔ آخر میں ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اس خالق دوجہان کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ مولا کریم تو ہمارے آریہ بھائیوں کو اسلام کے چمنوں میں آنے کے لئے توفیق دے۔ جیسے پہلے ہندوستان میں ان میں سے سات کروڑ کے قریب نکل کر سچے موحد بن گئے۔ اور سلامتی میں داخل ہو گئے۔ اب انکو بھی موحد بنا۔ یہ بھی بت پرستی کرتے تھے اور توحید سے کوسوں دور تھے۔ یہ بھی تیری ذات کی طرح اور چیزوں کو ازلی ٹھہرا کر تیری ذات و صفات کے شریک بناتے ہیں۔ اے مولا کریم تو انہیں صراط مستقیم دکھا۔ تا وہ انسانی فلسفہ کو چھوڑ کر تیرے بیان کردہ

فلسفہ پر جو قرآن شریف میں مرقوم ہے عمل پیرا ہوں۔ آمین (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

کیا روح و مادہ ازلی ہیں

آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ روح و مادہ ازلی ہیں۔ اور خود بخود بغیر خالق کے چلے آتے ہیں۔ جس طرح خدا غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح روح و مادہ بھی غیر مخلوق ہیں۔

اعتراض آریہ صاحبان کے مذکورہ بالا عقیدہ صحیح ماننے سے دو نقص لازم آتے ہیں۔ پہلا نقص تو یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آتا ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا خود بخود اور قدیم سے چلا آتا ہے۔ اسی طرح روح و مادہ بھی واجب الوجود ہیں۔ اس لئے وہ بھی خدا ہوئے۔ تو اس طرح تعدد آلہہ لازم آیا۔ جو کہ محال ہے۔ پس مستلزم محال بھی محال ہوا۔ یعنی روح و مادہ کو ازلی ماننا۔ حالانکہ شریک الباری تمام علماء منطق کے نزدیک ناممکن اور محال ہے۔ (۲) پھر ایک اور نقص لازم آتا ہے۔ کہ جب روح و مادہ واجب الوجود اور خدا ٹھہرے اس لئے کہ وہ اپنے وجود میں کسی کے محتاج نہیں۔ اور جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو وہی خدا ہوتا ہے۔ تو اب وہ چیز جو کہ ان دونوں سے مرکب ہوگی وہ بھی تو خدا اور واجب الوجود ہونی چاہئے۔ مثلاً ۲ عدد ہیں اور ۳ بھی عدد ہیں۔ ان دونوں عددوں یعنی ۲ و ۳ کے ملانے سے جو حاصل ہوگا وہ بھی عدد ہوگا۔ اسی طرح روح و مادہ جبکہ واجب الوجود اور خدا ٹھہرے تو ان سے جو مرکب ہوگا وہ بھی وہی صفات رکھتا ہوگا۔ اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ تمام حیوان خدا ہیں۔ اس لئے کہ وہ روح و مادہ سے بنے ہیں۔ جو کہ واجب الوجود ہیں۔ اور تعدد خداؤں کا محال ہے۔ اس لئے مستلزم محال بھی محال۔

دوسرا نقص اس عقیدہ کے ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ محتاج ثابت ہوتا ہے۔ جیسے۔ مثال کے طور پر ایک پنسل ہے۔ جو کہ دو چیزوں لکڑی اور سکہ سے مرکب ہے۔ اور ایک شخص اس کو ترکیب دینے والا ہے۔ پس اب ہم کہتے ہیں کہ لکڑی اور سکہ موجود تھا تو مرکب نے اس پنسل کو بنا دیا۔ اگر لکڑی اور سکہ موجود نہ ہوتا۔ اور معدوم ہوتا تو لازمی نتیجہ بر تقدیر عدم وجود لکڑی

وسکہ کے یہ نکلتا کہ وہ پنسل نہ بنا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ پنسل بنانے میں وہ پنسل بنانے والا لکڑی اور سکہ کا محتاج ہے۔ بعینہٖ اسی طرح روح و مادہ کی بات ہے۔ کہ روح و مادہ موجود تھے۔ تو خدا نے اُن کو انسان وغیرہ بنا دیا۔ اور بر تقدیر عدم موجودگی روح و مادہ کے نتیجہ یہ نکلتا کہ خدا حیوانات کیا دنیا کی کوئی چیز بھی پیدا نہ کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ روح مادہ کا موجودات کے پیدا کرنے اور موجود کرنے میں محتاج ہے۔ اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ خدا مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور کسی کام میں وہ غیر کا محتاج نہیں۔ اور اس کے لئے تمام صفات کا حصول بالفعل ہے۔ اور روح و مادہ کو پیدا کرنا اور عدم سے وجود میں لانا بھی ایک کمال ہے۔ اور ہر ایک کمال خداوند تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روح و مادہ کا خالق خدا ہے۔ ورنہ خدا مستجمع جمیع صفات کاملہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ وہ صفت (یعنی عدم سے وجود میں لانا) جو اس کے لئے ثابت نہیں تو یا تو وہ اُس صفت کے حاصل کرنے میں دوسرے کا محتاج ہوگا۔ یا اُس کو خود بخود حاصل ہوگی۔ اور کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ پس پہلی صورت میں وہ دوسری شے جس سے کہ خدا کی وہ صفت حاصل ہوئی ہے اس کے لئے علت ہوگی۔ یا آگے اس نے کسی اور سے حاصل کی ہوئی ہوگی۔ اسی طرح الی غیر النہایہ ہوگا۔ تو اس صورت میں دور یا تسلسل لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔ یا اس نے کسی اور سے حاصل کی ہوتی نہ ہوگی۔ تو اس صورت میں شریک الباری لازم آئیگا۔ جو کہ محال ہے۔

پس دوسری بات کہ اس کو تمام صفات حاصل ہیں اور کسی صفت کے حصول میں غیر کا محتاج نہیں صحیح ہے اور تمام فلسفی اسی بات پر متفق ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور کوئی کمال اُس سے باہر نہیں۔ فظہر المطلوب

پھر آریہ صاحبان ایک اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر روح و مادہ آنادی ہیں اور تناسخ نہیں ہوتا تو دنیا میں اختلاف کیوں ہیں۔ اور کیوں بعض لوگ امیر ہوتے ہیں اور بعض غریب اور خدا تمام کو رزق یکساں کیوں نہیں دیتا۔ اور بعض کو حیوان کیوں بنایا ہے۔ اگر انھوں نے پچھلی جون میں کوئی گناہ نہیں کئے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کا گدھا کسی کا بیل اور انسان ہونا ان کے گناہ یا نیک کاموں کی وجہ سے ہے۔ انتہیٰ

جواب اوّل۔ آریہ صاحبان پہلے یہ بتلائیں کہ اگر دنیا کی اشیاء کا مختلف ہونا گناہوں یا نیک کاموں کے باعث ہے۔ تو ہم سوال کرتے ہیں۔ کہ پہلے پہل جبکہ خدا تعالےٰ نے روح و مادہ کو ترکیب دی تو مندرجہ ذیل چار صورتیں ہو سکتی تھیں۔

اول یہ کہ خدا تعالےٰ نے تمام کو انسان ہی بنا دیا تھا

دوسری یہ کہ بعض کو انسان اور بعض کو حیوان بنایا تھا۔ بغیر ان کے کسی قسم کا عمل کرنے کے

تیسری صورت یہ ہے کہ روح و مادہ نے اپنے الصاق بالغیر سے پہلے کوئی عمل کئے تھے جن کی پاداش میں ان کو انسان یا حیوان بنا دیا گیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کو پیدا کیا اور ہر ایک کے لئے ان کے مطابق عمل تجویز کیا۔

پس پہلی تینوں صورتیں بوجوہ کثیرہ باطل ہیں۔

ابطال صورت اول۔ اس طرح ہے کہ تمام کا انسان ہونا مستلزم محال کو ہے۔ اس لئے کہ انسان کے قوام کے لئے غلہ کی ضرورت ہے۔ اور غلہ بغیر زراعت کے ہو نہیں سکتا۔ اور زراعت بغیر بیلوں کے نہیں ہو سکتی۔ پس انسان کے زندہ رہنے کے لئے بیلوں کا وجود ضروری ہوا اسی طرح اور دوسری اشیاء جن کی انسان کو ضرورت ہے

ابطال صورت ثانی اس طور سے ہے کہ خدا تعالیٰ کا بعض کو گدھا بعض کو انسان بعض کو گھوڑا بغیر گناہ و نیک عمل کے بنا دینا بقول آریہ صاحبان کے صریح ظلم ہے۔ پس شق ثانی سے خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظالم ٹھہرتا ہے۔

ابطال صورت ثالث پہلے روح و مادہ نے علیحدہ علیحدہ عمل کئے ہوئے تھے جن کی پاداش میں کسی کو گدھا کسی کو گھوڑا کسی کو بیل کسی کو انسان بنایا گیا۔ پھر اس پر اعتراض یہ ہے۔ اگر روح و مادہ علیحدہ علیحدہ عمل کرتے تھے۔ تو ان کو ملانے کی ضرورت کیا پیش آئی اور نیز انہوں نے اپنے میں نقص کیوں روا رکھا۔ اور خدا کی ماتحتی اختیار کرلی۔ اس لئے کہ ماتحتی ایک نقص ہے حالانکہ جو روح و مادہ سے مرکب (آریہ صاحبان) ہیں وہ اپنے میں حتی الامکان کوئی عیب روا رکھنا نہیں چاہتے۔ پھر دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ روح جسم سے علیحدہ رہ کر کوئی عمل

نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی جسم روح سے علیحدہ رہ کر۔ بلکہ دونوں کا اتصال ضروری ہے۔

پس جب تینوں صورتیں باطل ہو گئیں تو چوتھی صورت کہ اس نے روحوں اور مادہ کو پیدا کیا ہے۔ صحیح ہے۔ مثلاً بیل ہے اس کا انتہائی کام آبپاشی وغیرہ ہے اور انسان کا انتہائی کام کیا ہے۔ وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو لگا دے۔ اور دنیا سے انقطاع الی اللہ کرے مال وغیرہ جمع کرنا نہیں۔ کیونکہ وہ آخر مرگ کے وقت یہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اعمال ہی آگے کام آتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں نے انسان کو پیدا ہی اس واسطے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرے۔ اور پھر ہر ایک کے لئے اس کی طاقت کے مطابق عمل بتایا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا خدا کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر عمل نہیں بتاتا۔

دوسرا جواب اس بات کا کہ تمام کو رزق خدا تعالیٰ یکساں کیوں نہیں دیتا۔ کیوں بعض کو زیادہ بعض کو کم دیتا ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے له مقالید السموات والارض یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر انه بکل شیءٍ علیم۔ اسی کے لئے زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ اور وہ ایک کے لئے تنگ اور ایک کے لئے فراخ کرنیکا حقدار ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے مستبان و مضر کو جانتا ہے۔ پھر آگے سورۃ شوریٰ کے تیسرے رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے و لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدرٍ ما یشاء انه بعبادہ خبیر بصیر۔ اگر اللہ تعالیٰ رزق کو پھیلا دے اپنے بندوں کیلئے اور تمام کو یکساں دیدے تو پھر نتیجہ اس کا یہ نکلے کہ لوگ زمین میں بغاوت کریں۔ اور دنیا ایک گھنٹہ کیلئے بھی قائم نہ رہ سکے۔ پس دنیا کا بقاء بر تقدیر مساوات کلی کے نہیں رہ سکتا۔ وہ لوگ نادان ہیں جو ایسا کلمہ منہ سے نکالتے ہیں کہ تمام کو رزق یکساں ملنا چاہئے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے ینزل بقدرٍ ما یشاء انه بعبادہ خبیر بصیر کہ خدا تعالیٰ خبیر اور بصیر ہے تمام کے حالات سے واقف اور اپنے بندوں کے تمام حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے۔ پس ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق رزق دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ چاہتا ہے نہ کہ کسی پہلی جون کے گناہ یا نیک عمل کے بدلے میں جیسا کہ جواب اول میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اختلاف اعمال کی وجہ سے نہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

جلال الدین
از بکھوال

شمع ہدایت کے پروانے
یا
تیغ عشق کے قتیل

(۱)

عالم تیرہ و تار ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آندھیاں اُٹھتی ہیں گرد و غبار سے دنیا بھر گئی۔ آفتاب رسالت غروب ہو چکا۔ تارے ماند پڑ گئے۔ بلکہ آسمان سے ٹوٹ کر گر پڑے۔ گرے اور گر کر پیوند زمین ہو گئے۔ روحانی عالم میں ایک ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ میدان طریقت میں قدم رکھنے والے گرتے پڑتے ڈگمگاتے پھر رہے ہیں۔ تاریکی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے سر پھٹول ہو رہے ہیں۔ آسمانی پانی کی تلاش ہے۔ آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی ہیں ہر طرف العطش العطش کی پکار ہے۔ گرمی انتہا کو پہنچ گئی۔ مخلوق کی بیچارگی کی کوئی حد نہ رہی۔ دن بھر کے تھکے ہارے رات بھر کے پریشان تکان کے مارے رات کے آخری حصہ میں دراز ہو گئے۔ دراز ہوتے ہی سو گئے۔ کچھ ایسے غافل ہو کر سوئے کہ ع چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

(۲)

صبح کا سپیدہ ظاہر ہو گیا۔ اور دمشق کے عین مشرق کی طرف منارہ بیضا کے پاس سے ایک آواز بلند ہوئی ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

نیند کے ماتے کچھ ایسے نہیں سوئے تھے کہ فوراً جاگ اُٹھتے۔ یہ آواز یہیں ختم نہیں ہو گئی بلند ہوئی اور سارے دنیا میں حشر برپا ہو گیا۔ نیند کے متوالے لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے۔ اور ایک دوسرے پر عالم مدہوشی میں گرنے لگے۔ یہ آواز اس زمانہ میں برپا ہونے والے نبی اللہ المسیح الموعود المہدی المعہود مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ اُس آواز پر

سب سے پہلے جو شخص ہشیار ہوا وہ شمالی پہاڑوں کے حاکم کا طبیب تھا۔

ذرا اس پہاڑی حاکم کے دربار کی سیر کرو۔ علم و حکمت کے دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ جدید و قدیم علوم کے ماہرین اپنے اپنے درجہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ حاکم کی سطوت و جبروت کا سایہ ان علم کے علم برداروں پر ایسا پڑا ہے کہ حاکم کی ہر بات پر آمنّا و صدّقنا کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ ان کا نفس اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو آواز چاہتا ہے۔ ان کے منھ سے نکلوا تا ہے۔ اس زمرہ میں ایک بلند بالا بسطۃ فی العلم والجسم کا مصداق انسان بیٹھا ہے۔ مگر بخلاف ان سب کے اس کی آن بان ہی اور ہے۔ وہ نہ دوسروں کی طرح زرق برق لباس میں لپٹا ہے۔ نہ ہر بات پر آمنّا و صدقنا کہتا ہے۔ سب کی نظریں اپنے اس ہمعصر پر پڑتی ہیں۔ جب وہ بولتا ہے۔ تو ہر ایک کی بات کاٹ کے رکھ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ حاکم کو بھی ایسے طریق پر قائل کرتا ہے کہ اسے اپنی غلطی مان کر اس بزرگ کے سامنے جھک جانا پڑتا ہے۔ سارے ہندوستان میں اس کی دھوم ہے علم ابدان میں اس کی مہارت کا شہرہ ہر جگہ ہے۔ اس کے علم و فضل کا پھریرا دور تک لہراتا نظر آتا ہے۔

یہ اسی پہاڑ پر مقیم ہے کہ وہ آواز اس کے کان میں پہنچتی ہے۔ اس آواز سے چونکتا ہے اور ادھر متوجہ ہوتا ہے۔ اٹھتا اور اس آواز کی طرف چل پڑتا ہے۔ اللہ کے منادی کے پاس آتا ہے اور آخر وہ جس کا سرکار علم میں سکہ چلتا تھا اپنے ہتھیار اس کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ بادشاہوں کے درباروں کو چھوڑتا۔ اور اس کے دروازے کے سامنے ایک جھونپڑا بنا لیتا ہے۔

اب اس کی حالت ہی اور ہے۔ یا تو وہ وقت تھا کہ بادشاہوں کے دربار میں امرا کی سرکار میں علماء کی انجمن میں بلند مقام پر بیٹھتا تھا یا اب یہ وقت ہے کہ اس بظاہر فقیر اور بباطن ملک حقیقت کے شہنشاہ کے دربار میں آتا ہے۔ اور سب سے پچھلی صف میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور فخر کرتا ہے کہ مجھ کو یہاں جگہ مل گئی۔ وہ گردن جو بادشاہوں کے دربار میں امرا کی سرکار میں کبھی خم نہیں ہوئی۔ اس روحانیت کے شہنشاہ اور سلطان القلم کے دربار میں جھکی ہوئی ہے۔ وہ زبان جو علماء کے گروہ فضلاء کی مجلس میں بند نہ تھی بلکہ دوسروں کو بند کر دیا کرتی

تھی خاموش ہے۔ وہ جو شاہی محلات میں رہا کرتا تھا۔ اس خدا کے فقیر کے دروازے کے سامنے کچے جھونپڑے میں رہتا ہے۔ آنکھیں بند ہیں اور جھکی ہوئی ہیں۔ کان مسیحا کی آواز پر ہیں۔ اُس نے پکارا اور اُس نے لبیک کہا خدا نے اس موہوب کو قبول کیا صف پائیں سے (جس میں یہ خود بیٹھتا تھا) اُٹھایا اور اپنے مسیح کی مسند خلافت پر بٹھا دیا۔

جب یہ دنیا میں اس طرح ساتھ رہا۔ گویا تنفس کے ساتھ حرکت نبض تھا۔ پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ محب محبوب سے علیحدہ ہوتا۔ بہشتی مقبرہ میں آؤ تمہیں دکھاؤں کہ پیارا پیارے کے دائیں پہلو میں محو خواب ہے۔

کچھ سمجھے کہ یہ کون تھا یہ نورالدین اعظم تھا

(۴)

وہ آواز جس نے بلند ہو کر دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اور جس نے نورالدین کو پہلی ہی بار شمالی پہاڑ کی چوٹیوں سے کھینچ بلایا تھا۔ اونچے اونچے پہاڑوں دشوار گذار دروں پر سے ہوتی ہوئی شمال و مغرب کی سنگلاخ سرزمین میں پہنچی وہاں پہنچکر بلند ہوئی۔ اور بلند ہو کر پھیلی۔ اور خاندان سیادت کے شاہزادے۔ علم و عمل کے بادشاہ طریقت اور تصوف کے گلفام کے گوش دل میں جا داخل ہوئی۔

یہ لطف و محبت کا پتلا اس خونخوار ملک میں ایسی ادب و عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا کہ ایک بادشاہ کے مرنے پر دوسرے کی تاجپوشی مین وسعادت کے حصول کے لئے اس پاکباز انسان کے ہاتھوں کرائی جاتی۔ علم و فضل کا چتر اس کے سر پر زہد و تورع اس کے جلیس۔ توحید و سنت کا یہ عَلَم بردار امیر و فقیر کا یہ مرجع سوختی اس سے رام ہوتے علم و ہدایت کے پیاسے اس سے فیض پاتے۔

وہ جس کے دل کو مشرق سے بلند ہونے والی آواز نے اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔ اے میٹھے میٹھے درد۔ لذت انگیز درد۔ اور کیف افزا خلش نے مجبور کر دیا کہ کسی اپنے معتمد کو ہند میں مبعوث ہونے والے مسیحا کے پاس بھیجے۔ اس کا معتمد آیا۔ منار بلند سے آواز بلند کرنے والے کو دیکھا

اور واپس جاکر چشم دیدہ حالات من وعن کہہ سنائے۔

اب قرار کہاں کو آتا۔ جذبات شوق نے سینہ میں تلاطم پیدا کر دیا۔ دل پہلو سے غائب اور آنکھیں دیار محبوب کیطرف لگ گئیں۔ کھویا ہوا دل ذرا کی ذرا واپس آیا۔ اور مشورہ دیا۔ اٹھ کھڑا ہو۔ اور اپنے آپ کو مسیحا کے قدموں میں جا ڈال۔

وہ آیا اور آکر کچھ سے کچھ ہوگیا۔ راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ آتش عشق الٰہی جو دبی ہوئی تھی بھڑک اٹھی۔ ماسوی اللہ کو جلا کر راکھ کر گئی۔ آنکھیں تھیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں ایک مجذوبیت کا عالم طاری ہے۔ مسجد میں آتا ہے تو زبان بند ہے۔ آنکھیں کھلی ہیں آنسوؤں کے موتی بے اختیار گر گر کر زمین میں لے جاتے ہیں۔ چشم پُر اشتیاق ایک لمحہ کے لئے رخ زیبا سے الگ نہیں ہوتی۔ اس کو دیکھتا ہے۔ آہیں بھرتا زبان کا کام آنکھوں سے لیتا ہے۔ غرض مدعا کرتا ہے۔ شوق بے پایاں کی لہریں اٹھتی ہیں۔ اور کسی اور ہی عالم میں لیجاتی ہیں۔ جب تک یہ شمع سامنے ہے جھلملا رہتا ہے۔ شمع آنکھوں سے اوجھل ہوئی اور بے اختیارانہ حالت میں اٹھا اور اپنے جائے قیام پر آگیا۔

اس کا شب و روز یہی مشغلہ ہے۔ آخر محبوب رب العالمین سے اجازت لے کر عازم وطن ہوتا ہے۔ مسیحا اکرام ضیف کے لئے جانے والے عزیز کے ساتھ ساتھ ہے۔ علیحدگی کا وقت قریب آگیا۔ اور مسافر کے دل نے مچلنا شروع کیا۔ آنکھوں نے دل کی چغلی کھائی آنسوؤں نے شہادت دی جذبات محبت نے غلبہ پالیا۔ قوۃ ضبط نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مسافر مسیحا کے قدموں میں گر پڑا۔ پیارے مسیح نے اسکو اٹھایا گلے سے لگایا۔ بادل اندوہگین مرخص ہوا۔ وطن میں پہنچا۔ ظالم پہلے سے ہی کمین میں تھے اسنے مسیح کے نام کی منادی شروع کردی۔ پتھریلی زمین میں تخم صداقت بونا شروع کر دیا۔ مخالفت نے زور پکڑا ملاؤں کی آتش حسد نے بھڑک اٹھنے کے لئے موقع کو مناسب جانا۔ شاہ وقت کے پاس شکایات کے گھوڑے دوڑائے۔ شاہی پیادے آئے۔ کشتۂ عشق کو حراست میں لیا۔ دارالحکومت کی راہ لی۔

اس شمع ہدایت کے پروانے نے گھر والوں کو وصیت کی کہ یہ سرزمین صداقت قبول کرنے

کے لئے میرا خون لینا چاہتی ہے۔ میں جانتا ہوں اور ظالموں کے ہاتھوں حق کے لئے قربان ہوتا ہوں۔ میرا غم نہ کرنا۔ کہ میں مرونگا نہیں۔ بلکہ میرے سر کو تن سے اور روح کو جسم سے الگ کر کے جان آفرین ایک اور زندگی دینا چاہتا ہے۔

ظالموں نے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اس نے کہا۔ تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بھاگ جاؤنگا۔ میں بھاگتا نہیں۔ اگر سر سے پیروں تک کی کھال بھی اُتار لوگے۔ تو ان لبوں سے اُف نہیں نکلیگی۔ غرض ظالم ظلم آفرینی کے لئے اس کو لئے جاتے ہیں۔ اس کے چہرہ پر کوئی حزن نہیں۔ کچھ ملال نہیں۔ بلکہ خوش ہے۔ اور چہرہ زبان حال سے بتا رہا ہے کہ عاشقوں کی آزمائش اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ پھر جب میں اس کوچہ میں آیا ہوں کیوں گھبراؤں۔ کیوں نہ خوشیاں مناؤں۔ جانتا ہوں کہ خون میں نہانا عشق صادق کی دلیل ہے۔ ؎

دل نمی ترسد مرا از موت ہم ٭ پائیداری ہا ببیں خوش می روم تا پائدار

اسی شان سے بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے۔ فقیہوں اور فریسیوں کا مجمع ہے جو جبہ و دستار کے بوجھ تلے دبے جاتے ہیں۔ کتابوں کے ڈھیر سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ گروہ مخالف میں پہلے اشارے ہوتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ گفتگو ہو کر اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ اس کے پاس صرف اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ کہ مخالف مولویوں کو اس کا بھی اس کے پاس ہونا گوارا نہ ہوا وہ بھی چھین لی۔ آخر مباحثہ شروع ہوا۔ مناظرہ میں مولوی دم بخود ہو جاتے ہیں۔ مگر فتوے بازی کے ہتھیار لے کر میدان تظلم میں بڑھتے ہیں۔ اور اپنے ہتھیار استعمال کرتے ہیں ملاؤں کے شور و شر سے متاثر ہو کر بادشاہ قید خانہ میں ڈال دیتا ہے۔ ہر روز شاہی نقیب جاتا ہے کہ **قادیانی** کو چھوڑ دو پہلے سے زیادہ عزت دونگا۔ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ مال وجان عزت و آبرو سب سے بڑھ کر ایمان ہے۔ یہ چیزیں جائیں مگر ایمان بسلامت رہے۔ میں اس کو دیکھ آیا ہوں۔ وہ جھوٹا ہو تو دنیا میں سچا کوئی نہیں۔ جان دیدونگا مگر اس کے دامن کو نہیں چھوڑونگا۔ جو تمھارے جی میں آتا ہے کرو۔ چالیس دن گذر گئے جانثار اپنی بات پر قائم ہے۔ جبہ و دستار کے بندے تلے ہوئے ہیں۔ کہ کب اس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگیں۔ میدان حشر قائم کیا جاتا ہے۔ شہر میں منادی کرائی

جاتی ہے۔ اکابر و اراذل۔ کہہ و مہ جمع ہوتے ہیں۔ ایسے مجرم کو (جو خدا کے نزدیک ایک نبی کا صحابی ہے۔ اور جس کی جان لاکھوں جانوں پر بھاری ہے) میدان میں لاتے ہیں۔ وہ اسی استقلال سے آتا ہے اس کا چہرہ اندرونی طمانیت کی شہادت دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اب بھی قادیانی کو چھوڑ دو جو بچ ملتا ہے کہ وہ تو سچا ہے۔ سچوں کو چھوڑنا جھوٹوں کا کام ہے۔ آخری وقت ہے اگر تم کہو تو دو رکعت ادا کروں۔ وہ اجازت دیتے ہیں۔ دیر تک سربسجدہ رہتا ہے۔ سلام کے بعد کہتا ہے۔ کہ جی چاہتا تھا۔ کہ اسی حالت میں جان دوں مگر تمہارے خیال سے سلام پھیر دیا۔ اچھا تم اپنے خنجر آزماؤ۔ میری گردن سلامت ہے۔ اشارے کے ساتھ ہی اس صادق پر پتھروں کا مینہ برستا ہے۔ لیکن وہ کوہ وقاری سے پتھر سینہ و سر پر کھاتا ہے۔ اور جان جان آفریں کو سپرد کر دیتا ہے۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ✤ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محبوبؑ محب کی جان سپاری کا پر درد نوحہ لکھتا۔ اور کہتا ہے:۔ "اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تونے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہینگے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کریں گے"۔ ؎

آں جوانمرد و حبیب کردگار ✤ جوہر خود کرد آخر آشکار

نقد جاں از بہر جاناں باختہ ✤ دل ازیں فانی سرا پرداختہ

پرخطر ہست ایں بیابان حیات ✤ صد ہزاراں اژدہا اش ہر جہات

صد ہزاراں آتشے تا آسمان ✤ صد ہزاراں سیل و خونخوار و دمان

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار ✤ دشت پر خار و بلائش صد ہزار

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ✤ ایں بیاباں کردطے از یک قدم

(۴)

اب میں جس سرفروش کا ذکر کرنے والا ہوں۔ اس کا نام مولوی) عبدالرحمٰن تھا جس کو مولانا سید عبداللطیف شہید نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجا تھا۔ وہ آیا اور حضور کے فیض سے فیضیاب ہوا۔ یہاں کچھ عرصہ رہا۔ آخر اپنے وطن پہنچا۔ وہ عشق جو

دل میں پوشیدہ تھا۔ اس نے پسند نہ کیا کہ اس کو چھپائے رکھے۔ ؎

متاع مہر رخ تو نہاں نخواہم داشت — کہ خفیہ داشتن عشق تو ز غداریست

اس لئے کہا کہ لوگو خدا کا مسیح آگیا جس کو قبول کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ تم آسمان کی طرف کیا دیکھتے ہو وہ تو زمین ہند میں برپا ہوا ہے ؎

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند — لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

لوگوں کی آنکھیں تو آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جب اُنھوں نے یہ آواز سُنی کہ مسیح آگیا۔ اور ہندوستان میں آگیا۔ جوش مخالفت میں بھر گئے۔ اور جوش سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اس شخص کو کچل ڈالیں۔ شاہ وقت کے کان بھرے۔ اور جا و بیجا قصہ کہہ سُنائے یہ خود حاکم کے پاس گیا۔ اور کہا کہ مجھکو کہتے ہیں کہ میں مخبر ہوں۔ اور مسیح موعود کی کتابیں میرے پاس ہیں۔ پہلی بات سچ ہے اور دوسری غلط اس کو ماخوذ کرکے قید میں ڈال دیا گیا۔ آخر ایک رات آئی جس میں اُنھوں نے مسیح موعود کے اس پروانہ کی جان لینے کا فیصلہ کر لیا مگر اس کے لئے اُنھوں نے تیر و تفنگ۔ کلوخ و سنگ اور تیغ و تبر سے کام نہیں لیا۔ بلکہ رات کے سناٹے میں ظالم اس محبس میں گئے۔ جس میں خدا کے نبی کا وہ صحابی محبوس تھا۔ اُنھوں نے اس کا تنفس بند کر دیا جس سے روح گھٹ گھٹ کر جسم سے پرواز کر گئی۔ ؎

یوں اپنی جان دیجے کہ آہ و فغاں نہ ہو — جل بجھیے اس طرح سے کہ مطلق دھواں نہ ہو

(حضرت مولنا سید عبد اللطیف اور مولنا عبد الرحمن دونوں کی شہادت کے تذکرہ میں حضرت مسیح موعود نے ایک مستقل کتاب تذکرۃ الشہادتین کے نام سے تالیف فرمائی تھی۔ جس کا فارسی ایڈیشن آجکل بھی ملتا ہے۔ اس کتاب کو مولنا عبید اللہ بسمل نے حضرت کے ایما سے اردو سے فارسی میں منتقل کیا تھا۔ (فقیر شہاب)

(۵)

میرے ساتھ آؤ۔ تمھیں قادیان کے چھوٹے سے قصبہ کی تنگ اور پیچیدہ گلیوں کی سیر کراؤں۔ مسجد اقصیٰ سے جنوب کی طرف برہمنوں کے مکانات کے پچھواڑے ایک گوشہ میں

ایک مکان واقعہ ہے۔ اس کی زیبائش کی طرف دھیان کرو۔ چند ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بچھی ہیں۔ ایک چٹائی پر ایک بوسیدہ سا کپڑا بچھا ہے۔ عربی زبان کے مختلف علوم وفنون کی چھوٹی کی کتابیں بے ترتیب اوپر تلے گڈ مڈ ہوتی پڑی ہیں۔ کچھ دوائیوں کی شیشیاں اسی فرش پر اور الماری میں رکھی ہیں۔ ایک نورانی بزرگ سر جھکائے قلم ہاتھ میں کاغذ زانوؤں پر دوات دائیں طرف رکھے ہوئے استغراق کے عالم میں بیٹھا ہے۔ اس کے قلم کو دیکھو کاغذ پر کیا کیا سوری اور معنوی گلکاریاں کر رہا ہے۔ لکھتا ہے۔ اور لکھتے لکھتے رک کر قلم کے آخری حصہ کو ہونٹوں سے دباتا ہے۔ کبھی کان پر رکھ لیتا ہے۔ اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرتا ہے۔ ایک مقام پر ٹھہر جاتا ہے۔ اور چہرے پر کامیابی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر قلم کو سنبھال کر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بیمار یا کوئی اور شخص اس کے پاس آتا ہے۔ اپنا مشغلہ تحریر چھوڑ کر بیمار کو نسخہ یا دوا دیتا ہے۔ اور دوسرے ملاقاتی سے اخلاق ومحبت سے ایسی باتیں کرتا ہے۔ کہ اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کی باتوں میں ایسا کیف اور ایسا سرور ہے۔ کہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر محو ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ایک شخص سے خواہ کیسا ہی (ادنیٰ درجہ کا) کیوں نہ ہو اس گرمجوشی اور لطف ومدارات سے ملتا ہے کہ ملنے والے کو اپنی نسبت کچھ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ کہ شاید مجھ میں بھی کوئی کمال ہے۔ جو یہ شخص اس احترام کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن اس کی غلط فہمی کسی دوسرے سے ملکر فوراً رفع ہو جاتی ہے۔ اور اسے فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وسعت اخلاق اور لطف ومدارات اسی شخص سے مخصوص ہے۔

ملنے والے مسیح موعود کے وقت میں کہا کرتے کہ آپ اس بزم قدسی میں زیادہ کیوں نہیں جاتے اس کے جواب میں وہ یہ شعر سنا دیتا ہے۔ ؎

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں ❊ دستے بر دکشید و دعا را بہانہ ساخت

کبھی کہتا ہے بابا! میرا مسلک اور ہے۔ اور تمہارا اور۔ تم کیا جانو۔ وہ جس کے ساتھ خدا باتیں کرتا ہے۔ ہم کب اس کے اہل ہیں کہ اس کے سامنے بیٹھ جائیں۔

خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں جماعت کے ہر کہہ ومہ کی زبان پر یہ سوال ہے۔ کہ اب کون خلیفہ ہوگا۔ اس کے سامنے بھی یہ سوال آتا ہے۔ سائل کچھ نام بھی لیتا ہے۔ لیکن یہ

جواب دیتا ہے۔ ؎

عشق بازاں مرید خوبان اند ٭ پیراں قوم نوجواں باشد

قادیان آنے سے پہلے اس کا ایک شہر میں قیام ہے۔ مخالفت کی یہ کیفیت ہے کہ عالم تک کا دل صاف نہیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ ملنے والوں اور ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ دوستوں نے آنکھیں پھیر لیں۔ غریب الوطنی کا عالم ہے۔ کوئی یار ہے نہ کوئی غمگسار۔ در و دیوار تک مخالفت پر آمادہ ہیں۔ فقط خدا پر توکل اور خدا کے مسیح کا عشق دل میں ہے۔ بازاروں سے گذرتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ جتنے منہ اتنی باتیں۔ بچہ بچہ کی زبان پر قادیانی کتا ہے۔ مگر یہ خدا کا مخلص بندہ اس لفظ سے اظہار ملال کیسا فخر کرتا ہے۔ کہ الحمد للہ مسیح موعود سے کچھ تو تعلق ہے۔ آوازوں سے گذر کر بعض جگہ اینٹ پتھر تک نوبت پہنچتی ہے۔ آخر وہ دن آتا ہے کہ مصائب انتہا کو پہنچے۔ دنیاوی حکومت پر غرور کرنے والے کے اشاروں پر ایک افسر رات کے وقت آکر گھر کو گھیر لیتا ہے۔ جو وہ کر سکتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور اترا کر اس مرد جری کو کہتا ہے۔ جاؤ اپنی مدد پر کسی کو بلالو وہ تمہیں میرے چنگل سے چھڑا لے۔ اس نے کہا "انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ میری نظر انسانوں پر نہیں۔ میرا بھروسہ اس پر ہے۔ جو تمہارے ظلم اور میری مظلومیت کو جانتا ہے۔ تم دیکھوگے کہ وہ میری کیسی مدد کرتا ہے"۔ زمین باوجود فراخ ہونے کے اس پر تنگ کر دی گئی۔ اس لئے اس نے اس شہر کو چھوڑ دیا۔ وہ جس نے اسے کہا تھا کہ اپنی مدد پر کسی کو بلالو۔ مورد عتاب ہوا۔ موت کا شکار ہوا۔ اس کی اولاد بُرے حالوں سے زندگی کے دن بسر کر رہی ہے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ مدینۃ المسیح میں آجاتا ہے۔ اور کہتا ہے ؎

شکر للہ کہ دادہ اند مرا ٭ جا بزیر منارۂ بیضا

حضرت مسیح موعود کا جب ذکر آتا ہے۔ تو کہتا ہے "مسیح موعود کی صداقت کے نشانات مجھ سے پوچھو"۔ پھر وہ وجد میں آکر بیان کرتا ہے۔ خود ضبط سے بیان کرتا ہے۔ سننے والوں کو مزا آتا ہے۔ اس کا علم و فضل ایسا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تائید میں ایک کتاب آیۃ خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھی ہے۔ خلیفہ وقت اس کو پڑھتا ہے۔ اور اس کی تعریف میں

رطب اللسان ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آجتک ہمارے سلسلہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی" فارسی زبان میں وہ علو حاصل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اس کی ایک نظم سن کر فرماتے ہیں کہ "ان کا کلام تو فردوسی کے کلام کا نمونہ ہے" خود کہتا ہے ؎

از مسیح اللہ گشتم فیضیاب | یافتم فردوسیٔ ثانی خطاب

تم سمجھے ؟ کہ یہ کنج تنہائی میں رہنے والا مسیح موعود کا پروانہ کون ہے۔ اس کا نام (مولانا) عبید اللہ بسمل امرتسری ہے۔

(۶)

مسجد مبارک سے بہشتی مقبرہ کو جاتے ہوئے مدرسہ احمدیہ کے دفتر کے پاس ایک نہایت چھوٹی سی کوٹھڑی ہے۔ اس میں کوئی ستر برس کی عمر کا ایک بزرگ تہمد باندھے۔ کرتا کندھوں پر ڈالے مونڈھا بچھائے۔ عینک لگائے۔ قرآن شریف زانوؤں پر لئے بیٹھا ہے۔ گوری رنگت۔ سفید داڑھی۔ بڑی بڑی آنکھیں نظر قرآن پر ہے۔ آواز میں غنغناہٹ ہے۔ مکان کا نقشہ یہ ہے کہ ایک طرف چارپائی بچھی ہے۔ اس پر بستر ہے۔ ایک گوشہ میں اپلے پڑے ہیں۔ مونڈھے کے سامنے چولھا ہے۔ چولھے کے پاس راکھ کا ڈھیر۔ کوٹھڑی کا فرش گرد آلودگی کی حد سے گذر چکا ہے۔ کوٹھڑی کے ایک گوشہ میں ایک گز چوڑا ڈیڑھ گز لمبا ایک چبوترہ سا ہے جس پر بے قرینہ اور بے ترتیب چند مٹی کے برتن پڑے ہیں۔ جن میں متفرق اشیاء ہیں۔ چولھے پر چائے یا سالن کی دیگچی چڑھی ہے۔ کوٹھڑی میں دھواں بھرا ہے۔ یہ بزرگ اسی طرح بیٹھا ہے۔ قرآن کو بند کرکے دیگچی کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ اس کی موجودہ حالت سے ایک سطحی نظر کا انسان دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ کہ جانے کیوں یہ اس بڑھاپے میں اس طرح تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ مگر اس سے پوچھو تو وہ اس حالت پر خوش ہے۔ کہتا ہے۔ کہ "یہ میرے آراموں کا کفارہ ہے۔ عمر بھر عیش و تنعم میں گذرا۔ قبل اس کے کہ کوئی مجھ پر آئے خود ہی میں نے یہ زندگی اختیار کرلی ہے کہ کفارہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں کیوں یوں رہتا ہوں۔ تم خیال کرتے ہوگے کہ شاید میرا گھر در نہیں۔ شاید تمہارے ذہن میں ہو کہ میرا کوئی نہیں۔ یہ تمہارا خیال غلط۔ میرا گھر ہے اور میں نے خدا کے فضل سے بہتوں کو گھر والا کر دیا۔ میرے عزیز بھی ہیں جو مجھ پر اپنی جان

چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن تم سچ سمجھو کہ اس جھونپڑی میں جو کچھ ہے وہ ان محلوں میں نہ تھا۔ ان محلوں میں رہکر میں خدا کے مسیح سے دُور تھا۔ اب میں اس کے دروازہ کے سامنے ہوں۔ جانتے ہو میں نے یہ دھونی کیوں رمائی ہے؟ یہ اس کا فراق ہے۔ افسوس وہ تو چلا گیا۔ ہمیں یہیں چھوڑ گیا۔" یہ کہتے کہتے اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر کہا کہ "ایک زمانہ تھا کہ مسیح موعود بٹالہ میں تھے۔ اتفاق مجھے بھی بٹالہ میں لے آیا۔ براہین شائع ہو چکی تھی۔ عیسائیوں سے بحث مباحثہ ہوتے تھے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح موعود سے کہا کہ آپ کا دعوٰی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ ہم ایک مضمون لکھکر لفافہ میں بند کر دیتے ہیں۔ آپ اپنے الہام سے وہ مضمون ہمیں بتا دیں۔ مسیح موعود نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ ہم خدا سے دعا کریں گے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ خدا مضمون کے ساتھ الفاظ بھی ہمیں بتا دیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پادری صاحبان کو اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ پادری اس مقابلہ پر نہ آئے۔ حضرت مسیح موعود کا اس طرح اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونا ہمارے لئے ایک ایسی بات تھی کہ سب سے الگ ہو کے آپ کے ہی پیچھے ہو لئے۔

سنہ ۱۸ کی بات ہے کہ یہ بزرگ سخت بیمار ہو گئے۔ زیست کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اسی کوٹھڑی میں جس میں اب ہیں پڑے تھے۔ رشتہ داروں کو خبر ہوئی دوڑتے ہوئے آئے۔ اور کہا کہ گھر چلو جواب دیا کہ "میں تو اس لئے یہاں آیا تھا کہ میرا دم یہاں آکر آخر ہو اور تم مجھے گھر لیجاتے ہو۔ جب وہ وقت جس کی مجھکو تمنا تھی یہی ہے۔ تو میں کیسے جا سکتا ہوں" نمازوں کے بعد قرآن کی تلاوت ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے کلام کا ورد ہے۔ ۵ روپیہ ماہوار پنشن کے آتے ہیں جن میں سے کچھ صرف اپنے ماہوار خرچ کے لئے رکھ لیتا ہے۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کرتا ہے کہ مسیح موعود کے ساتھ ہر جگہ رہے ہیں۔ سوائے دو جگہ کے کہ حضور نے ساتھ جانے سے روک دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ازالہ میں ان کے متعلق فرمایا ہے "منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں ایک زندہ دل آدمی ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں..... میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔

حق تو یہ ہے کہ محبت انہی لوگوں کی ہے۔ پہچاننے والوں نے پہچان لیا ہوگا۔ کہ اس بزرگ کا نام منشی روڑے خان کپورتھلوی (پنشنر تحصیلدار) ہے

(۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانہ کے شمالی و مشرقی گوشہ میں ایک کوٹھڑی ہے کواڑ کھلے ہوئے ہیں۔ مگر بانس کی کھڑکی سے دروازہ بند ہے۔ اس میں ایک چارپائی ہے جس پر کپڑے کی بجائے چٹائی بچھی ہے۔ اس پر ایک افغانی وضع کے معمر شخص آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کچھ افغان بوڑھے اور جوان جو قادیان میں حصول ایمان اور تحصیل دین کے لئے آئے ہیں ارد گرد جمع ہیں۔ کسی کو قرآن شریف ناظرہ پڑھا رہے ہیں کسی کو ترجمہ کسی کو حدیث اور کسی کو حضرت اقدس کی کتب۔ جب تعلیم و تعلم سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو خود قرآن یا حضرت اقدس کی کوئی کتاب لے بیٹھتے ہیں۔ ان کے رہنے کا مقام یہی ہے نمازوں کے وقت مسجد میں اور باقی اوقات اس کوٹھڑی میں بسر کرتے ہیں۔ مسجد میں آتے ہی خاموش بیٹھتے ہیں۔ راستہ میں چلتے ہیں تو نظر نیچی اور راست و چپ سے بے تعلق ہوتی ہے۔ شب و روز خاموشی میں کٹتے ہیں۔ اگر کوئی ملنے کے لئے اس کوٹھڑی میں جائے تو اس سے نہایت خندہ پیشانی اور پیار سے ملتے ہیں۔ اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ مگر مسیح موعود کی گویا وہ اور باتیں جانتے ہی نہیں۔

آپ مولانا شہید سید عبداللطیف کے شاگرد مولانا سید عبدالستار افغانی ہیں۔

(۹)

نورالدین اعظم دنیا میں نہیں رہا۔ لیکن اس کے فیض یافتہ دنیا میں موجود ہیں۔ وہ جماعت جو مسیح موعود کے خلیفہ اول ہیں تھی ان میں بیشک نہ ہو۔ لیکن ہر ایک شاگرد کسی نہ کسی بات میں اپنے عظیم الشان استاد کا تلمیذ رشید ہے۔ جس کو دیکھ کر ممکن نہیں کہ اگر کسی نے نورالدین اعظم کو دیکھا ہے۔ تو اس کی خصوصیات کا نقشہ آنکھوں میں نہ پھر جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ نورالدین کے شاگرد مولوی غلام محمد کا قصہ سناؤں۔ امرتسر کی گلیوں میں ایک شخص طالبعلمانہ حیثیت میں پھرتا ہے۔ مسیح موعود کا آوازہ اس کے کان میں پہنچا ہے۔ کسب مال کے لئے کچھ سامان بھی ہے جس کی تجارت سے پیٹ پالتا ہے۔ اس سامان

سے دست بردار ہو کر دارالامان میں پہنچتا ہے مسیح کا اشارہ پا کر نور الدین کی شاگردی میں آتا اور دینی علوم میں محو ہو جاتا ہے۔ اس نے جو کچھ حاصل کیا وہ یہی دو باتیں ہیں۔ سادگی اور طب۔ اس کے لباس کو دیکھو کبھی سر ننگے پھرتا نظر آتا ہے۔ اور کبھی دوپلیا ٹوپی سر پر ہے۔ کبھی ایک آدھ گز موٹے جھوٹے کپڑے کی پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ اور کبھی کچھ ایک کھدر کا کرتا ہے۔ اور کھدر کا تہ بند جوتے کا بھی خاص اہتمام نہیں۔ کبھی پیر دل میں ہیں اور کبھی نہیں۔

طالبعلم آتے ہیں طب پڑھتے ہیں۔ غریب لوگ کس مپرس اپاہجوں کا علاج اس کے فرائض میں ہے مریض کا پتہ لگا اور یہ اس کے گھر پہنچا۔ نبض دیکھی۔ مریض کا معائنہ کیا۔ نسخہ لکھ دیا۔ اگر کوئی دوائی لانے والا نہیں۔ خود ہی بازار سے دوائی خرید کر پہنچا دی۔ اگر پیسہ بھی نہیں تو اپنے پاس سے دوائی دینے میں تامل نہیں۔

باتوں کا زیادہ شوق نہیں۔ حفظ مراتب تو شے دیگر ہے۔ چھوٹے بڑے کو "حضرت حضرت" کر کے پکارتا ہے۔ نظریں زمین سے سلی رہتی ہیں۔ بازار میں چلنے میں ایک کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ گوشہ میں بیٹھا ہے۔ اور سب توقعات کو منقطع کر چکا ہے۔ دراز دست لوگوں نے چاہا کہ اس کو سو سینکڑے دیں تو صاف انکار کر دیا۔ کہ میں محتاج نہیں حاجتمندوں کو دو"

جب دیکھا تو ان تین شغلوں میں ہی پایا۔ طلباء کو پڑھانے میں نسخے لکھنے اور غریب مریضوں کے علاج میں۔ یا فرصت ہے، تو حضرت مسیح موعود کی کتب کے پڑھنے میں۔

(۱۰)

ان سطور میں جس مسلمانوں کے لیڈر کا افسانۂ رنگین آپ کے سامنے پیش کرنے کو ہیں اگرچہ آپ اسے ان علقوں کی صف پائیں میں دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی کئی خصوصیات سے مسیح موعود کے دربار دُربار میں ہمیشہ صف اول میں نظر آیا کیا۔

قادیان کی مسجد مبارک ہے۔ اس میں خدا کے جمال کا مظہر مسیح موعود تشریف فرما ہے۔ خدا پرست پروانہ وار اس شمع ہدایت کے ارد گرد جمع ہیں۔ لیکن یہ بلبل بوستان قدس اور شاخ

طوبیٰ کا ہزار نغمہ سنج ہے کوئی شرعی مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے علماء سلسلہ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان سب نے اپنی رائیں اور تحقیقات حضور میں عرض کر دیں۔ حضرت مسیح موعود اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ کی کیا رائے اور تحقیق کیا ہے؟ شاید تم خیال کرو گے کہ اس نے بہلو بدل کر اپنی تحقیقات کے بیان میں کتب عتیق کے حوالجات کے استناد سے سماں باندھ دیا ہوگا۔ مگر ایسا نہیں وہ اپنی تمام راؤں اور تحقیقاتوں کو پیچھے ڈال دیتا ہے اور بے اختیارانہ عرض کرتا ہے۔ "حضور میری رائے وہی ہے۔ جو حضور کی رائے ہو" اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ مسیح کے حضور بعض لوگ آتے ہیں۔ اور اپنی طول کلامی سے وقت کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ ہمارا ناز کس طرح مسلمانوں کا لیڈر کہتا ہے کہ "لوگو تم کیا کرتے ہو جس کی راہ ہم تیرہ سو برس سے دیکھ رہے تھے وہ اب آیا ہے۔ تم اس کی باتیں سننے نہیں دیتے۔ اپنی سناتے ہو"۔

دربار مسیحائی برخاست ہوتا ہے۔ اور دربار الٰہی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ الٰہی دربار کا نقیب خدام بارگاہ ایزدی کو دعوت دیتا ہے۔ کہ حی علی الصلوٰۃ دربار میں بار پانے والے بیت اللہ میں حاضر ہو گئے۔ امت محمدیہ کا امام تمام ائمہ کا قائم مقام بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ تمام انبیاء کرام کا مظہر تام یعنی مسیح احمد بھی دربار میں ہے۔ اب وہ وقت ہے کہ تحیہ صلوٰۃ حضور الٰہی میں پیش کیا جائے۔

حضرت امام امامت کے لئے اس مسلمانوں کے لیڈر کو منتخب کر کے نماز اسی کی اقتدا میں ادا فرماتے ہیں۔ اس کی قرآن خوانی اس کی تجوید اس کی قرأت دیکھنا۔ آواز کے سطوت و جلال شوکت کو دیکھنا۔ قرأت کی حلاوت اور کیف انگیزی پر غور کرنا دربار الٰہی میں ہر کہ و مہ دست بستہ کھڑا ہے۔ سب پر ایک ربودگی کا عالم طاری ہے۔ ایک سکون ہے۔ مگر تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد رکوع و سجود میں آہ و گریہ کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں اور بس۔

نماز ختم ہو چکی۔ کوئی جلسہ ہے یا کوئی اور تقریب۔ تم اس کے خطبہ کو سنو کہ ہزاروں کا مجمع اس کی آواز پر قلبی لو اجید شاقص کو جبراً بھی روک نہیں سکتا کھنچے گزر جاتے ہیں اس کی آواز میں خفیف سی بھی کمی اور کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ تم دیکھتے ہو کہ ہزاروں کا مجمع

مرقع تصویر بنا بیٹھا ہے۔ گھنٹے گذر گئے مگر نہ کوئی حس ہے۔ نہ حرکت دل کا تقاضہ یہ ہے کہ بولنے والا بولتا چلا جائے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں آج بھی سلسلہ حقہ میں ہی نہیں بلکہ غیروں میں بھی ہیں جنہوں نے اس کی خطاوادآواز کے معجزات دیکھے ہیں۔ زمانہ لاکھوں کھینچ کھینچ کر چاہتا ہے کہ لوگوں کو اس کی آواز بھلا دے۔ مگر سب اسکو دیکھنے اور اس کے خطبہ کو سننے والے بھول نہیں سکتے

اس کے لیکچر سننے کا تو اب وقت نہیں رہا۔ مگر اس کی تحریریں اب بھی صفحہ قرطاس پر موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعت ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہے۔ وہ الفاظ کے دستے کے دستے انتخاب کرتا ہے۔ وہ سطروں کی صفوں میں مرتب کر دیتا ہے۔ پڑھنے والے کے دل میں جو جذبات اور کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جرأت اور دلاوری کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا قلم رقص شکن تھا۔ اس کی "خلافت راشدہ" بقول شیعہ ایک "شمشیر بران" ہے۔ وہ خدا کے دربار میں مرنے سے پہلے گیا تھا۔ اور پھر کیا ہو گیا۔ مجھ سے مت پوچھو مرحوم کی زبان سے سنو۔

کے تواں کردن شمار خوبئ عبد الکریم ۔۔۔ آں کہ جاں داد از شجاعت برصراط مستقیم

حامئ دیں آنکہ یزداں نامِ او لیڈر نہاد ۔۔۔ عارف اسرار حق گنجینۂ دینِ قویم

صادق و ہم دوربین و بصدق کامل اخلاص خویش ۔۔۔ مورد رحمت شدہ اندر گہِ ربِ علیم

گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد ۔۔۔ کم بزاید مادرے با ایں صفا دُرِ یتیم

بدنے در آتش ہجر فرد افتادہ بود ۔۔۔ دیں کرامت بیں کہ از آتش برآمد او سلیم

زیں عجب تر آنکہ او در ضعف تم در چند روز ۔۔۔ مظہر اسرار حق شد عارف رازِ قدیم

گوہرش چوں آب وتابے داشت از مہر رسا ۔۔۔ ہرچہ با گفتیم داخل شد دراں طبع فہیم

دل بدرو آمد ز ہجر ایں چنیں یکرنگ دوست ۔۔۔ لیک خوش خوشدیم بر فضل خداوند کریم

مشربش چوں بود اخلاص و وفا و اتقا ۔۔۔ شد و صافش بہ دیں تاریخ از فضل حکیم

۱۳۲۴ھ

(خاکسار مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۔ یہ خداوند عالم نے اپنے محبوب رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کی شان میں فرمایا۔ جو کچھ ان بزرگوں نے خدا سے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔ انہی میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی مراد پا چکے۔ بحق واصل اور بعض وہ جو ابھی منتظر ہیں۔ اور جس آستانہ قدس پر جبہ سا ہوئے تھے۔ اس سے پھر نہیں گئے۔ جس روش پران کے رہنما نے انھیں چلایا اس پر استقلال واستقامت سے جادہ پیما ہیں۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اس پاک نبی کی بعثت ثانیہ بھی روز ازل سے ہزار ششم میں مقدر تھی۔ تو یقیناً اس آیت کے مصداق سلسلہ احمدیہ میں بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ان کے نورانی چہرے آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اور ان کے افسانہ ہائے رنگین کان سنتے ہیں۔ محبی جناب شہاب نے گلشن احمد کے کچھ پھول انتخاب کئے اور ان سے ایک گلدستہ بنا کر بتحفۂ محض مودت منزل احباب وذوی الالباب کر دیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس سے اپنے مشام جان کو تازہ کریں۔ اور دماغ میں وہ ہوائے شوق بھریں۔ جس کی کامیاب عشق ہوں ؎ کامیابی رہِ حق میں ہے مسلم ان کی ۔ جو فنا ہو کے سزاوار بقا ہوتے ہیں

یہ نقش قدم ہمارے لئے منزل محبوب تک پہنچانے کے لئے بہت کار آمد ہیں دیکھنا مٹنے نہ پائیں۔ بلکہ ایسا ہو کہ ابھریں اور ابھر کر آسمان شہرت کے مہتاب بلکہ آفتاب بنیں نادانوں نے رسول کے قدم کا نشان پتھر پر بنایا اور پھر اس پر نعت خوانی شروع کر دی اور نہ سمجھے کہ یہ تصویری زبان میں ایک ہدایت تھی۔ خدا کے برگزیدہ رسول کے نقش قدم پر چلنے کی۔ میری دوستو بخیر باخبر خفتگان دیار شوق کے حالات زبان کے چٹخارے لینے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ آپ بھی ان کے فیض کمالات سے بہرہ اندوز ہوں جس کو دنیا دیوانگی سمجھتی ہے۔ آپ اسی فرزانگی جانیں ؎

دانش بخت ہے بیدمشکئ شوق کا نام	لوگ دیوانہ نہ سمجھیں ترے دیوانے کو

آہ وہ عہد خوشتر گذر چکا کہ جس کی یاد میں میری زبان پہ جاری رہتا ہے۔

ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دو ساقی	ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو
فرقت یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا	اشک خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو
دل یہ کہتا ہے میں ہوں در محبت کا غلام	جس نے آباد کیا پھر مرے ویرانے کو
سوح کہتی ہے مرا کا جان ہے وہ نور جمال	کر دیا جس نے منور مرے کاشانے کو

بیدار شو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی (الکمل) ۔ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را ۔ مگر اس عہد کے دیکھنے والے ابھی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ یہ بھی نہ ہونگے ؎ آگ لگ جائیگی ظالم ترے سمجھانیکو ۔ بھول جاؤں میں انھیں ہو نہیں سکتا تا حشر

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ مئی ۱۰ء)

پیشگوئی نمبر ۸۰

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ مقطعات کا یہ ہے انا اللہ اعلم۔ صادق القول۔ صادق الوعد نے قرآن نازل کیا طرت تیری۔ پس نہ ہو کبھی تیرے سینے میں اُس سے تنگی۔ تاکہ ڈراوے تو ساتھ اس قرآن کے منکرین کو۔ اور اُمم سابقہ کے حالات یاد کرا بطور نصیحت کے مومنین کو

اس آیت میں اللہ نے دو پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ تو اہل مکہ کو قرآن کی مخالفت میں آنے والے عذاب سے ڈرا کہ کتاب اللہ و نبی اللہ کی عداوت میں قدیم سے کیا سنت اللہ ہے۔ اُسے یاد کرو۔ دوم یہ کہ مومنین جو مصائب پر مصائب و اذیت پر اذیت جھیلتے ہیں اُن کو پہلے مومنین کے حالات یاد کرا۔ کہ اُن سے اللہ نے کیا سلوک کیا تھا۔ ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائیگ۔ سو بحمد اللہ کفار بے نشان ہو گئے۔ اور مومن بادشاہ بن گئے۔

پیشگوئی نمبر ۸۱

اعراف ع۱ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اے اہل مکہ غور سے سنو) کہ کتنی بستیا ہلاک کیں ہم نے۔ جب آیا اُن کے پاس عذاب ہمارا۔ رات کو سوتے وقت یا (وہ جب) دوپہر کو سو رہے ہوں۔

آیت ہذا کی خبر بطور پیشگوئی کے اہل مکہ کو سنائی گئی۔ کہ تمہاری بستی پہلے ہلاک ہونے والی بستیوں سے دور اور نہیں ہے۔ اگر تم نے بھی ہمارے رسول اور ہماری وحی کی بجائے عزت و عظمت کے مخالفت کی۔ تو اب بھی وہی خدا موجود ہے۔ ضرور وہ اپنی سنت قدیمہ ہمارے کے موافق سلوک کرے گا۔ سو کیا گیا۔

پیشگوئی نمبر ۸۲

اعراف ع۲ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ٥

ترجمہ کہا ابلیس نے اے میرے خدا مجھے ڈھیل دے یوم البعث تک۔ فرمایا تجھے ڈھیل دی گئی ہے۔

آیت ہذا میں پہلے شیطان کی خواہش کا بیان کیا گیا ہے۔ کہ مجھے یوم البعث تک ڈھیل دی جائے۔ اور بعث سے بعثت بنوت محمد اور بعثت امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد ہے۔ پس یہ پیشگوئی ہے کہ اس شیطان رجال لعین کا سر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے کچلا جائیگا۔ سو کچلا گیا۔ جلسہ مذاہب لاہور میں آپ کا خاتمہ کیا گیا الحمد للہ والمنۃ

پیشگوئی نمبر ۸۳

اعراف ع۴ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥

ترجمہ ہر ایک جماعت اور امت کے لئے ایک حد تک وقت مقرر ہے۔ پس جب وہ اپنی وقت مقررہ تک پہنچ جاتی ہے تو ایک گھڑی کم و زائد نہیں کی جاتی ہے تو ایک گھڑی کم و زائد نہیں کی جاتی

آیت ہذا میں اہل مکہ کو بطور پیشگوئی کے سنایا جاتا ہے۔ کہ تمھارا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم نے ایک دوسری امت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اور جس طرح ہم نے پہلی امم کا خاتمہ کر دیا۔ اور نئی امت کو ان پر مسلط۔ کامیاب مظفر و منصور کر دیا۔ اسی طرح اگر تم نئی امت میں نہ آئے تو تمھارا بھی خاتمہ ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

پیشگوئی نمبر ۸۴

اعراف ع۴۔ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥

ترجمہ نزول وحی کے وقت) جس نے اپنے تئیں بچا لیا مخالفت سے اور اپنی اصلاح کرلی ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ کوئی غم۔ اور جنہوں نے وحی اللہ کی تکذیب کی۔ اور تکبر سے اعراض کیا۔ یہی لوگ طعمۃ النار الحرب ہونگے۔ اور پھر النار (جہنم) میں ہمیشہ رہینگے۔ پس یہ دنیا کی نار الحرب

اور سزا جو اہل مکہ کو دی گئی۔ حشر کی سزا اور نار پر گواہ ہے۔ جس خدا نے ہر دو وعدوں میں سے ایک پورا کر کے دکھا دیا۔ وہ ضرور دوسری جز وعدہ کی بھی پوری کرے گا۔

درس الحدیث

(از افاضات سیدنا اولوالعزم)

حدیث۔ صدقۃ ابن الفضل۔ من شہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ الخ کئی حدیثوں میں ایسا ذکر آیا ہے۔ کہ یہ عمل اگر کوئی کریگا تو پھر جو بھی چاہے کرے۔ وہ جنت میں چلا جاویگا۔

اگر درصل یہی بات ہو تو اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ یہ قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اگر اس کے یہی معنی کئے جاویں۔ اس لئے اس کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح رضی (خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ بھی ایک عمل جنت میں داخل ہونے کے لئے ذریعہ ہے۔ میں نے اس پر غور کیا ہے۔ میرا اپنا عقیدہ اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ جس کا ایمان ایسا کامل ہو اس کے اعمال کبھی ناقص نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ گندوں اور بدکاریوں پر مستعد ہوتے ہیں۔ اور پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ خدا پر ایمان ہی نہیں ہوتا۔ جس زمانہ میں مسلمانوں کے ایمان درست تھے۔ اس وقت ان کے اعمال بھی صالح تھے اور اعلیٰ تھے۔ تو اس سے مراد یہی ہے کہ ایمان ٹھیک ہو تو اعمال خود بخود سنور جاتے ہیں۔

ہندوؤں میں یہ اعتقاد ہے کہ دو خدا ہیں۔ ایک شو۔ ایک برہمو۔ دونوں کے الگ الگ کام ہیں۔ ایک کا مارنا ایک کا جلانا۔ دو باپ بیٹے تھے۔ باپ مارنے والے کا معتقد تھا۔ اور بیٹا زندہ کرنے والے کو مانتا تھا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم بھی اس کو مان لو بیٹے نے انکار کیا۔ باپ نے اپنے خدا سے شکایت کر کے بیٹے کو مروا دیا بیٹے کے خدا کو غصہ آیا۔ اس نے کہا ہو گا کون

ہے۔ میرے معتقد کو مارنے والا۔ اس نے جھٹ جلا دیا۔ ادھر ان کو غصہ آیا۔ اسے اس نے پھر جلا دیا اس نے پھر جلا لیا۔ اسی طرح وہ لڑتا رہے۔ وہ جلاتا رہے۔ اب جن کے اعتقاد اور ایمان ایسے ہوں۔ ان کے اعمال بھلا کیسے درست رہ سکتے ہیں۔ لیکن ایک لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ کہنے والا۔ اور اس پر ایمان رکھنے والا۔ ایمان میں کمزوری نہیں دکھلائیگا اور ممکن ہی نہیں کہ وہ برے افعال کرے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ شریعت جو آگے پیش کی گئی ہے۔ وہ غلط طریقے سے پیش کی گئی ہو...... لیکن جو ایسے عقائد کا قائل نہ ہو۔ بلکہ وہ لا الہ الا اللّٰہ پر ایمان رکھتا ہو تو اسے خدا کا ڈر اور نیکی کے رستہ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ہاں اگر باوجود اس عقیدے کے مرنا اور حشر و نشر پر اور جنت و نار پر ایمان نہ ہو تو پھر بھی ایسا آدمی اعمال صالح نہیں کریگا۔ ابن مریم کا ذکر اس لیے کر دیا کہ لوگ اس کے نام پر کثرت سے شرک کرتے تھے۔ اس شرک سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اسکا ذکر کیا

تصوف

ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے (صرف تشحیذ کیلئے)

جبر۔ چیست از سایۂ پژمردنست — چوں شگوفہ از دے افسردنست

مکر چیست از زہر حلوا کردنست — وانگہ آں حلوا ز سودا خوردنست

امن چیست از جاں طمع ببریدنست — خویش را چوں سایہ بیجاں دیدنست

ذل چیست از نفس پاک اُفتادنست — زیر پائے سگ چو خاک افتادنست

عز چیست از ننگ خود گرویدنست — در مقر خویش خود را دیدنست

صدق چیست از راستی بہ بودنست — در کمانے سر بسر زہ بودنست

کذب چیست از رخ نفع جوشیدنست — تیر را اندر کماں پوشیدنست

حرص چیست از جہل گردآوردنست — چوں شود کوہے بزیرش مردنست

دنیا چیست از راہ سر پیچیدنست — با نجاست مشک در پیچیدنست

مثنوی معارف اسلام

میرے ایک عزیز ہیں۔ ان کے ابا نے مثنوی معارف اسلام شائع کی ہے جس کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ کاغذ چکنا۔ حجم سرکاری کتب کی تقطیع پر ۱۰۴ صفحے خط کچھ ایسا اچھا نہیں۔ مضامین کے موٹے موٹے عنوان یہ ہیں حمد۔ نعت۔ شان مسلم۔ دور مشرکانہ۔ دور موحدانہ۔ شجرۂ اسلام۔ نظام اسلام (مساوات حریت قرآن۔ ایمان و عمل۔ علم و توحید) وسعت اسلام۔ حب وطن۔ حب اللہ۔ مسلم کا نصب العین مؤلف نے ان عنوانوں کے نیچے اپنے پاکیزہ اور قابل عملدرآمد خیالات نظم کئے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ بچوں کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اس میں عربی کے مشکل الفاظ ہیں۔ البتہ لکھے پڑھے عربی سے اُنس رکھنے والے لوگوں کے لئے مفید ہے۔ نظم قابل داد۔ تاہم کئی اشعار نظر ثانی کے قابل ہیں۔

(۱) کہ تھا مسلم جہان کا اُستاد (۲) جان جہاں نما محمد احمد و بس (۳) خالصاً للہ جنبش و تکین (۴) سو دمنی و چند رجنسیت (۵) قدر و جبر کا قافیہ صفحہ ۱) (۶) لاشریک لہ صلاان کی (۷) کافۃ للناس ہے ترا پیغام (۸) ہیں رہ حق ہی مشق قربانی (۹) مرنا اور ڈرنا کا قافیہ (صفحہ ۲۱) (۱۰) غضب و غیظ موسیٰ کی تعلیم (۱۱) تھے وہ اوصاف حسنہ سے موصوف (۱۲) عدل اور فضل کا قافیہ صفحہ ۴۳ ۔ اس قسم کے کئی مصرعے ہیں جنہیں میں غلط نہیں کہتا۔ قابل نظر ثانی ضرور ہیں قیمت آٹھ آنہ جو بہت زیادہ ہے۔ مولف کا پتہ:۔ مولوی الف دین نفیس۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل کیمبل پور

آیت المہدی حصہ اوّل

مولوی ابو احمد رحمانی محمد علی کانپوری نے حدیث ان لمہدینا آیتین پر اعتراض کیا ہے۔ اور اسے ضعیف ٹھہرایا ہے۔ ہمارے مکرم بھائی مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور بتایا کہ یہ نشان صرف ہمارے مہدیٔ صادق کے لئے ظاہر ہوا مفصل ریویو پھر ہوگا۔

تبلیغ رسالت

جناب میر قاسم علی صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود کے تمام اشتہارات کا مجموعہ دس جلدوں میں شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ جلد اول پریس سے نکلنے والی ہے۔ ایک روپیہ کی قیمت ہوا احباب سنتقل خریدار بن کر یہ منت عظمیٰ حاصل کریں۔ میر صاحب نے احمدی رسالے کے دوبارہ اجرا کا بھی ارادہ کیا ہے مطلوبہ درخواستیں پوری ہو جائیں تو نکلے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

پین ہیلر

یہ ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی درد۔ موچ ۔ چوٹ ۔ گٹھیا کے سبب جوڑوں ۔ یا گانٹھوں میں ریاح یا سردی کے سبب کمر کا درد۔ پنجر۔ گردن یا اینٹھن وغیرہ سے جیسا بھی درد ہو پین ہیلر کی مالش سے فوراً جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ / محصول ڈاک ۵ / دیکھئے جناب یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم اپنے اخبار مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء میں کیا لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کا کامیاب علاج

مجھے ڈاکٹر ایس ۔ کے برمن کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ الحکم میں لکھنا پڑا ہے ۔ لیکن آج میں دلی شکرگذاری کے ساتھ ان کے کامیاب علاج کا ذکر کرتا ہوں ۔ ناظرین الحکم کو معلوم ہوگا کہ میری اہلیہ ایک سال کو زیادہ عرصہ سے بیمار ہے سلسلہ کے معزز اور مخلص ڈاکٹروں اور طبیبوں نے ہماری ہمدردی اور توجہ سے اس کے علاج میں کوشش کی مگر ان کی حالت صحت کی طرف نہیں آئی یہاں تک کہ وہ چلنے پھرنے سے بالکل عاری ہوگئیں اور ٹانگوں کے درد نے لاچار کر دیا۔ میرے بچوں نے بطور خود ڈاکٹر برمن سے ان کی دوائی دافع درد منگوائی اور اسکا استعمال شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے محض فضل سے ڈاکٹر صاحب کی دوائی میری اہلیہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ۔ وہ مریضہ جو چارپائی سے اٹھ نہیں سکتی تھی میں دیکھتا ہوں کہ دن بدن اس بیماری سے نجات پا رہی ہے ایسی مفید دوائی کے لئے میں اپنے ناظرین کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی ادویات جو نہایت قیمتی اور مفید ہیں ضرور تاً استعمال کریں۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ ہجری نمبر ۷

قیمت سالانہ عوام سے [illegible] طلباء سے [illegible] غیر ممالک سے ([illegible])

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور

چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

خریداران تشحیذ

حضرات ششماہی گذر گئی مگر آپ میں سے کئی ہیں جنہوں نے ابھی تک ۱۹۱۸ء کا چندہ سالانہ بلکہ اس سے پہلے سال کا بھی ادا نہیں کیا۔ توجہ کی ضرورت ہے۔ آخر ہم اپنے خرچ کسطرح چلائیں۔ الحمد للہ کہ رسالہ بلحاظ مضامین پسند خاطر اہل نظر ہے۔

قواعد عربی

حصہ اول میزان الصرف مولفہ مولوی غلام رسول صاحب مولوی فاضل منشی فاضل مدرس مشن ہائی سکول جالندھر میری نظر سے گذرا۔ یہ رسالہ مبتدی کیلئے نہیں بلکہ منتہی کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ میں کچھ سقم بھی ہیں۔ جو نوٹ کر لئے گئے ہیں۔ مگر بوجہ قلت گنجائش کسی دوسری اشاعت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲/ مولف سے منگوائیں +

بتقریب عید الفطر کتب میں خاص رعائت

مندرجہ ذیل کتابوں میں رعایت ہے۔ جو صاحب رسالہ پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر درخواست کرینگے وہ اس رعایت سے مستفید ہو سکیں گے۔

مجموعہ الہامات مکمل بجائے ۱۲/ عہ کے عہ میں **کی کتابیں ۱۰/ میں**

البرق ۔ طب روحانی ۔ مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ۔ الوصیت پر نظر ۔ احمدی عقائد ۔ بیوی کی تعلیم ۔ تاویل المتشابہات ۲/ ۔ مورکہ سیدہ ۔ لانگرال القلب ۔ نشان رحمت ۔ قصیدہ مہدویہ ۔ اک پارہ الحم ۔ شیخ یعقوب علی صاحب ۔ نور خلافت

ان کے علاوہ ایجنسی تشحیذ کی مندرجہ ذیل کتب نصف قیمت پر دی جاویں گی۔ یہاں پر اصل قیمت لکھی گئی۔

مکتوبات حصہ اول ۔	پرانی تحریریں ۔	الاسماء الحسنی ۔	الموعظۃ الحسنہ ۔
۸/	۲/	۵/	۲/
سلک مروارید ۔	ترجمۃ القرآن پارہ ۲۶ تا ۲۹ ہر سہ ۔	چمکار مہدی ۔	وفات نامہ مولوی عبدالحی صاحب
۴/	ے/	۸/	۱/

منیجر تشحیذ

درثمین پر آریوں کے حملے کا دفاع

ہندوستان "جنت نشان" میں بود و باش رکھنے والی کثیر التعداد دو قومیں ہی ہیں یعنی "ہندو" و "مسلمان" ان میں باہم اتفاق کی از حد ضرورت ہے۔ ہر دو میں باہمی اتحاد و یگانگت پیدا کرنیکا خیال دونوں قوموں کے ممتاز افراد میں ایک مدت سے کم و بیش پایا جاتا ہے ان کا خیال ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ کسیطرح "بھارت" کے "سپوتوں" میں باہم صلح صفائی اور آپس کے تمدنی و کاروباری تعلقات زیادہ سے زیادہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے قائم ہوجائیں۔ کیونکہ ہندوستان کی مثال ایک گاڑی کی مانند ہے جس کے دو پہئے یعنی ہندو و مسلمان ہیں پس گاڑی کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ دونوں پہئے متحد ہوکر نہ چلیں۔ جب باہمی "اتحاد" ہی مفقود ہو تو ہندوستان کی "خوشحالی" و "ترقی" کیسے ہوسکتی ہے۔ اس مبارک خیال "اتحاد" کے موید ہی "ممتاز افراد" نہیں ہیں بلکہ ہر ایک متنفس جو اپنے پیارے "وطن" کی خوشحالی و ترقی کا خواہاں ہے۔ رہی بات کا متمنی نظر آئیگا۔ کہ جسطرح بھی ہو باہمی اتفاق و اتحاد کی لہریں ہمارے وطن میں موجزن اور ساتھ ہی عملی نتیجہ بھی دکھلاتی ہوئی نظر آئیں۔ ماسوا ان کے خود ہماری "عادل گورنمنٹ" کی ہمیشہ سے یہی تمنا رہی ہے کہ ان ہر دو قوموں میں اتفاق و اتحاد پیدا ہوجائے اور "ہندوستان" آئے دن کی بدمزگیوں اور الجھنوں سے جو وقتاً فوقتاً اپنا ظہور دکھلاتی رہتی ہیں مخلص پائے۔

لیڈران قوم و افراد قوم اور خود عادل گورنمنٹ کے ایسے پاک خیالات کے ہوتے ہوئے بھی بدقسمتی سے اس "بھارت ورش" کے اندر ایسے افراد بھی دکھائی پڑتے ہیں جو نہیں چاہتے کہ یہ پاک خیال یعنی باہمی "اتحاد" اس ملک میں ہوجائے۔ بلکہ اُن کا ہر دم یہی نصب العین رہتا ہے کہ جسطرح بھی ہو آپسمیں کشیدگیاں بڑھیں۔ ہر وقت سر پھٹول ہوتی رہے۔ ایک کو دوسرے سے بدظنی ہوجائے وغیرہ اور عادل و رحم دل گورنمنٹ بھی ان قضیوں میں الجھی رہے۔ ایسے اصحاب

علانیہ ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُنکی دال نہیں گل سکتی بلکہ وہ اپنے مقصد کو کامیاب بنانے کیلئے مذہبی جامہ پہن کر "مذہب" ہی کی آڑ میں ایسے افعال ناشائستہ کرتے ہیں جسکے ذریعہ اتفاق کی بجائے نفاق محبت کی بجائے نفرت۔ پیار کے بدلے عداوت پھیلے۔ اس قماش کے لوگوں میں سے حیف ہے اگر بعض ناکام ایڈیٹر بھی ہوں جو نہ چاہیں کہ ملک میں امن و اتحاد کا دور دورہ ہو۔ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا شاخسانہ چھیڑ دیں جس سے باہمی دلوں میں سے اتحاد و یگانگت اُٹھ جائے اور ان کی جگہ "کینہ و حسد" آبراجیں۔

آجکل آریہ گزٹ نے احمدیوں کے برخلاف ایک شوشہ چھوڑا ہے۔ جو یہ ہے کہ کتاب درثمین (جو مسیح موعودؑ کی مختلف اوقات میں کہی ہوئی نظموں کا مجموعہ ہے) سے چند اشعار نقل کر کے اخبار کے ذریعہ یہ شور و غل مچا دیا ہے کہ "کتاب قادیان ہائی سکول میں ہندو طلباء کو جبراً پڑھائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کے اشعار اشتعال انگیز اور شر انگیز ہیں ہمارا کلیجہ ان اشعار کو پڑھتے ہوئے پھٹتا ہے"۔ اس الزام کا جواب کہ "یہ ہندو طلباء کو جبراً پڑھائی جاتی ہے" اخبار الفضل و فاروق قادیان وغیرہ میں دیا جا چکا ہے جسکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ یہ محض احمدیوں پر اتہام لگایا گیا ہے۔ سکول میں کسی ہندو لڑکے کو تو کیا مسلمان کو بھی نہیں پڑھائی جاتی۔ کیونکہ یہ سکول کے نصاب ہی میں نہیں اب ایڈیٹر آریہ گزٹ کی الزام کی اس دوسری وجہ کا جواب کہ "کتاب درثمین اشتعال انگیز ہے"۔ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

لیکن قبل اس کے کہ ہم اس بیہودہ الزام کا جواب دیں۔ ایک سوال ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں جواب کیلئے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایڈیٹر صاحب! آپ "اظہار حقیقت" اور "دشنام دہی" میں کچھ فرق کرینگے یا نہیں اگر نفی میں جواب ہے۔ تو یہ امر آپکی علمیت کی حقیقت کو آشکار کر دیگا۔ اگر ارشاد ہو کہ فرق ہے تو جب "فرق ہے" تو ساتھ ہی آپ کا اخبار میں ان اشعار کے متعلق عوام کو بھڑکانا عبث ثابت ہوا۔ کیونکہ جتنے بھی اشعار حضرت مسیح موعودؑ نے لکھے ہیں وہ سب امر واقعہ کا اظہار ہیں۔ نہ کہ دشنام دہی یا سب و شتم۔ مسیح موعودؑ سب و شتم کے سخت خلاف ہیں۔ دیکھئے اس نظم کے اندر فرما رہے ہیں۔

ہم بد نہیں ہیں کہتے اُن کے مقدسوں کو
تعلیم میں ہماری حکمِ خدا یہی ہے
ہمکو نہیں سکھاتا وہ پاک بد زبانی
تقویٰ کی جڑھ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

ہاں اظہار حقیقت اپنے اندر مرارت کا پہلو ضرور رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ تو مثل مشہور ہے "الحق مر" حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ اسمیں مسیح موعودؑ پر کیا الزام۔ سنو۔ اصل قصور آریہ سماج یا اُس کے بانی یا تمہارے مسافر کا ہے جنہوں نے اسلام کیلئے سب و شتم کو جائز قرار دیا۔ اور وہ وہ دل آزار فقرات استعمال کئے کہ کوئی نیک دل آریہ بھی اُن کے سُننے کا روادار نہوگا۔ اس لئے قابل ضبطی اگر کوئی کتاب ہے تو ستیارتھ پرکاش اور کلیات مسافر۔ نہ کہ دُرِّثمین۔ جس کے اشعار واقعات پر مبنی ہیں۔ مثلاً ایڈیٹر آریہ گزٹ نے ان اشعار پر اعتراض کیا ہے۔

اُسے وید کی راہ نہ آئی پسند الخ

مہاشہ صاحب کیا یہ اشعار کسی واقعیت پر مبنی نہیں۔ کیا واقعی گرو نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ویدوں کی نسبت یہ خیال نہیں جسے مسیح موعودؑ نے نظم کا جامہ پہنا دیا ہے۔ اگر معلوم نہو تو دیکھو اپنے گرو کی ستیارتھ ص۴۰۴ جہاں سوامی جی نے شری نانک دیو کا قول نقل کیا ہے۔ جو انکا ویدوں کے متعلق تھا۔

"وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی
سنت کی مہما وید نہ جانی"

سوامی جی کہتے ہیں۔ وید تو سب علوم کا بھنڈار ہے لیکن چاروں ویدوں کو کہانی جو کہے اُنکی باتیں سب کہانی ہیں۔ الخ

مہاشہ جی بتلایئے مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا اشعار کسی امر واقعہ کا اظہار کرتے ہیں یا نہیں "نہیں" تو آپ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ آپ کے مہرشی نے خود لکھا ہے کہ نانک دیو ویدوں کی نسبت ایسے ہی خیال رکھتے تھے جیسا کہ آپ پورانوں کے متعلق۔ آپ پورانوں کو کہانیاں کہکر مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت باوا نانک دیوؒ نے ویدوں کو کہانیاں کہکر مسترد کر دیا۔ جناب کے

امر واقع کا انکار آپ کیسے کر سکتے ہیں۔ اور ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب مارو محلہ۔ بابا صاحب فرماتے ہیں:۔

وید پڑھے ہر نام نا بوجھے

بایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

ترجمہ:۔ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وید کی تعلیم دنیاوی کمندوں اور ملونیوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اسطرح گرنتھ صاحب و جنم ساکھی میں بہت سے اقوال حضرت باوا نانکؒ کے ویدوں کی تردید میں موجود ہیں جنکا اعادہ اسوقت بوجہ طوالت نہیں کرتے۔ ان سے ہی مہاشہ صاحب کو پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ یہ اشعار دشنام دہی ہیں یا اظہار امر واقع۔

پھر ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ ان اشعار پر اعتراض کرتے ہیں جو صفحہ ۳۰۴ پر ہیں۔

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس — دل میں آتا ہے بار بار افسوس الخ

مہاشہ صاحب آپ کو چاہیئے کہ اسلامی لٹریچر سے اگر واقفیت نہیں تو اپنا لٹریچر تو ضرور دیکھا کریں۔ اگر آپ نے مسافر کی کتاب خبط احمدیہ پڑھی ہوتی۔ تو نہ یہ اشعار نقل ہوتے نہ اتنی تو تو میں میں ہوتی۔ دیکھو کلیات مسافر ص۵۰۵۔ وہاں پنڈت لیکھرام نے حضرت مرزا صاحبؑ سے خدا کے حضور فیصلہ چاہا ہے۔ چنانچہ اپنے قلم سے لکھتا ہے۔ "اے پرمیشور ہم دونوں (مرزا صاحبؑ و لیکھرام) میں سچا فیصلہ کر اور جو تیرا ست دھرم ہے اسکو نہ تلوار بلکہ پیار سے معقولیت اور دلایل کے اظہار سے جاری کر اور مخالف کے دل پر اپنا ست گیان پرکاش کر تاکہ جہالت و تعصب و جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کیطرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔"

پس جب اس مباہلہ کا نتیجہ مسیح موعودؑ کے حق میں نکلا۔ تو کیا یہ کم کرامت ہے۔ اس کرامت کا ذکر مسیح موعود محولہ بالا اشعار میں کر کے آریہ صاحبان کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ افسوس نشان دیکھ کر کین و نخوت اور اندھیرے میں پڑے ہوتے ہو۔ یہ اظہار امر واقع ہے نہ کہ دشنام دہی

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے

اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

والی نظم (جو "قادیان کے آریہ اور ہم" میں قادیان کے آریوں کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے) سے

"درس گیارہ" شعر نقل کر دیئے ہیں ہم مہاشہ جی کو بتلاتے ہیں - کہ وہ "اخبار شبھ چنتک قادیان" کے پُرانے فائل اٹھا کر دیکھیں - اور پھر اس کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" کو پڑھیں معلوم ہو جائیگا - کہ آیا ان اشعار میں بھی حقیقت کا اظہار ہے یا دشنام دہی سے کام لیا گیا ہے اور پھر ان اشعار کے نیچے حضرت صاحب نے لکھا ہے - دیکھئے صہ ۹۳ حاشیہ -

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے ان آریہ سماجیوں کی نسبت ہے جنہوں نے اپنے اشتہاروں اور رسالوں اور اخبارات کے ذریعہ سے اپنی گندی طبیعت کا ثبوت دیا ہے - اور ہزارہا گالیاں خدا کے پاک نبیوں کو دی ہیں - (جیسا کہ آگے چل کے ہم دکھائینگے جنکی اخبار اور کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں مگر شریف طبع لوگ (آریہ) اس جگہ ہماری مراد نہیں ہیں - اور نہ ہی وہ ایسے طریق کو پسند کرتے ہیں - منہ

پھر حضرت صاحب صہ ۹۲ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں - "اگر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گالیاں نہیں دیتے - اور صلاحیت اور شرافت رکھتے ہیں وہ ہمارے اس بیان سے باہر ہیں"

مہاشہ صاحب کیا درثمین کے پڑھتے وقت یہ عبارتیں نظر نہیں آئی تھیں - دیکھئے یہ محولہ بالا عبارت سب باتوں کا فیصلہ کر رہی ہے - یعنی مسیح موعود تو صاف فرما رہے ہیں کہ یہ رائے ان لوگوں کے متعلق ہے جو نبیوں کو گالیاں دیتے ہیں - نہ ان لوگوں کے متعلق بھی جو شرافت و صلاحیت رکھتے ہیں

اخیر میں ہم ایڈیٹر آریہ گزٹ کی تسلی کے لئے پنڈت لیکھرام صاحب کی گلفشانیوں کا کچھ نمونہ دیتے ہیں - تا انہیں مسیح موعودؑ کا صدق مقال اور ہمارا اصل ظاہر ہو نیز گورنمنٹ عالیہ فیصلہ فرما سکے کہ قابل ضبطی کتاب کونسی ہے - آیا درثمین یا پنڈت لیکھرام کی تصنیف -

پنڈت لیکھرام کی گالیوں کی مختصر فہرست

۱ - جس نے شراب پی اور اپنی دختروں سے جماع کیا - جھوٹ بولا - تکذیب براہین احمدیہ حصہ اوّل صہ ۱۳۵ (حضرت لوط کی بابت)

۲ - جس نے بت پرستی کی صدہا عورتوں سے زنا کیا - قتل کیا - کیا وہ مومن ہے تکذیب براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۱۳۵ (حضرت سلیمان کی بابت)

۳ - جس نے جھوٹ بولا بہن سے جماع کیا کیا وہ مومن ہے - صفحہ ۱۳۵ (حضرت ابراہیم کی نسبت)

۴ - جس نے قتل عام کرائی - زنا کرائے - بیگناہ بچے مروائے - باکرہ چھوکریوں سے زنا بالجبر کرائے - جھوٹ بولا - خدا کے الہام کی بیقدری کی کیا وہ ایماندار ہو سکتا ہے (حضرت موسیٰ کی بابت)

۵ - جس نے ایک عورت خاوندوالی سے زنا بالجبر کیا - اور اس کے خاوند کو قتل کرایا - جھوٹ بولا - کیا وہ مومن ہے - تکذیب صفحہ ۱۳۵ (حضرت داؤد کی بابت)

۶ - جس نے بت پرستی کی اور کرائی اور خدا کے نام پر الزام لگایا - جھوٹ بولا - لوگوں کو دھوکہ دیا - قتل کرایا - کیا وہ مومن ہے - " صفحہ ۱۳۵ (حضرت ہارون کی بابت)

۷ - جس نے خاص و عام کیواسطے چار عورتیں اور اپنے واسطے بے تعداد اور خصوصاً جائز بتلائیں قتل و جہاد کرائے - گوشت خوری کی - بت پرستی کی - صدہا علمی کتابوں کو جلایا - بے نکاح عورتوں سے جماع کئے - اور اپنے بیٹے کی جورو سے دل لگایا - اور بے نکاح صحبت کی اور یہ سب الزام بعوض اقراری ہونیکے خدا کے ذمہ لگائے - کیا وہ مومن ہے - (آنحضرت صلعم کی بابت) تکذیب حصہ اول صفحہ ۱۳۶ -

۸ - شراب کا پینا تمام گذشتہ نبیوں کے مذہب میں بے وسواس ہے - اور قرآن کی رو سے بھی منافع للناس ہے - حضرت نوح و لوط و سلیمان و عیسیٰ وغیرہ نبی شراب پیتے تھے - اور اسکے سہارے جیتے تھے " تکذیب حصہ اول صفحہ ۱۳۵ -

۹ - آپکے (مسلمانوں) پیغمبر صلعم جب بھی جنت میں اسکے پیر مغاں ہیں - اور ان کی بدولت تمام مومناں سرشار و سرگردان ہیں " تکذیب حصہ اول صفحہ ۱۴۵ -

۱۰ - حور و غلمان کے شہوی گمان سے بچکر " تکذیب اول صفحہ ۲۱۹

۱۱ - ورنہ حوروں کی تمنا میں وسیلہ لگانا - شہوت پرستی بڑھانا ہے جو سراپا وہم و گمان اور جنجال ہے " تکذیب اول صفحہ ۲۱۹

۱۲ - آپکو (مسیح موعودؑ) بغض باطنی سے غرض کرنیکی مرض ہے - تکذیب حصہ اول صفحہ ۲۲۱

۱۳۔ الحارث اونٹ پر چڑہی جارہی تھی ۔ یہ حضرت کا دل مفتون ہوگیا۔ اور فتوے جاری کیا کہ اونٹ اور اونٹ والی میری ہے۔ تکذیب اول صہ ۲۸۱۔

ہمارے سیّد و مولےٰ حضرت مرزا صاحب کی نسبت

۱۴۔ سچ ہے۔ اس بیت الحرامی کو حرام وحلال کی تمیز نہیں اور اسکی مُردار طبیعت میں سوائے خونخواری کے حرام وحلال اور کوئی چیز نہیں۔

گر تجھے شرم کچھ ہے اے مرزا — شرمساری سے ڈوب کر مرجا
یہ جو بیہودہ بک رہا ہے تو — سگِ دیوانہ بن گیا ہے تو
جبکہ بدلا ہے جامۂ انساں — پھر حیا شرم و عقل و ہوش کہاں
یہ سزا مثلِ بلعم باعور — تجھکو دی ہے خدا نے اے مغرور

تکذیب حصہ اول صہ ۱۴۳

۱۵۔ دروغ بیانی و کذب لسّانی صہ ۱۵۶

۱۶۔ الا اے حذر کُن ز کذبِ صریح۔ صہ ۱۵۷

۱۷۔ نہ ہاں زباں سے نکالی بہتِ قرآنی نے — نہ چین جبیں سے اُتاری تم کے بانی نے
ہزاروں چوچلے کرتا رہا قسم کے ساتھ — نہ ایک ہی پورا کیا منکرِ زمانی نے
دکھا کے ناز کرشمہ جہان کو پھسلایا — بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا پیٹے پر اسکی بدقسمت — نہ چھوڑا اسکو صحیح حل کی گرانی نے

تکذیب حصہ اول صہ ۲۹۷

۱۸۔ زکذب ولاف آں جادو بیانے — بہر جو فش لو لیسم داستانے
صداقت گم شد از تعلیم اسلام — ندارد از خدا ترسی نشانے
جہادش جہد خونریزئی عالم — نہ قرآنے ولیکن تیغ رانے
اگر تا حشر کعبہ را پرستی — کہ بہر لامکاں سازی مکانے
پرستی سنگ اسود گر بصد سال — چرا گفتند بر سرت ہا بی زبانے!!

خدارا کن حذر از درسِ قرآن   کہ بے نالد ز جورِ او جہانے

تکذیب حصہ اول صہ ۱۰۹

رشی دیانند صاحب کے دل آزار فقرات میں سے کچھ

۱۔ "مسلمانوں کا بہشت گوکلیے گسائیوں کے گئولوک اور مندر کیطرح معلوم ہوتا ہے۔" صہ ۵۶۸

۲۔ "خدا بڑا گڑ بڑ مچانے والا ہے۔" صہ ۵۷۳

۳۔ "واہ جی واہ مسلمانوں کا خدا دیکھو شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔" صہ ۵۸۰

۴۔ "بھلا یہ بہشت ہے یا طوائف خانہ" صہ ۵۸۱

۵۔ "اسکو خدا کہیں یا ستریں (عورتوں کا دلدادہ)" صہ ۵۸۱

۶۔ "جو دہوکہ کھاتا ہے۔ یا مکر و فریب کرتا ہے۔ وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتا" صہ ۵۸۲۔

۷۔ "خدا بڑا شیطان اور وہ چھوٹا شیطان ہے۔" صہ ۵۸۴

۸۔ "اب (خدا) کچھ کام کرتا ہے۔ یا نکما سیر سپاٹا اور عیش کرتا پھرتا ہے۔" صہ ۵۹۰

۹۔ "تو پھر خدا مکار فریبی اور ادہرمی (بیدین) کیوں نہیں۔" صہ ۵۹۲

۱۰۔ "ایسی اندھا دھند کارروائی خدا کی کبھی ہو سکتی ہے۔ البتہ بے عقل چھوکروں کی ہوا کرتی ہے۔" صہ ۶۰۰ +

خدارا ان الفاظ کو آریہ شرفا پڑہیں اور ہمارے تحمل ہماری بردباری کی داد دیں۔ درثمین کے پاک اشعار کے متعلق یہ طوفان بے تمیزی اور اپنے گھر کی یہ حالت۔ ابھی تو مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ صفحات کے صفحات ایسے فقرات کے دیئے جا سکتے ہیں جنکو پڑھکر خود معترض بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ قابل ضبطی کونسی کتابیں ہیں +

(فضل حسین قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء

طاعون کے بارے میں چند سوالات کا جواب

تین سوالات ہیں۔

(۱)۔ کیا طاعون مرزا صاحب کے انکار کے باعث ہے۔

(ب) یہ کیوں نہ کہا جائے۔ کہ طاعون مرزا صاحب کے جھوٹے دعوے کی وجہ سے ہے۔

(۲) کیا طاعون مرزا صاحب کے صدق کا نشان ہے۔

(۳) وہ حدیث دکھلائیں جس میں لکھا ہے کہ طاعون مسیح موعود کے زمانہ میں آئیگا۔

سوال اول کی نسبت عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ لاتبدیل قانون ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کہ جب کوئی نبی و رسول مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس کے انکار پر شوخی و شرارت سے کام لینے پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا

فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ (اعراف ع ۱۲ ۹) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا۔ مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت میں مبتلا کیا۔ تا وہ گڑگڑائیں۔ (۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ (انعام ع ۵ ۷) اور ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے۔ تو ان کو سختیوں اور مصیبتوں میں پکڑا تا وہ رجوع بحق ہوں۔ پس وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۲ ۱۵) "ہم نہیں عذاب دیتے جب تک رسول مبعوث نہ کریں" کے قاعدہ کلیہ کے مطابق یہ عالمگیر عذاب جو طاعون، قحط، جنگ کی صورت میں نمودار ہے شہادت دے رہا ہے۔ کہ کوئی فرستادہ مبعوث ہو چکا ہے۔ اب فرمایئے حضرت اقدس کے سوا کون صادق مدعی ماموریت ہے۔ جس کی تکذیب کا نتیجہ یہ عذاب الٰہی ٹھہرایا جائے۔

(ب) یہ کہنا کہ طاعون (سیدنا) مرزا صاحب کے جھوٹے دعوے کی وجہ سے ہے نہایت بے ادبی، گستاخی اور کفار کی ہمنوائی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ جب کفار عذاب میں گرفتار ہوتے تو کہتے کہ اے نبی یہ تمہاری ہی شامت ہے۔ پس اس کا جواب بھی وہی کافی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں دیا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اعراف ع ۱۶ ۹) اور اگر ان کو کوئی دکھ پہنچتا تو (حضرت) موسیٰ اور ان کی جماعت کی نحوست سمجھتے۔ سو ان کی شامت اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر یہ لوگ علم سے کام نہیں لیتے۔ (۲) قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (یٰسٓ ع ۲ ۲۳) کہنے لگے کہ ہم تمہاری وجہ سے مبتلائے عذاب ہوئے۔ اگر تم اپنے دعوے سے باز نہ آؤ گے۔ تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اور ہم سے تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ان مرسلوں نے کہا تمہاری شامت تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تمہیں سمجھایا گیا۔ تو اُلٹے ہمیں الزام دیتے ہو۔ تم بڑی خطاکار قوم ہو۔ (۳) قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰہِ

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (النمل ع ۴ ۱۹) انھوں نے کہا کہ ہم نے تجھے اور تیرے لوگوں کو بڑا منحوس پایا۔ صالح نے کہا تمھاری شامت تمھارے ساتھ ہے۔ تم ہی شیطان کے بہکائے ہوئے ہو۔

افسوس ہے کہ مسلمان کہلا کر زبان سے وہ کلمات نکلیں جو کافروں کے منہ سے نکلا کرتے تھے عذاب کے وقت منکرین نے ہمیشہ نبی وقت سے یہی کہا کہ یہ تمھارے دعوے کی شامت ہے۔ لیکن واقعات نے بتا دیا کہ یہ ان کی اپنے اعمال کی شامت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ظالم نہیں۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (القصص ع ۶ ۶۰) تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا۔ جب تک ان کے مرکز میں رسول نہ مبعوث کرے جو ان پر ہماری آئتیں پڑھ کر سنائے۔ اور ہم بستیوں کو کبھی ہلاک کرتے ہیں کہ ان کے رہنے والے ظالم ہو جائیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عالمگیر عذاب بغیر بعثت رسول آجائے۔ اور پھر عذاب آنے پر ہلاک لوگ ہوں۔ اور کسی کے خیال میں گناہ اس شخص کا ہو جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔ اگر اس مدعی کی شامت سے عذاب ہے تو چاہئے کہ وہ اور اس کی جماعت ہلاک ہو۔ مگر ایسے عذابوں میں خدا تعالیٰ نبی اور اس کی جماعت اور دیگر منکرین نبوت میں نمایاں فرق اور بیّن امتیاز رکھتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ طاعون حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تکذیب و شوخی و شرارت و مقابلہ کی وجہ سے آیا۔ اور خدا نے مسیح موعود اور اس کی جماعت کو نسبتاً محفوظ رکھا۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار (الہام مندرجہ الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶۔ صفحہ ۷) ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۲ء یعنی میں تمام ان لوگوں کو جو دار (مسیح موعود کی چاردیواری) میں رہنے والے ہیں۔ اس عذاب سے محفوظ رکھونگا۔) چنانچہ ایک دنیا نے دیکھا کہ خدا کے مسیح کا گھر طاعون سے محفوظ رہا۔ اور چونکہ ممکن تھا کہ اسے کوئی اتفاقی بات سمجھے۔ اس لئے آپ نے تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا۔ کہ اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرے گا۔ کہ میں یا میرے گھر والے طاعون سے بچائے جائیں گے۔ تو وہ ضرور طاعون میں مبتلا ہونگے۔ چنانچہ ۶۔ جون ۰۴ء کے بدر میں ایک اعلان بار دوم چھپا ہے

جس میں سلسلہ کے بڑے بڑے مخالفین مولوی ثناء اللہ - مولوی عبدالجبار مولوی عبدالواحد وعبدالحق جعفر زٹلی - ڈاکٹر عبدالحکیم وغیرہم کو مخاطب کرکے لکھا ہے۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے انی احافظ کل من فی الدار واحافظک خاصۃ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے۔ کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے۔ طاعون سے بچاؤنگا - اور خاص کر تجھے چنانچہ گیارہ برس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے - اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں - جیساکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں - کہ یہ خدا کا کلام ہے - پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے - یا جو شخص ان کا ہمرنگ ہے - یہ اعتقاد رکھتا ہو - کہ یہ انسان کا افترا ہے - تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھاکر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے - کہ یہ انسان کا افترا ہے - خدا کا کلام نہیں - ولعنت اللہ علٰی من کذب وحی اللہ - جیساکہ میں بھی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے - ولعنت اللہ علٰی من افتریٰ علی اللہ اور میں امید رکھتا ہوں - کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے "

پس اس دعوے کی موجودگی میں نہ تو اس حفاظت الٰہی کو معمولی بات کہہ سکتے ہیں - اور نہ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ طاعون مسیح موعود کے صدق کا نشان تھا - اور حضور ہی کے انکار کی وجہ سے تھا - اور آپ کے جھوٹے دعوے کے سبب کہنا تو بالکل بیہودگی ہے - البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ کے دعوے کی تکذیب کے سبب طاعون آیا یہ ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن ہاں بعض لوگ اس عذاب کو قد مسّ آباءنا الضراء والسراء کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ایسی ہرج مرج ہوتی ہی رہتی ہے - ان کو یاد رکھنا چاہئے - کہ یہ قول بھی کفار کا ہے - اور بعض کہتے ہیں - کہ طاعون موجب شہادت ہے - اس لئے رحمت ہے یہ بھی بالکل غلط کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلوار کا عذاب تھا - اور وہی تلوار صحابہؓ کے لئے شہادت کا موجب ہوئی - اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون کا عذاب ہے اور یہی

طاعون شہادت کا موجب ہوسکتی ہے۔ مگر کن کے لیے؟ جو مسیح موعود مرسل من اللہ کے اصحاب ہیں۔ اور مومنین میں داخل ہیں۔ طاعون کے عذاب ہونیکا ثبوت لیجیے۔ (صحیح مسلم باب الطاعون)

عن اسامۃ قال رسول اللہ صلعم ان ھذا الطاعون رجز سلط علی من کان قبلکم او علی بنی اسرائیل (یہ طاعون ایک عذاب ہے۔ جو تم سے پہلوں یا بنی اسرائیل پر مسلط ہوا)

(۲) ان رجلا سأل سعد بن ابی وقاص عن الطاعون فقال اسامۃ بن زید انا اخبرک بہ قال رسول اللہ صلعم ھو عذاب او رجز ارسلہ اللہ علی طائفۃ من بنی اسرائیل (باب الطاعون صحیح مسلم) ایک شخص نے سعد بن ابی وقاص سے طاعون کے بارے میں پوچھا اسامہ بن زید نے کہا میں بتاتا ہوں رسول اللہ نے فرمایا یہ عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا۔

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ آیا طاعون مرزا صاحب کے صدق کا نشان ہے۔

اس کا جواب کچھ تو اوپر ہوچکا اور بتادیا گیا کہ طاعون کیونکر مسیح کے صدق کا نشان ہے۔ پھر ہم جو مسیح موعود کی پیشگوئیاں پڑھتے ہیں۔ تو ان میں بالتفصیل طاعون کا ذکر ہے۔ براہین احمدیہ میں ہی الامراض تشاع والنفوس تضاع کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر وکنا طغی العشق المبید بسیلہ تمنیت لو کان الوباء المتبر کی دعا حمامۃ البشریٰ مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں ہے۔ جبکہ طاعون کا نام ونشان نہ تھا۔ پھر فروری ۱۸۹۸ء میں آپ نے اشتہار دیا اور اپنا کشف شائع کیا۔

خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا یہ طاعون کے درخت ہیں۔ جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ (ایام الصلح صد ۱۲۱ و اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء)

سو اس کے بعد تمام ہندوستان نے دیکھا کہ طاعون کس زور شور سے پھیلا۔ پس طاعون آپ کے صدق کا نشان کیوں نہو جب کہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا یظہر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول (اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔)

تیسرا سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں طاعون آنے کا کہاں ذکر ہے۔

اس کے لئے اول تو قرآن مجید میں بصراحت تمام آیا ہے۔

(۱) وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۶ ۱۵)

ہر ایک بستی کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں۔ یا سخت عذاب دینے والے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اس پیشگوئی کے ماتحت ضروری ہے کہ آخری زمانہ میں ایک عالمگیر عذاب آئے چنانچہ وہ آیا۔

دوم ۔ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (النمل ع ۶ ۲۰)

اور جب ان پر فرد جرم لگ جائیگا۔ تو ہم زمین میں سے ان کے لئے ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو زخمی کرے گا۔ اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے نشانوں پر یقین نہ کرتے تھے۔

دآبہ کے معنی کیڑا اور تکلیم کے معنی زخم لغت کی کتب سے دیکھ لیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی۔ مگر زمینی کیڑے نے جو اس کا عصا کھا رہا تھا۔)

پس یہ طاعون کی صریح پیشگوئی ہے۔ کیونکہ یہ امر اپنے محل پر ثابت ہو چکا ہے کہ طاعون کے اجرام (کیڑے) ہیں جو انسان کے بدن پر زخم لگاتے ہیں۔ اور یہ سزا ہے نشانات صدق نہ ماننے کی۔ کانوا بآیاتنا لا یوقنون نے یہ بھی بتا دیا کہ اس وقت

کوئی مامور نشان دکھلانے والا بھی موجود ہوگا۔ دابۃ الارض کا ظہور مسیح موعود کے زمانہ میں مسلّمہ فریقین ہے۔ اور اس دابۃ الارض کے متعلق احادیث میں آیا ہے۔

وہ ایک جانور ہے۔ طول اس کا ۶۰ گز سر گائے کی مانند آنکھ خوک کی مانند کان مانند فیل۔ گردن مانند شتر مرغ سینہ مانند شیر دم مانند دنبہ (معیار المسیح)

یہ اصل میں اسی بیماری کے تمثلات ہیں۔ جو مختلف اشخاص کو ان کی فطرت وحالات کے مطابق نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بیماری آنے سے پہلے اونٹ ہاتھی شیر وغیرہ نظر آتے ہیں۔

پھر انجیل میں بھی طاعون مسیح موعود کے زمانہ کا نشان لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو متی باب ۲۴۔ آیت ۳ - ۷۔

تیرے آنے اور زمانے کے آخر ہونے کا کیا نشان ہے۔ تب یسوع نے جواب دیا .... قوم قوم پر بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آئیگی۔ اور کال اور مری پڑیگی۔ اور جگہ جگہ بھونچال آئیں گے۔ یہ سب کچھ مصیبتوں کا شروع ہے۔

آپ خدا کے لئے غور فرماویں۔ آیا یہ وہی وقت ہے یا نہیں۔ کیا بادشاہت بادشاہت پر برسر جنگ نہیں ہے۔ اور کیا قحط کے ساتھ مری یعنی طاعون نے تھوڑی تباہی ڈالی ہے؟

پھر مکاشفات باب ۱۶۔ آیت ۲ دیکھئے۔

تب ان لوگوں میں جن پر اس درندہ جانور کا نشان تھا۔ اور ان میں جو مورت کی پوجا کرتے تھے برا اور زبون پھوڑا پیدا ہوا۔

یہ بھی طاعون ہی ہے۔ جو مسیح کے وقت میں ظاہر ہونیوالا تھا۔

اس کے بعد احادیث لیجئے۔

ا - صحیح مسلم کی حدیث بروایت النواس بن سمعان مسیح کے نزول کے ذکر کے ساتھ فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم نغف طاعون ہی ہے

ب - حدیث عن ابی بکر کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار فقال اللھم طعنا و طاعونا - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لے غلبہ میں دعا فرمائی کہ یا اللہ طعن (تلوار کا عذاب) اور طاعون کا عذاب چنانچہ بعثت اول میں جو امیین میں ہوئی تلوار کا عذاب ہے۔ اور بعثت ثانیہ میں جو آخرین منہم میں ہوئی **طاعون پھیلا**۔

ج۔ عن الحسین بن سعید عن صفوان بن یحییٰ عن عبد الرحمن بن الحجاج عن سلیمان ابن خالد قال سمعت اباعبداللہ یقول قیام القائم موتان موت احمر و موت ابیض حتی یذھب من کل سبعة خمسة فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون۔ یعنی الامام القائم (مہدی موعود) کے وقت میں دو موتیں پڑینگی۔ موت احمر اور موت ابیض یہانتک کہ آ میں سے ۵ ہلاک ہونگے۔ (یہ طاعون جارف ہے۔ جس سے قادیان کے محفوظ رہنے کی پیشگوئی ہے۔ اور دار میں قطعًا ایک کیس بھی نہ ہونے کی) موت احمر سے مراد تلوار ہے۔ اور موت ابیض طاعون ہے۔ یہ سب حدیث کا ترجمہ ہے۔ دیکھو (اکمال الدین)

د۔ امام جعفر صادق کی روایت مہدی کے وقت خوف شدید اور طاعون ہوگا (حدیث الغاشیہ ۳۴۵)

لا۔ مہدی کے وقت وبا طاعون اکثر نمودار ہوگی۔ (ترجمہ مہدی نامہ قاضی القضات مولوی ارتضا علی خاں)

اُمید ہے یہ حوالجات کافی ہونگے۔ اور اب سائل کو یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوگی کہ طاعون مسیح موعود کے صدق کا نشان ہے تعجب ہے کہ مدعی بھی موجود اور اس کی نسبت نشان بھی موجود اور پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے۔ طاعون تو آپ کے سامنے موجود۔ اور آپ اس کی تباہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اور پھر روایات میں یہ آگیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگا۔ اس کی نسبت یہ بحث کہ یہ روایت ضعیف ہے موقوف ہے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ پیشگوئی پوری ہو چکی اب اسے ضعیف قرار دینا ایمان کا نشان نہیں۔

ایک پادری صاحب کے توحید پر منطقی اعتراضات اور ان کے جوابات

اس مضمون کے شائع کرنے میں مجھے خوشی بھی ہے اور کچھ رنج بھی۔ خوشی تو اس لئے کہ یہ جواب مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب العلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور میں نے عمداً اس میں کوئی ترمیم و اصلاح نہیں کی۔ اور رنج اس لئے کہ لوگوں میں علمی مذاق کم ہے۔ ایسے مضامین سے بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر میں مجبور ہوں کہ علمی مضامین کو اضافۂ معلومات اور مخالف مولویوں پر اتمام حجت کے لئے شائع کروں

(ایڈیٹر)

کچھ دن ہوئے ایک صاحب نے مجھے پرچہ نور افشاں مطبوعہ ۲۹۔ جون ۱۹۱۷ء کا دکھلایا۔ جب میں نے اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے تیسرے صفحہ پر چند فلسفی دلائل مسئلہ تثلیث فی التوحید پر ایک مسیحی صاحب نے لکھے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہوا کہ جس کا قول یہ ہو کہ "تثلیث فی التوحید کا مسئلہ عقل میں نہیں آسکتا۔ اور اس کا سمجھنا عقل سے بالاتر ہے۔ وہ الٰہیات میں عقلیات سے کیوں کام لے۔ بہر حال اس نے وہاں پر اثبات تثلیث فی التوحید کے چار دلائل دیئے ہیں۔ جن کا جواب ذیل میں تحریر ہے۔

پہلا اعتراض اگر ذات واجب تعالیٰ کی وحدت میں اقانیم ثلاثہ کی کثرت نہ مانی جاوے تو صدور کثیر عن الواحد کا اشکال درپیش ہے۔ وجہ اشکال یہ کہ جب ہم مانتے ہیں کہ ذات واجب تو تمام کائنات کی (جو ممکن الوجود ہے) علت تامہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی کثرت نہ پائی جاوے تو واحد علت رئیسی واحد جس میں عقلی و اعتباری کثرت کو بھی مدخل نہ ہو) سے کثیر معلولات کیسے صادر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر

دو معلول بھی صادر ہونگے تو مصدر تین ضرور ان کی متغائر ہونگی۔ اور دو مصدریتوں کا وجود اس کے تکثر پر دال ہے۔

جواب اوّل جب خدا تعالیٰ تمام کائنات کی علت تامہ ہے۔ اور صدور کثیر عن الواحد محال ہے۔ تو پھر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کائنات کے تمام افراد کے مطابق خدا کی ذات میں کثرت نہ مانی جاوے اقانیم ثلٰثہ ہی کیوں مانے جاویں۔ اس لئے کہ کائنات عالم میں صرف تین ہی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ ہزار ہا نہیں لکھوکھا اشیاء ہیں جن کا شمار کرنا بھی محال ہے۔ جن کے واسطے بقول آپ کے علیحدہ علیحدہ مصدر ہونا ضروری ہے۔ تو پھر اقانیم ثلاثہ کہاں رہے۔ اور تثلیث کہاں گئی۔ اس طرح تو خدا کی ذات میں ہزاروں اور لاکھوں کی کثرت ہو گئی۔

جواب ثانی دوسرا جواب یہ ہے کہ فلسفیوں نے اگر الواحد لایصدر عنہ الا الواحد کا اصول مانا ہے۔ تو دوسری طرف یہ بھی مانا ہے کہ خدا کی ذات میں بالکل کثرت نہیں۔ اور وہ من کل الوجوہ واحد ہے اور شریک الباری ہونا محال اور ناممکن ہے۔ جیسے ملاحظہ ہو شرح ہدایۃ الحکمۃ خیر آبادی مطبوعہ مطبع مجتبائی صہ ۲۰۴

فصل فی کیفیۃ توسط العقول بین الباری تع وبین العالم الجسمانی وقد مرّ انّ واجب الوجود لا کثرۃ فی حقیقتہ اصلاً (ترجمہ) یہ فصل توسط عقول بین الباری تع وبین العالم الجسمانی کے ہے۔ اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ واجب الوجود (یعنی خدا) واحد ہے اس کی ذات میں بالکل کثرت نہیں۔ پھر فلسفی اس سلسلہ کو ہم اصول کے ساتھ کہ الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اس طرح چلاتے ہیں۔ ومعلولہ الاول ھو العقل المحض والافلاک معلولات للعقول لکنّ الافلاک فیہ کثرۃ والعقل الذی یصدر عنہ الفلک الاعظم یجب ان یکون فیہ کثرۃ حتی یمکن صدور الکثرۃ عنہ وتلک الکثرۃ لا یمکن ان تکون مستفادۃ من الباری تع والّا لزم صدور الکثرۃ عن الواجب تع فتکون الکثرۃ صادرۃ عن العقل لکن لا باعتبار صدورہ عن واجب الوجود والّا لزم ان

یصدر الکثیر عن الباری تعالیٰ لا عن نفس ذاتہا الا انہا بسیطۃ فیستحیل ان یصدر عنہا اکثر من واحد بل باعتبار ان لہا ماہیۃ ممکنۃ الوجود لذاتہا واجبۃ الوجود بعلتہا فیلزم وجوب الوجود بالغیر وامکان الوجود لذاتہ فیکون العقل الاول باحد ہذین الاعتبارین ہو وجوب الوجود للغیر مبدءً للعقل الثانی و بالاعتبار الآخر ہو امکان الوجود لذاتہ مبدء للفلک و بہذا الطریق یصدر عن کل عقل عقل الیٰ ان ینتہی الی العقل التاسع فیصدر عنہ فلک القمر و عقل و ہو المبدء الفیاض المدبر لما تحت فلک القمر فیصدر عنہ الہیولیٰ (ترجمہ) پس خدا کا معلول اول عقل محض ہے۔ اور افلاک عقول کے معلولات ہیں۔ لیکن افلاک میں کثرت ہے۔ پس وہ عقل جس سے فلک اعظم صادر ہوتا ہے واجب ہے کہ اس میں کثرت ہو کہ اس سے صدور کثیر ہو سکے۔ لیکن وہ کثرت جو عقل محض میں ہوگی واجب الوجود سے صادر نہیں ہوئی۔ ورنہ اگر ایسا ہو تو صدور کثیر باریتعالیٰ سے لازم آئیگا۔ بلکہ اس کے اس اعتبار کر کہ اس کے لئے ایک ماہیۃ ممکنۃ الوجود لذاتہا واجبۃ الوجود لعلتہا ہے۔ پس وجوب وجود للغیر و امکان الوجود لذاتہا لازم آیا۔ پس ان دو اعتباروں سے ایک یعنی امکان الوجود لذاتہا کے لحاظ سے مبدء فلک کیلئے ہوگی۔ اور وجوب وجود بالغیر کے لحاظ سے مبدء عقل ثانی کے لئے ہوگی۔ پس اسی طریق کے ساتھ ہر ایک عقل کے لئے ایک عقل اور ایک فلک ہوگا۔ یہانتک کہ عقل تاسع تک پہنچ جاویگا۔ پس اس سے فلک القمر اور عقل عاشر صادر ہوگی۔ اور عقل عاشر ہی مبدء فیاض مدبر لما تحت فلک القمر کیلئے ہے۔ پس اس سے ہیولیٰ عنصرۃ صادر ہوگا۔ انتہیٰ۔ اس عبارت سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے۔ کہ اہل فلاسفہ خدا کی ذات میں کثرت کو نہیں مانتے۔

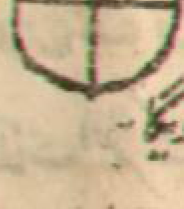
جواب ثالث تیسرا جواب یہ ہے کہ تمام کائنات کو خلق کرنا ایک فعل ہے۔ جو کہ خدا سے ظہور ہوا ہے۔ جیسے شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے نظہر ان ما زعموہ من ان المبدء الاول واحد من جمیع الوجوہ

وان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد لا یستلزم ان لا یکون العالم المرکبات من المختلفات فعلا لہ (ترجمہ) پس ظاہر ہوگیا کہ جو انھوں نے خیال کیا ہے کہ مبداء اول من جمیع الوجوہ واحد ہے۔ اور یہ کہ واحد واحد سے صادر نہیں ہو سکتا یہ قانون اس بات کو مستلزم نہیں ہے۔ کہ عالم جو کہ مختلفات سے مرکب ہے۔ مبداء اول (یعنی خدا) کا فعل نہ ہو انتہیٰ

پھر جیسا کہ محقق طوسی نے شرح اشارات میں لکھا ہے اذا فرضنا مبدء اول ولیکن آ وصدر عنہ شئ واحد ولیکن ب فہو اولی مراتب معلولاتہ ثم من الجائز ان یصدر عن آ بتوسط ب شئ ولیکن ج الخ (ترجمہ) ہم مبداء اول مثلاً آ فرض کرتے ہیں۔ اسی سے ایک چیز ب صادر ہوئی پس ب آ کے معلولات سے پہلا معلول ہے۔ پھر جائز ہے کہ ب کے واسطے سے آ سے تیسری چیز جو کہ ج ہے صادر ہو۔ اسی طرح الی آخرہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۲۰۷ پس اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ ایک سے ایک سے زیادہ چیزیں صادر ہو سکتی ہیں۔

جواب رابع

چوتھا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں۔ کہ ایک سے صرف ایک چیز ہی نکلے بلکہ ایک سے زیادہ نکل سکتی ہیں جیسے ہم ایک دائرہ کے وسط میں نقطہ فرض کرتے ہیں۔ باوجود اس کے واحد ہونے کے ہم اس سے چار خط نکال سکتے ہیں اور اس کی شکل اس طرح ہے۔



تو کیا اس سے ہم یہ کہینگے کہ نقطے چار ہو گئے ہرگز نہیں اس کو واحد ہی کہا جاویگا۔

جواب خامس

پانچواں جواب یہ ہے کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد سے مراد یہ ہے۔ کہ ایک وقت میں دو چیزیں صادر نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ زید فی حد ذاتہ انسان کا ایک فرد ہے۔ جو کہ واحد ہے پھر باوجود اس کے واحد ہونیکے اس سے مختلف اوقات میں ایک سے زیادہ افعال صادر ہوتے ہیں۔ تو کیا کثیر افعال کا صادر ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ زید کی ذات ایک نہیں بلکہ کئی ذاتیں ہیں۔ جاہل سے

جاہل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی بہت ساری ذاتیں ہیں۔

جواب سادس چھٹا جواب یہ ہے کہ اگر خدا کی ذات میں کثرت مانی جاوے جیسے کہ آپ تین کی ملنتے ہیں۔ تو اس سے خدا کو مرکب ماننا پڑیگا۔ اس لئے کہ ایسا واحد جس میں کثرت بالفعل پائی جاوے۔ اس کا نام واحد بالترکیب ہے۔ جیسے شرح ہدایت الحکمۃ صـ ۱۳۲ میں لکھا ہے۔ وقد یکون واحدٌ بالترکیب الذی یکون لہ کثرۃ بالفعل بخلاف واحد حقیقی ماننے کے جیسے صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے وقد یکون حقیقت وھو الذی لا ینقسم اصلاً پس ذات باریتعالیٰ کو تین اجزاء سے مرکب ماننا پڑیگا۔ تو اس سے یہ نقص لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مرکِّب ماننا پڑیگا۔ کیونکہ ہر مرکب کا ایک مرکِّب ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کو حادث ماننا پڑیگا۔ پھر یا دور لازم آئیگا یا تسلسل جو کہ محال ہیں۔

پس ان چھ جوابوں سے صاف ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں کثرت ماننا بالکل نادانی اور جہالت ہے۔ اور اس کے ماننے سے خدا کی ذات میں بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں۔ یہانتک کہ اس کی خدائی سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

دوسرا اعتراض دوسری دلیل مسیحی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ:۔ اگر ذات واجب تعالیٰ میں کثرت نہیں تو مخلوق میں کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ جب کثرت کا علم ذات باریتعالیٰ کو ذاتی نہیں تو مخلوق کے (جو مسبوق بالعدم ہے) خلق کرنے میں کثرت کا ارادہ کیسے کیا کیونکہ تقدم علم کا ارادہ پر ضروری ہے۔ اور جب ارادہ نہیں کیا تو فعلِ خلق کیسے صادر ہوا۔ پس ضرور ہے کہ علم کثرت کا ذات واجب تعالیٰ کو بذاتہ ہو۔ اور یہ جبھی ہوگا جب خدا کی ذات میں کثرت ہوگی۔

جواب پہلے سوال کے جواب میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مخلوق کا کثیر ہونا کثرِ ذات باریتعالیٰ پر دال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اہل فلاسفہ بجز ذات باریتعالیٰ کو ملنتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ تقدم علم ارادہ پر ضروری ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ علم سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ بلکہ بذاتہ علم ہی ہے۔ جیسے ملاحظہ ہو شرح

ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۹۱ - تقریرہ ان ارادۃ اللہ عند الحکماء عین علمہ بانہ کیف ینبغی ان یکون نظام الوجود حتی یکون علی الوجہ الاکمل و یسمونہ بالعنایۃ - (ترجمہ) کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ حکما یعنی فلسفیوں کے نزدیک عین اس کا علم ہے - کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے - مسیحی صاحب لکھتے ہیں کہ پھر جب ارادہ نہیں کیا - تو فعل خلق کیسے صادر ہوا - پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب خدا تعالیٰ عالم ہے تو اس کا مرید للاشیاء ہونا خود ثابت ہوگیا - اس لئے کہ ارادہ علم سے باہر نہیں ہے -

پھر آگے مسیحی صاحب نے لکھا ہے - پس ضروری ہے کہ علم کثرت کا ذات واجب تعالیٰ کو بذاتہ ہو - اور یہ جبھی ہوگا کہ جب خدا کی ذات میں کثرت ہوگی - انتہیٰ

صرف دعویٰ ہی دعویٰ کہ اگر یہ ہوگا تو یہ ہو جائیگا - اس بات کی دلیل بھی تو چاہئے - کہ واقعہ میں ایسا ہو بھی جائیگا - یا جس طرح ہوسکے یہ ثابت کر دینا ہے کہ خدا کی ذات میں کثرت ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر علم کثرت کا ذات باریتعالیٰ کو بذاتہ حاصل ہے - تو اس کی ذات میں کثرت کس طرح آگئی - حالانکہ جس طرح خدا تعالیٰ عالم بالجزئیات ہے اسی طرح بالکلیات بھی ہے - اس لئے کہ وہ مجرد عن المادہ ہے - اور جو مجرد عن المادہ ہو - وہ عالم لذاتہ ہوتا ہے - بالکلیات بھی اور بالجزئیات المتغیرۃ علیٰ وجہ کلی بھی - جیسے کہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۰۸ میں یوں لکھا ہے - ان الواجب عالم لذاتہ لانہ مجرد عن المادۃ قائم بذاتہ و کل مجرد عن المادۃ کذالک فہو عالم لذاتہ حاصلۃ ای حاضرۃ عندہ غیر غائبۃ عنہ و العلم ھو حصول حقیقۃ الشئ مجردۃ عن المادۃ ولواحقہا عند المدرک فالباری عالم بذاتہ پس اس عبارت سے خدا تعالیٰ کا عالم لذاتہ ہونا ثابت ہوتا ہے - پس کیا عالم لذاتہ ہونے سے خدا کی ذات میں تکثر لازم آیا - کیوں نہیں آیا - حالانکہ بقول آپ کے آنا چاہئے تھا - اس لئے کہ عاقل اور معقول کی دونوں طرفین اس میں پائی گئی تھیں - لیکن جیسا کہ شیخ نے تعلیقات میں لکھا ہے - کہ باریتعالیٰ کا عاقل اور معقول لذاتہ ہونا نہ اس کی ذات میں اور نہ ہی اعتبار میں اثنینیۃ کو واجب کرتا ہے - بلکہ ذات بھی واحدہ ہے - اور اعتبار بھی

واحد شرح ہدایۃ الحکمۃ صہ ۱۸۱ پھر دیکھو شرح ہدایت الحکمۃ صہ ۱۸۸ میں صاف لکھا ہے کہ ذات واحدہ منشاء انتزاع امور متکثرہ ہو سکتی ہے۔

واُجیب عنه بان ما ذکر استبعاد محض لم لا یجوز ان تکون الذات الواحدۃ منشاء لانتزاع امور متکثرۃ کما قالوا ان ذات الواحدۃ الحقۃ منشاء لانتزاع القدرۃ والارادۃ وغیرھما من الصفات یجوز ان تکون الذات الواحدۃ منشاء لانکشاف الکثرۃ (ترجمہ) جواب دیا گیا ہے کہ جو ذکر کیا گیا ہے۔ استبعاد ہے کیوں نہیں جائز کہ ذات واحدہ منشاء انتزاع امور متکثرہ ہو۔ جیسا کہ اُنھوں نے کہا ہے۔ کہ ذات واحدہ حقہ قدرۃ اور ارادت اور جو ان کے سوا صفات ہیں۔ ان کی منشاء انتزاع ہے۔ پس جائز ہے کہ ذات واحدہ منشاء انکشاف کثرۃ کا ہو سکے۔ انتہیٰ۔ پس اس عبارت سے صاف عیاں ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات کو اگر امور کثیرہ کا منشاء انتزاع مانا جاوے تو اس سے اس کی ذات میں کثرت لازم نہیں آتی ورنہ وہی محالات جو پہلی دلیل کے جواب میں تحریر کئے جا چکے ہیں در پیش ہیں۔ اور نہ ہی اہل فلاسفہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کی ذات میں کثرت ہے۔

تیسرا اعتراض تیسری دلیل مسیحی صاحب نے اثبات تثلیث فی التوحید یہ دی ہے۔ خدا کی صفات جو ازلی ہیں غیر ذات الٰہی تو ہو ہی نہیں سکتیں اور جب عین ذات ہونگی تو چونکہ واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے اس لئے اس کی ذات میں بالضرورت کثرت ہوگی

جواب اول مسیحی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فلسفیوں میں اس بات میں اختلاف ہے۔ کہ آیا صفات خدا کی عین ذات ہیں یا غیر ذات جیسے ملاحظہ ہو شرح عقائد نسفیہ مطبوعہ مصر صہ ۹۵

وھی لا ھو ولا غیرہ یعنی ان صفات اللّٰہ تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر قدماء والنصاری ان لم یصرحوا بالقدماء المتغائرۃ لکن لزمھم ذالک لانھم اثبتوا الاقانیم الثلاثۃ التی

ھی الوجود والعلم والحیاۃ وسموھا الاب والابن والروح القدس وزعموا ان اقنوم العلم قد انتقل الی بدن عیسیٰ فجوزوا الانفکاک والانتقال فکانت الاقانیم ذوات متغایرۃ (ترجمہ) کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ ہی عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ پس نہ ہی غیر کا قدیم لازم آیا اور نہ تکثر قدماء کا۔ اور نصاریٰ نے اگرچہ قدماء متغایرہ کی تصریح نہیں کی۔ لیکن یہ لازم آتا ہے۔ کہ انہوں نے تین اقانیم مانے ہیں۔ وجود اور علم حیاۃ جن کا نام انہوں نے اب ابن روح القدس رکھا ہے۔ اور خیال کیا ہے کہ اقنوم علم کا بدن عیسیٰ کی طرف منتقل ہو گیا۔ تو انہوں نے انفکاک اور انتقال کو جائز رکھا۔ تو اقانیم ذوات متغایرہ ہوئے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں کلام کرنا بہت صعوبت ہے۔ اس لئے کہ نہ ہی ان کو واجب کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ممکن۔ پھر لکھا ہے وسیأتی بھذا زیادہ تحقیق یعنی بعد ما ذکرہ فی تحقیق ان الصفات لیست عین الذات ولا غیرھا۔ پس اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ صفات نہ خدا کی عین ذات ہیں نہ غیر ذات لیکن بقول آپ کے کہ وہ عین ذات ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صفات کی کثرت تکثر ذات باریتعالیٰ کو مستلزم نہیں ہے۔ مثلاً ایک انسان کی کئی صفات ہیں۔ جیسے ہنسنا رونا۔ چلنا بیٹھنا۔ دیکھنا۔ سننا۔ مارنا کھانا پینا۔ یہ سب اس کی صفات میں داخل ہیں۔ تو کیا صفات کی کثرت سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ایک انسان نہیں۔ بلکہ کئی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ہی ہے۔ اس میں کثرت نہیں پیدا ہوئی۔ پس صفات کے کثیر ہونے سے ذات میں کثرت نہیں آتی۔ اگر کہو کہ انسان کی ذات غیر سے حاصل ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ انسانی صفات تو اس کی ذات کو خود بخود حاصل ہیں۔ اور وہ فاعل مختار ہے۔ اور یہی مطلب عین ذات ہونے کا ہے کہ اس کو خود بخود حاصل ہیں۔ کسی غیر سے حاصل نہیں کیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ واجب الوجود صفات کا ہی تو نام ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ ربما یطلق واجب الوجود علیٰ صفاتہ تعم شرح عقائد نسفیہ ص ۵۰ پس یہ کیسی بیہودہ بات ہے کہ صفات کی کثرت سے ذات میں کثرت لازم آتی ہے۔ پھر دیکھئے فلسفی خدا کی صفات کو مانکر بھی خدا کی ذات کی توحید کے

قایل ہیں جیسے کہ پہلی دلیل کے دوسرے جواب میں ثابت کیا جاچکا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں بالکل کثرت نہیں۔ اور وہ من کل الوجوہ واحد ہے۔ اب رہیں صفات سو اسکے واسطے ملاحظہ ہو شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۶۷۔ ولان ذاتہ کافتہ فیمالہ من الصفات لانھا لولم تکن کافیۃ فیمالہ من الصفات لکان شئ من صفاتہ حاصلا لہٗ تعم من غیر فیکون حصول ذالک الغیر ووجودہ علۃ لوجود تلک الصفۃ فیہ وغیبتہ وعدمہ علۃ لعدمہا ترجمہ اسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اور کسی سے اس کو صفات حاصل نہیں ہوئیں۔ اگر آپ صفات باریتعالی کے متعلق زیادہ توضیح چاہیں۔ تو شرح عقائد نسفیہ میں اس کو بہت بسط سے لکھا گیا ہے۔ اسکا مطالعہ کریں۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "چونکہ واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے اس لیئے اس کی ذات میں بالضرورت کثرت ہوگی"۔ اگر واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کثیر کا بھی عین واحد ہونا محال ہے۔ نہ ہی ایک تین ہو سکتا ہے۔ اور نہ تین ایک ہو سکتے ہیں

طریق فیصلہ جب تین کا عین واحد ہونا محال ہے۔ اور دوسری طرف ہم خدا کی ذات کو واحد مانتے ہیں۔ اور آپ تین مانکر ایک مانتے ہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دونوں جھوٹے ہوں۔ ایک ضرور جھوٹا ہے۔ لیکن پہلے ثابت کیا جاچکا ہے۔ کہ خدا کی ذات میں کثرت نہیں تو فیصلہ کا طریق یہی ہے کہ ایسی بات کو سچا کہا جاوے جس کو دونوں مانتے ہوں۔ اور وہ خدا کا واحد ہونا ہے۔ اسلیئے کہ دونوں فریق غلطی نہیں کرسکتے۔ اور ایک غلطی پر ہو سکتا ہے۔ پس آپ خدا کو تین بناتے ہیں اور ہم اس کے منکر ہیں اور خدا کو واحد مانتے ہیں۔ اور آپ بھی واحد تو مانتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے تین نہیں۔ اگر تین مانے جاویں تو شریک الباری لازم آیگا۔ جو کہ تمام علماء منطق کے نزدیک محال ہے۔

چوتھا اعتراض چوتھی دلیل جو مسیحی صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے۔ کثرت اور وحدت دونوں معقولات ثانیہ سے ہیں۔ اور امر ہر دو امر اعتباری ہیں۔ جبکہ کثیر واحد سے زائد ہے۔ اور ہر معقول ثانی کے ادراک کیلئے پہلے اس ذات کا علم ضروری ہے۔ تو جبکہ ذات واجب لامحدود ہے۔ اور کم اور کم کی قیود سے منزہ ہے

بلا اسکی تمام وکمال ذات کا پورا پورا علم حاصل کئے کیسے اسکی کمیت کی تعیین اور اسکی ذات کو وحدت محض میں تقیید کرتے ہیں جب اسکی ذات لامحدود مکان ولامکان دونوں میں موجود ہے۔ اور کسی مکان یا زمانہ سے خاص نہیں تو وہ ذات کثرت اور وحدت دونوں کو کیوں شامل نہ ہوگی۔ اور نقص بالوحدت ہوکر بے حد و عد کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب اس دلیل سے یگی مہاجان کا خود اپنا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب اسکی ذات لامحدود مکان ولامکان دونوں میں موجود ہے۔ اور کسی مکان یا زمانہ سے خاص نہیں ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ وہ ذات کثرت یا وحدت دونوں کو کیوں شامل نہ ہوگی۔ اور نقص بالوحدت ہوکر بے حد و عد کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تین ماننکر جب حد و عد میں مقید کر دیا گیا۔ تو پھر اسکی ذات لامحدود اور بے حد و عد کیسے رہی پھر کثرت بھی تو اتنی ہی ماننی چاہیئے۔ کہ جس سے اسکی ذات کا لامحدود ہونا ثابت ہو جائے۔ نہ کہ تین سے لامحدود ولامعدود ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر آپ کیوں اسکی کمیت کی تعیین کرتے ہیں۔ اور اسکی ذات کو تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ پس آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ تقسیم اسی کی ہوا کرتی ہے۔ جو محدود اور معدود ہو اور مادی ہو۔ جب آپ نے اسکی ذات کے تین حصے بنلائے۔ تو صاف ثابت ہو گیا۔ کہ آپ نے ذات الٰہی کو محدود اور معدود اور مادی چیزوں سے مانا۔ اور خدا کا محدود اور معدود اور مادی چیزوں سے ہونا محال ہے پس مستلزم محال وہ بھی محال وجہ لزوم یہ ہے کہ یہ نقص خدا کی ذات میں کثرت ماننے سے لازم آیا ہے۔ کہ وہ مادی چیزوں سے ماننا پڑا۔ پھر خدا تعالےٰ کا کم وکم کی قیود سے منزہ ہونا ہی بتلاتا ہے۔ کہ اسکی ذات میں کثرت نہیں اور من کل الجہات واحد ہے۔ اور ایسی ہی ہے۔ کہ جو ہر زمان اور ہر مکان میں پائی جاتی ہے۔ اور

جو واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

(جلال الدین از میکھوال)

وید تین ہیں یا چار

دعویٰ

آریہ سماج ویدوں کی نسبت یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ "وید الہامی پستک ہیں" "وہ تعداد میں چار ہیں۔ "رگ وید" "یجر" "شام" "اتھروید"۔ اور یہ ہر چہار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے۔ ان رشیوں کے نام "اگنی" "وایو" "آدتیہ" "انگرا" ہیں یہ چاروں پستکیں دنیا کی ابتدا میں نازل ہوئیں۔ یعنی ہر "چہار وید" اور "دنیا" ہمعصر ہیں۔ ان کو آپس میں کوئی "تقدم" "تاخر" حاصل نہیں۔ اور یہ خالص "الہام الٰہی" ہیں۔ انہیں انسانی ملاوٹ کا کوئی دخل نہیں۔ ہر سرشٹی کے ابتدا میں پرمیشور ان چاروں ہی رشیوں پر چار وید نازل کرتا ہے۔ جیسے "خدا ازلی" ہے۔ ایسے ہی اس کا "کلام ازلی" ہے۔

اس دعویٰ کی پڑتال

"وید الہامی ہیں" "وید چار ہیں" "وید ازلی ہیں" ان ہر سہ دعاوی میں سے آج ہمنے صرف اس دعوے کی کہ "وید چار ہیں" پڑتال کرنی ہے۔ کہ آیا واقعی وید چار ہیں۔ اگر چار وید ثابت نہ ہو سکے۔ جیسا کہ ناظرین کو بھی معلوم ہو رہیگا۔ تو اس کے ساتھ ہی "ازلیت" "الہامی" وغیرہ دعووں پر بھی پانی پھر جائیگا۔ کیونکہ جب چوتھے وید کی نسبت ثابت ہو گیا۔ کہ یہ ان تینوں "رگ" "یجر" "شام" کے بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔ تو "الہامی" "ازلیت" کے دعوے کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ان ہر سہ ویدوں یعنی رگ۔ یجر۔ شام سے معلوم کرتے ہیں۔ کہ حقیقت میں کتنے وید ہیں۔ اس کے بعد منوسمرتی بعد میں سوامی جی کی کتب سے پڑتال کرینگے۔

کوئی ایسا وید منتر نہیں جسمیں چوتھے وید منتر کا ذکر ہو۔

ہم نے جہانتک غور کیا ہمیں آجتک کوئی ایسا وید منتر نہیں ملا۔ جسمیں چوتھے وید یعنی اتھروید کا بھی حال مندرج ہو۔ ہاں ایسے بہت سے منتر ملے جن میں صرف "رگ" "یجر" "شام" تینوں کے ہی نام گنائے گئے ہیں۔ اگر اتھروید بھی وید ہوتا تو ضرور اسکا نام ان کے ساتھ ساتھ ہی درج ہوتا۔ اس کا نام ان ہر سہ ویدوں کے ساتھ نہ آنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وید تین ہیں چار نہیں۔

منتر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وید تین ہیں۔

اُن منتروں میں سے چند یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ جن سے تینوں ویدوں کا ہی پتہ چلتا ہے۔

منتر (۱) اے عالم جس طرح انسان زمین پر پیدا ہو کر عمال لیا کے کرنے لائق یگیہ پوجن یا دان کو حاصل کرتے ہیں یا جس ملک میں رگوید۔ سام وید اور یجروید میں بیان کئے ہوئے اعمال یا مسارح کی تحصیل کیلئے اعلے اعلے علوم وغیرہ کی خواہش یا اناج وغیرہ سے دُکھوں کو ناش کرتے ہیں۔ الخ یجروید ادہیائے ۲ منتر ۱

منتر (۲) میرے آتما میں پران اور اُپان درڑھ ہوں۔ میری زبان فصیح و بلیغ ہو میں جسمانی طاقت کو حاصل کروں۔ رگوید روپ بانی کو حاصل کروں منن کرنیوالے انتہ کرن کی مانند یجروید کو حاصل کروں۔ اوپاسنا کی سادھک شام وید کو حاصل کروں۔ روشن بینائی اور صحیح و سلامت کانوں کو حاصل کروں"۔ (یجروید ادہیائے ۳۶ منتر ۱)

منتر (۳) اے مخزن رحمت بھگوان جس دل میں رگ وید۔ شام اور یجروید قائم ہیں جس میں موکش کا حقیقی علم موجود ہے الخ (یجروید ادہیائے ۳۴ منتر ۵)

منتر (۴) اس سَرو ہُت یگیہ سے رگ اور سام اس سے چھند پیدا ہوئے۔ یجر بھی اس سے ظاہر ہوا۔ (یجروید ادہیائے ۳۱ منتر ۷)

علٰے ہٰذ القیاس کئی ایسے منتر ہیں جن میں تینوں ویدوں کا ہی ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر اتھروید کا نام کہیں نہیں ملتا۔

چند حوالے برہمنوں سے کہ وید تین ہیں

اب ہم دو ایک حوالے براہمنوں (ویدوں کی شرح) سے دکھلاتے ہیں۔ انمیں بھی تینوں ویدوں کا ہی ذکر موجود ہے۔

نمبر ۱ "اُن سے جب ان پر الہام یا انکشاف ہوا۔ سہ گانہ وید ظاہر ہوئے۔ اگنی سے رگوید۔ وائیو سے یجروید۔ اور سوریہ سے سام وید ظاہر ہوا"۔ شتپتھ براہمن کانڈ ۱۱ ادہیائے ۵

نمبر ۲ "رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھاس پوران اپنشد سوتر اشلوک اور انکے ویاکھان آدی"۔ (براہمن کانڈ ۱۴۔ ادہیائے ۶ براہمن ۱۰)

اپنشد کا حوالہ کہ وید تین ہیں

اسی طرح اُپنشدوں میں بھی کئی جگہ تین ہی وید لکھے ہیں مثلاً "تو اُس نے اس کلام اور آتما سے سب کچھ یعنی جو کہ یہ رگ وید۔ یجروید۔ شام وید اس سے چھند یتر یگیہ رعایا اور جانور پیدا ہوئے۔"

(دیکھئے براہدارنیک اپ نشد)

منوسمرتی سے حوالے کہ وید تین ہیں۔

اب ہم منوسمرتی سے چند شلوک نقل کرتے ہیں۔ جن سے تین ویدوں کا ہی ثبوت ملتا ہے۔ اگر اتھرو کا وجود بھی منوسمرتی کی تصنیف کے زمانہ میں ہوتا۔ تو ضرور اُس میں اتھرو کا حال لکھا جاتا۔ جیساکہ باقی تینوں کا حال مرقوم ہے۔

پہلا شلوک:۔

"پھر یگیہ کے پورا کرنے کے لئے اگنیؔ۔ وائوؔ۔ آدتؔ نامی رشیوں کے دلوں میں وید کا پرکاش کیا۔" (منو ادھیائے ۱ شلوک ۲۳)

یہاں بھی تین ہی ملہموں کا ذکر ہے۔ چوتھے کا کوئی ذکر نہیں۔ آگے ملاحظہ ہو۔

دوسرا شلوک:۔

"انہیں تینوں ویدوں سے برہما جی نے گائیتری منتر کے تین پاد نکالے۔" منو $\frac{۲}{۷۷}$

تیسرا شلوک:۔

"تینوں لوک۔ تینوں آشرم۔ تینوں وید۔ تینوں اگن یہی تینوں شخص ہیں۔" منو $\frac{۲}{۲۳۰}$

چوتھا شلوک:۔

"چھتیسؔ یا اٹھارہ یا نوؔ برس تک تینوں ویدوں کی تعلیم کے واسطے برت یعنی مستقل ارادہ سے کام کرنا چاہیئے۔ الخ" منو $\frac{۳}{۱}$

پانچواں شلوک:۔

"تینوں وِدیا دو وید وِدیا ایک وید سلسلہ سے (کل تین) پڑھکر اکھنڈ برت کرنے والا آدمی گرہستھ آشرم میں آوے۔ الخ" منو $\frac{۳}{۲}$

چھٹا شلوک:۔

"سام وید کو سنکر رگ وید اور یجر وید کو نہ پڑھے"۔ الخ منو $\frac{4}{123}$

ساتواں شلوک:۔

"رگوید کے دیوتا دیو ہیں یجر وید کے دیوتا منشیہ ہیں۔ سام وید کے دیوتا پتر ہیں اس سے سام وید کا شبد پوتر نہیں ہے"۔ منو $\frac{4}{124}$

آٹھواں شلوک:۔

"بفکر ہو کر رگ وید۔ یجر وید و سام وید کی سنگھتا میں سے ایک ایک سنگھتا کو تین دفعہ مزاولت کر کے سب پاپوں سے چھوٹتا ہے"۔ منو $\frac{11}{229}$

نواں شلوک:۔

"اور جو شخص تینوں ویدوں کو پڑھا ہو۔ لیکن سب چیز کا بیچنے والا و ناپاک چیز کا کھانیوالا و خلاف شاستر عمل کرنیوالا ہو۔ وہ قابل تعظیم نہیں ہے"۔ منو $\frac{2}{118}$

دسواں شلوک:۔

"اکار اُکار مکار ان تینوں اکشروں کو اور بھوہ بھوہ سوہ ان کو بھی برہمانے تینوں ویدوں سے نکالا ہے"۔ منو $\frac{2}{76}$

گیارہواں شلوک:۔

"راجہ صبح کیوقت اُٹھکر ایسے برہمنوں کا جو رگوید۔ یجر وید۔ سام وید کو ارتھ سہت ٹھیک طور پر جانتے ہوں۔ درشن اور پوجن کرے۔ اور حکم کا تابع رہے"۔ منو $\frac{7}{37}$

منو سمرتی میں جہاں بھی ویدوں کی بابت کسی قسم کا ذکر ہوگا۔ وہاں صرف تین وید کا نام ہی ہیگا چوتھے کا نام ہرگز نہ ہوگا۔ اسی طرح گیتا میں بھی تین ویدوں کا ہی ذکر ہے۔ اور سانکھہ درشن میں بھی تین ویدوں کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ادہیایے ۵ سوتر ۵۱ اسمیں بھی تین ویدوں ہی کا نام ہے۔

ستیارتھ پرکاش کے حوالے کہ وید تین ہیں

اب اور کتابوں کے حوالہ جات سے فارغ ہو کر سوامی جی کی کتب سے بھی تین ویدوں کے نام دکھلاتے ہیں۔

پہلا حوالہ:۔ "آٹھویں سال سے آگے چھتیسویں سال ۳۶

تک یعنی ایک ایک وید کو مع اس کے انگوں اور اپانگوں کے پڑھنے میں بارہ بارہ سال مل کر چھتیس اور آٹھ سال ملا کر چوالیس الخ ستیارتھ پرکاش ص۴۹

یہاں سوامی جی مہاراج تینوں ویدوں کے پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بچہ آٹھ سال کا ہو تو پھر ایک ایک وید بارہ بارہ سال کے عرصہ میں پڑھے یعنی کل تعلیم چھتیس سال کی ہوگی اگر چوتھا وید ہوتا تو اسکی تعلیم کا حکم بھی دیا جاتا - اور ملاحظہ ہو دوسرا حوالہ -

دوسرا حوالہ:- "رگ وید - یجروید - سام وید کے عالم اگر تین شخص بھی رکن انجمن ہو کر آئین باندھیں - تو اس انجمن کی باندھی ہوئی آئین کا عدول بھی کوئی شخص نہ کرے" ستیارتھ پرکاش ص۱۹۳

یہاں تینوں ویدوں کے عالم جو ہوں ان کے بارہ میں ایسا لکھا ہے - کہ وہ جو قانون مرتب کریں وہ قابل عمل سمجھا جائے - اگر چوتھا وید ہوتا تو اسکے عالم کا بھی ذکر ہونا چاہیئے تھا -

بھومکا کا حوالہ "اگنی - وائیو - اور آدیتہ تینوں سے برہما نے یجیہ کی سدھی کیلئے رگوید یجروید - اور سام وید حاصل کیئے" (رگوید آدی بھاش بھومکا مترجمہ منشی رام جگیاسو ص۳۸)

سائن بھاش کا حوالہ بھاش بھومکا کے مترجمہ لالہ نہال سنگھ صاحب اس کتاب کے حاشیہ پر سائن اچاریہ کی کتاب کا حوالہ لکھتے ہیں - اس میں بھی تین ہی ویدوں کا نام گنایا گیا ہے - ملاحظہ ہو -

"وید ایشور کی تحریک سے خاص انسان یعنی اگنی - وائیو - آدتیہ کی معرفت ظاہر ہوئے بحوالہ سائن رگوید بھاش - (منقول بھومکا اردو حاشیہ ص۹)

پرانی تصنیفات میں اتھروکا ذکر نہیں اسی طرح پرانی تصنیفات میں جہاں بھی ویدوں کا ذکر آیا ہے تین وید یا تین علم لکھے گئے ہیں - اگر اسوقت چوتھا اتھروید بھی اس دنیا میں اپنی کوئی ہستی رکھے ہوئے ہوتا - تو ضرور اس کا نام بھی پرانی تحریرات میں موجود ہوتا - اس کا نام برعکس ان تینوں ویدوں کے پرانی تصنیفات میں نہ ہونا ثابت کر رہا ہے - کہ وہ بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے -

خود اتھروید سے اتھروکا نام دکھانا مثبت مدعا نہیں جب کبھی بھی ہمنے آریہ سماجیوں

سے یہ مطالبہ کیا کہ بھئی چوتھے وید کا نام تینوں ویدوں سے دکھلاؤ۔ تو وہ جھٹ ایک منتر اتھرووید کا ہی سُنا دیا کرتے ہیں۔ جس میں اتھرو کا نام بھی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ وید تو خود ہی زیر بحث ہے۔ جسکا تم حوالہ پیش کر رہے ہو۔ سوال تو یہ ہے کہ رگ یجر۔ سام سے اتھرو کا نام نامی پیش کرو۔

یجر وید کے ایک منتر سے جو چوتھے وید کا ثبوت دیا جاتا ہے غلط ہے

جب چاروں طرف سے لاچار ہو جاتے ہیں۔ تو یجر وید کا ایک منتر پیش کر دیا کرتے ہیں۔ خود نہیں سوچتے کہ اس منتر میں کہاں اتھرو کا نام ہے۔ بس یہ دیکھتے ہیں کہ سوامی جی نے اتھرو کا نام ترجمہ میں لکھا ہے اس لئے ٹھیک ہے۔ حالانکہ یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ نرا سوامی جی کے ترجمہ پر بھروسہ کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ جس طرح آریہ سماجی اس مطالبہ کا جواب دیتے وقت چکرا جاتے ہیں۔ اسی طرح سوامی جی نے بھی اس سوال سے گھبرا کر کچھ تاویل کی ہے۔ جو بالکل فضول ہے۔ ہم وہ منتر اور اس کا ترجمہ جو بانی آریہ سماج کی طرف سے کیا گیا ہے۔ یہاں لکھتے ہیں اور ساتھ ہی ناظرین کیخاطر اسکی اصل حقیقت بھی آشکار کئے دیتے ہیں۔ وہ یجر وید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر ہے۔

ترجمہ از سوامی جی۔

"اُس یگیہ یعنی ہست مطلق عین علم اور عین راحت وغیرہ صفات سے موصوف محیط کُل پرمیشور سے جو سرو ہُت اور قادر مطلق پر برہم ہے۔ رگوید۔ یجر وید۔ سام وید اور چھند یعنی اتھرووید چاروں ظاہر ہوئے"۔

اس منتر میں ہرگز ہرگز بھولے سے بھی اتھرو کا نام نہیں ہے۔

چھند کے معنی اتھرو نہیں بلکہ بحر

صرف ایک لفظ چھند پڑا ہے جس کے معنی اتھرو وید کے لئے جا رہے ہیں۔ اصل میں چھند کے معنی ہیں "علم عروض کے بحر" یہ معنی ہم نہیں کرتے بلکہ ستیارتھ اور بھومکا میں بیسیوں جگہ چھند کا لفظ آیا ہے۔ وہاں مترجم آریہ نے "بحر" ہی معنی لئے ہیں

خود سوامی جی بھی چھند کے معنی یہی "بحر" کرتے ہیں۔ دیکھئے ستیارتھ صفحہ ۵۸

"اسکے بعد پنگل آچاریہ کی تصنیف متعلقہ علم عروض پڑھیں جس سے ویدک اور لوکک (دنیاوی) چھندوں یعنی نظم کا علم نئے اشعار بنانے کا طریق بھی جیساکہ چاہئے سیکھیں" الخ

اسی طرح دیکھئے بھومکا صفحہ ۵ و صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۲ حاشیہ و صفحہ ۳۲ وغیرہ

ہم کہتے ہیں کہ اگر چھند کے معنی اتھرو وید ہی ہے تو نرکت جو لغت کی آریہ صاحبان کے نزدیک مستند کتاب ہے۔ اُس سے دکھلائیں جہاں یہ معنی کیئے ہوں مگر یہ معنی وہاں ہرگز نہ دکھلا سکینگے۔ پس یہ تمام تاویلیں باطل ٹھہریں۔ اور اتھرو کا کہیں سے پتہ نہ چل سکا۔

اس منتر کا ترجمہ

اب ہم اس منتر کا جو لفظی ترجمہ ہے وہ بھی ایک سماجی کے قلم سے ہی کیا ہوا پیش کرتے ہیں۔ اور وہ سماجی کون اسی بھومکا کا مترجم۔ طرفہ یہ کہ اسی منتر کے ذیل میں حاشیہ پر یوں رقمطراز ہے۔ "اس منتر کا لفظی ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوتا ہے کہ اُس سروہت یگیہ سے رگ اور شام پیدا ہوئے۔ اُس سے چھند پیدا ہوئے۔ یجر بھی اُسی (پرمیشور) سے ظاہر ہوا" بھومکا حاشیہ صفحہ ۶ سام سے چھند پیدا ہوئے اسکا کیا مطلب۔ یہ کہ سام تمام منظوم ہے۔ پس معنے صاف ہیں۔ کہ سام سے علم عروض نکلا ہے۔

اور پھر چھند اصل متن سنسکرت عبارت میں جمع کے صیغہ میں آیا ہے یعنی چھندس۔ تو جمع کے معنے واحد کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور اتھرو وحدہ ہے۔

قدیم زمانے کے حریفانہ ویدکی شہادت کہ وید تین ہیں۔

پھر تین ویدوں کے ہونیکا ایک زبردست ثبوت اور ہم پیش کرتے ہیں۔ یعنی قدیم زمانہ میں ویدوں کے جو مخالف جین مذہب بدھ مذہب وغیرہ کے پیرو تھے۔ وہ بھی اپنی تحریرات میں تین ہی لکھتے ہیں سوامی دیانند نے اُنکا ایک قول ستیارتھ میں نقل کیا ہے۔

ملاحظہ ہو ستیارتھ صفحہ ۴۲۷ سمولاس ۱۲ دفعہ ۴

"چارواک مت کا واعظ برہسپتی کہتا ہے۔ کہ اگنی ہوتر۔ تین وید۔ تردنڈ۔ اور راکھ کے لگانے کو عقل اور ہمت سے بے بہرہ لوگوں نے اپنی روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے"

مگر اسوقت بھی چاروں وید ہوتے تو ضرور مخالف بھی اپنی تحریرات میں چاروں کا نام لکھتے۔ مگر

نہیں وہ بھی ویدوں کی تردید کرتے ہوئے۔ تین وید ہی لکھتے ہیں۔

پس ویدوں سے براہمنوں اور گیتا۔ درشن اور منوسمرتی اور سوامی جی کی کتب اور سائن آچاریہ اور مخالفین وید کی تحریرات سے تین وید ہی ثابت ہوئے۔ چوتھا اتھروید بہت بعد کی تصنیف معلوم ہوا۔

ایک آرین دلیل کی تردید

ناظرین کیخاطر ہم آریوں کی ایک اور دلیل کو بھی یہاں پاش پاش کئے دیتے ہیں۔ جو وہ چاروں وید ثابت کرنیکے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ چوتھے کا نام ویدوں۔ براہمنوں۔ منوسمرتی۔ وغیرہ میں نہیں۔ تو جواباً آریہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ویدوں میں تری وِدیا یعنی تین مضمون ہیں اور وید کے معنی بھی علم کے ہیں۔ اسلئے جہاں تین وید لکھے ہیں۔ وہاں چار ہی سمجھنے چاہئیں۔ کیونکہ مضمون تین ہیں۔ اور کتابیں چار۔ اس لئے جہاں تین ویدوں کا ذکر آیا ہے وہاں صرف تین کتابیں ہی مراد نہیں بلکہ تین مضمون مراد اور وہ مضمون یہ ہیں:۔ علم۔ عمل۔ عبادت۔

مگر اے آریہ صاحبان آپ کی اس تاویل کو ہم نہ چلنے دینگے۔ دیکھیے اپنی اس تاویل کے خلاف اپنے گورو کا فرمان ملاحظہ کرو۔ لکھتے ہیں۔ "وید میں چار مضمون ہیں۔ وگیان کانڈ (معرفت) کرم کانڈ (عمل) اُپاسنا کانڈ (عبادت) اور گیان کانڈ (علم)" (بھومکا صد ۲۵)

پس یہ تاویل بھی باطل ٹھہری۔ ہم اس مضمون کو اور بھی طویل کر سکتے ہیں مگر قلتِ گنجائش کے خیال سے اسی پر اکتفا کیجاتی ہے۔ امید ہے کہ آریہ صاحبان اس مضمون میں جو تین ویدوں کے متعلق دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ انکو غور سے دیکھینگے۔ اور جانچینگے۔ اور اگر واقعی کوئی ایسا منتر نیا نکال لائیں جس میں چوتھے وید کا نام ہو۔ تو ہم اپنے اس مضمون کو واپس لے لینگے۔ مگر ایسا کرنے کی ہرگز طاقت آریہ صاحبان میں نہیں۔ این خیال است و محال است و جنوں۔

اس بحث سے معلوم ہوگیا۔ کہ چوتھا وید ان تینوں کے بعد کی تصنیف ہے۔ تو جب ایک کا تصنیف ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ تو باقی تینوں بھی الہامی نہ رہے۔ اور نہ ازلی کہلانے کے مستحق ہوئے کیونکہ جب جزو ازلی نہیں تو کل پر ازلیت کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۱)

شیعہ:۔ سنی لوگ ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کہتے ہیں حالانکہ جناب علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ صدیق اکبر اور فاروق میں ہوں۔ اور ابن ماجہ میں بھی ایک روایت ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا۔ انا عبداللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس سبع سنین۔

احمدی:۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو نہ صرف سنی ہی ایسا مانتے ہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابوں سے بھی ان کا صدیق اور فاروق ہونا ثابت ہے۔

ثبوت اوّل تفسیر علی بن ابراہیم قمی زیر آیہ ثانی اثنین اذھما فی الغار۔ بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام لکھا ہے۔ کہ غار ثور میں جب آنحضرت صلعم نے جناب جعفر طیار اور ان کے اصحاب کو اعجاز نبوت سے سمندر میں جاتے ہوئے کشتی پر سوار دیکھا اور ابوبکر نے عرض کیا کہ میں بھی دیکھا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا "انت الصدیق" دیکھو تفسیر مذکور مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۷۔

ثبوت دوم پھر اگر صدیق اکبر کے یہ معنی ہیں۔ کہ سب سے پہلے رسول صلعم پر ایمان لانے والا اور آپ کی تصدیق کرنیوالا تو یہ امر بھی بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت تمام ملک عرب میں ابوبکرؓ کو ہی کی گئی۔ اور انہوں نے سب سے پہلے نبی کریم صلعم کی تصدیق فرمائی۔ حیدر علی آملی شیعی نے اپنی کتاب کشکول میں اس باب میں ایک طویل روایت لکھی ہے۔ اور پھر اس کا ترجمہ عربی سے فارسی میں فاضل شوستری نے مجالس المومنین میں کیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ میں نے عرصہ ہوا غالباً سنہ ۱۹۰۹ء میں اخبار بدر میں شائع کیا تھا۔ اس روایت کا ایک ضروری فقرہ سردست اس مقام پر لکھ دیتا ہوں۔ فاسلم اول الناس من الکفار فسماہ النبیؐ من ابی فضیل ابابکر و من عبد العزی عبد اللہ یعنی پس کفار میں سے سب سے پہلے ابوبکرؓ اسلام لائے اور ان کے جو دو نام ابی فضیل اور عبد العزی تھے۔ ان کی جگہ رسول صلعم نے ابابکر اور

عبد اللہ نام رکھے۔ اور فاضل طبرسی لکھتے ہیں۔ واختلف فی اول من اسلم من المہاجرین فقیل اول من آمن خدیجۃ بنت خویلد ثم علی بن ابی طالب و ہو قول ابن عباس وجابر بن عبد اللہ وانس وزید بن ارقم ومجاہد وقتادۃ وقیل ان اول من اسلم بعد خدیجۃ ابوبکر عن ابراہیم النخعی وقیل اول من اسلم بعدہا زید بن حارث عن الزہری زیر آیۃ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان یعنی اختلاف ہے اس بارہ میں کہ مہاجرین میں سے کون پہلے اسلام لایا۔ پس کہتے ہیں کہ پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ اور ان کے بعد جناب علی علیہ السلام۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بعد خدیجۃ رضی اللہ عنہا کے ابوبکر ایمان لائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خدیجۃؓ کے بعد زید بن حارثہ جو آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ ایمان لے آئے۔

ثبوت سوم

پھر صدیق کی وجہ تسمیہ کی بابت مورخین اسلام نے لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم نے معراج کا ذکر ابوجہل سے فرمایا تو وہ سخت متعجب ہوا۔ اور عرض کیا کہ کیا آپ لوگوں کے سامنے بھی اسکا اظہار کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں پس ابوجہل نے جلدی سے کفار قریش کو بلایا جب انہوں نے سنا تو وہ سخت متعجب ہوئے بعضوں نے انکار کیا بعضوں نے تالیاں بجائیں۔ بعضوں نے سر پر ہاتھ رکھے۔ اور بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے پھر ابوجہل ابوبکرؓ کے پاس گیا۔ اور معراج کا ذکر انکو سنایا۔ تو صدیق نے فرمایا۔ ان کان قال کذلک فقد صدق انی لاصدقہ بما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فسُمّی الصدیق من یومئذٍ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵ کہ اگر میرے صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ تو اس نے سچ فرمایا ہے۔ اگر اس سے بھی وہ عجائب۔ غرائب واقعہ ذکر فرمانے میں تصدیق کو حاضر ہوں۔ اس کو نزول وحی دن میں ہو یا رات کو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں پس اسی دن سے آپ کا نام صدیق پڑ گیا۔

اس روایت کا پورا ترجمہ فارسی تاریخ روضۃ الاحباب میں بھی ہے یاد رہے کہ مورخ روضۃ الاحباب سید امیر جمال الدین محدث کو فاضل شوستری نے اہل شیعہ میں شمار کیا ہے۔ اور اسکی کمال علمیت وفضیلت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ حسانؓ عالم سخنان عالمگیرش تحفۃ الاحبار در ریاض سیر

و شمایل دلپذیرش روضۃ الاحباب است" مجالس المومنین مجلس پنجم ص ۲۲۷ -

روایت مذکورہ بالا کے آخر میں مورخ موصوف لکھتے ہیں۔ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از اول

ثبوت چہارم یہی مورخ لکھتے ہیں کہ آیۂ والذی جاء بالصدق بہ سے مراد رسول صلعم اور صدیق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ابوالمعالی وکلبی رحمہما اللہ کہ از اعیان اصحاب تفسیر اند کہ مراد از الذی جاء بالصدق رسول است صلے اللہ علیہ وسلم و مراد از وصدق بہ ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ - دیکھو روضۃ الاحباب: ذکر بعض از آیات قرآنی کہ در شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نازل شدہ -

ثبوت پنجم علاوہ ازیں روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابوبکرؓ کا یہ لقب صدیق خود زمانہ نبوی میں ہی زبان زد خاص وعام ہو گیا تھا۔ اور آپ ہی اسکے لئے مخصوص مشہور تھے۔

چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصارؓ سعد بن عبادہ کو خلیفہ رسولؐ بنانے لگے اور اس بارہ میں مختلف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ تو ابوالہیثم التیہان مشہور انصاری نے اس موقعہ پر جو اشعار حاضرین کو مخاطب کر کے سنائے۔ ان میں ایک شعر یہ بھی تھا۔ ؎

وانی لارجو ان یقوم بامرنا
علیؑ او الصدیقؓ والامر من غد

اس کے ترجمہ میں مورخ ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔ "اینک چشم آں دارم کہ علی بن ابی طالب یا پسر ابو قحافہ (ابوبکر الصدیقؓ) واگرنہ عمرؓ بن الخطاب یا عثمانؓ بن عفان یا یک تن از بزرگان انصار شبان ایں گلہ وراعی ایں رمہ گردد وگرنہ ازیں پندارہائے آشفتہ وکردارہائے درہم رفتہ ایمن نتواں بود۔" دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم مطبوعہ ایران ص ۱۹

ابوالہیثمؓ انصاری مذکور جناب رسول صلعم کی وفات پر اس خوف سے کہ مبادا مدینہ کے یہود و نصاریٰ و منافقین ہجوم کر آئیں۔ یا مسیلمہ کذاب دفعۃً خروج کر دے۔ کہتا ہے کہ اس نازک موقعہ پر امید ہے کہ جناب علی علیہ السلام یا صدیقؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ یا انصار میں سے کوئی بزرگ مسلمانوں کے ریوڑ کا گڈریا بنجائے ورنہ اس سراسیمگی و پریشان خالی کے مسلمان مفاسد سے بچنے کا کوئی ذریعہ ممکن نہیں۔ دیکھئے خدا کی قدرت کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے سوائے ابوبکر کے سب کے اس نے اصلی نام لے لئے ہیں۔ لیکن ابوبکر کی بجائے اس نے صرف

صدیق ہی کہا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر اپنے لقب خداداد صدیق کے ساتھ مشہور تھے۔ فہو المراد۔

بخاری میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کوہ احد پر چڑھ گئے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ بھی ہمراہ تھے۔ پہاڑ میں کچھ حرکت ہوئی۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اثبت احد فانما علیك نبی وصدیق وشہیدان۔ بخاری مولوی احمد علی وہلی صـ ۵۲۰ نیز دیکھو مسلم نووی صـ ۲۸۲

صدیق کہلانیکے وجوہات

متلاشیان حق کی مزید تسلی کے واسطے یہاں پر صدیقؓ کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں جو فاضل مورخ روضۃ الاحباب نے لکھا ہے۔ اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱ - یعرف فی التوریتہ بالصدیق ویرا باں جہت صدیق خوانند یعنی توریت میں آپ کا نام صدیق تھا۔ اسواسطے انکو صدیق کہا کرتے تھے۔

۲ - یا بجہتہ آنکہ حضرتؐ باوے فرمود حق سبحانہٗ تعالےٰ ترا صدیق نام کردہ۔ یعنی یا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو فرمایا کہ خداوند کریم نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔

۳ - یا بسبب آنکہ درقصہ معراج اول کسے کہ تصدیق آں سرورؐ فرمود او بود۔ یا اس لئے کہ معراج کی سب سے پہلے جس نے تصدیق کی وہ تھے۔

۴ - یا بواسطہ آنکہ مروی است اول کسے کہ تصدیق رسالت آں منبع جاہ وجلالت فرمود او بود صدیقش گفتند۔

یا اس لئے کہ سب سے پہلے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اسواسطے اُن کو صدیق کہتے تھے۔

۵ - وبعضے از اہل تحقیق برآنند کہ آں معدن تصدیق وتوفیق راباں سبب صدیق خوانند کہ ظاہر وباطن او بر صدق وراستی مستقیم بود۔ والصدیق من لم یتغیر باطن امرہ من ظاہرہ۔ یعنی بعض محققین کے نزدیک اس تصدیق وتوفیق کی

کان کو اس لئے صدیق کہتے ہیں کہ اُن کا ظاہر و باطن صدق اور راستی پر قائم تھا۔ اور صدیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکا ظاہر اس کے باطن سے مختلف نہ ہو۔ (بلکہ یکساں ہو)

۶ ۔ وقیل الصدیق ھو الصادق قولاً و فعلاً و دیناً و عقلاً اور صدیق اسکو کہتے ہیں۔ جو صادق ہو۔ قول و فعل میں اور از روے دین اور عقل کے ۔

۷ ۔ و بعضے از عرفا بر آں اند صدیق کسے ہست کہ بذل کند کونین را در رویت حق تعالی مانند ابو بکر صدیقؓ کہ چوں رسول صلے اللہ علیہ وسلم در تجہیز جیش اساری تبوک از وے پرسید کہ ما ابقیت لنفسك در جواب گفت اللہ و رسولہٗ مثنوی

از زبان صادق و بجان صدیق ۔ چوں نبیٔ مشفق وچو کعبہ عتیق
صدق او میزبان ایماں بود ۔ مصطفےٰ ہر چہ خواست او آں بود
ہمہ خویش کردہ در کارش ۔ ہمہ او گشتہ بہر دیدارش
خواجہ با وقار آہستہ ۔ دست لطفش شکستہ را بستہ

یعنی بعض عارفین کی یہ رائے ہے ۔ کہ صدیق اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے مالک و مولا کریم کی خاطر دونوں جہان کی پونجی کو خرچ کر دے ۔ جیسے کہ ابو بکر صدیقؓ نے کی ۔ کہ جب معرکہ تبوک کے لئے آنحضرت صلعم تیار ہو رہے تھے ۔ تو ابو بکر سے پوچھا۔ کہ اپنے نفس کیلئے گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں عرض کیا کہ خدا اور رسولؐ کو۔

ابن ماجہ والی حدیث کا جواب

اب ابن ماجہ والی حدیث جو آپنے اعتراض میں پیش کی ہے ۔ اس کا مختصراً جواب عرض کرتا ہوں۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں صدیق اکبر ہوں ۔ میرے بعد اسکو کوئی اپنے پر چسپاں نہ کرے گا ۔ مگر کذاب ۔ اور میں نے دوسروں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔ جناب مرتضوی علیہ السلام نے دعوی تو صدیق اکبر ہونیکا فرمایا ۔ مگر ساتھ ہی اس کے تحدید کر دی ہے کہ میرے بعد اس لقب شریف کو اپنی ذات کیساتھ کوئی تجویز نہ کرے ۔ سو اس میں مشکل اُن لوگوں کیلئے ہے جو ابو بکرؓ کو سابق الایمان نہیں مانتے ۔ جب ہم ابو بکرؓ کو علی علیہ السلام سے سابق الایمان مانتے ہیں۔ تو پھر ہم پر اس تنبیہ کی زد کس طرح پڑسکتی ہے؟ اور ساتھ ہی اس کے

ہم جناب علی علیہ السلام کے بعد کسی کو صدیق اکبر بھی نہیں مانتے ہیں۔

نماز میں سابق ہونیکا جواب

باقی رہا نماز میں سابق ہونے کا ثبوت سو وہ بھی خدا کے فضل سے ایسا محکم ثبوت ہمارے پاس ہے۔ کہ بقول شخصے اگر سارے جہاں کے شیعہ اسکی تردید کرنا چاہیں۔ تو انشاء اللہ قادر نہ ہوسکیں گے۔

حیدر علی فاضل شیعہ نے اپنی کتاب کشکول میں ایک حدیث لکھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ اپنے اصحاب میں بیٹھکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ نہیں سبقت کی ابو بکر نے نماز اور روزے میں تم سب سے لیکن بباعث اس چیز کے جو اس کے دل میں جم گئی۔ وکان النبیؐ یقول دائما بین جماعۃ اصحابہ ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا بصلوۃ ولکن بشیئ وقر فی صدرہ۔ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے بھی مجالس المومنین میں لیا ہے۔ دیکھو زیر ترجمہ سلمان فارسی۔ یاد رہے کہ صلیت قبل الناس سبع سنین یہ قول ہے۔ جناب علی علیہ السلام کا اور ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا بصلوۃ یہ حدیث نبویؐ ہے اب دونوں قولوں میں سے چاہے جناب علی علیہ السلام کے قول کو مقدم مانو چاہے رسول صلعم کے قول کو۔

ایک عجیب روایت

یہاں تک میں لکھ چکا تھا۔ کہ ایک امر عجیب ودلچسپ ونتیجہ خیز حوالہ ایک معتبر تاریخ کا میری نظر پڑ گیا۔ آگے ہی اس جواب میں اندازہ سے زیادہ طول ہو گیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں ناظرین کی طبائع ملول نہ ہوں۔ مگر یہ ایسا حوالہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد معاً وہ ملال انشاء اللہ زائل ہو جائیگا۔ اور متلاشیان حق کی روح مسرت کے وجد میں آجائیگی۔

یہ مورخ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ اور پیغمبر اور خدیجہؓ اور جبرئیلؑ نے مل کر نماز پڑہی۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد علی علیہ السلام ایمان لے آئے۔ اور وہ اسوقت گیارہ سال کے تھے۔ پھر جو نماز پڑہی وہ عصر کی تھی۔ جبرئیلؑ امام بنے۔ اس کے بعد زیدؓ بن حارثہ رسول صلعم کے غلام مسلمان ہوئے۔ تو پھر سب نے نماز پڑہی۔ یہ شام کی نماز تھی۔ لیکن "دل پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باسلام زنے وکودکے وغلامے خورسند نے شد بہ شبگیر ابو بکر صدیق مسلمان شد باز نماز گذاردند وقت نماز خفتن بود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باسلام ہیچکس

چناں خرم نہ شد۔ کہ باسلام آوردن ابوبکرؓ اوّل کسے کہ از مرداں مسلمان شد ابوبکرؓ ہست واز زنان خدیجہؓ واز کودکان علیؓ واز بندگان زید بن حارثہ۔ بسخن ابوبکر بعضی اکابر مسلمان شدند چوں عثمانؓ عفان وطلحہؓ وزبیرؓ بن عوام وسعد وقاص وعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تاریخ گزیدہ قلمی ص۱۳۷ موجودہ ایبریل لائبریری کلکتہ۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا دل ایک عورت اور لڑکے اور ایک غلام کے ایمان لانے سے خورسند نہیں ہوتا تھا۔ رات کے وقت ابوبکر مسلمان ہو گئے۔ پھر جو نماز پڑھی تو خفتن کی نماز تھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے اسلام لانیسے اسقدر خورسند نہ ہوئے جسقدر کہ ابوبکر کے ایمان نے آنیسے اب فرمایئے اس مورخ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ ابوبکر بھی اسی دن ایمان لائے جسدن علی علیہ السلام اور نماز پڑھنے میں بھی سب برابر رہے۔ اب علی علیہ السلام کا سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھنا کہاں سے نکالوگے۔ ہاں سبع سنین کی جگہ سبع ساعات کہو تو شاید پھر کوئی تخالف واقع نہیں ہوتا۔

محققین اہل سنت کا جواب

معزز ناظرین یہانتک تو میری ذاتی تحقیق ہے۔ اب جو اس ابن ماجہ والی روایت کا جواب محققین اہلسنت نے دیا ہے۔ وہ بھی سن لیجیے جناب علی علیہ السلام نے یہ فرماکر کہ میرے بعد کوئی صدیق اکبر نہیں ابوبکر صدیق کو خود مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کیونکہ صدیقیت کبریٰ کا شرف ان دونوں کو حاصل ہوا اس لئے کہ دونوں بزرگوار نزول وحی کے ساتھ ہی ایمان لے آئے لیکن اتنا فرق ہے۔ کہ ابوبکر عاقل و بالغ تھے اور علی علیہ السلام طفل تھے۔ اور آپ کا یہ قول صلیت قبل الناس میں جو الف و لام ہے عہد کا ہے۔ جنس کا نہیں ہے۔ کیونکہ باتفاق فریقین سب سے پہلے نماز پڑھنے والے تو رسول صلعم اور خدیجۃ الکبریٰ اور بقول بعض زید بن حارثہ ہیں۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ نماز فریضہ سے پہلے کی نماز کیونکہ نماز جو فرض ہوئی ہے۔ وہ شب معراج میں سبت کی رات سترھویں رمضان شریف کو ہجرت سے پہلے ڈیڑھ سال کو ہوئی ہے۔ اور خبر ال۲ ہے بعض محققین سے ذکر کیا ہے کہ نماز فرض ہوئی ہجرت سے پہلے مکہ میں نبوت سے بارہ برس بعد اور اس سے ماقبل کی نماز سے مراد تسبیح و تہلیل ہے جو لوگ کیا کرتے تھے۔ دیکھو حاشیہ بر حدیث مذکور بحوالہ انجاح ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۱۲

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ جون ۱۹۱۸ء)

پیشگوئی نمبر ۸۵

اعراف ع - وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ یعنی خدا وہ ہے۔ جو بھیجتا ہے ہواؤں کو بطور خوشخبری نباتات کے پہلے رحمت اپنی کے۔ حتےٰ کہ ٹکڑے بادلوں کے جمع ہو کر بوجھل ہو جاتے ہیں ہلاتے ہیں وہ پانی شہر مردہ کو۔ پس نازل کیا اسنے پانی پھر نکالے ساتھ اُسکے تمام میوہ جات۔ اسیطرح زندہ کرینگے ہم مردوں کو تاکہ تم کچھ نصیحت پکڑو۔

ان آیات میں بھی ام القریٰ کے لئے ایک تمثیلی پیشگوئی سنادی کہ غور کرو۔ کہ جسطرح آسمانی بارش سے زمین مردہ کو ہم زندہ کرتے ہیں۔ اسیطرح وحی اللہ کی روحانی بارش سے مُردے زندے ہونگے۔ اور زمین کو تعلیم اسلام و توحید سے ہم عنقریب ہی سرسبز بنا دینگے اور بنا بھی دی۔ نبوت کے ایام موسم بہار کے ہوتے ہیں جو کسی کے اندر ہوتا باہر آجاتا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۸۶

اعراف ع - لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

ترجمہ:۔ بیشک بھیجا ہم نے نبی نوح کو اسکی قوم کیطرف سے اے قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں کوئی الٰہ تمہارے لئے بجز اُسکے۔ اور بیشک میں ڈرتا ہوں۔ اس دن عظیم سے کہ تم پر عذاب الٰہی آجاوے۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کو واقع نوح کا بطور پیشگوئی کے سُنادیا۔ کہ بسبب بت پرستی

اور مخالفت حق کے تمہیں بھی بالیکدن عظیم عذاب کا آنے والا ہے۔ جو تمہارے لئے قوم نوح کی مانند ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لئے عید اعظم۔ سو کون نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی غزوہ بدر و یوم الفتح مکہ میں پوری ہوئی۔ اور اسطرح خدا کی بات پوری ہوئی۔

پیشگوئی نمبر ۸۷

اعراف ع۔ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

قوم صالح نبی کی جب نافرمانیوں میں بڑھی تو اپنے نبی سے کہدیا۔ کہ لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جسکا تو وعدہ سُناتا ہے ہمکو اگر ہے تو سچے مرسلوں سے۔ پس پکڑ لیا۔ اُنکو زلزلہ نے۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

آیت ہذا میں بھی اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کو یہ واقعہ سُناکر ایک پیشگوئی سنادی۔ کہ اگر تم نے بھی اپنے مرسل من اللہ کیساتھ منکرانہ سلوک کیا۔ تو ہم تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کرینگے۔ جو ہماری سنت ہے۔ پھر قوم ہود نبی اور شعیب نبی کا عذاب سُنایا یہ سب پیشگوئیاں ہیں۔

پیشگوئی نمبر ۸۸

اعراف ع۱۲۔ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ۔ کیا بے ڈر ہو گئے۔ ملکی بستی والے اس سے کہ آوے ان پر عذاب ہمارا رات کو بحالیکہ وہ سوتے ہوں۔ یا کیا نڈر ہو گئے بستی والے۔ اس سے کہ آوے انکے پاس ہمارا عذاب جنگ بوقت چاشت اور وہ کھیلوں میں مشغول ہوں۔ پھر کیا بے خوف ہو گئے۔ اللہ کی تدبیر سے۔ اور کبھی بے ڈر نہیں ہوتے اور اللہ کی باریک تدبیر سے مگر خسارا پانیوالے دین و دنیا میں۔

یہ بھی اہل القریٰ وام القریٰ کے لئے پیشگوئیاں تھیں۔ جو اپنے اپنے وقت پر سب پوری ہو گئیں۔ (اور ضحیٰ کے وقت میں ہی فتح مکہ ہوا تھا) +

درس الحدیث

(از افاضات سیدنا اولوالعزم)

باب ۔ واذکر فی الکتاب مریم الخ

حدیث مسلم بن ابراہیم ۔ لم یتکلم فی المھد الا ثلاثۃ ۔ تین آدمیوں نے بچپن میں کلام کیا ہے میں نے کئی دفعہ اپنا یہ عقیدہ بیان کیا ہے ۔ کہ جہاں ہمارا کوئی حرج نہ ہو ۔ شریعت کے حکم کے کوئی خلاف نہ ہو ۔ ایسی بات کو مان لینا چاہیئے مگر یہاں میں اسکے ظاہری معنے ماننے سے مجبور ہوں کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا ۔ کہ حضرت عیسیٰ نے کسطرح کلام کیا ۔ آپ نے امۃ الحفیظ (جو میری چھوٹی بہن ہے ۔ اسوقت اڑہائی سال کی تھی) کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جسطرح حفیظہ کلام کرتی ہے ۔ اگر میں نے دریافت نہ کیا ہوتا ۔ تو یہی ظاہری معنے کرتا ۔ مگر میں چونکہ دریافت کرچکا ہوں اس لئے مجبور ہوں ۔ میں اس کے یہی معنی کرونگا ۔ کہ انکی عمر جس میں انہوں نے کلام کیا ۔ اتنی ہی تھی جتنی عمر میں ایک بچہ بخوبی باتوں کو سمجھ سکتا ہے ۔

راعی کا لڑکا جو بولا ہے تو وہ بس اتنی ہی عمر میں بولا ہے ۔ کوئی اگر یہ سوال کرے کہ اُسے کسطرح علم ہوا کہ میرا باپ راعی ہے ۔ تو یہ ایک معمولی بات ہے ۔ جب بچہ سمجھدار ہو جاوے ۔ تو وہ سمجھ سکتا ہے ۔ جب اسکی ماں اس راعی کیطرف اکثر آتی جاتی ۔ اس سے اس نے سمجھ لیا کہ یہی میرا باپ ہے ۔ یا اللہ تعالیٰ نے اسے رویاء کے ذریعہ بتلا دیا ۔ کہ تمہارا باپ یہ ہے ۔ میں نے دیکھا ہے ۔ کہ ڈیڑھ ڈیڑھ سال کے بچے کو رویاء ہو جاتی ہے ۔ ناصر احمد میرا لڑکا اس نے ایکدفعہ رویاء میں دیکھا ۔ کہ کالا کتا ہے ۔ وہ اسکی روٹی جو وہ کھا رہا تھا ۔ کھا گیا ۔ وہ فوراً کتا کتا کرتا ہوا اٹھا ۔ دریافت کرنے سے اس نے بتلا دیا کہ کالا کتا میری روٹی کھا گیا ہے ۔ اسکے بعد وہ سخت بیمار ہو گیا ۔ اسے یہ نظارہ دکھلا دیا گیا ۔ کالا کتا بیماری ہوتی ہے ۔

دوسرا بچہ جسکی ماں نے ایک سوار کو دیکھکر دعا مانگی کہ الہی میرا بچہ بھی ایسا ہو ۔ تو اس نے کہا الہی نہیں مجھے ایسا نہ بنائیں ۔ اور لونڈی کو دیکھکر کہا مجھے ایسا بنانا ۔ اسکی ماں نے کہا ۔ تو اس بچہ نے گویا ہمیں بتلا رہا ہے کہ بچہ بھی ہوتا تھا ۔ دیکھ سکتا تھا اور بول سکتا تھا ۔ پھر یہ بھی فرضی

کہ اگر وہ بچہ واقعی ایک سال کا ہوتا۔ تو اسکی ماں اسے بولتے دیکھتی تو فوراً سمجھتی کہ یہ پاگل ہے یا جن ہے۔ اور اسے پھینک کر دوڑ جاتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔ جو کبھی نہ سنی نہ دیکھی گئی۔ ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ ماں نے اپنے بچے سے ڈر کر اسے پھینک دیا۔ یہ دونوں قرینے بتلا رہے ہیں۔ کہ وہ بچہ خوب سمجھ سکتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے نے اعلےٰ درجہ کا انسان بننا ہوگا۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے اُسے بذریعہ رویا سمجھا دیا کہ سوار متکبر جبار ہے۔ ظالم ہے۔ اس لئے اُسنے کہا خدا مجھے ایسا نہ بناوے۔ اور لونڈی نیک طینت۔ اسپر لوگ ناحق الزام لگاتے تھے۔ اس لئے اس نے ایسا ہی بننے کی خواہش کی۔ جو بچے رشید ہوتے ہیں۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے دلمیں بچپن ہی سے نیکی پر چلنے کی خواہش ہی ہوتی ہے۔ فقط ✢

تصوّف

ایک پُرانی نایاب قلمی منظوم کتاب سے

(صرف تشحیذ کیلئے)

قطع چیست از جائے سفل افتادنست — شیشۂ از دستِ طفل افتادنست
قدس چیست اصلِ جدائی دیدنست — صبحِ صدق آشنائی دیدنست
طمع چیست از گل بحق افتادنست — ہمچو خر بریک لتق افتادنست
پاس چیست از درون دلخستگاں — پس بریدن از ہمہ پیوستگاں
ضعف چیست از ضعف زیر افتادنست — قوتِ پیلے را بہ مورے دادنست
کشف چیست از خاک در خون جستن است — ہم درون پردہ بیرون جستن است
برّ چیست از تشنگی خود مردنست — جملہ را سیراب احساں کردنست
وعظ چیست از کوہ چشمہ زادنست — گفتن بیت از طلعت آں دادنست
ہمت چیست از دام ہستی جستن است — ہر دو لب از ماسوی اللہ بستن است
خلق چیست از خاک بغرش کردنست — باسگاں ہمکاسگی خوش کردنست
رنج چیست از بند مطلق گشتن است — فانی خود باقی بحق گشتن است

اگر

آپ اپنے بچوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو

لال شربت

پلاویں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلاویں پیدائش کے وقت سے ہوشیار رہیے بچہ تک دوا ایک ساکا فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ سے بچے بہت ہی خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچہ کیواسطے ضرور آزمائش کریں قیمت بارہ آنہ فی شیشی محصولڈاک چار آنہ (۴ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دواء

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی ہسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی و چھاجن ایگزیما وغیرہ رفع ہوجاتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اسوجہ سے تیل لگانے کیساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوانیرڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر سالسا قیمت ۱ مع محصول ۶ر

پُرانے سوزاک کی دواء

سوزاک پرانا ہوجانے سے پیشاب میں جلن نہیں ہوتی ہے لیکن پیشاب رک رک کے ہوتا ہے اور مواد بھی تھوڑا تھوڑا گرتا ہے جس سے گردہ میں داغ لگتا ہے گرم چیز کے کھانے سے یا دوسرے کسی سبب سے جس کی آجانے سے مواد زیادہ نکلنے لگتا ہے اور کبھی بند بھی ہو جاتا ہے جس سے زندگی وبال ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۵ر

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے۔ زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے زخم صاف ہوکر جلد انگور کیطرح بھر آتا ہے مواد خراب چمڑہ پیدا ہوکر زخم آرام ہو جاتے ہیں معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے۔ ایک اونس کی ڈبیہ قیمت ۸ر زخم دھونیکی تکیہ مرہم لگانیکے ساتھ ہی زخم دھونا چاہیئے۔ جس دوا سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیا کی صورت میں بنی ہوتی ہے۔ ایک تکیہ سے ایک سیر زخم دھونیکا پانی بنتا ہے مرہم کیساتھ یہ تکیہ ملسکتی ہے قیمت فی تکیہ ۱ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون ط

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء مطابق شوال المعظم سنہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۸

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے ۸ر غیر ممالک سے (سے ۳)

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور

چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

کچھ تشحیذ کے متعلق

احباب کرام خریداران تشحیذ الاذہان کی خدمت میں سنہ ۱۹۱۶ء کا چندہ وصول کرنے کیلئے پہلے ماہ فروری میں وی پی کئے گئے تھے۔ پھر جنہوں نے باوجود متواتر اطلاعوں کے وی پی واپس کر دیئے اور جو کسی عذر سے چندہ پیشگی نہ ادا کر سکے ان سب کی خدمت میں ماہ جولائی کا تشحیذ کا وی پی ہوا۔ وصول کرنے والوں کا شکریہ اور بقایا داروں کی خدمت میں عرض ہے کہ ازراہ کرم توجہ فرمائیں۔ تشحیذ کے تمام خریدار اپنا چندہ سالانہ دیدیں۔ تو بھی وہ اتنے کم ہیں کہ اخراجات رسالہ پورے نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب موجودہ خریدار بھی ۸؍ کی قلیل رقم ادا نہ فرمائیں۔ تو پھر اور بھی مشکلات کا سامنا ہے۔ اسلئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ برادران احمدیت اسکی طرف خاص توجہ فرمائینگے ہم اپنی طرف سے رسالہ کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کچھ آپ کو بھی امداد کے لئے ہاتھ بڑھانا چاہیئے۔ تاکہ دینی رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے +

۲۔ جماعت احمدیہ سے التجا کیجاتی ہے۔ کہ قادیان سے جس کتاب کی بھی ضرورت ہو وہ تشحیذ بک ایجنسی کی معرفت طلب کیا کریں۔ کہ یہ بھی ایک طریق رسالہ تشحیذ کی امداد کا ہے۔ ہر آرڈر کی تعمیل فوراً نہایت عمدگی و احتیاط کیساتھ کیجاتی ہے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ کیجائیگی +

۳۔ گذشتہ دس سال سے جو کاتب تشحیذ الاذہان لکھتا تھا۔ اسکا نام سید فیروز شاہ احمدی تھا ماہ مارچ میں وہ بیمار ہو گیا۔ اُسے خون آنے لگا۔ اور مرض سل تشخیص ہوا۔ آخر بیچارہ ۷۔ جولائی اپنے وطن چک قاضیاں میں وفات پا گیا۔ جہاں جون کے آخر میں تبدیل آب و ہوا کیلئے لیجایا گیا تھا۔ مرحوم پہلے ملازم تشحیذ تھا۔ جب انجمن کی مرضی سے اسکی علیحدگی ہوئی۔ تو بھی اس کے وفادارانہ و فرمانبردارانہ تعلقات میں کچھ کمی نہ آئی۔ اور بڑے شوق کیساتھ سب سے پہلے تشحیذ ہی کا کام کرتا۔ اللہ بخشے مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں +

۴۔ ادعیۃ الاحادیث جس میں حدیثوں کی تمام دعائیں جمع کی گئی تھیں پھر چھپوانے کا ارادہ ہے۔ بشرطیکہ چار سو درخواست پہلے آجائے +

(مینیجر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

حضرت مسیح موعود کی نسبت ایک نیا خیال

ایک رسالہ "ولادت معنوی" کے نام سے میری نظر سے گذرا ہے۔ جسمیں کوئی صاحب "شاہ عبدالحی" ہیں۔ وہ اپنا عجیب و غریب خیال حضرت مسیح موعود کے بارے میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ یہ خیال باانیہمہ لغویت مولوی ابوالحسن مستفیض الرحمٰن خانصاحب ایم۔ اے کو ایسا پسند آیا ہے کہ انہوں نے بنگالہ زبان میں اس موضوع پر ایک رسالہ مرتب کیا۔ جسے مولوی شہاب اللہ نے اردو زبان میں کیا۔ اور آپ حاذق الملک حکیم محمد اجمل صاحب دہلوی اس کا دیباچہ لکھتے ہیں۔

میں تو اس خیال کو ایسا بے سروپا اور خلاف عقل و نقل و داب صلحا سمجھتا ہوں کہ اس پر ایک حرف بھی لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ آپ ہی اپنا جواب ہے۔ صرف ناظرین کی تفنن طبع کیلئے اسے نقل کئے دیتا ہوں:-

"عرصہ ۱۲ سال کا ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ خانقاہ جہانگیری (اور دولت سرائے) سے جو موضع مرزاکھیل شریف ضلع چاٹگام علاقہ ساتکانیہ میں ہے کہیں باہر تشریف نہیں لیگئے۔ اور

عرصہ ۱۵ سال کا ہوا کہ آپ پنجاب اور ممالک متحدہ وغیرہ تشریف نہیں لیگئے۔ آپنے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کبھی نہیں دیکھا۔ نہ ان کے سوانح آپ کے ملاحظہ سے گذرے۔ نہ ان کے کسی مرید سے آپکی ملاقات ہوئی۔ البتہ مرزا صاحب کی بعض باتیں آپ کو لوگوں سے مختصراً کبھی کبھی معلوم ہوئیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے متعلق مجھے جن باتوں کا علم دیا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے:-

مرزا صاحب ایک بڑے متشرع اور راستباز و دیانتدار آدمی تھے۔ اکثر لوگ اُنکو اپنے زمانہ کا ایک بڑا عالم تصور کرتے اور نہائت تعظیم و اعتقاد سے انکے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ نصرانیت کی اشاعت کرنیوالوں اور پادریوں کیساتھ ہمیشہ مناظرہ کرتے تھے۔ اور ان کے دلمیں شب و روز ہوتے جاتے لفظ عیسیٰ کے رہنے کیوجہ سے عیسیٰ نامی ایک سالک مؤکل فقیر یعنی عامل سے (جسکی قوتِ موثرہ کی شکل انسانی صورت میں تھی) ولادت معنوی ہوگئی تھی۔ ولادت کے ساتھ ساتھ ہی ظاہر و باطن میں اُنہیں موکلین آوازیں دینے اور غیبی خبریں سنانے لگے۔ اور کہا کہ عیسیٰ مر گیا ہے۔ اسکی روح تمہارے دلمیں داخل اور پیدا ہوگئی ہے۔ تمہیں عیسیٰ ہو۔ اُن کے دلمیں یہ یقین پیدا ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسےٰ کی روح میرے اندر داخل ہوگئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ عیسےٰ ہونیکا دعویٰ کرنے لگے۔ مگر درحقیقت انکا یہ یقین محض زعم باطل پر مبنی تھا۔ کیونکہ جس عیسیٰ کی قوت ان کے اندر آگئی تھی۔ وہ فی الواقع عیسیٰ ابن مریم کی نہ تھی۔ بلکہ اس سالک مؤکل فقیر یعنی عامل کی تھی جسکا ذکر پیشتر گذر چکا۔

چونکہ ان موکلوں کو انھوں نے اپنی ریاضت سے حاصل نہیں کیا تھا۔ ان کو پہچان نہ سکے غالباً انکو فرشتہ خیال کرتے۔ اور انکی آوازوں کو وحی اور الہام سمجھتے۔ اور ان آوازوں پر یقین کامل رکھتے اور لوگوں کو اطلاع دیتے تھے۔ کہ اُن پر الہام اور وحی آتی ہے۔ ان آوازوں پر اُن کا اعتقاد اسقدر راسخ تھا۔ کہ اگر آسمانی کتابوں میں ان آوازوں کے خلاف کوئی بات دیکھ لیتے۔ تو اسکی تاویل کر دیتے۔ یا منسوخ تصور کر لیتے۔ پھر اس تاویل کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔ غالباً ان آوازوں کو وہ ہندوستان کی مروجہ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں سنتے تھے۔ وہ اپنی ابتدائی حالت میں کبھی کبھی اُن آوازوں کے سمجھنے میں غلطی بھی کر جایا کرتے پھر صحیح معنی سمجھ لینے پر ان غلطیوں کی اصلاح کر کے ظاہر بھی کر دیا کرتے تھے۔

وحی اور الہام کے معنی سمجھنے میں حضرات انبیاء علیہم السلام سے کبھی خطا واقع نہیں ہوتی ہے۔

ولادت کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب پر اسکی علامتیں اور آثار نمایاں ہونے لگے یعنی ان کے کشف و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ ان کا چہرہ محتشم اور نورانی کلام دلکش اور شیریں بیان پُرجوش اور دلچسپ اور موثر ہونے لگا۔ جو کچھ ظاہر کرتے تھے۔ لوگ اُسے عقیدت سے تسلیم کرتے اور ان کے کلام سے لوگوں کے دلوں میں ایک امنگ اور ولولہ پیدا ہوتا۔ اور انکی بزرگی لوگ خواب میں دیکھنے لگے۔ اور ایک پُرزور قوت جاذبہ ان کے اندر اسطرح کی پیدا ہوئی کہ اسکی وجہ سے بہت لوگ انکی طرف مائل ہو گئے۔ اور لوگوں کی ارواح پر انکی حکومت اور اختیار اور قبضہ ہو گیا پھر بھی بیشمار لوگ ان کے کلام اور دعویٰ کو دروغ اور انکو غیر معتبر سمجھتے اور زبان و قلم سے ان کی تردید اور ابطال کرتے تھے۔ جس قدر قوت موثرہ ترقی کرتی گئی اسکی علامات و آثار بھی بڑھتے گئے۔ اور قادیانی مذہب کے لوگ بھی کثیر التعداد ہوتے گئے۔ یہانتک کہ جب انکی ولادت معنوی درجہ کمال پر پہنچ گئی۔ لوگ انہیں عیسےٰ مسیح تصدیق کرنے لگے۔ اور لوگوں میں حضرت عیسےٰ کے انتقال کا اعتقاد ہو گیا۔ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) اپنے کو عیسیٰ مسیح سے بدرجہا افضل سمجھتے۔ اور نخوت کے باعث حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو حقارت اور نفرت سے یاد کرتے تھے۔

مرزا صاحب کے انتقال کے بعد قادیانی مذہب نے ترقی کی تھی ۱۳۲۵ھ کے اوّل چند مہینوں کے بعد سے ترقی ختم ہو کر تنزل شروع ہو گیا۔ اب حق سبحانہ کو معلوم ہے کہ یہ تنزل کہانتک پہنچیگا۔

متذکرہ بالا عیسیٰ نامی موکلی فقیر یعنی عامل ہندوستان کی مروجہ زبانوں کو جاننے والا تھا۔ غالباً وہ ہندوستان کی مغربی سرحد افغانستان کے قریب کا رہنے والا تھا۔ خاصکر وہ کس ضلع کا آدمی تھا۔ یہ معلوم نہیں ہے۔

اس کے غیر مشہور ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نے اس کو نہ پہچانا۔ اور حضرت عیسےٰ ابن مریم پر مشہور ہونیکی وجہ سے ان کا خیال دوڑ گیا۔"

معزز ناظرین کرام میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بمشکل آپ اپنی ہنسی ضبط کر سکے ہونگے۔ دیکھا آپنے اس ظلمت آباد ہند میں کیسے کیسے بزرگ رہتے ہیں۔ اب اگر ایک

شخص جس کے دل میں اسلام کے لئے درد اور ایمان کے واسطے سوز ہے۔ جو عرب میں مبعوث ہونے والے نبی اکرم پر فدا ہے۔ عمر بھر دین کی حالت زار پر ماتم کرے تو کچھ بجا نہیں جب بڑے بڑے مدعیان تصوف کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ابتک اسلام ہی کو نہیں سمجھ سکے۔ اور طریقت کو شریعت سے ایسا جدا سمجھتے ہیں۔ کہ انکی باتیں ہی آپس میں نہیں ملتیں۔ تو پھر عوام کالانعام کا کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

یہ مضحکہ خیز خیال کہ حضرت مرزا صاحب کسی موکلی فقیر عیسیٰ نام (جو مغربی سرحد افغانستان کے قریب سرکار رہنے والا تھا۔ اور بدقسمتی سے جسکا ضلع شاہ صاحب پر منکشف نہیں ہو سکا) کے شاگرد تھے۔ حضرت مرزا صاحب اور ان کے مشن کو تو کیا نقصان پہنچائیگا۔ البتہ جس دماغ کے یہ تخیلات ہیں۔ اسکی نسبت اصحاب فطنت کے قلوب میں نفرت انگیز جذبات پیدا ہو جائینگے۔ اگر سخن بلا دلیل کوئی بزرگانہ نشان نہیں تو مجھے یہ کہنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ایک بہت بڑا دعوےٰ ہے۔ پس ہر شخص جو اپنی نجات کا خواہاں ہے اسپر فرض ہے کہ وہ اس بارے میں کامل تحقیقات کرے۔ لیکن یہ حضرت ہیں کہ خود اقرار فرماتے ہیں کہ نہ سوانح ملاحظہ سے گذرے نہ کسی مرید سے ملاقات ہوئی۔ نہ ان کی کتابیں پڑھیں۔ بایں ہمہ آپ پر حقیقت منکشف ہوگئی۔ جس کا انکشاف بہتر تھا۔ جو ابھی چند سال اور پردۂ خفا میں رہتا۔ کیونکہ بلا کسی تکلیف اٹھانے کے اہل نظر کو معلوم ہو گیا۔ کہ شاہ صاحب کے تعلقات خدا سے کیا ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ایسی غلط باتیں اپنے صالح بندوں سے نہیں کہا کرتا۔ جو نہ از روئے عقل ٹھیک ہوں نہ باعتبار نقل۔ زخرف القول غرورا تو کسی اور ہی ہستی کا کام ہے شاہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنی عاقبت کی بھلائی کے لئے حضرت مرزا صاحب کے سوانح سنیں ان کے دعوے کے دلائل پڑھیں تا ان پر یہ حقیقت منکشف ہو کہ آپ ہرگز موکلی فقیروں کے معتقد نہ تھے۔ وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اس سرحدی فقیر سے منکر ہو گئے ہوں۔ مگر یہ تو نہیں کہ اصولاً

آپ اس سلسلہ ہی کے معتقد نہ رہے ہوں۔ جو شاہ صاحب کے خیال میں اصحاب باطن کے لئے ضروری ہے۔ اور یوں صرف کہنے کی ہی بات ہو تو پھر تمام نبیوں کو کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کسی موکل نقیر سے فیض یافتہ تھے۔ اور چونکہ موکلوں کو انہوں نے اپنی ریاضت سے حاصل نہ کیا تھا۔ اسلئے ان کو پہچان نہ سکے۔ اور انکی آوازوں کو وحی اور الہام سمجھے۔ اگر کچھ مابہ الامتیاز ہے۔ تو پھر وہ بتانا چاہیئے کہ تا میں وہی امتیاز حضرت مسیح موعود میں دکھا دوں۔ یہ کہنا کہ انبیاء سے وحی والہام کے معنے سمجھنے میں کبھی خطا واقع نہیں ہوتی بالکل غلط ہے۔ اور کتاب و سنت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رؤیا نہیں دیکھا کہ میں ایک کھجوروں والے مقام کیطرف ہجرت کرنیوالا ہوں۔ اور کیا آپ اس کے یہ معنی نہیں سمجھے کہ وہ یمامہ ہے اور کیا پھر آخر کار وہ مقام مدینہ منورہ نہیں نکلا۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔ رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامہ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب

پھر کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ رسول اکرم صلعم نے رؤیا دیکھا کہ لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین (سورہ فتح رکوع ۴) (کہ تم امن سے مسجد حرام (مکہ) میں داخل ہو گے) اور پھر کیا اس رؤیا کی بناء پر آپنے کئی سو صحابہ کے ساتھ سفر نہیں فرمایا۔ اگر اس وحی کے سمجھنے میں کوئی خطا نہیں ہوئی تھی۔ تو اتنے دور دراز کا سفر کیوں اختیار کیا گیا جبکہ اس سال دخول مسجد حرام مقدر نہ تھا۔ اور کفار نے روک دینا تھا جس سے بعض صحابہ کو ابتلاء پیش آیا حتےٰ کہ بعض نے کہا کہ ہمیں اس سے پہلے کبھی نبوت میں شک نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ اب ہوا۔ باقی رہا یہ کہ یہ تو رؤیا ہے۔ سو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔ رؤیا الانبیاء وحیٌ (رواہ ابن ابی حاتم والبخاری من قول عبید بن عمر) اور یہی جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے۔ کہ انبیاء کی رؤیا بھی وحی ہے۔ پھر آپ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کا واقعہ پڑھیئے۔ پارہ ۱۲ سورہ ہود۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن (ہر قسم کے جوڑے سے دو دو کشتی میں لادلو۔ اور اپنے اہل کو بھی سوائے ان کے جن پر

نوح ہو چکا اور جو ایمان لائے) اس صریح وحی کے سمجھنے میں حضرت نوح سے خطا ہوئی۔ تو انہوں نے عرض کی) رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔ دیکھئے حضرت نوحؑ وحی الٰہی کا جو مطلب سمجھے ہیں۔ اس پر آپ کو یہاں تک جزم ہے کہ آپ دربار الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔ ان ابنی من اھلی یقیناً میرا بیٹا میرا اہل ہے اور پھر ان وعدک الحق کہہ کر اور بھی تائید کرتے ہیں۔ لیکن جواب کیا ملتا ہے۔ یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجٰھلین یعنی اے نوح یہ تیرا اہل نہیں وہ بدکار ہے۔ پس جس کا تجھے علم نہیں وہ درخواست نہ کر۔ اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تو جاہلوں سے نہ ہو۔ دیکھا آپ نے حضرت نوحؑ سے اہملِ اھلک کی وحی سمجھنے میں خطا ہوئی جس پر اس قدر تنبیہ ہوا۔ کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ انبیاء سے وحی الٰہی کے سمجھنے میں خطا نہیں ہوتی۔

پھر شاہ صاحب نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب موکلوں کی آوازیں سنتے اور اور اسے وحی سمجھ بیٹھے اور وہ موکل آپ کو بعض غیب کی خبریں بھی دیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ غیر معروف موکلوں کی آواز اور خدا کی سچی وحی کی آواز میں کچھ فرق و امتیاز بھی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا پختہ غیب موکلوں کے ذریعے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ تو پھر حق و باطل میں امتیاز کی کوئی صورت نہیں۔ شاہ صاحب جس طرح حضرت مرزا صاحب نے موجودہ جنگ اور زار کے بحالت زار ہونے اور بنگال کی دلجوئی اور طاعون کی پیشگوئی کی ذرا آپ مہربانی فرما کر اس قسم کی نظیر کسی موکلی فقیر یا اس کے فیض یافتہ کی پیشگوئیوں سے دکھائیے۔ بشرطیکہ اس نے اسی تحدی سے شائع کی ہو۔ کہ جس زور و شور کیساتھ باوجود مخالفت کے حضرت مسیح موعود نے اعلان کیا۔

افسوس کہ شاہ صاحب کے فیصلہ کا دار و مدار محض سنی سنائی باتوں پر ہے۔ ورنہ وہ ہرگز نہ فرماتے کہ مرزا صاحب اپنی وحی کے خلاف اگر آسمانی کتب میں کچھ پاتے تو آسمانی کتب کی بات کو منسوخ سمجھتے۔ آسمانی کتب سے مراد قرآن شریف ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اور کتابیں تو محفوظ نہیں محرف و مبدل ہیں۔ پس شاہ صاحب اگر اپنے قول میں سچے ہیں۔ تو کم از کم ایک مثال

ہی ایسی پیش کریں جس سے ظاہر ہو کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی قرآن کی کسی آیت کو اپنے الہامات کے مقابل میں منسوخ کیا۔ یا اپنی وحی کو مقدم کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تاویل ہی کی ہو۔ شاہ صاحب نے یہ بھی افتراء محض کیا ہے۔ کہ آپ (حضرت مسیح موعود) نخوت کے باعث حضرت عیسیٰ کو حقارت اور نفرت سے یاد کرتے۔ آپ کو جب عیسیٰ بن مریم کے مثیل ہونیکا دعویٰ تھا۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اسکی توہین کریں۔ آپ نے حقیقت الوحی میں بہت وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ مجھے تو خلوت سے نکلنا بھی دوبھر تھا۔ چہ جائیکہ میں اپنی شہرت اور بڑائی کو چاہوں مگر میرے مولیٰ نے مجھے باہر نکالا۔ اور جب جاہ و جلال کے نبی محمد رسول اللہ کی بعض پادریوں نے ہتک کی تو خدا کی غیرت نے چاہا کہ اس کے ایک ادنےٰ غلام کو مسیح ناصری سے افضل بناؤں۔ تا لوگ سمجھیں کہ ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اب میں اس مضمون کو ان سرسری ریمارکس پر ختم کرتا ہوں۔ اگر ضرورت ہوئی۔ تو پھر مفصل لکھا جائیگا۔ ہاں ایک بات اور بھی شاہ صاحب نے خلاف واقعہ کہی کہ ۱۳۲۵ھ سے قادیانی مذہب کا تنزل شروع ہے۔ تنزل سے کیا مراد ہے۔ کیا وابستگان دامن کی عقیدت کم ہو گئی ہے؟ تو یہ باطل ہے۔ سلسلہ کے مرکز میں آکر یا اپنا کوئی معتمد بھیجکر دیکھ لو۔ یا کیا اب سلسلہ احمدیہ کی ترقی رک گئی ہے۔ میں بڑے زور کیساتھ اسکی تردید کرتا ہوں۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ صرف گذشتہ دو سال میں چار ہزار کے قریب انسان اس سلسلہ میں داخل ہوا ہے۔ اور جو جو کام حضرت مسیح موعود نے شروع کئے تھے وہ سب صرف بدستور جاری ہیں بلکہ انہیں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ ماریشس نائجیریا اور پھر انگلستان میں بھی حسب پیشگوئی مسیح موعود جا پہنچا ہے اور وہاں آپکے متبعین کا مشن قائم ہے۔ پس یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ترقی ختم ہو کر تنزل آگیا ہے۔ اگر آپ نے کسی اندرونی اختلاف کی خبر سن لی ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ اختلاف اتنا بھی نہیں جتنا نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ کی وفات کے بعد معاً نمودار ہوا۔ کہ ارتد العرب بعد وفات رسول اللہ اور پھر جنگ صفین اور جنگ جمل جسکی یادگار ہیں۔ اور معرکہ کربلا کی یاد تو ہر محرم میں تازہ ہوتی ہے۔ کیا اسوقت خدانخواستہ اسلام کو تنزل آگیا تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب *

چند مطالبات غیر مبائعین سے

(۱)

النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے۔

"غرض حدیث نے بتا دیا۔ کہ وہی مرتبہ کمال جس کو قرآن کریم نے صدیق اور شہید کے نام سے موسوم کیا ہے۔ وہی محدث کا مرتبہ ہے۔"

پھر صفحہ ۱۸۹ پر لکھا ہے۔

"قرآن کریم اس امت کے کامل مومنوں کو صدیق اور شہید کا مرتبہ عطا فرماتا ہے اور حدیث انہی لوگوں کو محدث کے نام سے یاد کرتی ہے۔"

ان دو حوالوں سے صریحاً ظاہر ہے کہ مولف کتاب کے نزدیک قرآن مجید نے جن لوگوں کو صدیق اور شہید فرمایا ہے۔ انہی کو حدیث شریف کی اصطلاح میں محدث کہا گیا ہے۔

ان دو حوالوں کے بعد دو اور حوالے ملاحظہ ہوں صہ ۱۵۱ پر لکھا ہے۔

"سورۂ نساء کی آیت میں انعام کا لفظ رکھا اور یہاں سورۂ حدید کی آیت میں اجر کا لفظ رکھا۔ کیونکہ نبوت موہبت ہے۔ اس لئے انعام کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ صدیقیت اکتساب ہے۔ اس کے لئے اجر کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔"

اسی طرح صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے۔

"لیکن صدیقیت سے آگے کوئی مرتبہ اکتسابی نہیں۔"

ان دو حوالوں کا مطلب صاف ہے۔ کہ صدیقیت موہبت نہیں بلکہ اکتسابی ہے۔ اور چونکہ پہلے دو حوالوں سے ثابت ہے کہ صدیق اور محدث مترادف الفاظ ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ النبوۃ فی الاسلام کے مولف کے نزدیک محدث بننا اکتسابی امر ہے۔ اور یہ کہ تحدیث موہبت نہیں بلکہ اکتساب سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حمامۃ البشریٰ میں صہ ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ جسکا وہی ترجمہ کرتا ہوں جو صاحب النبوۃ فی الاسلام نے اسی کتاب کے ضمیمہ صہ ۶۳ پر کیا ہے۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہے جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسا کہ شان نبوت ہے"۔

(۲)

مولوی محمد علی صاحب ۔ ہماری نسبت یہ غلط فہمی بڑی شد و مد سے پھیلا رہے ہیں ۔ کہ نعوذ باللہ ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے کافی نہیں سمجھتے ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے ۔ کہ ہم حضرت نبی کریم کے علاوہ مسیح موعود پر ایمان لانا بھی جزو اسلام سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ اس سے مذکورہ بالا نتیجہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتا ۔ کیونکہ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ کوئی شخص مسلم کہلانے کا مستحق نہیں جب تک وہ خدا کے تمام انبیاء پر ایمان نہ لائے ۔ پس جیسا کہ مثلاً یونس نبی کی نبوت کا منکر ہوتے ہوئے کوئی شخص باوجود کلمہ طیبہ پڑھنے کے مسلمان نہیں کہلا سکتا اسی طرح مسیح موعود کا انکار کرتے ہوئے باوجود کلمہ طیبہ زبان سے کہنے کے مومن نہیں بن سکتا ۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ۔ اسلئے آپ کے نام میں تمام انبیاء ماسبق و مابعد (اگر اس زمانہ میں کوئی ہو) پر ایمان شامل ہے ۔ غیر مبائعین کے امیر قوم بتلائیں کہ ایک شخص غیر مسلم ان کے پاس اسلام لانے کیلئے حاضر ہوتا ہے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام برحق ہے ۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی مفتری اور کافر ہے ۔ آپ مجھے مسلمان کیجئے ۔ تو فرمائیے آپ اسے کیونکر مسلمان بنائینگے ۔ اور کیا وہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے مذکورہ بالا اعتقاد رکھتے ہوئے آپ کے مسلمات کے مطابق مسلمان ہو جائیگا ۔ اگر نہیں تو کیا اسصورت میں آپ کے نزدیک کلمہ طیبہ ناکافی ہوا یا نہیں اگر کہو کہ مسلمان تو ہو جاتا ہے ۔ مگر ایک وجہ کفر اختیار کرنے سے وہ کافر خارج از دائرہ اسلام ہے ۔ تو یہی ہمارا مذہب ہے ۔ کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان تو ہو جاتا ۔ مگر مسیح موعود کا انکار کیا ۔ ایک وجہ کفر اپنے اندر پیدا کی کافر ہو گیا ۔ اصولاً جو سوال آپ ہم پر کرتے ہیں ۔ وہی آپ پر ہوتا ہے ۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا ✦

(۱۴)

خواجہ کمال الدین صاحب نے مسیح موعودؑ کے علم کلام سے کام لیکر بعض اہالیان یورپ کو اسلام کیطرف رہنمائی کرنے میں بزمانہ حضرت خلیفہ اوّل مولانا نورالدین کامیاب ہوئے جس پر ہم بھی ان کے معاون تھے۔ لیکن اس کے بعد بعض ذاتی مصلحتوں اور خود غرضیوں کی بناء پر انہوں نے سلسلہ احمدیہ کا ذکر چھوڑ دیا۔ ہم نے اعتراض کیا جس پر وہ ہم سے ناراض ہوئے۔ اور ہمیں اپنا مخالف سمجھنے لگے۔ حالانکہ ہم نے صرف یہ کہا کہ جس دوائی کو آپ روحانی مریضان اروپا میں تقسیم کر رہے ہیں۔ جب وہ مسیح موعودؑ پیٹنٹ ہے۔ تو اس کا لیبل کیوں بگاڑتے ہیں۔ جواب ملا کہ مصلحت وقت آہستہ آہستہ سب احمدی ہو جائینگے لیکن اس کے بعد سنہری روپہلی اغراض آڑے آئیں اور آپ کھلے کھلے لفظوں میں سلسلہ احمدیہ (کہ حقیقی اسلام یہی ہے) کے ذکر کو فرقہ بندی اور سم قاتل قرار دینے لگے۔ اور ادھر پیغام بلڈنگس سے یہ صدائے بے ہنگام بلند ہوئی کہ مسیح موعودؑ کا ماننا جزو اسلام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کو ماننے والے کامل مسلمان ہیں۔ اور نہ ماننے والے ان سے کم۔ یعنی ناقص۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں خواہ مخواہ کامل مسلمانوں کی بجائے ناقص مسلمان بناتے ہیں۔ تو کچھ جواب نہ بن آیا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمدؐ علی صاحب کا فتویٰ پیش کر کے سوال کیا گیا۔ کہ مسیح موعود کے منکروں کو آپ فاسق کہتے ہیں پس یہ آپ کا مشن کیسا ہی کہ جو حسب مسلمات اپنے "فاسقوں" کی جماعت بنا رہا ہے۔ اس پر مبہوت رہ گئے۔ بعض بزرگوں نے پھر بھی حسن ظن سے کام لیا۔ لیکن اب اشاعت اسلام اردو ترجمہ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن بابت ماہ جون ۱۹۱۶ء کا صفحہ ۲۶۳ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے بنیادی اصولوں کا بھی اب کچھ پاس نہیں رہا۔

"اسلام نے ہر ایک مسلم پر فرض کر دیا۔ کہ وہ جناب مسیحؑ کو خدا کا نبی مانے ان کی کتاب کو الہامی جانے اور اگر وہ اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوں تو ان پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھائے۔ اور انکو اپنا سمجھے خواہ وہ زندہ آسمان پر رہیں یا زیر زمین دفن ہوں۔ اس سے کسی مسلم کے عقائد یا ایمان

میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (اوپر لکھا ہے) اس سے کسی مسلم کے عقائد پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ان دو مختلف راؤں کے رکھنے والے ہر دو پکے اور کامل مسلم ہیں"

میں پوچھتا ہوں کہ قائلین حیات مسیح و وفات مسیح اگر ہر دو کامل اور پکے مسلم ہیں تو پھر مسیح موعودؑ نے کیوں اسے اپنے فرض منصبی (کسر صلیب) کا اصل الاصول قرار دیا۔ اور کیوں آپ صبح و شام وفات مسیح ہی کا ذکر فرماتے رہتے۔ کیا نعوذ باللہ یہ ایک لغو کام تھا جس کے کرنے کیلئے خدا نے آپ کو مامور کیا۔ ہمارے لٹریچر کا نصف سے زیادہ حصہ وفات مسیح کے دلائل سے پُر ہے۔ لیکن اب خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کے ذریعہ یہ حقیقت کھلی کہ وفات مسیح کا مسئلہ ایسا فضول ہے۔ کہ اس کے ماننے نہ ماننے کا مسلم کے عقائد پر کچھ اثر ہی نہیں پڑتا۔ اور مسیح کو خواہ کوئی آسمان پر زندہ سمجھے یا زیر زمین مدفون ایک ہی بات ہے۔ حالانکہ ابھی تک وہ لوگ بقید حیات موجود ہیں جن کے کانوں میں خواجہ صاحب اور ہمارے مرشد و ہادی و مطاع مامور من اللہ کی یہ آواز گونج رہی ہے۔ کہ مسیح کی موت میں اسلام کی حیات ہے۔ یہ کیسا ظلم ہے کہ ابھی آپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا۔ اور بعض آپ سے عقیدت کا دعوےٰ کرنیوالے کہتے ہیں کہ مسیح کی موت یا حیات برابر ہے۔ اور اسلام پر اس مسئلہ کا کچھ اثر ہی نہیں پڑتا۔ حالانکہ نجات توحید میں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ مسیح کو زندہ آسمان پر ماننا شرک ہے۔ اور جب تک میں نہ آیا تھا۔ لوگوں کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ مگر اب تو سب پر حجت قائم ہو گئی۔ اب وہ خدا کے حضور میں جوابدہ ہیں۔ ادہر خواجہ صاحب ہیں کہ نہ صرف خود ایڑیوں کے بل پھرتے ہیں۔ اور پھر اسی گڑھے میں گرتے ہیں۔ جہاں سے نکالے گئے۔ بلکہ باقی دنیا کو بھی اسی جرم کا مرتکب بنانا چاہتے ہیں۔ جسکی نسبت لایغفر کا توبیخی فرمان موجود ہے۔

(۴)

سید محمد احسن صاحب امروہی اپنے کئی مضمونوں میں لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ کہنا حرام ہے۔ آپ اللہ کے نبی اس تشریح کے لحاظ سے بھی نہیں تھے

جو ہم مبائعین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں ابتدائے سے اسی عقیدہ پر قائم ہوں۔ میں ان کے رسالہ التبیان فی اضلال الصبیان کی مفصلہ ذیل عبارت پیش کرتا ہوں جس کی تاریخ اشاعت ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء یعنی حضرت مسیح موعود کی وفات کے معاً بعد ہے

"یہ جواب بموجب مسلک مخالفین کے ہے۔ ورنہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو وہ نبوت طفیلی حاصل ہے جسکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسول کے مطیعوں کے لئے فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ہو سکتے ہیں۔ تو وہ نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مسیح موعودؑ کے لئے احادیث صحیحہ میں لفظ نبی اللہ کا متعدد جگہ پر آیا ہے۔ ۱۲ منہ۔"

التبیان فی اضلال الصبیان تاریخ اشاعت ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء

اب مولوی صاحب بتلائیں کہ اگر حضرت اقدس کی عبارات میں نبی سے مراد صدیق ہی تھی تو پھر آیۃ من یطع اللہ والرسول الخ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کیوں فرمایا جیسا کہ صدیق ہو سکتے ہیں۔ نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز جب کسی صحیح حدیث میں آنیوالے مسیح کے لئے نبی اللہ نہیں۔ بلکہ صحیح مسلم میں بھی نواس بن سمعان کی روایت میں نبی اللہ وضعی طور پر ہے۔ تو آپ کے مندرجہ بالا فقرے کا کیا مطلب ہے۔ کہ مسیح موعود کے لئے احادیث صحیحہ میں لفظ نبی اللہ کا متعدد جگہ پر آیا ہے۔ صاف کہدو کہ انقلبت علی اعقابی بعد وفات المسیح۔

(۵)

اسی طرح یہ حضرت امروہی جب ہمارے سوالات کا جواب نہیں دے سکتے اور ہمارے مطالبات سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ تو فرضی سوال قائم کرکے ایک جواب دیتے ہیں۔ اور یوں اپنے جی کو خوش کر لیتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ حضرت عمرؓ کا مجسمہ بنا کر اسمیں گھی اور شہد بھر دیتے ہیں۔ اور پھر اسے بازاروں میں پھراتے ہوئے۔ چھریوں سے کچوکے دیتے ہیں۔ اور اپنی شجاعت اور تہمتنی کی ڈینگیں مارتے

ہیں۔ چنانچہ ۱۶۔ جون کے پیغام میں "یابنی آدم اِمّا یاتینکم رسل منکم کا ترجمہ ایک مبالغ کیطرف سے پیش کرتے ہیں "اے اولاد آدم ضرور بالضرور تمہارے پاس تمہیں سے میرے رسول آتے رہینگے" پھر اس پر معترض ہوتے ہیں۔ کہ "یہ ضرور بالضرور کس کا ترجمہ ہے۔ مبالغیں غالی ہیں، جاہل ہیں۔ اجہل ہیں سفیہ ہیں اور کیا کچھ ہیں۔ اِمّا در اصل اِنْ ما ہے اور اما یاتینکم جملہ شرطیہ ہے۔ اور فمن اتقی واصلح شرط اول کی جزا ہے" اور یہ قضیہ تو مسلمہ ہی ہے۔ کہ فاذا فات الشرط فات المشروط"۔ واہ مولانا یہ آخری فقرہ تو خوب فرمایا۔ کہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ شرط کیا ہے۔ رسولوں کا آنا۔ اور جزاء کیا ہے۔ تقوی و صلاح تو آپ کے نزدیک چونکہ شرط (رسولوں کی آمد) پوری نہیں ہوئی اس لئے اب تقوی و اصلاح کا حکم بھی موقوف۔ یہ مذہب خوب نکالا ہو اولئک ھم الفاسقون کے مشرب کے عین مطابق ہے۔ خدا آپ کے رفقاء اور اولاد کے نصیب کرے۔ اور وہ کبھی اس شرط کے تحقق کے قائل ہو کر غالی اور جاہل و اجہل و سفہاء نہ بنیں لیکن اِمّا کے معنے "ضرور بالضرور" ہمارے ذمے نہ لگائیے۔ یہ آپ کے امیر قوم ہی کا حصہ ہے۔ ملاحظہ ہو النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۳

"فاِمّا یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

سو ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئیگی۔ سو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا۔ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ نہ وہ غمگین ہونگے"

دیکھا مولانا۔ اِمّا کے معنے سو ضرور کس نے کئے۔ اب آپ دل کھولکر ایسا ترجمہ کرنے والے کو جاہل اجہل غالی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر احمق۔ کندہ ناتراش کہہ لیجئے اور اور صرف ایک لفظ اور ایک حرف سے تمام شبہات اور وساوس دور کر دیجئے۔ بلکہ مرنے سے پہلے یہ اعلان بھی کہ اِمّا حرف شرط ہی یہ جملہ شرطیہ ہی۔ اور یہ قضیہ تو مسلمہ ہی ہے۔ کہ اذا فات الشرط فات المشروط پس نہ کوئی ہدایت آئی۔ نہ اس کا اتباع فرض ہے۔ اور نہ کچھ خوف و حزن کی ضرورت۔ عیش کرو۔ اور خواجہ صاحب کے حق میں دعا کہ ایک گراں قدر رقم

بقدر دس لاکھ روپیہ دیکر دین کی تحریکات سے آزاد کر دیں۔ *

پچاس 50 روپیہ انعام

اور

ایڈیٹر درشنانند

رسالہ تشحیذ الاذہان مجریہ ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں ہم نے پانچ سوال بغرض جواب شائع کرائے تھے۔ اور ساتھ ہی لکھدیا تھا۔ کہ آریہ صاحبان میں سے جو ان سوالات کا مدلل جواب دیگا اس مرد میدان کی خدمت میں مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام ہم پیش کرینگے۔ یہ اعلان پڑھکر کئی ایک آریہ مہاشوں نے جواب دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ کیونکہ جواب اس قسم کے ہیں۔ جن کی رو سے ویدوں کی ازلیت پر پانی پھر جاتا ہے۔ جب ان کے جوابات کی حقیقت ان سے بیان کیگئی تو کھسیانے ہوکر رہ گئے۔ اب چار ماہ کے بعد ایڈیٹر صاحب اخبار "درشنانند" نے ہمارے سوالات کے جواب کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس ناکامی کا تکرار ہوئے ہیں۔ در اصل یہ سوال ہیں ہی اس قسم کے کہ انکا جو جواب بھی ہوگا۔ وہ "قدامت وید" کو باطل کریگا۔ چنانچہ یہی حشر ایڈیٹر صاحب درشنانند کے جوابات کا ہوا۔ جیسا کہ ذیل میں ہم دکھلائینگے۔

ہم نے پہلا سوال یہ پیش کیا تھا۔ کہ دنیا کی ابتدا میں ایک انسان پیدا ہوا یا کئی۔ اگر کہو کہ کئی تو اس کے ثبوت میں وید منتر پیش کریں۔

جواباً ایڈیٹر صاحب نے یجر وید ادھیائے ۳۱ کا نواں ۹ منتر اور وہ بھی (نصف) پیش کیا ہے۔ اور خود ہی ایڈیٹر صاحب نے ایسا ترجمہ کیا ہے۔ کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی تھوڑی سی عقل رکھنے والا انسان بھی ویدوں کو ازلی نہیں کہہ سکتا۔ وہ ادھورا منتر مع ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

तेनदेवा अयजन्त साध्या
ऋषयश्चये ॥

ترجمہ:- اس سے دیو- سادھیہ اور رشی پیدا ہوئے۔

معزز ناظرین آپ خود ہی اس جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ کیا اس کی رو سے "قدامت وید" برقرار رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کسی کتاب میں لکھا ہو کہ زید وغیرہ شروع دنیا میں پیدا ہوئے۔ تو کیا کوئی عقلمند ایسی کتاب کو جسمیں انسانوں کی پیدائش کا تذکرہ موجود ہو ازلی کہہ سکتا ہے۔ جواب نفی میں ہی ملیگا۔ اسی طرح جب ویدوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ شروع دنیا میں "اس سے دیو۔ سادھیہ اور رشی پیدا ہوئے" تو جب رشیوں وغیرہ کی پیدائش ہو گئی ہوگی تب ہی وید تصنیف ہوئے ہونگے۔ نہ کہ ان کی پیدائش سے ہی پہلے۔ لفظ "ہوئے" کے آگے "قدامت وید" کا دعوے ایک سکنڈ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ آئے دن سماجی ہمارے مُنہ آ آکر دعوے کیا کرتے تھے۔ کہ وید قدیم ہیں۔ آج خود ہی ہماری طرف سے ایڈیٹر صاحب درشنانند نے اُنکو جواب دیدیا۔ امید ہے کہ سماجی مہاشے اب ہمارا مغز نہ چاٹینگے۔ ایڈیٹر صاحب ہوش کی دوا کیجئے۔ دیکھئے جواب دیتے دیتے آریہ سماج کے مایہ ناز سدھانت قدامت وید کو ہی باطل قرار دیدیا۔

دوسرا سوال ہمارا ستیارتھ پرکاش کی مندرجہ ذیل عبارت کے متعلق تھا۔

"سوال- آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا

جواب- کئی .... یہ یجُروید میں لکھا ہے۔

मनुष्या ऋषयश्च तत ।

मनुष्या अजायन्त

اس شہادت سے یہی یقین ہوتا ہے کہ ابتدا میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے" ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۷۔

اس پر ہمارا یہ اعتراض تھا کہ یہ سنسکرت عبارت یجُروید سے دکھلائی جاوے۔ کیونکہ یہ اس میں ہرگز ہرگز نہیں۔ پنڈت دیانندجی نے محض دفع الوقتی کیلئے خواہ مخواہ یجُروید کا نام لکھدیا۔

اس کے جواب میں ہمارے نادیدہ دوست ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عبارت یجروید میں نہیں - خوب گورو کی پول چیلے نے ہی کھولدی - آگے فرماتے ہیں - کہ یہ عبارت شتپتھ برہمنی میں موجود ہے - اور ساتھ ہی اس کے فرماتے ہیں کہ یہ جواب سناتنیوں کو دیا گیا ہے - اور سناتنی شتپتھ کو یجروید ہی سمجھتے ہیں - اس لئے وہاں لکھدیا کہ یہ قول یجروید کا ہے " ایڈیٹر صاحب ایک شخص گیتا کو وید تسلیم کرتا ہے - آپ اپنے کسی ادعویٰ کی تائید میں اسکو گیتا کا کوئی پرمان سنائیں اور ساتھ ہی یہ کہیں کہ یہ وید کا قول ہے - یہ بات کہانتک صحیح ہو سکتی ہے - ہاں اگر وہاں ایسا لکھا ہوتا - کہ اے سناتنیو تمہارے یجروید میں لکھا ہے - تو تب بھی آپ کی بات بنجاتی مگر یہاں تو صرف یہ الفاظ ہے - "یہ یجروید میں لکھا ہے" دیکھئے اگر یہ وید منتر فی الحقیقت وید کا ہوتا تو اس سے بھی "قدامت وید" کی ہی تردید ہوتی تھی

ناظرین کو اس بات کا بھی پتہ لگ گیا ہوگا - کہ پنڈت دیانند صاحب اپنے مطلب کو ثابت کرنے کیلئے کہانتک امر واقع کے خلاف کر لیا کرتے تھے حالانکہ ایسا فعل ایک قوم کے رشی کی ذات سے بہت بعید ہے -

تیسرا سوال یہ تھا کہ "تناسخ کا دعوے اور دلیل ہر دو ویدوں سے ہی کھلائیے" - الخ اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب یجروید ادھیائے ۴۰ کا تیسرا منتر پیش کرتے ہیں - جس سے نہ تناسخ کا دعویٰ ہی ثابت ہوتا ہے نہ دلیل ہی - وہ منتر نقل کئے دیتے ہیں

असुर्या. नामते लोका.
अन्धेन. तमसावृता तास्ते
प्रेत्याभिगच्छन्ति
ये के. चात्महना. जना.

ترجمہ ایڈیٹر صاحب :- "دیکھئے اس وید منتر میں صاف بتلایا ہے - کہ وہ انسان جو ضمیر کا خون کرتے ہیں - وہ مرکر ان اجسام کو یا لوگوں میں جاتے ہیں - جہاں اندھکار ہی اندھکار یعنی گیان کی طاقت جہاں کم ہے " ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں :-

اُس (منتر) میں دعویٰ اور دلیل دونوں موجود ہیں - دوسرے جنم کو حاصل کرتے ہیں - یہ دعویٰ ہے - کیوں داخل ہوتے ہیں - اور کہاں داخل ہوتے ہیں؟ اس کے جواب میں دلیل دی گئی ہے - کہ چونکہ اپنے ضمیر کا خون کرتے ہیں - اس لئے ایسے اجسام میں مر کر جاتے ہیں - جہاں علم کا نام و نشان نہیں -

"اور زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو اس ادہیائے کا ۷ و ۹ منتر دیکھئے"

واہ مہاشہ صاحب یہ آپ کا ہی کام تھا - ویدوں سے تناسخ کا دعویٰ اور طرّہ یہ کہ دلیل بھی دکھلاتے - آجتک تو کوئی سماجی اس زبردست مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا تو جناب آپ کی کیا مجال ہے - کیا دہوکہ دینے سے بھی کبھی کام چلے ہیں - افسوس کہ اخبار کا ایڈیٹر اور اسکی واقفیت اور علمیت کا یہ حشر - کہ اپنے قول کو سدھ کر کے دکھلانے کے لئے خواہ مخواہ بیجا کھینچا تانی

اِس وید منتر میں لفظ "लोका" آیا ہے - جس کے معنی ایڈیٹر صاحب اجسام کرتے ہیں - جو بالکل غلط ہیں - سوامی دیانند اس منتر کے اس لفظ "لوکا" کا ترجمہ "دیکھنے والے لوگ" کرتے ہیں دیکھئے تفسیر یجروید صـ۱۲۰۴ زیر تحت ۳/۴۰ اصل معنی اس لفظ یعنی لوک کے کُرّہ ہیں - اجسام وغیرہ نہیں - اب ہم ایڈیٹر صاحب کے ترجمہ کو ہی صرف اس تھوڑی سی ترمیم کے بعد مان لیتے ہیں -

کہ جو انسان اپنی ضمیر کا خون کرتے ہیں وہ مر کر ایسے کرّوں میں جاتے ہیں جہاں اندہیرا ہی اندہیرا ہو - (سوامی جی نے تفسیر میں اس منتر کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ جیتے جی بھی جاتے ہیں -)

بس اس منتر میں کسی طرح بھی تناسخ ثابت نہ ہوا - اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے کہ ایسے مجرم ایسے ہی اندہیرے مقاموں میں ڈالے جاینگے - یہ منتر تو اسلامی اصول کے مطابق ہے نہ کہ تناسخ کی تائید میں -

چوتھا سوال - "سوامی دیانندجی ستیارتھ صـ۲۵۸ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: (انسانوں کی پیدائش) تری وشٹپ میں ہوئی جسکو تبت کہتے ہیں"

اسپر ہمارا یہ سوال تھا۔ کہ کوئی وید منتر پیش کیا جائے جس سے اس بیان کی تصدیق ہو سکے کہ واقعی شروع دنیا میں حضرت انسان کی پیدائش گاہ "تبت" ہے۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امر ویدوں میں نہیں ہے اور "اگر وید بعد میں پیدا ہوئے ہوتے۔ تو تو اسمیں (وید) تبت وغیرہ کا ذکر ہوتا" بہت خوب مہاشہ جی اب سمجھئے مہاشہ صاحب اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے۔ کہ "اگر وید بعد میں پیدا ہوئے ہوتے تو اسمیں (تبت وغیرہ کا) ذکر ہوتا" چونکہ ویدوں میں تبت کا ذکر نہیں اس لئے وہ ازلی ہے۔ تو حضرت آپ خود ہی پہلے سوال کے جواب میں فرما آئے ہیں۔ کہ ویدوں میں دیو سیادیہ رشی کے پیدا ہونے کا حال مندرج ہے۔ پس آپ کے اس قول کو اور اس منتر کو بالمقابل رکھا جائے تو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ وید ازلی نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ "وید تاریخ کی کتاب نہیں کہ اسمیں تبت وغیرہ کا ذکر ہو" مہاشہ صاحب جب انسانوں کی پیدائش کا ذکر ویدوں میں آپکے قول کی ہی رو سے موجود ہے تو کیا وہ "تاریخ" نہ ہوئے۔ جب تاریخ ہیں تو تبت کا ذکر ویدوں سے دکھلاؤ۔ نہیں تو محققین کا دعویٰ کہ آریا وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئے" قبول کرنا ہوگا۔ جب یہ قبول کرینگے تو ویدونکی ازلیت سے بھی انکار کرنا پڑیگا۔

پانچواں سوال ستیارتھ صفحہ ۲۵۸ میں سوامی جی لکھتے ہیں۔

"انسان کی (ابتداء) ایک ذات تھی۔ بعد ازاں

विजानीह्यार्यान्ये च दस्यवः

(یہ رگوید کا قول ہے)۔ شریفوں کا نام آریہ عالم اور بدوں کا نام دسیو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانے سے آریہ اور دسیو دو نام ہوگئے

قول اتھروید ۱۹ - ۶۲

उत शूद्र उतार्ये

اس مرقومہ بالا عبارت پر ہمارا یہ سوال تھا۔ کہ جب ویدوں میں تحریر ہے۔ کہ ابتدا میں ایک ذات انسانی تھی۔ بعد ازاں دو ہوگئیں۔ یعنی عالم اور جاہل تو ان ذاتوں کے ذکر کا ویدوں میں پایا جانا۔ ویدوں کی ازلیت کو باطل کر رہا ہے۔

کیونکہ سوامی جی نے اوپر لفظ "ہو جانے سے" عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی وید اسوقت کی تصنیف ہیں جبکہ دو ذاتیں ہو چکی تھیں۔ پس جبکہ ویدوں میں اس واقعہ کا وجود ہے تو وید ازلی کیسے رہے۔

اس پر ہمارے نادیدہ دوست دُرافشانی فرماتے ہیں کہ حقیقت میں ویدوں کے اندر عالم اور جاہل وغیرہ صفاتی نام ہیں۔ یعنی یہ مطلب ہے کہ جو نیک ہوگا وہ عالم اور دیو کہلائیگا جو بُرا ہوگا وہ دسیو یا اناریہ وغیرہ۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعد میں ذاتیں ہو گئیں ذات وہی انسانی سب کی ایک ہی موجود ہے۔ جسمیں جس قسم کی صفات ملنے لگیں اسی قسم کے نام سے کہلانے جانے لگے۔" اس جواب کا جواب ہم کچھ نہیں دینا چاہتے۔ ناظرین ہمارا مرقومہ بالا سوال ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس جواب کو بخود بخود ہی اس جواب کی لغویت معلوم ہو جائیگی۔ اصل ستیارتھ کی عبارت میں تو صاف مرقوم ہے کہ پہلے ایک ذات تھی بعد ازاں دو ذاتیں ہو گئیں۔ شریفوں کا نام آریہ عالم دیو اور بدوں کا نام دسیو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانیسے آریہ اور دسیو دو نام (ذاتیں) ہو گئے۔ بحوالہ رگوید و اتھرو وید فقرہ "ہو جانیسے" مہاشہ صاحب آپکی یہاں دال نہ گلنے دیگا۔ یہ صاف ظاہر کر رہا ہے۔ ویدوں میں ایسا تحریر ہے کہ پہلے ایک ذات تھی۔ بعد ازاں دو ہو گئیں۔ پس جب "ہو گئیں" اور اس کے بعد ویدوں کی تصنیف کا زمانہ ہے۔ تو وید ازلی نہ رہے۔ آخر میں ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "امید ہے کہ آپکی اس سے تسلی ہو گئی ہو گی۔ اب جو اور سوال ہوں وہ بھی تحریر فرما دیجئے اور تسلی کر لیجئے۔"

ہماری ان جوابات سے تو خاک بھی تسلی نہ ہوئی۔ آپ لکھتے ہیں اور جو سوال ہوں پیش کیجئے۔ ایڈیٹر صاحب پہلے انکو صاف کیجئے۔ ہاں اگر ایسی ہی خواہش ہے۔ تو ۵۰ سوال ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ اگر ہمت ہو تو جواب دیجئے۔

آریوں سے پچاس سوالات

ویدوں کے الہامی ہونے کے متعلق

۱- وید تین ہیں۔ (رگ۔ یجر۔ سام) یا چار (رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو) اگر چار ہیں۔ تو چوتھے اتھرو کا تینوں ویدوں سے نام دکھلائیے +

۲- اگر آپ چوتھے کا نام تینوں ویدوں سے نہ دکھلا سکیں (یقیناً نہ دکھلا سکیں گے) تو کم از کم منوسمرتی سے ہی اسکا یعنی اتھرو کا نام نامی دکھلادیں +

۳- وید برہما پر نازل ہوئے یا اگنی وغیرہ چار مہارشیوں پر ویدوں سے دکھلائیے کہ کس پر نازل ہوئے؟ +

۴- سناتنی منوسمرتی ادھیائے ۱ شلوک ۲۳ سے اپنا دعوی ثابت کرتے ہیں کہ "وید برہما پر نازل ہوئے" اور علاوہ منو کے حوالہ کے شوتیا شوتر اُپنشد $\frac{۶}{۱۸}$ کا حوالہ بھی اپنے دعوی کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ وید اگنی وایو وغیرہ پر نازل ہوئے۔ اب یہ کیونکر صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبتک ویدوں سے نہ دکھلایا جائے +

۵- ویدوں کے ملہم کسی پچھلے اعمال کیوجہ سے اس مرتبہ کو حاصل کر سکے یعنی ویدوں کا ملہم ہونا یا خدا نے اپنی مرضی سے انکو یہ مرتبہ عطا کیا کہ وہ ملہم وید کہلائیں +

(۱) اگر کہو کہ ان کے پچھلے اعمال کیوجہ سے تو بتلائیے کہ وہ کونسے اعمال تھے۔ جنکی وجہ سے وہ اس پدوی (اعزاز) کو حاصل کر سکے۔ اگر کہو کہ اعمال وغیرہ کوئی نہیں خدا نے جسے چاہا ملہم بنا دیا۔ تو اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی۔ جو آریہ سماج کے نزدیک صحیح نہیں +

۶- سوامی دیانند جی کہتے ہیں :-

"کہ جو جیسا عمل کرے اسکو ویسا ہی پھل دیا جائے۔ اس لئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے (رشیوں) کے پہلے پنّوں (نیک اعمال) کی وجہ سے ویدوں کا الہام یا انکشاف ہوا۔ بھومکا صفحہ ۱۰"

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ ان رشیوں کے کچھ ایسے اعمال تھے جن کی بدولت وہ شروع سرشٹی میں ملہم وید بنائے گئے۔ اچھا اب ہمیں بتلانا چاہیئے۔ کہ وہ کونسی ہدایات

تھیں جن پر چل کر وہ رشی نیک اعمال کر کے ویدوں کے ملہم بنے اگر کوئی سماجی کہے - کہ اس سے پہلی سرشٹی میں بھی یہی وید تھے اور انہی پر عمل پیرا ہو کر یہ رشی اس مرتبہ کے لائق ثابت ہوئے - تو ہم کہینگے اس سرشٹی سے پہلی جو تھی اس سے جو پہلی دنیا تھی اور اسمیں جو ملہم بنائے گئے وہ کن ہدایات پر چل کر ملہم بنائے گئے - آریہ پھر یہی کہینگے کہ اس سے پہلی سرشٹی کے وید پر چل کر ہمارا پھر بھی یہی مطالبہ رہیگا - کہ اس سے پہلے کونسی ہدایات تھیں - آریہ وہی جواب دیتے رہے تو "دور تسلسل" لازم آئیگا - جو سراسر محال ہے - پس کوئی ایسی سرشٹی ماننی پڑیگی جسمیں ویدوں کے ملہم دیگر ہدایات پر چلکر اس کمال کو پہنچے - اور یہ امر ثابت ہونے پر سوامی جی کی محولہ بالا عبارات سراسر غلط ثابت ہوجائیگی +

۷ - دور تسلسل کا محال ہونا خود آریہ سماجی کتب سے عیاں ہے - ملاحظہ ہو ستیارتھ ص ۲۶۵ و ۲۶۶ بھاش بھومکا ص ۲۴ - سانکھہ درشن مترجمہ سوامی درشنانندجی مہاراج ص ۶۷ - بحوالہ سانکھہ ادھیائے ۱ سوتر ۶۷ - سانکھہ درشن ادھیائے ۱ سوتر ۱۱۶ و سانکھہ ادھیائے ۵ سوتر ۱۱۵ مترجمہ سوامی درشنانندجی +

۸ - بشیشک درشن آہنک ۱ ادھیائے ۴ سوتر ۵ - مترجمہ سوامی درشنانندجی مہاراج "بغیر ماں باپ سے پیدا ہونیوالا جسم آغاز دنیا کے رشی لوگوں کا ہوتا ہے - جو مکتی سے واپس آئے سبب کسی کرم کا پھل بھوگ نہ ہونیسے صرف نئے کرم کرنیکیواسطے حالت جوانی میں ہوتا ہے" - ابتدائے آفرینش میں جو انسان پیدا کیگئے وہ بغیر توسل ماں باپ کے پیدا ہوتے - اور اس سوتر کے رو سے وہ سب مکتی سے واپس آمدہ اشخاص تھے جنکو رشی کہا گیا - بہت خوب !-

اب ہم دریافت کرتے ہیں - کہ جب تمام پاک صاف تھے اور سب ایک رنگ میں رنگین - سب بغیر ماں باپ کے پیدا شدہ سب دنیا کی ابتدا میں ایک ہی وقت اُتپن (پیدا) کیئے گئے - جب تمام ہر طرح مساوی الاعمال تھے تو انمیں سے چار رشیوں پہ وید کیوں نازل کیئے گئے - انکی دیگر رشیوں سے کیا زیادہ خصوصیت تھی - اگر نہیں تھی تو ترجیح بلا مرجح لازم آگئی - اور سوال نمبر ۶ میں جو ہم نے سوامی جی کی عبارت نقل کی ہے - باطل ٹھہری +

۹ - آریہ سماج کا دعوی ہے کہ "وید ازلی ہیں" اگر واقعی صحیح ہے تو اس دعوی کا ثبوت ویدوں سے مطلوب ہے +

۱۰۔ ویدوں کی ازلیت تو خود ویدوں سے باطل ہو رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ یجروید ادھیائے ۴۰۔ منتر ۱۳ تفسیر سوامی دیانند بھاشا صفحہ ۱۲۱۱

"جو علم والے لوگ ہمارے لئے پہلے بیان کرتے تھے۔ وہ علم کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اور جہل کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اسطرح ان فاضلوں سے ہم لوگ سنتے تھے۔ اس بات کو تم لوگ جانو۔"

اس منتر سے ویدوں کی ازلیت کا ابطال صریحاً ہو رہا ہے۔ فقرہ "پہلے بیان کرتے تھے" بتلا رہا ہے کہ ویدوں کی تصنیف کے زمانہ سے پہلے اور بھی عالم شخص تھے +

۱۱۔ اس طرح دوسرا منتر بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جس سے "ویدوں کی ازلیت" کا پول بڑی وضاحت سے کھل رہا ہے۔ دیکھئے یجروید ادھیائے ۳۲ منتر ۱۔ تفسیر سوامی دیانند بھاشا صفحہ ۱۰۶۴۔ ترجمہ:۔ اے علم والے لوگو آگ یا گھوڑوں کو اور پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو "پہلے زمانہ کے لوگ" اور وید ازلی کا دعویٰ بالمقابل رکھکر دیکھئے اور جواب سے سرفراز فرمایئے +

۱۲۔ آریہ سماج کا دعویٰ کہ "دنیا اور وید معصر ہیں"۔ کیا یہ بات عقل باور کر سکتی ہے کہ دنیا بھی اسوقت بن رہی ہو اور ساتھ ساتھ ہی وید بھی نازل ہو رہے ہوں۔ وید تو اسوقت نازل ہو سکتے ہیں۔ جب دنیا کامل طور پر بن جائے۔ انسانی ضروریات مہیا ہو جائیں بعد میں انسان پیدا ہوں۔ پھر ان کے لئے تعلیم نازل ہو۔ جب عقل اس سماجی دعوے کو قبول نہیں کرتی۔ تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر کہو کہ دنیا میں ضروریات مہیا ہو گئیں۔ بعد میں انسان بھی پیدا ہو گئے۔ تب وید نازل ہوئے۔ تو پھر پہلا دعوے باطل ہو جائیگا۔ اور ساتھ ہی اس کے وید ازلی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ وہ انسانوں کی پیدائش کے بہت بعد دنیا میں نمودار ہوئے +

۱۳۔ پھر بانئے آریہ سماج اپنی کتاب اُپدیش منجری صفحہ ۷۔ پر لکھتے ہیں۔ "آد اسرشٹی (ابتدائے سرشٹی) میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ اُن کے لئے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سننا۔

پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں پانچ برس چلی پھر پرمیشور نے منشوں (انسانوں) کو ویدگیان (الہام) دیا۔ اس محولہ بالا عبارت کے سامنے نہ یہ دعویٰ کہ "وید اور دنیا ہمعصر" قائم رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی "وید ازلی" کا بے بنیاد ادعا*

ویدوں کی تعلیم کے متعلق

۱۵۔ سوامی دیانند جی ستیارتھ پرکاش صـ۲۱۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس قسم کی پرارتھنا کبھی نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ ہی پرمیشور اسے قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ یہ۔ اے پرمیشور آپ میرے دشمنوں کو فنا کرو۔ مجھ کو سب سے بڑا بناؤ۔ میری ہی نیکنامی ہو۔ اور سب میرے ماتحت ہو جائیں وغیرہ۔"

یہاں تو ایسی دعاؤں کا امتناع سوامی جی کر رہے ہیں۔ مگر ویدوں میں پرمیشور نے خود ایسی ہی دعائیں بلکہ اس سے بھی بہت سخت سکھائی ہیں۔ ملاحظہ ہو یجر وید ادھیائے ۱۳ منتر ۱۳ تفسیر بھاشا دیانند جی صـ۴۴۵

"ہے تیج سون ودوان پرش آپ دہرم کے انوکول ہو کے دشٹ شترؤں (سخت دشمنوں) کو مارو الخ۔"

اس وید منتر میں خود خدا ہی ایسی دعائیں سکھلا رہا ہے۔ جسکی نسبت سوامی جی لکھ آئے ہیں۔ کہ "ایسی دعائیں پرمیشور نہ قبول کرتا ہے اور نہ ہی کرنی چاہئیں۔" اب سوامی جی کا قول درست ہے۔ یا ویدوں کے پرمیشور کا*

۱۶۔ سوامی دیانند ستیارتھ صـ۶۰۴ پر قرآن شریف کی ایک آیت مبارکہ کا غلط ترجمہ کہیں سے سنکر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو "قرآنی آیت کا ترجمہ: شکھشا دی ہم نے اس عورت کو اور محافظت کی اُس نے شرمگاہ اپنی کی الخ" اسپر اعتراض جماتے ہیں۔

"ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب میں تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ ... ایسی باتوں سے تو قرآن بدنام ہو گیا ہے۔ اگر ایسی اچھی اچھی باتیں ہوتیں۔ تو اسکی بہت تعریف ہوتی۔ جیسی کہ ویدوں کی ہوتی ہے۔"

اب ملاحظہ ہو۔ یجرویداد ہیائے ۸ منتر ۱ تفسیر دیانندی بھاشا صت ۲۳۳

"تُو تعریف کے لائق ہے یک کے متعلق عورت کو قبول کرنے ویریہ ڈالنے منی دھارن کرنے اور اولاد کے پیدا کرنیوالے جو آپ ہیں وہ مجھ میں منی کو دھارن کیجئے"۔

سوامی جی تو لکھ آئے ہیں۔ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں۔ وہ خدا کا کلام چھوڑ انسانوں کا بھی نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ مہاشہ صاحب اسپر پورا پورا غور فرمائینگے۔ اس سے وید الہامی ہیں کا دعوی باطل ہو رہا ہے +

۱۷۔ وید اگر کامل الہامی کتاب ہے جیسا کہ آریہ سماج کا دعویٰ ہے۔ تو ویدوں میں ہمیں تفصیل دکھلائیے کہ جہاں لکھا ہو کہ فلاں عورت سے شادی کرنی چاہیئے فلاں سے نہیں فلاں رشتہ دار عورت سے جائز ہے فلاں سے ناجائز +

۱۸۔ اگر وید الہامی اور کامل کتاب ہے۔ تو ہمیں بے وراثت کے مسائل دکھلائیے +

۱۹۔ اگر وید ایشوری گیان اور مکمل کتاب ہے تو اسمیں سے ایسے معیار وادلہ دکھلائیے جن کے ذریعہ ہم الہامی اور غیر الہامی کتاب میں تمیز کر سکیں۔ اور یہ معیار عقل کے بھی مطابق ہوں +

۲۰۔ وید ہر سرشٹی میں چار ہی کیوں نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کے ملہم بھی چار ہی ہوتے ہیں۔ جب ویدوں کا حاصل ہونا کرموں کا نتیجہ ہے۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ کبھی پانچ شخص ایسے نکل آئیں جنکے اعمال ملہم بننے کے مستحق ہوں۔ اسصورت میں کیا خدا پانچواں وید اور تصنیف کرے؟۔ ایسا ہی اگر ایسے اعمال والے تین ہی شخص ہوں۔ تو چوتھا وید کس طرح دنیا میں نازل ہو سکتا ہے؟

۲۱۔ براہ مہربانی اس وید منتر کی جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے تشریح فرماویں:۔

دیکھئے یجروید ادہیائے ۳۳ منتر ۱۵ تفسیر دیانندی بھاشا صت ۱۰۸۷

"اے مل کر چلنے والے داناؤ۔ تم آج ہمارے سامنے آؤ۔ ہم سے الگ منہ چھپائے مت پھرو۔ میں ڈرتا ہوا تمہارے مافی الضمیر کو اچھی طرح پہنچوں سب مجھے پھاڑ کھانیوالے بھیڑئیے سے بچاؤ۔ اے داناؤں کی تواضع کرنیوالے لوگو جس کنوئیں یا گڑھے میں تم گر پڑتے ہو اس سے مجھے بچاؤ"۔

یہ کون کہہ رہا ہے کہ مجھے بھیڑیئے سے بچاؤ گڑھے سے نکالو۔ اور میرے ساتھ ملنے آؤ۔ وغیرہ۔ کیا خدا بھی نعوذ باللہ کبھی اس حالت کو پہنچا تھا۔ اگر کہو کہ یہ خدا کی بابت نہیں۔ بلکہ کوئی انسان کہہ رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ویدوں میں "واقعات ہیں"۔ تو پھر بقول لیکھرام جس میں "واقعات ہوں"۔ وہ کتاب الہامی نہیں +

۲۲۔ مندرجہ ذیل منتر کی تشریح بھی مقصود ہے۔ یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۶ دیانندی تفسیر بھاشا ۸۲۷

"اے راجہ کی رانی تجھے جار (یار) لوگوں کا بیوہار (سودا) نہ ستائے اور وہ تیرا لائق خاوند تجھے نہ مارے" الخ۔

ویدوں میں یہ کس رانی کا ذکر ہے۔ کہ جس کو کوئی نصیحت کر رہا ہے۔ تجھکو یار لوگوں کا سودا نہ ستائے وغیرہ +

منو سمرتی سے کچھ

۲۳۔ "گئو موتر یا پانی یا گئو کا دودھ یا گئو کا گھی یا گئو کے گوبر کا رس ان میں سے کسی ایک کو اگن برن (آتش رنگ) کر کے پیوے۔ اور اس سے بھر جاوے تو پاک ہو جاتا ہے"۔

منو سمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۹۱ مترجمہ سوامی درشنانند جی

اس پوتر نسخہ کی فلاسفی بتلایئے۔ اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں +

۲۴۔ وہ برہما (خدا) اپنے دن میں کام کرتے ہیں۔ اور رات میں سوتے ہیں۔ جب جاگتے ہیں تب سنکلپ بکلپ (ارادہ و تامل وغیرہ) سے من کو سرشٹ رچنے کی اگیا دیتے ہیں۔ (یعنی حکم کرتے ہیں) منو ۱/۷۴ مترجمہ درشنانند جی۔

اس سلوک کی تشریح بھی مطلوب ہے۔ کیا خدا بھی سوجایا کرتا ہے +

۲۵۔ "بر (لڑکا) اور کنیا (لڑکی) آپس میں اچھا (خواہش) کر کے جو سنجوگ (ملاپ) کریں۔ وہ گاندھرب وواہ کہلاتا ہے۔ یہ وواہ (بیاہ) یعنی شادی صحبت داری کے واسطے ہے"۔ منو ۳/۳۲ مترجمہ سوامی درشنانند جی۔

کیا اگر عورت مرد کی آپس میں مجامعت کی خواہش ہو۔ تو خود ہی ملاپ کر سکتے ہیں۔ اور کیا یہ سماج کے نزدیک زناکاری تو نہیں +

۲۶- ویدک دہرم پر چل کر انسان مکتی حاصل کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو وہ کونسے ایسے ذرایعہ ویدک دہرم دنیا میں پیش کرتا ہے۔ اور کیا کوئی دو چار نام ایسے نجات یافتوں کے آپ دے سکتے ہیں؟

۲۷- ویدک دہرم کی رو سے نجات محدود ہے یا غیر محدود اگر کہو کہ غیر محدود تو یہ سماج کے سدہانت کے مخالف ہے۔ اور اگر کہو کہ محدود تو اس کی دلیل بیان فرمایئے۔ کہ وہ انسان جو نہایت دشوار گذار راہ طے کر کے واصل ربانی ہوا۔ کیا وجہ ہے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد اسکو اس نعمت عظمیٰ اسے محروم کر دیا جائے۔ اگر کہو کہ اس کے اعمال محدود تھے۔ محدود اعمال کی جزا غیر محدود نہیں مل سکتی تو ہم کہتے ہیں کہ پرمیشور نے اسکو پہلے کیوں وفات دیدی۔ اسے کیوں نہ زندہ رکھکر دنیا میں اور نیک کام کرنے دیئے۔ یہ پرمیشور کا قصور ہے نہ کہ اس انسان کا۔ اس کے دلمیں ایسا کوئی خیال نہیں تھا۔ کہ اب میں نہ مرا تو ضرور گناہ کرونگا۔ بلکہ برعکس اس کے اسکا یہی ارادہ تھا۔ کہ تا زندہ ام بندہ ام۔ نیک کام بجالاؤں۔ پس اسکا ارادہ غیر محدود تھا۔ پرمیشور نے خود اسکو وفات دی۔ یہ قصور نعوذ باللہ پرمیشور کا ہوا نہ کہ اس بیچارے انسان کا۔ جواب باصواب عنائت ہو۔

۲۸- مکتی میں انسان کتنا عرصہ رہتا ہے۔ اور کیا کرتا ہے۔ سویا رہتا ہے یا کوئی کام کرتا ہے۔ کیا وہاں بھی خدا کی عبادت بجالاتا ہے۔ یا اس سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ مکتی سے لوٹنے پر کیا اسباب ہیں۔ جواب ویدوں سے

۲۹- آجتک ویدک دہرم کے مطابق چل کر اس ناقص مکتی کو بھی کوئی حاصل کر سکا یا نہیں اور خاص کر اس زمانہ کی کوئی نظیر مطلوب ہے۔ کیا بانی آریہ سماج۔ لیکھرام۔ سوامی درشنانند جی۔ پنڈت گورودت وغیرہ بھی مکتی پا گئے یا نہیں۔

۳۰- ویدک ایشور انسانوں سے جو سہواً قصور ہو جائیں۔ معاف کر سکتا ہے یا نہیں اگر کہو کہ کر سکتا ہے۔ تو یہ قول سماجی سدہانتوں کے خلاف ہے۔ اگر کہو نہیں تو اس سے خدا کی کمزوری و لاچاری لازم آئی۔

قدامت مادہ کے متعلق

۳۱- مادہ قدیم ہے یا مخلوق- اگر کہو کہ قدیم تو اس کا دعویٰ اور دلیل ہر دو ویدوں سے مطلوب ہیں- چرتے چڑی کی کھانی سے معاف فرماویں- وید منتر مع لفظی ترجمہ پورا حوالہ +

۳۲- مادہ خدا نے پیدا کیا ہے یا نہیں اگر کہو کہ نہیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا جواب دیجئے جب خدا نے مادہ بنایا ہی نہیں تو وہ مالک کیسے بنگیا- ملکیت تین طرح سے ہوتی ہے- جبری قبضہ- یا کسی سے کوئی چیز خریدی جائے- یا وراثتاً ملجائے- پس خدا ان میں سے کس بات کی رو سے مالک بنا- کیا جبر کیا یا کسی سے خریدا یا وراثتاً مالک بنا

۳۳- سانکھ درشن ص۲۶و۲۵ ادھیاسے ۱ سوتر ۷۶ ترجمہ سوامی درشنا نند جی-

"سوال- یہ پرکرتی پرچھن ہے- یعنی محدود ہے یا لامحدود-

جواب- ست جگت کا اُپادان کارن (علت مادی) محدود نہیں ہو سکتا کیونکہ جو چیز محدود ہے وہ یا تو کاریہ (معلول) ہے یا انو ہے- کاریہ سب کا کارن (علت) نہیں کہلا سکتا- اور انو دوسرے انو کے ملے بغیر کوئی چیز نہ تو پیدا کر سکتا ہے- اور نہ ہی وہ بڑھ سکتا ہے"

محولہ بالا عبارت میں کپل رشی اس جہان کی علت مادی کو غیر محدود بتلاتے ہیں- اور فرماتے ہیں- کہ علت مادی محدود نہیں ہو سکتی- محدود کاریہ یعنی معلول ہے اب سوامی دیانند کی تحریر ملاحظہ ہو- وہ کیا لکھتے ہیں- دیکھئے ستیارتھ ص۲۳۹

"یہ سب عالم.... غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود ہے"

سوامی جی علت مادی کو محدود بتلا رہے ہیں- پس جب علت مادی محدود ہے تو یہ ازلی نہیں بلکہ حادث ہے- کیونکہ بروئے سانکھ ازلی علت مادی وہ ہو سکتی ہے جو غیر محدود ہو- پس ثابت ہوا کہ مادہ حادث ہے- کیونکہ محدود ہے +

۳۴- سوامی دیانند ستیارتھ ص۲۵۳ پر رقمطراز ہیں-

"بغیر آکاش کے پرکرتی اور پرمانو کہاں ٹھہر سکیں"

اس عبارت سے پتہ چلا کہ مادہ بغیر جگہ کے قائم نہیں رہ سکتا- اچھا تو جب مادہ کیلئے جگہ تجویز ہوگئی- تو مادہ ضرور ورنی اور شکل رکھتا ہوگا- کیونکہ جو جگہ کا محتاج ہے وہ ضرور

وزن اور شکل رکھتا ہے۔ اگر وہ یہی کہو کہ مادہ شکل اور جسم رکھتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ مرکب ہے کیونکہ متشکل اور وزنی چیز قابل تقسیم ہوتی ہے۔ اور جو قابل تقسیم ہے وہ ضرور مرکب اور مرکب حادث ازلی نہ رہا۔ پس مادہ بھی ازلی نہ رہا +

۳۵۔ ظرف اور مظروف میں تقدم وتاخر لازمی ہے۔ اور آکاس ظرف ہے۔ تو مادہ مظروف پس یہاں بھی ماننا پڑیگا کہ مادہ آکاش کے ہمعمر نہیں بلکہ بعد میں خلق کیا گیا ہے +

۳۶۔ سوامی دیانند ستیارتھ صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں۔

"اے انسانو! مَیں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں"۔ (بحوالہ رگوید)

اس عبارت سے بھی مادہ کا مخلوق ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر یہ ازلی ہوتا۔ تو پھر خدا یہاں کیسے کہتا کہ "اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود" پس وید کے اس قول سے بھی مادہ کا مخلوق ہونا ثابت ہوگیا +

روح کی نسبت

۳۷۔ روح ازلی ہے یا مخلوق؟ اگر کہو کہ ازلی۔ تو ویدوں سے دعویٰ اور دلیل دکھلایئے

۳۸۔ روح مرکب ہے یا مفرد؟ اگر کہو کہ مفرد تو سوامی جی کی اس عبارت سے تو روح مرکب ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔

"برہم (خدا) ہمیشہ ایک ہے۔ جیو اور پرکرتی کے عناصر بہت سے ہیں"۔ ستیارتھ صفحہ ۲۲۹

اس عبارت کی رو سے جب روح کے عناصر ثابت ہو گئے۔ تو وہ خود بخود ہی مرکب ثابت ہوگئی۔ تو مرکب کبھی بھی ازلی نہیں ہو سکتی۔ ضرور مخلوق ہوگی +

۳۹۔ جب روح ازلی ہے تو خدا کسطرح اس پر قابض ہوگیا یہ اس کے تبضہ میں کیسے آگئی۔ خدا کا کیا حق تھا۔ کہ اس پر مالکانہ قبضہ کر لیا۔ اور بیچاری کی آزادی چھین کر نجس جونوں میں ڈال دیا کیا یہ انصاف ہے +

تناسخ کی بابت

۴۰۔ روح طبعاً پاک ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ طبعاً پاک ہے تو وہ گناہوں میں کیسے ملوث ہوگئی۔ اگر کہو کہ نہیں وہ طبعاً پاک نہیں تو سوامی جی کی یہ عبارت کہاں جائیگی۔

"(خدا اور روح) دونوں بالذات چیتن (ذی عقل) ہیں۔ طبیعت دونوں کی پاک

غیر فانی اور دہار مک ہے" ستیارتھ ص ۲۲۱

پس جب وہ طبعاً پاک تھی۔ تو خدا نے کیوں اس پر ظلم کیا۔ اور جو نہیں دھکیل دیا۔

۱۴۱- تناسخ صحیح ہے یا غلط۔ اگر صحیح ہے تو دعویٰ اور دلیل ویدوں سے دکھلائیے۔ وید منتر مع لفظی ترجمہ مطلوب ہے۔ مسافر لیکھرام کلیات ص۸۰ پر لکھتا ہے۔

"مسئلہ اواگون (تناسخ) کی رو سے دو قسم کے جسم مانے گئے ہیں۔ ایک کرم یونی دوسرے بھوگ یونی۔ کرم جونی میں کام کئے جاتے ہیں۔ بھوگ جونی میں کرموں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد کرنیکی تمیز دیگئی ہے۔ وہ کرم جونی اور جس جسم میں نہیں دیگئی۔ وہ بھوگ جونی ہے۔ اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی (حیوان درخت وغیرہ) بھوگ جونی ہیں"

جب انسان کرم جونی تسلیم کرلیا گیا۔ تو پھر تناسخ کی تائید میں یہ کہنا کہ "لولا لنگڑا اندھا غریب امیر مفلوج مبروص وغیرہ پہلے کرموں کا پھل بھوگ رہے ہیں" اس عبارت کے کہانتک مطابق ہوسکتا ہے۔ یا تو انسان کو صرف کرم جونی مانو جیسا کہ مسافر نے لکھدیا ہے۔ اسصورت میں اسباب کو چھوڑ دینا پڑیگا کہ لولا لنگڑا۔ امیر غریب پہلے اعمال کا پھل بھوگ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ مانو تو مسافر کے کلام کی تکذیب کرو۔

۱۴۲- مسئلہ تناسخ کی تائید میں عموماً یہی دلایل پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ کوئی لولا لنگڑا ہے تو کوئی مفلوج کوئی مبروص کوئی اندھا ہے تو کوئی سوانکھا کوئی تندرست اور کوئی مریض یہ تمام تکلیفات یا آرام پہلے جنم کے اعمال کے مطابق ہیں۔ ایسا ہونے کے سوائے تناسخ کے اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی" مگر سوامی دیانند سنسکار ودھی ص۲۱۹ میں بطور ہدایت فرماتے ہیں۔

"گربھا دہان سے مراد گربھ (حمل) کا دہارن کرنا یعنی ویریہ (نطفہ) کا گربھاشیہ میں قائم کرنا (استقرار حمل) ہے۔ جیسے بیج اور کھیت کے اچھا ہونے سے اناج وغیرہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک اور بلوان استری پرشوں کی اولاد بھی بلوان اور دہرماتما ہوتی ہے۔

..... کیونکہ سولہ سال سے پہلے حمل میں بچہ کو بڑھنے کا پورا موقعہ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی اس سے کم عمر کی عورت حمل کو مناسب طور سے قائم رکھ سکتی اور نہ بچہ کو پوری طرح نشوونما دے سکتی ہے"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۳ پر لکھتے ہیں "پرش (آدمی) کا ویریہ (نطفہ) زیادہ ہونے سے پتر (لڑکا) اور استری کے زیادہ منی ہونیسے لڑکی اور برابر ہونے سے مخنث اولاد پیدا ہوتی ہے"

ہمارا ان کے متعلق یہ سوال ہے کہ بتلائیے یہ سنسکار ودہی کی عبارتیں صحیح ہیں یا غلط - غلط تو آپ کہہ نہیں سکتے آپکے گورو کا قول ہے - اور صحیح کے کہنے پر تناسخ کی مندرجہ بالا پیش کردہ دلیل باطل ہوگی - کیونکہ یہاں مفلوج یا لولے لنگڑے کے پیدا ہونیکی وجہ اور ہی بتلا رہے ہیں - اگر یہ وجہ صحیح ہیں تو تناسخ کبھی صحیح نہیں مانا جا سکتا +

۴۳ - اس (کائنات) سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا - اور کوئی دوسری چیز نہ تھی" بھومکا صفحہ ۵۳ (بحوالہ ایتریہ آرنیک اپنشد ادہیائے اکھنڈ ط) اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ اس وقت صرف خدا تھا - دوسری کوئی چیز نہ تھی - پس جب اکیلا پرمیشور ہی تھا - تو بعد میں اسنے جو انسان اور حیوان بنائے یہ کن اعمال کے نتیجہ میں بنے - اعمال تو کوئی پہلے ہے نہیں اور ادہر آپکے عقیدہ کی رو سے کوئی چیز بغیر اعمال کے وجود پذیر ہوہی نہیں سکتی پس ماننا پڑیگا کہ پہلی مخلوقات بغیر کسی پہلے اعمال کے ظہور نما ہوئی - اسپر ہم کہینگے کہ جب خدا نے پہلے جانداروں کو بغیر کسی پہلے کرموں کے وجود عطا کیا - تو کیا اب نہیں کر سکتا - ماننا پڑیگا کہ اب بھی اپنی مرضی اور ارادہ کے ماتحت جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ وہ فاعل بالخاصہ نہیں ہے - بلکہ فاعل بالارادہ ہے

اس بیان کی تصدیق میں دیکھئے ستیارتھ صفحہ ۲۴۵ و صفحہ ۲۲۳ بھومکا صفحہ ۱۶۸ وغیرہ +

۴۴ - سانکھ درشن ادہیائے ۱ سوتر ۸۱ صفحہ ۵ مترجمہ سوامی درشنانندجی "وید کے انوکول (مطابق) یا مخالف کرم کرنیسے بھی بندھن (دکھ) پیدا نہیں ہوتا - کیونکہ کرم کرنا بھی شریر اور جیت کے ملی ہوئی آتما کا دہرم ہے دوسرے کرم شریر (جسم) سے ہوگا - اور شریر کرم کے پھل سے پیدا ہوتا ہے - تو انوستھا یعنی دور تسلسل آجائیگا تیسرے اگر شریر کا کرم آتما کے بندھن کا ہیتو مانا جائے - تو پھنسے ہوئے جیو کے کرم سے مکت جیو کو بندھن ہو جانا ممکن ہے اس واسطے کرم سے بندھن نہیں ہوتا"

اس عبارت میں بھی سانکھ کے مصنف کو مجبوراً ایک ایسا جسم تجویز کرنا پڑا جو بغیر کسی پچھلے کرم کے ہو - پس ہم بڑے زور دار الفاظ سے کہینگے کہ جب خدا نے اسوقت بغیر کسی پچھلے انسانی افعال کے مختلف جونیاں بنا دیں تو اب کیوں مانا جائے کہ یہ مختلف جونیاں پچھلے کرموں کا پھل بھوگ رہی ہیں - ان میں خدا کی حکمت و مصلحت یا مرضی و ارادہ کا دخل نہیں +

سوامی دیانند کے اقوال میں تضاد

۴۵ - سوامی جی ستیارتھ صفحہ ۲۴۵ پر لکھتے ہیں "پرلئے میں جیو اسطرح نکمے پڑے رہتے ہیں جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا ہوا" مگر اپنی دوسری کتاب اُپدیش منجری صفحہ ۸ پر اسکے عین خلاف تحریر فرما رہے ہیں "(خدا) سب سے افضل اپنا آپ ہی سہارا ہر ایک پرلے میں جیوؤں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا جزا دیتا ہے" براہ مہربانی ہر دو عبارتوں میں جو باہمی تناقض ہے تطبیق کرکے دکھلائیں *

۴۶ - پنڈت لیکھرام اور سوامی درشنانند جی مہاراج نباتات میں روح کے قائل تھے - اور یہ انکا عقیدہ وید سمرتی اور سوامی جی کی تحریرات کے عین خلاف تھا دیکھئے یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۳۲ تفسیر دیانندی صفحہ ۳۹۴ جہاں صاف لکھا ہے کہ روح پیپل وغیرہ درختوں میں بھی جاتی ہے۔ منوسمرتی میں مرقوم ہے "گورو پتنی .... سے جماع کرنیوالا (دوسرے جنم میں) گھاس - گچھے دار بیلوں میں جاتا ہے" منوسمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۵۹ سنسکرت سے بھاشا مترجمہ پنڈت تلسی رام صاحب۔

سوامی دیانند ستیارتھ صفحہ ۲۸۹ پر لکھتے ہیں "جو شخص بذریعہ جسم کے چوری - دوسرے کی عورت سے صحبت - نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بدکام کرتا ہے - اسکا جنم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے" اب بتلایئے پنڈت لیکھرام کا قول مانیں یا سوامی درشنانند صاحب وغیرہ کا یا ان دونوں کے بالمقابل وید - سمرتی - پنڈت دیانند جی کے اقوال معتبر سمجھے جائیں۔

۴۷ - منوسمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۵۵ مترجمہ پنڈت تلسی رام صاحب

"کتا - سور - گدھا - اونٹ - بیل - بکرا - بھیڑ - مرگ - پکشی - چنڈال - اور پکس جنم کو برہم ہتیارے (برہم ہتیا کرنے والے) جاتے ہیں"

براہ مہربانی اس شلوک کی تشریح اچھی طرح فرماویں - کیا دنیا میں کتا بلی - گدھا - اونٹ بیل بکرا وغیرہ سب جانور جو نظر آتے ہیں - یہ سب پہلے جنم میں برہم ہتیارے تھے - کیا ان سے ہی برہم ہتیا کا جرم دنیا میں پھیل گیا ہے - کیا اس شلوک کی عبارت کا مفہوم عقل انسانی قبول کرسکتی ہے - ہرگز نہیں - ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنے یہ جانور ہیں - اتنے انسان بھی نہیں ہیں - پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب پہلے انسان تھے - جب برہم ہتیا کی تو ان جونوں میں ڈالے گئے *

نوٹ - تین سوال کسی مصلحت سے ملتوی کیے گئے۔

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر۱۱)

فاروق کس کا نام ہے

اب فاروق کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی یہ لقب عمر رضی اللہ عنہ کو خدا و رسولؐ سے ملا ہوا ہے یا اہل سنت نے محض خوش اعتقادی سے ان کے لئے تجویز کر لیا ہے۔

سو واضح ہو کہ فاروق کے معنی ہیں حق و باطل میں فرق کر دینے والا۔ اور عمر کو یہ امتیاز بخش لقب اس دن بارگاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین سے ملا جس دن وہ اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور رسول صلعم اور اہل اسلام کو جو اس وقت تک قریب چالیس نفر کے ہو گئے تھے۔ سب سے پہلی دفعہ سینہ سپر اور سر بکف اور بیخوف و خطر ہو کر اپنے ہمراہ خانہ کعبہ میں لے آئے۔ اور علانیہ نماز پڑھی اور طواف کرایا۔ عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے رسول صلعم اور آپ کے اصحاب مشرکین مکہ کے خوف سے مخفی طور پر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ فکان اصحابہ اذا ارادالصلوۃ ذھبوا الی الشعاب فاستخفوا۔ ابن اثیر جلد ۲ صـــ۲۷ کہ اصحاب کو جب نماز ادا کرنی ہوتی تھی۔ تو پہاڑوں کی غاروں میں چلے جاتے تھے۔ اور چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ یہ عمرؓ کے اسلام لانے سے کوئی تین سال کا ذکر ہے۔ لیکن ان کے اسلام لانے تک کا یہی حال تھا چنانچہ وہی مورخ لکھتے ہیں ثم اسلم عمر بعد تسعۃ و ثلاثین رجلا و ثلاث عشرین امرأۃ ××× وکان رجلا منیعا و اسلم بعد ھجرت المسلمین الی الحبشۃ وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایقدرون یصلون عند الکعبۃ حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشا حتی صلیٰ عندھا و صلیٰ معہ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ابن اثیر جلد ۲ صـــ۳۹

یعنی پھر اسلام لائے عمر بعد ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے اور وہ بارعب انسان تھے اور حبشہ کی ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور اصحاب رسول صلعم کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کی قدرت نہ رکھتے تھے، جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے۔ پس جب وہ مسلمان ہوئے

تو قریش کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور کعبہ کے پاس جا کر نماز آپ بھی پڑھی اور ان کے ساتھ اصحاب رسول صلعم نے بھی۔

اسی ضعف اور بیکسی کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ کہ یا اللہ اس دین کو تقویت دے۔ ان دو شخصوں میں سے خواہ ایک کو ہی ہدایت کر یا عمر کو یا ابو جہل کو۔ لطف یہ ہے کہ اس دعا کو اجل علماء شیعہ نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے چنانچہ حیدر علی آملی اپنی کشکول میں لکھتے ہیں:۔

وکان النبیؐ لما یجد من اذی عمر بن الخطاب و ابی جہل بن ھشام یقول اللھم اید ھذا الدین ولو باحد ھذین الرجلین اما عمر و ابی جہل ثم رائی النبیؐ ورائی الجماعۃ ان استدراج عمر اھون من استدراج ابو جہل فتوجہ النبیؐ بکلیتہ وبث الاصحاب من الخواص الیہ وعلیہ ولم یزل النبیؐ والجماعۃ یقول علیہ احوال النبیؐ حتی قبل الاسلام فاسلم بعد اسلام ابی بکر بست سنین وکان ھو خاتم الاربعین رجل۔ (دیکھو کشکول نسخہ قلمی موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ ورق ۲۸)

یعنی جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عمر اور ابی جہل بن ہشام سے متواتر اذیت پہنچی تھی تو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے میرے مولا کریم اس دین کو تقویت بخش خواہ ان دونوں میں سے ایک ہی کو مسلمان کر کے۔ عمر ہو یا ابی جہل پھر نبی کریمؐ اور آپ کی جماعت نے دیکھا کہ ابی جہل کے مائل کرنے سے عمر کا مائل کرنا زیادہ آسان ہے۔ پس نبی کریم اور صحابہؓ کے خاص اصحابؓ ہمہ تن عمر کو رو براہ کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور نبیؐ اور اصحاب نبیؐ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات برابر عمر کے گوش گذار اور ذہن نشین کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے اسلام کو قبول کر لیا۔ اور وہ ابو بکر کے اسلام لانے کے بعد چھٹے سال میں مسلمان ہوا۔ اور وہ چالیسواں مسلمان تھا +

وجہ تسمیہ

اب میں تاریخ روضۃ الاحباب سے فاروق کی وجہ تسمیہ کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ پہلے فاضل مورخ نے اسی روایت کو لیا ہے۔ جس میں حضرت عمر کے اسلام لانے کے دن نبی کریمؐ اور تمام اصحابؓ کو خانہ کعبہ میں لیجا کر نعرے ہائے اور طواف کا ذکر کیا ہے

اور جو تاریخ ابن اثیر سے اوپر مذکور ہوئی اس کے بعد شیخ فرید عطار قدس سرہ کا ایک شعر اسی بارہ میں لکھا ہے ؎

چو حق را بزبان او کلام است
ز فرقان است فاروق ایں تمام است

اس کے بعد ایک نہایت لطیف روایت اسی بارہ میں خود جناب علی علیہ السلام سے لکھی ہے۔ وہو ہذا۔

ومنقول است از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سماہ اللہ الفاروق فرّق بین الحق والباطل وایں سخن از علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بنابراں واقعہ شدہ کہ تسمیہ کردن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم تسمیہ کردن حق تعالےٰ دادہ چہ وصف حضرت در قرآن مجید بایں طریق واقعہ شدہ کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ باآنکہ معلوم کردہ باشد کہ وے را خداوند سبحانہ تعالےٰ در کتب سابقہ فاروق خواندہ ××× مصرع
کہ کرد ملت و دیں را بعدل معماری

روضۃ الاحباب۔ اما بیان وجہ تسمیہ او بامیر المومنین فاروق رض نسخہ قلمی موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ

حضرت علی کی روایت کہ عمر رض فاروق ہے

یعنی مروی ہے۔ جناب علی علیہ السلام سے کہ انہوں نے فرمایا۔ عمر کا نام خدا نے فاروق رکھا ہے۔ کیونکہ اس نے حق باطل میں فرق دکھا دیا۔ اور یہ ارشاد مرتضوی اس بنا پر ہے۔ کہ آپ نے رسول صلعم کے نام رکھنے کو خدا کا نام رکھنا قرار دیا ہے کیونکہ رسول صلعم کی تعریف قرآن مجید میں یوں وارد ہے۔ کہ یہ نبی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتا۔ بلکہ وہی فرماتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے اسکو وحی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ویسے بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ عمر کا نام اگلی کتابوں میں بھی فاروق آیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ عمر نے ملت اور دین کی عدل کیساتھ معماری جو کی ہے۔

روایت ابن مسعود

عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر۔ بخاری مولوی احمد علی والی ص ۵۴۲

باب اسلام عمر بن الخطاب
یعنی جب سے عمرؓ مسلمان ہوئے ہم ہمیشہ غالب ہی رہے +

ابوذرؓ کی روایت
ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ - ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی دہلی باب فضائل الصحابہؓ
کہ رسول صلعم نے فرمایا خدا نے حق کو عمرؓ کی زبان پر رکھدیا ہے۔ حق کی بات کہتا ہے +

ابن عباسؓ کی روایت
ابن عباسؓ سے مروی ہے۔
قال لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا محمدؐ لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر - (ابن ماجہ
کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیل نازل ہوئے۔ اور کہا کہ اے محمد صلعم عمر کے اسلام لانے سے آسمان والوں کو بھی خوشی ہوئی +

صہیبؓ کی روایت
صہیبؓ فرماتے ہیں:۔
لما اسلم عمر جلسنا حول البیت حلقا وطفنا وانتصفنا ممن غلظ علینا - تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۲ھ صت ۳۳۵
کہ جب عمر اسلام لائے تو ہم کو خانہ کعبہ کے گرد حلقے باندھ کر بیٹھنا اور طواف کرنا اور سوفیوں سے انتقام لینا نصیب ہوا +

احمدیت کے دو اصولوں کا اقرار

مولوی عبداللہ العمادی کی زبان سے

حق برزباں جاری - یہ بڑے بڑے علماء غیر احمدیوں کے زبان سے تو سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے مُقر نہیں ہوتے - مگر بعض اوقات اُن کے مُنہ سے بے اختیار حق بات نکل جاتی ہے - آفتاب مورخہ ۱۰ جولائی میں مولوی عبداللہ العمادی کی ایک نظم چھپی ہے جس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عاجزانہ خطاب ہے - اور اس کے دو شعر یہ ہیں:۔

باہر مزارِ پاک سے تشریف لائیے نورِ سیغلبون سے جلوہ دکھائیے

تیرہ صدی سے وحی الٰہی نہیں سنی افلاک کی زمین نے صدا ہی نہیں سنی

اخیر میں آپ عرض کرتے ہیں کہ

امت کا اپنی آج تو سامان کیجیے یہ ارض ریگ ہے اسے فاران کیجیے

اس قطرۂ خسلیس کو عمان کیجیے ان کافروں کو آج مسلمان کیجیے

دیکھیے یوں تو مولوی عبد اللہ صاحب العمادی سلسلہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ مگر احمدیت کے دو اصولوں کا اقرار کر لیا ہے۔ اول یہ کہ اب ہم میں اسلام نہیں رہا۔ بلکہ بعض عقاید و اعمال کے لحاظ سے کافرانہ قدم ہے۔ بلکہ کافر ہی کہنا چاہیے۔ دوم یہ کہ ہماری اصلاح کیلئے حضرت محمد رسول اللہ کی بعثت کی ضرورت ہے۔ اور سوائے اس کے ہمارے دکھوں کا کچھ درماں نہیں کہ پھر سے وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہو۔ وہ وحی الٰہی جو نبوت سے مختص ہے۔

پس کیا یہ اقرار اسبات کا ثبوت نہیں کہ طبائع اس بات کیلئے تیار ہو رہی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے قدموں میں اپنی نجات سمجھیں ✦

انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ

(بحکم حضرت خلیفۃ المسیح)

برادران۔ السلام علیکم۔ دل میں تو بہت کچھ ہے۔ جو آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ اور ابھی میری صحت جو الحمد للہ کہ روزانہ ترقی کر رہی ہے۔ اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر ایک بات جس کا فوراً آپ لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس وقت کہنی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات بھی اس قسم کے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقعہ ہے۔ اور اسکو خدانخواستہ اگر کوئی

نقصان پہنچے۔ تو اس صدمہ سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے شریعت اسلام و حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کے ماتحت اور خود اپنے فوائد کی حفاظت کے لئے اسوقت جبکہ جنگ جدال کی گرم بازاری ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر ممکن طریق سے گورنمنٹ کی مدد کرے۔ اور چونکہ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کس کس طریق سے گورنمنٹ کی مدد کر سکتا ہے۔ اور فطرت انسانی کے مطابق انسان کو بار بار یاد دلانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کام کو بہ احسن انجام تک پہنچانے کے لئے میں نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جس کے گیارہ ممبر قادیان میں ہونگے۔ اور ان کے مددگار کے طور پر ہر ضلع اور ہر صوبہ میں ایک ایک ممبر مقرر کیا جاویگا۔ جو اپنے مددگار اپنے علاقہ میں ہر ایک جگہ پر جہاں احمدیہ جماعت ہو مقرر کریگا۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا۔

۱۔ احمدی جماعت میں خصوصاً اور دوسرے لوگوں میں عموماً بھرتی کی تحریک کرنا +

۲۔ مالی طور پر گورنمنٹ کی مدد کرنیکی تحریک احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کرنا +

۳۔ احمدیوں کو جو تکالیف فوج میں ہوں۔ ان کے دور کرنے کی کوشش کرنا +

۴۔ پچھلی خدمات جو احمدیوں نے کی ہیں۔ ان کی فہرست تیار کرنا اور آئندہ ساتھ ساتھ تیار کرتے رہنا

یہ بھی انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک خدمت جو کوئی شخص کرے۔ اس ضلع کے حکام اور پنجاب گورنمنٹ کو باقاعدہ ماہواری طور پر مطلع کیا جاتا رہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری تمام جماعت اس کام میں اس کمیٹی کی مدد کریگی +

اس کمیٹی کا نام "انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ" ہوگا +

خاکسار مرزا محمود احمد۔ ڈلہوزی۔ 23 7/18

نماز مترجم

برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب کی ہمت پر صد آفرین دو تین کتابیں تو بہت ہی مفید عین ضرورت کے وقت چھپوائی ہیں۔ پہلے درثمین چھاپی جو تمام پہلے ایڈیشنوں سے مکمل اور عمدہ ہے، پھر احمدی جنتری جو معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ اب نماز مترجم جسمیں نماز کے متعلق تمام مسائل اعادہ کئے ہیں۔ علماء قادیان نے بڑی غور سے اسپر نظر ثانی کی اور مناسب اصلاح کے بعد شائع ہونے دیا۔ اور برادر محمد یمین نے جیسا کہ مجھے توقع تھی۔ نہایت اچھے کاغذ پر خوشخط عمدگی کیساتھ چھپوایا ہے۔ کوئی احمدی گھر خالی نہیں ہونا چاہئے۔ جس میں اس رسالہ کے دو چار نسخے نہ ہوں۔ یہ بچوں کیلئے نہیں بلکہ ... نوجوانوں اور بڈھوں کیلئے بھی کار آمد ہے۔ خطبہ جمعہ خطبہ نکاح۔ نماز جنازہ سبھی کچھ درج ہے + قیمت صرف ۱۰ر +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے - ان میں عموماً کونین رہتی ہے - اس لئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک تو دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کرسکتی ہیں - ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا دعویٰ خاص رکھتی اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑونکو مار دیتی ہے - اس لئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے - اور ہلکی تلیوں کو گھٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلاتی ہے - قیمت فی شیشی کلاں ۱۲ ار شیشی خورد ۸ ر محصولڈاک ۵ ر دو شیشی ۶ ر

قوت کی گولیاں

۲۰ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو چکی ہیں - طاقت دینوالی مشہور دوائیں فاسفورس اسکینا ڈاینا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے - مغز - ریڑھ - رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے - بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے - چہرہ پُر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیونکی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ۱ ؎ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ ر

داد کا مرہم

ہر وقت کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے - دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب سنگر پور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا - جس سے کہ ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون اور مشکور ہوں - اس کے استعمال کرنیوالے سب ہی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح مداح ہیں کیونکہ دو ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۱ ؎ محصول ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳	بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء مطابق ذیقعد سنہ ۱۳۳۶ھ	نمبر ۹

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے (۳)

باھتمام

شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان

میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

عقائد اسلام پر ایک کتاب کی ضرورت

ہم خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ اور مابہ الامتیاز دیگر مدعیان اسلام سے ہمیں یہ حاصل ہے۔ کہ ہم بما جاء بہ النبی پر قائم ہیں۔ اور ہمارا ایمان خدا کے فضل سے دید پر ہے نہ کہ محض شنید پر۔ اور ہم جو کچھ مانتے ہیں اس کے دلائل بھی رکھتے ہیں۔ تقلید جامد سے ہم نفور ہیں تحقیق حق ہمارا کام ہے۔ اس خوبی کو آئندہ نسلوں میں قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے بچوں کیلئے ہمارے متوسط تعلیم یافتہ دوستوں کے واسطے ایک نصاب تعلیم ہو۔ جو نہ صرف خواندہ لوگوں کے کام آئے۔ بلکہ ناخواندہ بھی سنکر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا بریں ضرورت سات اصول ایمان کی ایک کتاب شائع کیجائے جس کی ترتیب یوں ہو۔ کہ پہلے ان تؤمن باللہ کے ارشاد کی تعمیل میں ہستی باری تعالیٰ پر جسقدر دلائل قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ وہ جمع کر لئے جائیں۔ ان دلائل سے یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید کی آیات جمع کر دی جائیں اور وجہ استدلال یہ ہو۔ کہ چونکہ خدا نے ایسا فرمایا ہے اسلئے مان لو۔ یہ تو مصادرہ علی المطلوب ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید نے جو عقلی دلائل خدا تعالیٰ کی ہستی پر دیئے ہیں وہ دیئے جائیں اور منکرین خدا کے اعتراضات پر بھی نظر ہو۔ اس کے بعد ملائکہ کی ہستی اور ان پر ایمان لانے کے فوائد کا ذکر ہو جسقدر دلائل مہیا ہو سکیں وہ بھی اس امر پر ہو جائیں کہ فرشتے ہیں وہ عباد مکرمون یفعلون ما یؤمرون ہیں۔ پھر کتب اللہ کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے قرآن شریف کی صداقت اور اس کے خاتم الکتب ہونے کے دلائل دیئے جائیں۔ پھر چوتھے رکن ایمان یعنی رسل علی الخصوص سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کے ثبوت پیش کئے جائیں۔ زبانی تو سب مسلمان کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صادق و مصدق ہیں (وآمنا بہ) لیکن اگر ان سے پوچھا جائے۔ کہ اس پر کیا دلیل ہے۔ تو اچھے اچھے مسلمانوں کو آپ دیکھیں گے کہ بغلیں جھانکنے لگے ہیں اور سوا اس کے کچھ جواب نہیں دے سکیں گے۔ کہ بس وہ سچے ہیں بس۔ ضروری ہے نہایت ضروری ہے۔ کہ اس پر جو دلائل ہم رکھتے ہیں وہ ہمیں ازبر ہوں۔ تاکہ غیر مسلموں میں تبلیغ اور انہیں متبع جادۃ الحق کر سکیں۔ پھر یوم الآخر یعنی قیامت کے ثبوت پر ایک بیش بہا مضمون ہو جس میں آجکل کے خیالات و اوہام کو مدنظر رکھتے ہوئے اثبات کے دلائل دیئے جائیں کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے۔ پھر مشہور و معروف اور ادق مسئلہ تقدیر پر بحث ہو۔ اور خدا کے فضل سے تمام آیات قرآنی و احادیث صحیحہ رسول یزدانی کو (جو تقدیر قدر خیر و شر کے متعلق ہیں) حل کرنے کیلئے چند اصول بتا دیئے جائیں اور ان اعتراضات کا رد ہو۔ جو تقدیر کی حقیقت نہ سمجھنے سے ہوں۔ اس اسلامی مسئلہ کو تمام تنزلوں اور پستیوں اور ناکامیوں کا مبداء سمجھتے ہیں۔ یہ سات اصول اسلام بیان کرنیکے بعد اسلام کی وہ کم از کم دس خصوصیات بیان کیجائیں۔ جو اسے دنیا بھر کے تمام مذاہب سے ممتاز کریں عجب نہیں جو میری آرزو جلدی پوری ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء

صدقۃ الفطر

گندم سے نصف صاع ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صدقۃ الفطر گندم سے بھی ایک ہی صاع ہے۔ لیکن ان کے پاس جہاں تک میں دیکھتا ہوں کوئی دلیل نہیں۔ ایک حدیث ہے۔ ابو سعید الخدری والی جس کے یوں ہیں کنا نخرج اذ کان رسول اللہ صلعم زکاۃ الفطر عن کل صغیر و کبیر حر او مملوک صاعاً من طعام او صاعاً من اقط او صاعاً من شعیر او صاعاً من تمر او صاعاً من زبیب فلم نزل نخرجہ حتی قدم معاویۃ حاجاً او معتمراً فکلم الناس علی المنبر فکان فیما کلم بہ الناس ان قال انی اری ان مدین من سمراء الشام تعدل صاعاً من تمر فاخذ الناس بذٰلک قال ابو سعید اما انا فلا ازال اخرجہ کما کنت اخرجہ یعنے ابو سعید بیان کرتے ہیں۔ ہم صدقۃ الفطر رسول اللہ کے زمانے میں ایک صاع طعام سے دیتے تھے۔ ایک صاع پنیر ایک صاع جو ایک صاع کھجور ایک صاع منقی اور یہی ہم دیتے رہے۔

یہاں تک کہ حضرت معاویہ آئے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ شام کا گندم نصف صاع کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔ پس لوگوں نے (صحابہ) اسی کو اختیار کر لیا۔ ابو سعید نے کہا میں تو اسی طرح صدقہ ادا کرتا رہونگا۔ جیسا کہ پہلے ادا کرتا تھا۔

اس حدیث میں طعام کے لفظ سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ طعام کے معنی گندم کسی لغت کی کتاب میں نہیں۔ اور یوں بھی ان ایام میں گندم ان کا طعام نہ تھا۔ چنانچہ خود ابو سعید الخدری کی روایت ہے۔ قال ابو سعید وکان طعامنا یومئذ الشعیر والزبیب والاقط والتمر (ہمارا طعام جو۔ منقی۔ پنیر۔ کھجور تھا) پس اگر طعام سے مراد گندم ہوتی تو ابو سعید اپنی تائید کیلئے طعام کی تفصیل کرتے ہوئے سب سے پہلے گندم کا نام لیتے پس طعام کے بعد منقی پنیر کا ذکر عطف خاص بر عام ہے۔ اور ابو سعید کے قول فلا ازال اخرجہ کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ ہم تو جن جنسوں کو نبی کریم کے عہد میں دیتے تھے یعنی جو۔ کھجور اسی جنس سے صاع دیتے رہینگے۔ ابو سعید نے اس بات پر زور نہیں دیا کہ گندم کا بھی ایک ہی صاع ہے۔ بلکہ وہ تو اپنا طرز عمل بیان کرتے ہیں۔ اور اسمیں کیا شک ہے۔ کہ پہلے صدقۃ الفطر علی العموم جو کھجور اور ہمچو قسم اشیاء سے ہی ادا کرتے تھے۔ کیونکہ گندم عام طور پر موجود نہ تھا پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت معاویہ نے جب گندم کے دو مد (نصف صاع) بتائے تو جمہور صحابہ نے اسپر اتفاق کر لیا پس یہ حدیث بھی ہماری طرف سے ہی حجت ہے۔ جو گندم سے نصف صاع کے قائل ہیں

دوسری حدیث:۔ حدثنا عقبۃ بن مکرم البصری حدثنا سالم بن نوح عن ابن جریج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث منادیا ینادی فی فجاج مکۃ الا ان صدقۃ الفطر واجبۃ علی کل مسلم ذکر او انثی حر او عبد صغیر او کبیر مدان من قمح او صاع من سواہ من الطعام وقال حسن غریب (ترمذی)

نبی کریم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا۔ کہ صدقۃ الفطر گندم سے نصف صاع ہے اور دوسری جنسوں سے ایک صاع۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث کو مرسل کہتے ہیں۔ مگر جب عدالت و امانت کا ثبوت ملجائے تو مرسل حجت ہے۔

تیسری حدیث:۔ جو حاکم نے نقل کی ہے۔ عطاء سے کہ ان رسول اللہ صلعم بعث صارخا بمکۃ ان صدقۃ الفطر حق واجب مدان من قمح او صاع من شعیر او تمر صححہ الحاکم +

چوتھی حدیث:۔ روی الدارقطنی عن علی بن صالح عن ابن جریج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلعم امر صارخا فصاح ان صدقۃ الفطر حق واجب علی کل مسلم مدان من قمح او صاع من شعیر او تمر (دارقطنی)

ابن جوزی نے علی بن صالح کا نقص اس حدیث میں بتایا ہے۔ مگر صاحب التنقیح کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن جوزی کی غلطی ہے۔ علی بن صالح غیر معروف بھی نہیں۔ بلکہ یہ معروف الحال ہے۔ اسکی کنیت ابو الحسن ہے۔ اور ثوری اور معتمر بن سلیمان نے اس سے روایت کی ہے۔ اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں اسکا ذکر کیا ہے۔ اور اسے معروف کہا ہے۔ یہ ایسی مرسل ہے جسکا اعتضاد ترمذی والی مرسل سے ہوتا ہے۔ اور بعتضد مرسل مقبول ہے +

پانچویں حدیث:۔ رواہ ابوداؤد والنسائی عن الحسن عن ابن عباس انہ خطب فی آخر رمضان بالبصرۃ الی ان قال فرض رسول اللہ ھذہ الصدقۃ صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع قمح الحدیث رواتہ ثقات مشھورون۔

حضرت ابن عباس نے خطبہ پڑھا۔ اور اسمیں کہا۔ کہ صدقہ فطر گندم سے نصف صاع ہے اسکے راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ یہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ کہ مرسل حجت ہے +

چھٹی حدیث:۔ رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب فرض رسول اللہ صلعم زکاۃ الفطر مدین من حنطۃ۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے صدقۃ الفطر گندم سے دو مد مقرر کیا +

ساتویں حدیث:۔ حدثنا المزنی حدثنا الشافعی عن یحیی بن حسان عن اللیث بن سعد عن عقیل بن خالد وعبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلعم فرض زکوۃ الفطر مدین من حنطۃ۔ (رواہ الطحاوی)

تنقیح میں ہے۔ کہ اس کے اسناد صحیح ہیں۔ یہ مرسل ہے مگر سعیدؒ کی اور مراسیل سعیدؒ حجت ہیں۔

آٹھویں حدیث:۔ کہا عبدالرزاق نے اخبرنا جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ قال خطب رسول اللہ الناس قبل یوم الفطر بیوم اوبومین فقال ادوا صاعا من بر او قمح بین اثنین او صاعا من تمر او شعیر عن کل حر و عبد صغیر او کبیر۔

رسول اللہ نے خطبہ پڑھا۔ کہ گندم ہر دو آدمی ایک صاع دیں یعنی نصف صاع اور کھجور و جو فی آدمی پورا صاع چھوٹا ہو یا بڑا۔ (مسند عبدالرزاق)

نویں حدیث:۔ حدثنا قتیبہ نا حماد بن زید عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلعم صدقۃ الفطر علی الذکر والانثی والحر والمملوک صاعا من تمر او صاعا من شعیر قال فعدل الناس الی نصف صاع من بر قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح (ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کے عہد میں جو یا کھجور سے صاع دیتے تھے۔ پھر لوگوں نے نصف صاع گندم اس کے برابر کر لی۔ (الناس صحابہ تھے) یہ حدیث حسن صحیح ہے +

دسویں حدیث:۔ قال ابن عمر فجعل الناس عدلہ مدین من حنطۃ پھر صحابہ و تابعین نے دو مد گندم مقرر کر لی (صحیح مسلم باب زکوٰۃ الفطر علی المسلمین)

گیارہویں حدیث:۔ عن عبداللہ ثعلبہ بن ابی صغیر عن ابیہٖ قال۔ قال رسول اللہ صلعم صاع من بر او قمح عن کل اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثی (رواہ ابو داؤد)

یہ حدیث صاحب ہدایہ نے بھی لکھی ہے۔ اور راویوں کے نام کی نسبت کچھ بحث ہوئی ہے مگر آٹھویں نمبر میں ہم نے ایسا طریقہ لکھدیا ہے، جس کی سند صحیح ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔ وھی من طرقہ الصحیحۃ التی لاریب فیھا طریق عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ الخ۔

بارہویں حدیث:۔ اخرج الامام احمد فی مسندہٖ من طریق ابن المبارک

عن ابن لهیعة عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ وعنہا قالت کنا نؤدی زکاة الفطر علی عہد رسول اللہ صلعم مدین من قمح بالمد الذی یقتاتون بہ

امام احمد نے اپنے مسند میں اسکی تخریج کی۔ ابن لهیعة کی وہ روایت جو اسکے امام ابن مبارک کے طریقہ سے ہو مقبول ہے +

تیرھویں روایت :- رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنا معمر عن عاصم عن ابی قلابة عن ابی بکر انہ اخرج زکاة الفطر مدین من حنطة وان رجلہ ادی الیہ صاعا بین اثنین۔ لیجیئے یہ خلفاء راشدین میں سے اولہم بالتحقیق ابوبکر صدیق کا فعل ہے۔ کہ نصف صاع گندم صدقۃ الفطر ہے۔ اور یہ بھی کہ دو آدمیوں کے پیچھے صاع گندم ایک آدمی نے پیش کی +

چودھویں روایت :- واخرج ابی داؤد والنسائی عن عبد العزیز بن ابی رواد عن نافع عن ابن عمر کان الناس یخرجون صدقة الفطر علی عہد رسول اللہ صلعم صاعا من شعیر او تمرا و سلت او زبیب قال عبد اللہ فلما کان عمر رضی اللہ عنہ وکثرت الحنطة جعل عمر نصف صاع حنطة مکان صاع تلک الاشیاء یعنی حضرت عمر کے عہد میں قرار پاگیا۔ کہ گندم بیشک نصف صاع ہی دینی چاہیئے۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے صاع گندم دیتے تھے۔ بلکہ گندم تھی ہی نہیں۔ جب کثرت ہوئی اور مسئلہ چلا۔ تو فیصلہ ہوا۔ دربار خلافت عمری میں کہ واقعی نصف صاع گندم چاہیئے +

اسمیں راوی ابن ابی رواد پر گفتگو کی گئی ہے سو واضح ہو۔ کہ ابن معین۔ یحیی بن سعید القطان۔ ابو حاتم نے اسکی توثیق کی ہے۔ یہ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر کا فتویٰ ہوا +

پندرھویں روایت :- اب حضرت عثمان تیسرے خلیفہ راشد کا فتویٰ سنیئے۔ واخرج الطحاوی عن عثمان انہ قال فی خطبة ادوا زکاة الفطر مدین من حنطة (دو مد گندم ادا کرو)

سولھویں روایت:۔ قال علیؓ من جرت علیہ نفقتك نصف صاع من بر او صاع من شعیر او تمر۔

حضرت علی نے فرمایا۔ کہ تو اور جس کا نفقہ تیرے ذمہ ہو۔ سب کے نصف صاع گندم صدقۃ الفطر ادا کرو۔ (طحاوی و عبدالرزاق)

سترہویں روایت:۔ اس کے علاوہ مختلف صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ ملاحظہ ہو

اخرج عبدالرزاق عن ابن الزبیر قال زکاۃ الفطر مدان من قمح۔

اٹھارہویں روایت:۔ واخرج نحوہٗ عن ابن عباس وابن مسعود وجابر بن عبداللہ۔

انیسویں روایت:۔ وروی ایضاً حدثنا معمر عن الزھری عن عبدالرحمٰن عن ابی ھریرہ قال زکاۃ الفطر علی کل حر وعبد ذکر او انثی صغیر او کبیر فقیر او غنی صاع من تمر او نصف صاع من قمح قال معمر وبلغنی ان الزھریؒ کان یرفعہ الی رسول اللہ صلعم۔

بیسویں روایت:۔ واخرج ایضاً عن مجاھد قال کل شی سوی الحنطۃ ففیہ صاع وفی الحنطۃ نصف صاع (گندم کے سوا دوسری سب اشیا میں صاع ہے)

اکیسویں روایت:۔ واخرج نحوہ عن طاؤس وابن المسیّب وعروۃ بن الزبیر وسعید بن جبیر وابی سلمہ بن عبدالرحمٰن واخرجہ الطحاوی عن جماعۃ کثیرۃ

بائیسویں روایت:۔ واخرجہ الطحاوی عن جماعۃ کثیرۃ وقال ما علمنا احداً من الصحابۃ والتابعین روی عنہ خلاف ذالك۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا اس کے خلاف روایت کرنا۔ ہمیں معلوم نہیں۔

اخیر میں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو ہمارے حکم و عدل تھے۔ اور جن کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ مانتے ہیں انکا عمل بھی یہی تھا۔ کہ آپ نصف صاع کے حساب سے گندم صدقۃ الفطر دیتے تھے۔ اس کے راوی حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب و سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل۔ اور

حضرت ام المومنین ہیں +

حضرت صدیق ثانی مولٰنا نور الدین کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ کہ نصف صاع گندم پھر تمام صحابہ و مہاجرین دار الامان کا عمل مسیح موعود کی موجودگی میں نصف صاع پر رہا ہے۔ اور اسی حساب سے ان سے عاملین صدر انجمن وصول کرتے رہے۔ پس قلم واجب نصف صاع ہے۔ اور بطریق تطوع یا برنگ احتیاط کوئی صاع دے۔ تو اسکی مرضی +

چار سے زیادہ بیویاں جائز نہیں

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلٰث و ربٰع کے متعلق جو اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نو ۹ بیویوں کی اجازت نکلتی ہے۔ انکے دلائل یہ ہیں:-

۱- نبی کریمؐ نے اپنے عمل سے بتایا کہ نو بیویاں جائز ہیں۔

۲- واؤ جمع کے لئے آتی ہے۔ پس مثنٰی و ثلٰث و ربٰع کے معنی ہیں ۲+۳+۴ کل ۹

پہلی بات کے متعلق عرض ہے۔ کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ۴ یا ۹ بیویوں کی اجازت ہے۔ اور ۵ یا ۱۰ بیویوں کی ممانعت۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بموجب آیت لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن (آج سے کوئی بیوی حلال نہیں۔ اور نہ یہ حلال کہ تم ان کے بدلے میں اور بیوی کرو۔ اگرچہ تجھے ان کی کوئی خوبی بھلی معلوم ہو۔ احزاب ع ۶ ۲۲) کہ نبی کریمؐ نہ اس اجازت سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نہ یہ ممانعت جو آیت فانکحوا میں سے نکلتی ہے۔ اسکا کوئی اثر آپ کی ذات خاص پر ہے۔ کیونکہ امتیوں کے لئے اگر ۴ یا ۹ کی اجازت ہے۔ تو وہ ایک کے مرنے یا طلاق دینے پر اسکی بجائے دوسری کر سکتے ہیں اور تعداد ۴ یا ۹ تک پہنچا سکتے ہیں لیکن نبی کریمؐ کیلئے نہ تو یہ اجازت ہے۔ کہ ایک مر جائے۔ یا اسے طلاق دیں تو اسکی بجائے دوسری بیوی کر سکیں۔ اور نہ اس تعداد سے (جو آیت لا یحل کے نزول کے وقت تک تھی) زیادہ آپ کر سکتے تھے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ آیت فانکحوا کا حکم نبی کریمؐ کے لئے نہیں + ایسا ہی آیت فانکحوا میں ممانعت ہے۔ کہ ۴ یا ۹ سے زیادہ نہ کرو۔ مگر اس ممانعت کا اثر

بھی نبی کریمؐ کی ذات قدسی صفات پر نہیں کیونکہ آپ کے لیئے اگر اس آیت میں ممانعت تھی۔ تو لا یحل والی آیت کے نزول کی کیا ضرورت تھی۔ دوم آیت فانکحوا تو بتاتی ہو کہ ۴ یا ۹ سے نہ بڑھو اور آیت لا یحل کہتی ہے۔ کہ اس کے بعد نکاح کی اجازت ہی نہیں خواہ تعداد ۴ یا ۹ سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ پس جب نبی کریم صلعم کیلیئے یہ آیت نہیں۔ تو آپ کے عمل کو اس آیت کی بناء پر بتا کر ۹ کی اجازت نکالنا غلط ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ نبی کریمؐ کیلئے الگ تخصیص غیر مذاہب کے لوگوں کو اعتراض کا موقعہ دیتا ہے۔ کہ اپنے لئے خاص رعائتیں رکھ لیں صحیح نہیں۔ کیونکہ اوّل تو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ خواص کیلئے خصوصاً بادشاہوں کے لئے خاص رعائتیں ہوتی ہیں۔ دوم یہ آیت لا یحل لک النساء من بعد تو بتاتی ہے۔ کہ آپ پر ہم سے زیادہ پابندی عائد تھی۔ ہم تو جب چاہیں چار تک بیویاں کر سکتے ہیں۔ ایک مر جائے یا ایک کو طلاق دیدیں تو اسکی بجائے دوسری کرلیں۔ لیکن نبی کریمؐ کو قطعاً اجازت نہ تھی۔ کہ کوئی اور بیوی کریں۔ خواہ آیت کے نزول کے وقت کی موجودہ بیویاں سب کی سب ہی مر جائیں۔ تب بھی اجازت نہ تھی۔ کہ کوئی اور بیوی کرتے۔ کیا یہ سخت پابندی نہیں۔ پس نبی کریمؐ نے کونسی خاص رعایت اپنے لئے چاہی۔ ہمارے لئے بلحاظ زمانہ آزادی ہے۔ جب تک چاہیں ۴ تک بیویاں کرلیں لیکن نبی کریمؐ کے لئے پابندی ہے۔ کہ آئندہ کوئی بیوی نہ کریں۔ اسی طرح ہمارے لئے اگر تعداد کی قید ہے۔ کہ ۴ تک بیویاں کریں۔ تو نبی کریمؐ کیلئے بھی پابندی ہے۔ کہ موجودہ تعداد سے نہ بڑھیں +

اب دوسرا سوال لیجیئے۔ کہ واؤ جمع کے لئے ہے۔ نحویوں اور مفسرین کے اقوال کو الگ رکھکر صرف اس آیت کو غور کیلئے پیش کرتا ہوں۔ قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا (السباء ۲۲ ع ۱۲) یہاں مثنیٰ اور فرادیٰ کے یہ معنی نہیں کہ تین تین جمع ہو کر سوچو۔ بلکہ یہی مطلب ہے۔ کہ دو دو اٹھ کھڑے ہو یا ایک ایک اسی طرح جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربع کے یہ معنی نہیں کہ فرشتوں کے ۹ پر ہوتے ہیں بلکہ یہی مطلب ہے۔ کہ یا دو دو ہوتے ہیں یا تین تین یا چار چار پس ان دو آیات نے بتا دیا۔ کہ مثنیٰ وثلث کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے +

ز ز ز ز ز ز ز ز ز ز ز ز ز

ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ

حدیث مذکور پر علامہ حائری کے اعتراضات اور اُن کا جواب باصواب

قولہ۔ بجواب سائل کہ یہ حدیث صحاح اہلسنت میں منقول ہے یا نہ۔ علامہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ صحاح میں اس روایت کا منقول ہونا تب زیر بحث ہوگا۔ جب اسکی صحت ثابت ہوجائے۔ (ذوالفقار ۲۲ اپریل ۱۹۱۹ء)

اقول۔ کیا خوب جواب باصواب ہے۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مقولہ غالباً اسی محل پر کسی نے کہا ہوگا۔ محقق ابن خلدون والا جو معیار عجیب آپنے اس حدیث کے جواب میں تجویز فرمایا ہے۔ بیشک قابل داد ہے۔ مگر کاش کہ اپنی احادیث کے متعلق بھی آپ دوسروں کو اس کی اجازت دیا کریں۔ لیکن اس کی اُمید ہرگز نہیں۔

عام طور پر سب سے پہلے کسی حدیث کی صحت کا معیار یہی ہے کہ آیا وہ فریقین کی کسی مسلمہ اور اعلےٰ طبقہ کی کتب حدیث میں مروی ہے یا ادنےٰ طبقہ کی کتابوں میں۔ سو لازم تھا کہ آپ سائل کو یہ جواب دیتے کہ یہ حدیث صحاح اہلسنت میں مروی ہے یا نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس اعتراف سے شرم آتی ہے۔ تو لیجئے میں عرض کر دیتا ہوں کہ یہ حدیث ترمذی ابن ماجہ میں موجود ہے۔ ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ میں خود جناب علی علیہ السلام سے دیکھو مشکوٰۃ عربی باب مناقب ابی بکر و عمر۔ مطبوعہ گلزار محمدی ۱۳۱۳ھ صہ ۵۵۲

قولہ۔ دراصل یہ روائت مقابلہ میں رکھی گئی ہے۔ اس حدیث متفقہ فریقین کے جو حسنین علیہما السلام کے حق میں ہے۔ الحسن والحسنین سیدا شباب اہل الجنۃ۔ (متفق علیہ)

اقول ۔ علامہ صاحب یہ مقابلہ کی خوب فرمائی ہے۔ ایسی ہی جدت طرازیاں ہیں۔ تو احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا ہی حافظ ہے۔ بقول آپ کے تو ایک عیسائی معترض کہہ سکتا ہے۔ حدیث۔ ان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ۔ جو حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے حق میں مشہور ہے۔ یہ مقابلہ میں رکھی گئی ہے۔ اس آیت کے جو مریم علیہا السلام کے حق میں قرآن میں وارد ہے۔ واصطفاک علی نساء العالمین (سورہ آل عمران) اور اسی طرح اگر کوئی سائل آپ سے دریافت کر بیٹھے کہ خود حدیث الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ مقابلہ میں رکھی گئی ہے۔ اس حدیث کے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بقول قاضی نور اللہ شوستری اپنے پسر عم و برادر رضاعی حضرت ابوسفیان الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمائی۔ کہ ابوسفیان الحارث سید فتیان اہل الجنۃ۔ دیکھو مجالس المومنین ترجمہ ابوسفیان الحارث۔ یعنے ابوسفیان الحارث جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ تو خدا جانے آپ کیا جواب دیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کی سرداری بمقابلہ دو سرداروں کے عقلاً و نقلاً زیادہ مستحسن بھی ہے۔

علامہ صاحب! بالفرض مانا کہ یہ حدیث سُنیوں نے ابوبکر کی خاطر گھڑ لی ہے۔ کیونکہ سُنیوں کے نزدیک وہ خلیفہ بلافصل ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ لیکن یہ فرمایئے کہ صحاح اہلسنت میں جہاں جناب علی علیہ السلام کے حق میں حدیث نبوی ہے۔ علیٌّ منّی وانا من علیّ۔ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی وارد ہے۔ العباس منّی وانا منہ رواہ الترمذی۔ کیا یہ بھی سُنیوں نے جناب علی علیہ السلام کے مقابلہ کے واسطے رکھ دی ہے۔ اور اسی طرح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان کے حق میں فرمایا۔ انت اخونا ومولانا۔ بخاری۔ باب مناقب زید بن حارثہ مولی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کہ تم ہمارے بھائی اور مولا ہو۔ حالانکہ زید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ کیا یہ بھی مقابلہ میں رکھی گئی ہے۔ حدیث:۔ من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ (رواہ الترمذی) کے آخر تعصب کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے ؛

پھر آپ نے جو حدیث سیدا شباب اہل الجنۃ کو صحیح اور متفقہ فریقین لکھا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے

کیا آپ کا یہ منشا نہیں۔ کہ یہ حدیث تو صحیح ہے۔ لیکن سیدا کہول اہل الجنۃ والی صحیح نہیں ہے۔ لیکن آپ کو اور آپ کے شیعوں کو معلوم ہو کہ یہ دونوں حدیثیں جیسے کہ مشکوٰۃ شریف سے واضح ہے۔ صحیح ترمذی میں وارد ہیں۔ بلکہ سیدا کہول اہل الجنۃ ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور سیدا شباب اہل الجنۃ کے آخر میں لکھا ہے۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔ دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت رض صفحہ ۵۶۳ با ایں ہمہ خدا جانے آپ نے اس کو صحیح اور بلکہ (متفق علیہ) کس بناء پر لکھ دیا ہے۔ حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اہلسنت کے ہاں متفق علیہ اس حدیث پر لکھا جاتا ہے۔ جو بخاری و مسلم دونوں میں ہو۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں آئی ہے؟

قولہ۔ کہول جمع کہل بالفتح ہے۔ یہ لفظ عمر رسیدہ بوڑھے آدمی پر مستعمل ہوتا ہے

اقول۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس معنی کو کسی کتاب لغت حدیث یا لغت عرب کے حوالہ سے بعبہ اصل عبارت آپ زیب ارقام فرماتے۔ میں مشکور ہوں گا۔ اگر آپ کہل کے معنے عمر رسیدہ بوڑھا اور پھر حصر کے ساتھ جیسے کہ آپ نے اس معنی کو اپنے مفید مطلب پا کر لکھ دیا ہے۔ دو چار کتب لغات عرب سے ثابت فرمائینگے۔ دیکھئے لفظ کہل کے معانی میں عرض کرتا ہوں:۔

(۱) منتہی الارب میں ہے۔ مرد تا شانزدہ سال حدث است واز شانزدہ تا سی و دو شاب واز سی و دو تا پنجاہ سال کہل بس ازاں شیخ۔ بنت کہل۔ گیاہ بیابان درازی رسیدہ وسخت گردیدہ وشگوفہ برآمدہ۔ اکتہال۔ گل کردن مرغزار۔ یقال فلاں کاہل بنی فلاں۔ ای عمدتہم فی الملمات سیدہم فی المہمات۔ وفی الحدیث کاہل مضر وعلیہا المحمل۔ زیر لفظ کہل صفحہ ۱۶۶۰ منتہی الارب مطبوعہ مصطفائی لاہور سنہ ۱۸۹۷ء

یعنے مرد سولہ برس کی عمر تک حدث کہلاتا ہے۔ سولہ سے بتیس برس تک شاب اور بتیس سے پچاس سال تک والے کو کہل اُس کے بعد اس کو شیخ کہتے ہیں۔ بنت کہل کے معنے ہیں جنگل کی گھاس جو لمبا اور سخت ہو جائے۔ اور جس کا شگوفہ نکل آئے۔ اکتہال کے معنے ہیں چراگاہ کا پھولنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں قبیلہ کا کاہل ہے۔ تو اس سے یہ مُراد ہوتی ہے کہ وہ جوان کی مصائب اور مشکلات کے وقت ان کا چیدہ اور سردار ہو۔ اور حدیث میں ہے،

قبیلہ مضر کا سردار اور اسکا بردار و مدار ؎

(۲) قاموس میں ہے ۔ ویروی من کاھل لے تزوج قالہ اراد الجہاد معہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ دیکھو قاموس جلد ۱ مطبوعہ نولکشور ص۳۶ زیر لفظ کہل ۔

گویا منجملہ دیگر معانی کے اسکے معنے دولھا بننا بھی ہیں ؎

(۳) تفسیر خازن میں ہے ۔ وقال مجاھد الکھل الحکیم والعرب تمدح الکھولۃ لانھا حالۃ الوسطی فی احتناک السن واستحکام العقل وجودۃ الرائی والتجربۃ ۔ زیر آیت ویکلم الناس فی المھد وکھلاً ۔

یعنے مجاہد فرماتے ہیں کہ کہل کے معنے حکیم یعنے دانا ہے ۔ اور عرب کے لوگ کہولت کی تعریف کرتے ہیں ۔ کیونکہ از روئے مضبوطی عمر و پختہ کاری عقل و عمدگی رائے و تجربہ کے یہی وقت حالت درمیانی کا ہے ۔ یعنے اس عمر میں نہ تو انسان نوجوان کی طرح ناتجربہ کار و خود پسند و خود رائے ہوتا ہے ۔ اور نہ عمر رسیدہ بوڑھوں کی طرح حواس باختہ و درماندہ و مختل ہوتا ہے ؎

(۴) مجمع البحار میں ہے ۔ الکھل من الرجال من زاد علے ثلثین سنۃ الی الاربعین وقیل من ثلث وثلثین الی الخمسین ۔ مجمع البحار مطبوعہ نولکشور جلد ۳ ص۲۳۶ یعنے مردوں میں جو تیس برس سے متجاوز ہو جائے ۔ چالیس سال تک اسکو کہل کہتے ہیں اور ۳۳ برس سے ۵۰ برس تک والے کو بھی کہتے ہیں ۔ دیکھئے اس لفظ میں اور اسکے مشتقات میں کوئی مذموم مفہوم نہیں پایا جاتا ۔ بلکہ ہر ایک پہلو سے تحسین ثابت ہوتی ہے ۔

قولہ ۔ جب بالاتفاق یہ ثابت ہے کہ بہشت میں سب جوان ہونگے ۔ اور سارے بہشت میں ایک بوڑھا بھی نہ ہوگا ۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ دونوں خلافت مآب کون سے بہشت کے بوڑھوں کے سید و سردار قرار پا سکتے ہیں ۔

اقول ۔ بالاتفاق کہنے کا جب مزہ ہو کہ آپ اپنی کتب احادیث میں سے بھی کچھ اظہار فرمائیں پہلے تو ہم اعتبار بھی کر لیتے ۔ مگر کہل کے معنے عمر رسیدہ بوڑھا جو آپنے فرمائے ہیں ۔ اس سے آپ کی یادداشت اور حافظہ کا اعتبار نہیں رہا ۔ اگر آپ اور آپ کے معتقدین ہر ایک اعتراض اور ہر ایک دعوے کو اصل کتب فریقین سے دیکھ کر پیش کیا کریں ۔ تو بہت سے مسائل خود بخود

حل ہو جائیں۔ اور اسقدر قلم فرسائیوں کی ضرورت بھی نہ رہے۔ دیکھئے اسی لفظ کہل کے غلط معنی نے آپ کو اصلیت و حقیقت سے کہاں تک دور جا پھینکا ہے۔ کہل کے معنے آپ نے وہ کر دئے۔ جو عرب کی لغت میں لفظ شیخ کے ہیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ جیسے بزرگواروں سرکاردوں۔ شریعتمداروں سے ایسی فاش غلطیاں سرزد ہوں۔ زیادہ حد ادب و آمدم برسر مطلب۔

جناب علامہ صاحب! اوپر میں ثابت کر چکا ہوں کہ کہل کے معنے عقلمند اور حکیم کے بھی ہیں۔ اور یہ ایک فاضل امام قرأت و تفسیر تابعی (مجاہدؒ) سے منقول ہیں۔ اس کے مطابق جب اس حدیث کے معنے عقلمندوں کے سردار کئے جائیں۔ تو فرمایئے پھر بھی یہ آپ کی جرح و قدح جو ایک حدیث صحیح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ بدستور قائم رہیگی؟ ہرگز نہیں۔

قولہ۔ بالفرض بہشت میں بوڑھوں کا ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو پھر دونوں خلافت مآب صرف بوڑھوں کے ہی سردار ہونگے۔ جوان اور بچوں کے نہیں۔ صرف بوڑھوں پر سرداری مل جانے سے کونسا فخر حاصل ہو سکتا ہے۔

اقول۔ اب جبکہ آپ نے بوڑھوں کا بہشت میں ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ تو اس تسلیم کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض بالکل بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی جانتا ہے کہ بوڑھے کو جوان پر ضرور فضیلت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح جوان کو بچوں پر۔ پس جو بوڑھوں کا سردار ہو گا۔ ضرور ہے کہ جوان کے سردار اس کے ماتحت ہوں۔ ورنہ بقول آپ کے جوانوں کا سردار علیحدہ ہونا چاہیئے۔ اور بچوں کا سردار علیحدہ۔

قولہ۔ تعمق و غور سے دیکھو۔ تو دونوں خلافت مآب کے لئے یہ روایت کسر شان کا باعث ہوتی ہے۔ حالانکہ منصب خلافت کا اقتضاء تو ہونا چاہیئے تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان کو جملہ خلائق صغیر و کبیر برنا و پیر کا سید و سردار قرار دیتے۔ نہ صرف بوڑھوں کی سرداری کے لئے ان کو منتخب فرماتے۔

اقول۔ یہ سب غلط فہمی آپ کو کہل کے غلط معنی کرنے سے لگی ہے۔ خداوند کریم

آپ کو تعصب بے جا سے بچائے۔ اور نور بصیرت عطا فرمائے۔ جب کہل کے معنے دانا اور حکیم کے بھی ہیں جیسے مجاہد کا قول ہے۔ اور نیز محققین اہلسنت نے پہلے سے اس حدیث کے متعلق اسی معنی کو پسند فرمایا ہے۔ دیکھو مجمع البحار زیر لفظ کہل۔ تو آپ کی یہ ساری جرح بالکل بے حقیقت و بے وقعت رہ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بزرگوار داناؤں اور عقلمندوں کے سردار ہیں۔ خود اظہر من الشمس ہے کہ وہ جملہ خلایق صغیر و کبیر۔ برنا و پیر کے سردار ہونگے۔ بوڑھے اور جوان کا تو سوال ہی درمیان سے جاتا رہتا ہے۔

جناب علامہ صاحب! ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ بہشت میں سب بحالت شباب داخل ہونگے۔ جن کی عمر ۳۰ یا ۳۳ برس کی سی ہوگی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث معتبر کتب حدیث میں وارد ہے۔ جسکے راوی بھی جناب علی علیہ السلام اور انس رضی اللہ عنہ جیسے ہیں اور اس نبی کریم کے دہان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ جو فخریہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو خدا نے جامع کلمات کہنے کی توفیق دی ہے۔ پس بحیثیت اُمت ہونے کے کیا ہمارا فرض نہیں کہ حدیث کو غلط قرار دینے سے پہلے یہ خیال کریں کہ آیا اس بُرے مفہوم کے علاوہ کوئی اور معنی بھی اس لفظ یا اس حدیث کے نکل سکتے ہیں یا نہ۔ کیونکہ ایک ایسی معتبر حدیث کے غلط اور مہمل قرار دینے سے پہلے قرین قیاس یہ امر ہے کہ شاید ہمارے فہم قاصر کا ہی قصور ہو۔

قال۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس سے دنیا کا بہشت مراد ہے۔ جس میں بوڑھے بھی ہیں۔ جوان بھی۔ بچے بھی۔ تو ہم اس کو بھی باعث فضیلت و فخر نہیں سمجھتے۔ کیونکہ دنیا کا بہشت تو ہر مومن کے لئے ایک زندان و سجن ہے۔

اقول۔ ایسی صاف اور آسان حدیث کی اسقسم تاویلات رکیکہ بغیر جناب والا کے شاید ہی کسی شیعہ فاضل کو سوجھی ہونگی۔ دنیا کے بہشت کے متعلق جہاں تک کتب فریقین میں دیکھا گیا۔ میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ سنی اس دنیا میں کسی مستقل بہشت کے موجود ہونے کے شاید ہی قائل ہوں۔ بلکہ برخلاف اسکے شیعوں کی معتبر کتابوں میں دیکھا ہے کہ کوفہ کے آس پاس شیعوں کا بہشت ہے۔ اور اس کا نام وادی السلام ہے۔ جہاں تمام مومنین شیعہ

کی ارواح جمع ہوتی ہیں۔ اصل روایت بھی عرض کر دیتا ہوں۔ وما من مؤمن یموت فی بقعۃ من بقاع الارض وقیل لروحہ الحق بوادی السلام وانہا البقعۃ من جنۃ عدن × × × × وادین وادی السلام قال ظہر الکوفہ۔ دیکھو کتاب گوہر مراد لاہیجی فصل ہفتم باب چہارم از مقالہ سوم مطبوعہ ایران۔

غالباً آپ کو انکار نہ ہو گا کہ کوفہ اسی دنیا میں ایک شہر کا نام ہے۔ پس جو بہشت اس کے قرب وجوار میں ہو گا۔ وہ دنیا کا ہی بہشت کہلائیگا۔ لیکن جو فتویٰ آپ نے اسکے متعلق جوش تعصب میں دیدیا ہے۔ کہ وہ ہر مومن کے لئے زندان اور سجن ہے۔ خدا جانے اس یاددہانی کے بعد بھی آپ اس پر قائم رہینگے یا پھسل جائینگے۔

سرکار علامہ صاحب! آپنے دنیا کا بہشت تجویز کر کے اس حدیث کی تغلیط کرنی چاہی تھی لیکن شک ہے کہ اس میں بھی آپ کی اپنی ہی غلطی ثابت ہوئی۔ لیکن اگر تھوڑا سا انصاف سے کام لیتے۔ اور اس حدیث کے یوں معنی کر دیتے کہ دنیا میں جو لوگ سن کہولت کو پہنچ گئے ہیں۔ ابوبکر و عمر ان کے سردار ہیں۔ جب بھی کوئی ہرج نہ تھا۔ اگر آپکے کسی مستفتی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا۔ کہ حدیث میں تو کہول اہل الجنۃ کا لفظ ہے۔ دنیا میں اہل جنت کہاں سے آئے تھے۔ تو ہم اس کو بڑی خوشی سے بتلا دیتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص جاں نثاروں اور تابعداروں کو اسی دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ جس کا ذکر حدیث مشہور عشرہ مبشرہ میں ہے۔ جسکے راوی عبدالرحمٰن بن الاخنس ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ عشرۃ فی الجنۃ النبی فی الجنۃ وابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان وعلی وطلحۃ وعبدالرحمٰن بن عوف والزبیر بن العوام الی آخرہ۔ دیکھو ابوداؤد مطبوعہ نامی کانپور صـ۶۳۹ ـ وابن ماجہ باب فضائل العشرہ رضی اللہ عنہم صـ۱۳ ـ

اگرچہ آپکے اپنی طرف سے اس حدیث صحیح پر الٹی سیدھی جرح بہت کی ہے۔ مگر یقین ہے کہ انشاء اللہ منصف مزاج ناظرین پر بعد ملاحظہ تحریر ہذا آپ کی تحقیق کی اصلیت خود بخود کھل جائیگی۔ والسلام علے من اتبع الہدیٰ۔

خادم حسین از کوئٹہ ۔ ۲۰ر جون ۱۹۱۸ء

معارفِ قرآن

ماہِ رمضان میں مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کے درسِ قرآن سے کچھ

۱- انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الآیہ

اِن آیات کے معنے کرنے سے پہلے انی قد جئتکم بایۃ پر غور کر لینا چاہیئے کہ سب باتوں (خلق طیر - ابراء اکمہ وابرص - احیاء موتی) کو ایک نشان قرار دیا ہے ایک نشان میں بہت سے نشان قرار دیئے جا سکتے ہیں - لیکن بہت سی متفرق باتوں کو آیۃ ایک نشان کہنا غور طلب ہے -

معنی - میں تیار کروں گا تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کے تیار کرنے کی طرح میں اس میں پھونکوں گا - وہ پرندہ بن جائے گا - اللہ کے حکم کے ساتھ

بات یہ ہے کہ جو پرندے ہوتے ہیں - وہ اپنے جیسے پرندے کو کس طرح تیار کرتے ہیں؟ انڈے (جو پانی اور کچھ مادہ کا مجموعہ ہے) سے - اسے چند روز گرمی پہنچا کر اس کو اپنے پروں کے نیچے لے کر خفض جناح کے ساتھ - پس اسی طرح حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جو آدمی کیچڑ کی مزاج والے ہونگے یعنی سعادتمند - جنہیں جس قالب میں ڈھالنا چاہیں - ڈھل جائیں وہ میری صحبت میں رہیں - میری تعلیم و ہدایت پر چلیں - تو میں انہیں اپنے رنگ میں رنگین کروں گا - اور ان میں اپنی روحانیت ایسے ہی ڈالوں گا - جیسے پرندہ اپنی گرمی انڈے میں پہنچا کر اسکے مادے (کیچڑ) کو باذن اللہ اپنی شکل پر بنا لیتا ہے - بس ایسے ہی میں ان زیر تعلیم سعادتمندوں کو اپنے جیسا بلند پرواز روحانیت کا طائر بناؤں گا - اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق - یاد رکھو کہ نبی کا کمال مداریوں والے کام نہیں - بلکہ یہی قلب ماہیت بدوں سے نیک اور بلند پرواز انسان بنا لینا -

ایک احیاء تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے - اور ایک نبیوں کا کام وہ کیا؟ روحانی زندگی دینا جیسا کہ اذا دعاکم لما یحییکم میں بتایا - اسی طرح ایک خلق تو اللہ

سے مخصوص ہے۔ جسکے لئے فرمایا۔ ھل من خالق غیر اللہ۔ ایک معنی قالب بنانے کے ہیں۔ اس میں اور بھی شامل ہیں۔ اسلئے فرمایا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور ایک معنی اندازہ کرنے اور خاکہ بنانے کے ہیں۔ جیساکہ خلق لکم ما فی الارض جمیعًا میں۔ اس آیت میں آخری دو معنے لئے جاسکتے ہیں۔ یعنے تجویز کرنا۔ تیار کرنا۔ یا بنانا اور ہیئت کے معنے تیار کرنے کے ہیں۔ ان دونوں کا ثبوت تفسیر روح المعانی اور لغت سے لیجئے۔

والمراد بالخلق التصویر۔ (صورت بنانا) والابراز علے مقدار معین۔ (مقدار معین پر ظاہر کرنا)

والھیئۃ مصدرٌ (ھیأ یھیأ ھیئۃ (تھئیًا) اب یہ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ ھیّأ کے معنے تیار کرنے کے ہونتے ہیں۔ پھر دیکھو قاموس الھیئۃ ..... وھیّأ تھیئۃ و تھیئیًا۔ اَصلحہٗ (اس کی اصلاح کی۔ تیار کیا) مفسرین اس کی تاویل کرکے مصدر بمعنی مفعول لیتے ہیں۔ تیار کی ہوئی چیز۔ مگر یہ تکلف ہے۔

پس صحیح معنے یہ ہوئے انی اخلق اصلح لکم کاصلاح الطیر۔ یعنے جیسا پرندہ اپنی گرمی پھونک کر انڈے کے مادے اپنے جیسا پرندہ بناتا ہے۔ ایسے ہی میں بھی اپنی روحانیت کے نفخ سے اپنے جیسے بلند پرواز انسان بناؤں گا

(۲)

ابرء الاکمہ۔ میں اچھا کروں گا اندھوں کو اور جذامیوں کو۔

کیچڑ میں تو یہ اشارہ ہے کہ جو اصلاح پذیر مادہ رکھتے ہیں۔ اور جدھر ڈھالو۔ ڈھل سکتے ہیں۔ مگر ایک اور قسم کے لوگ ہیں۔ جنکے مادے میں فساد آچکا ہے۔ یا بصارت زائل ہو چکی ہے۔ یعنی جن میں کوئی نقص پیدا ہو چکا ہے۔ ایک قوت ماری گئی۔ یا تمام روحانیت میں کچھ نہ کچھ فساد ہے۔ تو فرمایا۔ میں اپنی قوت قدسیہ سے ایسے لوگوں کو بھی چنگا کردوں گا۔ وہ بھی مایوس نہ ہوں۔ ان میں پھر روحانی بینائی آجائے گی۔ انکے متفرق اخلاق درست ہو جائینگے ؛

(۳)

پھر لوگوں کی ایک اور قسم ہے۔ جن کی رُوحانی زندگی بالکل ماری ہوئی ہوتی ہے۔ مگر کم از کم ان میں اتنا رجوع ہو کہ ان کی لاش مسیح کے حوالے ہو جائے۔ تو ان کو بھی میں رُوحانی زندگی دوبارہ دونگا۔ ایسے لوگوں کو موتیٰ اور من فی القبور کہنا قرآنی اصطلاح ہے جیسا کہ دوسرے موقع پر فرمایا ہے ؎

(۴)

اور میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ ان چیزوں سے جو تم کھاتے اور ذخیرہ کرتے ہو یعنی جن سے روحانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ بتایا۔ واکلھم السحت۔ پس فرمایا کہ ان بیماریوں کی جو جڑ ہے۔ جب ان کو چھوڑ دو گے۔ اور میرے کہنے پر چلو گے۔ تو میں تمہارے بیماروں کو چنگا اور مُردوں کو زندہ کر دوں گا۔ اور تمہیں بلند پرواز انسان بنا دوں گا۔

پس یہ چاروں باتیں درحقیقت ایک ہی نشان ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے۔ ان فی ذالک لاٰیۃ لکم۔ لاٰیات نہیں فرمایا۔

(۵)

امتداد زمانے سے اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتاب پر نبی کی جماعت کا وہ یقین نہیں رہتا۔ جو نبی کی زندگی میں وابستگان دامن رکھتے ہیں اسلئے پھر نبی مبعوث ہوتا ہے۔ اور الٰہی نشانوں سے اس اُمت کے ایمانوں کو تازہ کرتا ہے۔ فرمایا۔ مصدق لما بین یدی من التوراۃ۔ گویا پھر ان کے ایمان کو تازہ اور کتاب الٰہی کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر اس میں کچھ ملاوٹ ہو گئی ہے۔ تو اس کو باطل بتاتا ہے۔ اور اس کتاب پر عمل کر کے اسکے ثمرات اپنی زندگی میں دکھاتا ہے۔ جس سے دوسروں کو بھی اس کی پیروی میں اس کتاب پر عمل کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ پھر مختلف فیہ مسائل میں بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور نزاع ختم یہی تصدیق ہے جو حق تھا اس کی تعیین ہو گئی۔ اور طبائع مطمئن ؎

(۶)

اور میں حلال کروں گا وہ چیزیں جو حرام کی گئیں تم پر۔ یہ حرام ہونا اگلی شریعت میں نہ تھا۔ بلکہ بعض وجوہات سے ان کی حُرمت ہو گئی۔ مثلاً رہبانیت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔ ماکتب اللہ لکم۔ اپنی طرف سے خود ایک پابندی عائد کرلی۔ اسی طرح جب ایمان کی کمی ہوئی۔ اور طبائع میں شک پڑے۔ تو حلال چیزوں کو بھی حرام کر بیٹھے۔ مسیح نے آکر اصل حقیقت کھولدی کہ حرام نہیں حلال ہے ؛

(ب)

مخالفین یہود دربار میں خاص اثر رکھتے تھے۔ اور مسیح کے قتل پر تلے ہوئے تھے۔ تسلی کے لئے فرمایا کہ میں ہی تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ یہ قتل نہیں کر سکینگے۔ اور یہ صلیب پر کھینچ کر تجھے حسب روایت تورات ملعون ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میں تجھے ایسے حالات میں وفات دوں گا کہ تو مقرب بارگاہ (مرفوع) ثابت ہوگا۔ جیسے کہ دوسرے انبیاء۔ رافعک کے معنے تیری روح کو اٹھانے والا کرنے سے خواہ مخواہ جھگڑا پیدا ہوتا ہے (رفع روحانی سے مراد ہے مقرب بنانا) پس رافعک کے معنے مقرب ثابت کرنے والا ہوں۔ درست ہیں۔

(ج) اور تجھے پاک کرنیوالا ہوں کافروں سے۔ کافر گند پھینکتے تھے۔ آپ (مسیح) پر الزام لگاتے۔ عیب چینیاں کرتے۔ فرمایا۔ میں ان باتوں سے تجھے بری ثابت کروں گا ؛

(د) اتبعوک کے متعلق یاد رکھیں۔ تابعین دو قسم ہیں۔ ایک حقیقی ایک ادعائی۔ یہ لفظ دونو کو شامل ہے۔ اسی لئے دونو قسم کے متابعین کفار مسیح پر روحانی یا جسمانی طور پر غالب ہیں۔

جب اللہ فاعل ہو۔ انسان مفعول ہو۔ توفی کے معنے ضرور موت ہونگے ؛

(۲) حضرت ابن عباس کے معنے بخاری میں متوفیک ممیتک (۳) بخاری میں حضرت نبی کریم کا آیت فلما توفیتنی اپنے قول میں لانا اور معنے موت لینا ؛ یہ تین دلائل ہیں۔ متوفیک کے معنے وفات دینے والا ہونے کے۔ اس آیت کی ترتیب قابل لحاظ ہے۔ اگر متوفیک کو کسی اور جگہ رکھیں تو کہیں رکھنے سے معنی صحیح نہ ہونگے ؛

مثلاً رافعک کے بعد متوفیک رکھنا۔ لیکن مفسرین مانتے ہیں کہ تطہیر بھی قبل از وفات ہو چکی۔ حالانکہ ترتیب آیت جس طرح ہمارے مخالفین بتلاتے ہیں۔ اس میں تطہیر سے پہلے وفات چاہیئے۔ (انی رافعک[۱] الی و متوفیک[۲] و مطہرک[۳] من الذین کفروا) اچھا اسکے بعد رکھیں تو

پھر غلبہ سے پہلے متوفیک رکھنا پڑے گا۔ یعنی یوں انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا ومتوفیک وجاعل الذین اتبعوک۔ مگر یہ بھی مسلمات مخالفین کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح پر ماننا پڑے گا۔ کہ فوت ہو جائے۔ اور پھر غلبہ مومنین کفار پر ہو۔ لیکن ان کا ایمان ہے کہ ابھی مسیح فوت نہیں ہوئے۔ اور متبعین مسیح۔ منکرین مسیح پر غالب ہیں۔ اسکے بعد اب یہ صورت رہ گئی۔ کہ الی یوم القیامۃ کے بعد متوفیک رکھیں۔ یعنی انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا الی یوم القیامۃ ومتوفیک۔ تو اس صورت میں ماننا پڑے گا۔ کہ قیامت کے بعد مسیح فوت ہو گا۔ اور یہ باطل ہے۔ پس ترتیب قرآنی وہی صحیح ہے۔ جو نظم قرآن میں ہے۔ اور اس کی موجودگی میں ماننا پڑے گا کہ پہلے وفات ہو چکی۔ اسکے بعد مقرب ہونا ثابت ہوا۔ پھر کفار کے الزامات سے برایت بھی ہو گئی۔ اور غلبہ بھی ہو گیا ؎

اور جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا

انوکھی استانی

احمدیہ کمیشن ایجنسی قادیان کیطرف سے مسلمان عورتوں اور بچوں میں سچی شائستگی و دینداری پیدا کرنے کے لئے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے جو سلسلہ تصنیفات شروع کیا ہے پنجاب کی سوغات کے بعد یہ اس کا دوسرا نمبر ہے اس ساٹھ صفحے کے رسالے (جو لکھوائی چھپوائی اور کاغذ کے لحاظ سے نہایت دلکش دلآویز ہے) کی زبان بامحاورہ اور سلیس ہے اور ماسٹر صاحب نے ایک فرہنگ بھی اسکے ساتھ لگایا ہے۔ اور اخیر میں قصے کے پیرایہ میں جو ۲۹ نصیحتیں دی ہیں۔ اور جو مفید سبق سکھلائے ہیں انکی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ رسالہ ایسی طرز میں لکھا گیا ہے کہ ہر مذہب و ملت کے شخص کے لئے مفید ہو تاہم جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ اس کی خاص طور پر قدر کرے۔ اور مولف کی حوصلہ افزائی۔ ایک طرف ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم تمام جہان کے رہنما ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے بچوں کے لئے احمدی اہل قلم کی کتابیں نہیں ملتیں۔ کیا ہم میں لکھنے والے نہیں؟ ماسٹر صاحب کا رسالہ بتاتا ہے کہ لکھنے والے ہیں مگر قدر دان کم ہیں جب ایک رسالہ چھپکر مولف کے پاس پڑا رہے تو اس زمانے میں جبکہ کاغذ کی قیمت چوگنی ہو چکی ہے مزید اور لکھکر چھپانے کا کیا حوصلہ ہو سکتا ہے احباب کو چاہیئے کہ یہ رسالہ ہاتھوں ہاتھ خرید لیں تاکہ ہم اس سلسلے کے بقیہ نمبر بھی جلد جلد اپنے پیارے بچوں کو پڑھا سکیں۔ ماسٹر صاحب نے جو کام شروع کیا ہے اللہ انہیں برکت دے۔ اب اسکے ہر طرح براہاں ہیں۔ اتنا عرض ضرور کروں گا کہ تھوڑی عبارت میں بہت سے مطالب ادا کرنے کی کوشش اور جو نصیحت دینا چاہیں اس ہی پر ختم کر دیں اور بڑے پیرایے میں دل نشین کریں۔ قیمت ۴ر چار روپے میں بیس۔ غریب طلباء اور کتب خانوں کو ۲ر

احمد موعود

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر (باوجود اسکے کہ آپ حقیقی احمدؐ تھے یعنی آپ کی ذات میں حقیقت احمدیت تھی) اسمہ احمدؐ والی پیشگوئی بلا واسطہ آپ کے بعد تمام مسیح موعود کے پوری نہیں ہوئی۔ ہاں استعداد باطنی کے لحاظ سے بالقوہ طور پر آپ بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔

اور حضرت مسیح موعود (باوجود اسکے کہ آپ مجازی احمدؐ تھے یعنی آپ ازخود اپنی ذات کے صفت احمدیت کے مالک نہ تھے (۲) آپنے جو کچھ حاصل کیا بطفیل رسول اکرم ہی حاصل کیا) بشارت اسمہ احمدؐ کے علیٰ وجہ الاتم بالفعل مصداق ہیں۔

اس دعویٰ کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ضرور سمجھ لینی چاہئیں۔ اول تو یہ کہ:۔

"خدا تعالےٰ کے وعدے جو اسکے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں کبھی تو بلا واسطہ پورے ہوتے ہیں۔ اور کبھی بالواسطہ ان کی تکمیل ہوتی ہے"۔

ازالہ صفحہ ۳۴۹

دوم۔ یہ کہ جو کمال تام و خطاب مسیح موعود نے بواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پایا اس کا نام آپ ظلی۔ مجازی رکھتے تھے۔ اور یہ آپ کی مخصوص اصطلاح ہے۔

چنانچہ نسخہ حق صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:۔

"وہ قرآن شریف ہے۔ جسکی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اسکے **ظلی طور پر الہام پاتے ہیں**"۔

اب کیا یہ الہام حقیقی یعنی فی الحقیقت اور فی الواقعہ سچا نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ مگر اصطلاح مخصوص کے طور پر اسے ظلی فرمایا*

اسی طرح آپ نے اپنی نبوت و رسالت کو مجازی و ظلی فرمایا۔ حالانکہ وہ حقیقی اور اصلی ہے حتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں آپ یہ بھی نہیں فرماتے۔ کہ میں حقیقی مہدی ہوں۔ بلکہ حقیقی مہدی حضور انور ہی کو فرمایا۔ چنانچہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۱ پر ہے:۔

لہ یہ مضمون ان لوگوں کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کو صادق مصدوق مانتے ہیں۔ اور آپکی تحریریں ... پیش کرتے ہیں *

"حقیقی اور کامل مہدی نہ موسےٰ تھا × × × اور نہ عیسیٰ تھا × × × × بلکہ حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں صرف ایک ہی ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔"

باایںہمہ ہمارا ایمان ہے کہ مہدی کی نسبت جو پیشگوئی تھی ۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود میں پوری ہوئی ۔ یعنی گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں حضرت مرزا صاحب مجازی مہدی تھے ۔ مگر پیشگوئی کے مصداق آپ ہی تھے ۔ اسی طرح حقیقی احمد یعنے وہ ذات قدسی صفات جو حقیقی طور پر اس نام کی مصداق ہے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ۔ اور حضرت مرزا صاحب آپ کے مقابل میں مجازی طور پر احمد ہیں ۔ لیکن باایںہمہ ہمارا ایمان ہے ۔ کہ اسمہٗ احمد والی پیشگوئی آپ ہی کے وجود سے پوری ہوئی ۔ کیونکہ مجازی کہنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ میں حقیقت احمدیت کامل طور پر نہ تھی ۔ مجازی کا لفظ تو یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے ۔ کہ آپ نے یہ صفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ فیض سے حاصل کی ۔ کیونکہ آپ کا مذہب ہے کہ ۔

" وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے) کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے ۔ وہ انسان نہیں ۔ بلکہ ذریت شیطان ہے ۔" حقیقۃ الوحی صہ ۱۱۶

حضرت اقدس کو اس اصطلاح کا التزام یہاں تک ہے کہ آپ نے اپنی عبودیت کو بھی ظلی ہی فرمایا ۔ ملاحظہ ہو ۔ ایام الصلح صہ ۱۴۸

" چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے ۔ اسلئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کی گئی ۔ یعنے اس کا نام غلام احمد کر کے پکارا گیا ۔ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے ۔ جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے ۔"

پس ظلی اور مجازی کہنے سے یہ مت سمجھو کہ حقیقت احمدیت کامل طور سے آپ میں نہ تھی ۔ یہ حقیقت تو آپ میں تھی ۔ اور ضرور تھی ۔ مگر بالواسطہ و بر فیض نبی متبوع تھی ۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۰ میں اپنے نام کی فلاسفی فرماتے ہیں :-

" اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے زمین پر ایک تجلی عظمیٰ ہوتی ہے ۔ اور وہ اپنے صفات کاملہ

کے کنز مخفی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو زمین پر ایک انسان کا ظہور ہوتا ہے جسکو **احمدؐ کے نام سے آسمان پر پکارتے ہیں۔"**

اور پھر دعوے کیا کہ وہ احمد اس آخری زمانے میں میں ہی ہوں

خدا تعالیٰ نے چاہا کہ آخری زمانہ میں اسکے اسم اعظم اور شیطان کے اسم اعظم کی ایک کشتی ہو x x x شیطان نے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ ایک قوم کو اپنا مظہر بنایا۔ اور اسلام پر ایک سخت حملہ کیا۔ اور خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا۔ اور اس کو ایک حالت فنا عطا کر کے اپنی طرف رجوع دیا۔ تا حقیقی عبادت کے رنگ میں المعبود کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔ اور اس کا نام احمدؐ رکھا۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۵

اب میں چابیوں والی پیشگوئی جو حضرت عمرؓ کے وجود سے پوری ہوئی۔ اور اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود کے وجود میں پوری ہوئی۔ بالمقابل رکھ کر آپ کو یہ مسئلہ سمجھاتا ہوں:۔

چابیوں والی پیشگوئی

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپکے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے۔ اور آنجناب نے نہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو دیکھا۔ اور نہ کنجیاں دیکھیں۔ مگر چونکہ مقدر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر کو ملیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آنحضرت صلعم کا ہی وجود تھا۔ اسلئے عالم وحی میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلعم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔"

ایام الصلح

اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی

غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا مگر بعث دوم جس کی طرف آیہ کریمہ "وآخرین منہم لما یلحقوا بہم" میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیسا کہ آیت "ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہو گا۔ تو اسوقت وہ نبی کریم

۱ حضرت عمر۔ آنحضرت صلعم کے ایک ظلی وجود تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم کا بروز اعظم جو اکمل اور اتم ہے ۔۔۔۔۔ حضرت مسیح موعود ہیں۔ کیونکہ آپ بروز محمدی جامع جمیع کمالات محمدؐ مع نبوت محمدیہ ہیں ؂

جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس
مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی
تجلی ظاہر کرے گا۔
تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

اس تمہید و تقریب و تمثیل کے بعد وہ پانچ زبردست زبردست ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ بشارت اسمہٗ احمدؐ بالواسطہ طور پر (جیسے کہ چابیوں والی پیشگوئی پوری ہوئی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ یعنی مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی

پہلا ثبوت

ابیات کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ بشارت اسمہٗ احمدؐ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث دوم کی نسبت ہے۔ پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ اور چونکہ بعث دوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی ذات پر موقوف نہیں۔ بلکہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کی ذات پر موقوف ہے۔ اسلئے بشارت اسمہٗ احمد کی پیشگوئی بھی اسی فرد کامل پر صادق آئیگی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی ابیات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔

(۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

(۲) دوسرا بعث احمدی۔ جو جمالی رنگ میں جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

یہ حوالہ اسبات کا قطعی ثبوت ہے کہ بشارت اسمہٗ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ بات مذہبی طور سے ثابت شدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا دوسرا بعث بلاواسطہ طور پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی نفس نفیس سے ہرگز پورا نہیں ہوا۔ بلکہ بالواسطہ طور پر آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا جیسا کہ اسکے متعلق حضرت مسیح موعود نے یوں تحریر فرمایا ہے:۔

"اور ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے"۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ

جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ سے جاری ہوا۔ ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اسصورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا۔ جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔

یہ حوالے بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں:۔

(۲) بشارت اسمہٗ احمد دوسرے بعث کی نسبت ہے ✿

(۳) دوسرا بعث مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا ✿

پس ثابت ہوا کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بلاواسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود اپنے نفس نفیس سے پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی کیونکہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بعث دوم کی نسبت ہے۔ اور بعث دوم کا مورد اور موقوف علیہ آنحضرتؐ نہیں۔ بلکہ مسیح موعود ہے۔ پس یہ پیشگوئی اسمہٗ احمد مسیح موعود کے ذریعہ بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی جسطرح کہ پیشگوئی چابیوں والی حضرت عمرؓ کے ذریعہ پوری ہوئی ✿

دوسرا ثبوت

اسبات کا دوسرا ثبوت کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بالواسطہ طور پر مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی ہے یہ ہے کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد ماہیت حقیقت کیفیت مآل اور انجام کے لحاظ سے کسی مثیل تام

حضرت عیسیٰ کو چاہتی ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گو مثیل عیسیٰ ہیں۔ لیکن آپ کا مثیل عیسیٰ ہونا کھلے کھلے طور پر بلاواسطہ کسی بروز کے آپ کی ذات سے پورا نہیں ہُوا۔ بلکہ آپؐ نے اپنے ایک بروز کے آئینہ میں اس مماثلث عیسویہ کا پورا رنگ دکھایا ہے۔ یعنی مسیح موعود کے ذریعہ آپ کا مثیل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس چونکہ بشارت اسمہ احمد کسی مثیل عیسیٰ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مثل عیسےٰ ہونا بلاواسطہ نہیں۔ بلکہ بذریعہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ہے۔ اسلئے یہ پیشگوئی بلاواسطہ طور پر پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بالواسطہ طور پر اس کا ظہور ہوا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جلالی نبی یعنے موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اسکے اپنے حال کے موافق تھا۔ یعنی محمدؐ جو جلالی نام ہے۔ اور اسیطرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا۔ جو جمالی نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل نام کی طرف اشارہ کیا ہے"۔

(اعجاز المسیح صہ ۱۲۳ و صہ ۱۲۴)

(۲) "اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اسکے مثیل کی (یعنے عیسےٰ کے مثیل) طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رُو سے ایک ہی ہیں"۔ ازالہ اوہام صہ ۶۷۳

ان حوالجات کے رو سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پیشگوئی اسمہ احمد کسی عیسوی مثیل نام کو ظاہر کرتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گو مثیل عیسےٰ ہیں۔ لیکن علیٰ وجہ اتم مثیل عیسےٰ ہونا یا عیسوی مثیل نام ہونا آپؐ کے نفس نفیس سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اور چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت تھی۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے بلاواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن

چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آپ کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

ان تمام حوالجات سے بصراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ:۔

(۱) پیشگوئی اسمہ احمد عیسےٰ علیہ السلام کے مثیل تام کی نسبت ہے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مثیل عیسیٰ ہونا بلاواسطہ طور پر مخفی اور باریک ہے:

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیسوی مثیل تام ہونا بذریعہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے پورا ہوا۔ نہ کہ بلاواسطہ آپ کی ذات سے۔

پس یہ حوالجات اس امر کا ثبوت ہیں کہ یہ پیشگوئی حقیقتاً اور نفس الامر میں بالواسطہ طور پر آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود علیہ السلام کے پوری کی۔ نہ کہ خود اپنی ذات سے۔

تیسرا ثبوت

اِثبات کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمدؐ دوسرے احمد صلعم۔ محمد نام جو جلالی تھا۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے۔ جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور احمد نام جمالی ہے۔ اس میں پیشگوئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے۔ لیکن اگرچہ آپ کی زندگی میں اسمہ احمدؐ کا کچھ ظہور ہوا۔ اور اس زمانہ میں ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ لیکن دنیا میں آشتی اور صلح کا پھیلانا آنحضرت نے بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود کے انجام دیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اسلئے رکھا گیا۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان

دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے۔ جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے۔ سو خدا تعالےٰ نے ان دو ناموں کی اسطرح تقسیم کی۔ کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمدؐ ظہور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا۔ جسکے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئینگی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس اسوجہ سے مناسب معلوم ہوا۔ کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔ اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سو اے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو۔ اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے۔ یہ فرقہ بشارت دیتا ہے ؎

(اشتہار واجب الاظہار صہ۲)

یہ حوالہ بصراحت اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احمد نام ہونے سے جو مطلب تھا۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے وہ مقصد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں بذریعہ اپنے بروز نام مسیح موعود کے سرانجام دیا۔ پس ثابت ہوا کہ پیشگوئی اسمہ احمدؐ کو بالواسطہ طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ اپنے بروز نام مسیح موعود علیہ السلام کے پُورا کیا ؎

چوتھا ثبوت

اِسبات کا چوتھا ثبوت کہ پیشگوئی اسمہ احمدؐ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پُوری ہوئی ہے۔ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سُورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی ہیں۔ بوجہ محمدؐ ہونے کے آپ سورج

ہیں۔ اور بوجہ احمدؐ ہونے کے آپ چاند ہیں۔ کیونکہ اسم محمد مظہر جلال ہے۔ اور سورج بھی مظہر جلال ہے۔ گویا سُورج اور محمد اپنی جلالی تجلی کے رُو سے ایک ہیں۔ اور اسم احمد مظہر جمال ہے۔ کیونکہ یہ جمالی نام ہے۔ اور چاند بھی مظہر جمال ہے۔ گویا چاند اور احمدؐ اپنی جمالی تجلّی کے رُو سے ایک ہی ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ محمدؐ بھی ہیں۔ اور احمدؐ بھی۔ یعنی آپ جامع جلال اور جمال ہیں۔ اسلئے آپ سُورج بھی ہیں اور چاند بھی ؛

اوّل۔ اِسبات کا ثبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ محمد اور احمدؐ ہونے کے جامع جلال اور جمال ہیں۔ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے :-

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمدؐ بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال اور جمال
تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلعم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ۔ الخ (۲) دوسرا نام احمدؐ ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) اور یہ نام انجیل میں ہے۔ جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی۔ اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ × × × × (اربعین نمبر ۴ صـ۱۳)

اِسبات کا ثبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سُورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی۔ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے :-

آنحضرت صلعم سُورج ہیں

وان رسول اللہ شمس منیرۃ۔ بعد رسول اللہ بدر و کوکب۔ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شمس منیر ہیں۔ اور رسول اللہ کے بعد بدر اور ستارے ہیں۔" (کرامات الصادقین صـ۶۱)

آنحضرت صلعم چاند ہیں

آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ یقیناً دو بدر پر دلالت کرتی ہے۔ اوّل وہ بدر جو پہلوں کی نصرت

کے لئے گذرا۔ اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے۔"

(خطبہ الہامیہ صد ۱۸۳)

(۳) اسبات کا ثبوت کہ اسم محمدؐ کو سورج سے اور اسم احمدؐ کو چاند سے مشابہت ہے۔ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"تم خوب توجہ کر کے سن لو۔ کہ اب اسم محمدؐ کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمدؐ کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔"

(اربعین نمبر۴ صد ۱۴)

ان تمام حوالجات پر یکجائی نظر ڈالنے سے اسبات کا بدیہی ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلعم بوجہ محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے جو کہ جامع جلال اور جمال ہیں۔ اِسلئے آپ سورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی۔ لیکن آپ کا بلاواسطہ اور بالفعل طور پر سورج یعنے محمدؐ ہونا تو بدیہات سے ہے۔ لیکن بالفعل طور پر بدر یعنے احمدؐ ہونا ہرگز آپ کی ذات سے ثابت نہیں۔ بلکہ بذریعہ مسیح موعود کے ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ سورج باوجود اسکے کہ حقیقت شمسی اور حقیقت قمری کا جامع ہے۔ یعنی جامع جلال اور جمال ہے۔ لیکن وہ اپنی ذات سے بالفعل اور بلاواسطہ حقیقت شمسی کا مظہر ہے نہ کہ حقیقت قمری کا۔ اور اپنی حقیقت قمری کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے وہ ایک مظہر یعنے چاند اختیار کرتا ہے۔ جو سورج کی حقیقت قمری کا مظہراتم یعنے سورج کی حقیقت قمری کو قوت سے فعل میں لاتا۔ اور اسلئے بالفعل طور پر چاند کہلاتا ہے۔ بس یہی صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت محمدیہ کے بلاواسطہ بالفعل مظہر ہیں۔ لیکن آپ حقیقت احمدیہ کے بلاواسطہ بالفعل مظہر ہرگز نہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ آنحضرت صلعم کا بالفعل یعنی قوت سے فعل میں احمدؐ ہونا ہرگز بلاواسطہ آپ کی ذات سے نہیں۔ بلکہ مسیح موعود کی ذات سے ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہیٰ نہ تھا۔ بلکہ اسکے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں ص احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا۔ اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا۔ پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا۔ اور کافروں سے مت ہو" (خطبہ الہامیہ صہ ۱۷۸)

اور وہ مظہر کا وعدہ جو خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں فرمایا تھا۔ وہ کس جگہ اور کس آیت میں ہے۔ سو ہم بڑے زور سے اسبات کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ وعدہ مظہر کا برطبق پیشگوئی اسمہ احمدؐ کے ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"آیت مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد میں یہ اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا" (اربعین نمبر ۳ صہ ۳۱)

اب ان دونوں حوالجات کے رُو سے یہ امر بپایہ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پانچویں ہزار میں اسم احمدؐ کے لازم حال جمالی تجلی کو اجمالی صفات کے ساتھ ظاہر کیا۔ جیساکہ مکی زندگی آپ پر شاہد ہے۔ اور جیساکہ سورج کی تجلی اسپر مزید گواہ ہے۔ کہ وہ بھی شروع شروع میں آثار غلبہ یعنی قوت کے فعل میں لانے کے لئے صبح کے وقت جمالی تجلی کو اجمالی صفات کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جیساکہ سورج اپنی جمالی تجلی کے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے جمالی نور کے غلبہ یعنی قوت کے فعل میں لانے کے لئے ایک مظہر اختیار کرتا ہے۔ یعنی چاند بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جمالی تجلی کے ظہور کے کمال کے لئے یعنی جمال کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے ایک مظہر برطبق آیت مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ بالفعل طور پر پیشگوئی اسمہ احمد بلاواسطہ آنحضرت صلعم سے

ص یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی نورانی ہوئی۔ جیساکہ آدم چھٹے دن کے آخر میں۔

ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسم احمدؐ کی تجلی کو قوت سے فعل میں بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود کے لائے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی اسمہ احمد کو بالفعل طور پر بذریعہ مسیح موعود کے پورا کیا ہے نہ کہ بذریعہ اپنی ذات کے جیساکہ سُورج اپنی حقیقت قمر کو بذریعہ اپنی ذات کے ہرگز قوت سے فعل میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ بذریعہ چاند کے ایسا کرتا ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں سُورج حقیقت قمریہ کا بالفعل مظہر بذریعہ اپنے بروز تام چاند کے بنتا ہے۔ نہ کہ بلاواسطہ اپنی ذات کے۔ بعینہ یہی حال اس پیشگوئی کا ہے۔ الغرض خدا تعالیٰ نے چاند کو پیدا کر کے ہمیں اسبات کا سبق دیا۔ کہ بشارت اسمہٗ احمد کا پورا ہونا بھی بعینہ اسی طرح ہوگا۔ جسطرح سُورج اپنی جمالی تجلی کو بالفعل طور پر چاند کے ذریعہ پورا کرتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو بالیقین روحانی سلسلہ کے سُورج ہیں۔ بالفعل احمد یعنے "چاند" اپنے ایک بروز کے ذریعہ ہونگے نہ کہ خود اپنی ذات کے ذریعہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ بوجہ محمد اور احمد یعنے جامع جلال اور جمال ہونے کے سورج اور چاند ہیں۔ اور سورج کا بالفعل چاند ہونا بذریعہ چاند کے ہے۔ نہ کہ خود سُورج کی اپنی ذات سے۔ اسلئے یہ پیشگوئی بالفعل طور پر یعنی قوت سے فعل۔ باطن سے ظاہر مخفی سے کھلے کھلے رنگ میں بلاواسطہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہرگز پُوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بذریعہ مسیح موعود کے پوری ہوئی۔

پانچواں ثبوت

اسبات کا پانچواں ثبوت کہ بشارت اسمہٗ احمد بالفعل طور پر بذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز تام مسیح موعود علیہ السلام کے پُوری ہوئی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ آنحضرت صلعم کے دو فرض منصبی قائم کرتا ہے۔ (۱) ایک فرض منصبی آپ کا یہ ہے کہ آپ تکمیل ہدایت کریں جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

اس تقسیم کو خوب یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو منصب قائم کرتا ہے۔ (۱) ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا جیساکہ

فرمایا کہ یتلو صحفا مطہرۃ فیھا کتب قیمۃ (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنے والا۔ جیسا کہ فرماتا ہے - لیظھرہ علی الدین کلہ - اور تکمیل ہدایت کے لئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا۔ اس سے یہ پہلی سنت ہمیں سمجھاتی ہے۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے۔ اور وہ ہزار ششم ہے - اور علماء کرام اور تمام اکابر ملت اسلام قبول کر چکے ہیں - کہ تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہو گی - اور اب ثابت ہوا - کہ تکمیل اشاعت ہزار ششم میں ہو گی "

اب اس حوالہ سے ظاہر اور باہر ہے - کہ آنحضرت صلعم کا دوسرا فرض منصبی یعنی تکمیل اشاعت ہدایت بہ واسطہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے پورا ہو گا - مزید تسلی کیلئے تحفہ گولڑویہ صہ ۹۷ سے لیکر صہ ۱۰۱ تک ملاحظہ کر لیا جاوے - جس سے قطعی طور پر اس بات کا ثبوت ملتا ہے - کہ گو تکمیل ہدایت بلا واسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلعم کے نفس نفیس سے ظہور میں آئی لیکن تکمیل اشاعت ہدایت بلا واسطہ کسی بروز (یعنی مسیح موعود) کے ظہور میں نہیں آئی - پس لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ جو تکمیل اشاعت کی نسبت ہے مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا - اب چونکہ لیظھرہ علے الدین کلہ کے وعدے کی تکمیل علوم اور معارف پر موقوف ہے - اور علوم اور معارف جمالی خدمت میں داخل ہیں - اسلئے تکمیل اشاعت ہدایت یعنی علوم اور معارف کا اکمل اور اتم طور پر دیا جانا اسم احمدؐ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے - کیونکہ اسم احمدؐ جمالی نام ہے - چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

" علوم اور معارف بھی جمالی خدمت میں داخل ہیں - اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا - کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائینگے - کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا - ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں - اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے " (اربعین نمبر ۴ صہ ۱۴ حاشیہ)

پس اس حوالہ سے ظاہر ہے - کہ علوم اور معارف جمالی خدمت میں داخل ہیں - اور علوم اور معارف حسب تصریح آیت کریمہ لیظھرہ علی الدین کلہ اکمل اور اتم طور پر

مسیح موعود کو دیئے گئے ہیں۔ اور گذشتہ حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ لیظھرہ علے الدین کلہ آنحضرت صلعم کے دوسرے فرض منصبی یعنی تکمیل اشاعت ہدایت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ فرض منصبی بلاواسطہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ سرانجام نہیں ہوا۔ بلکہ آنحضرت صلعم نے اپنے اس فرض منصبی کو بذریعہ مسیح موعود کے انجام دیا۔ پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے بذریعہ اپنے بروز مسیح موعود کے پوری کی۔ بعینہ اسی طرح جس طرح کہ آنحضرت صلعم نے تکمیل اشاعت ہدایت کے فرض منصبی کو بذریعہ اپنے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے سرانجام دیا +

جنگ یوروپ میں ہمارا فرض

جنگ یوروپ جسے اب جنگ عالم کہنا چاہیئے۔ (کیونکہ اسمیں حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق تمام ہی قومیں شامل ہیں۔ اور ایک دوسرے پر حملے چڑھ رہی ہیں) کی خبریں آئے دن آپ اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ جو خوفناک تباہی ہو رہی ہے۔ اور جس قسم کے خطرناک دن ہیں۔ اس کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف امریکا بازار کا

۱۹۱۷ء ۱- روس یکم اگست ۱۹۱۴ء (جو اب ہماری طرف نہیں) ۲- فرانس ۳- اگست ۱۹۱۴ء ۳- بلجیم ۳- اگست ۱۹۱۴ء

۴- برطانیہ عظمیٰ ۴- اگست ۱۹۱۴ء ۵- سرویا ۶- اگست ۱۹۱۴ء ۶- مانٹی نگرو ۹- اگست ۱۹۱۴ء

۷- جاپان ۲۳- اگست ۱۹۱۴ء ۸- پرتگال ۹- مارچ ۱۹۱۶ء ۹- اٹلی ۲۸- اگست ۱۹۱۶ء

۱۰- رومانیہ ۲۷- اگست ۱۹۱۶ء ۱۱- ریاستہائے متحدہ امریکہ ۶- اپریل ۱۹۱۷ء ۱۲- کیوبا ۱۷- اپریل ۱۹۱۷ء

۱۳- پانامہ ۱۰- اپریل ۱۹۱۷ء ۱۴- سیام ۲۲- جولائی ۱۹۱۷ء ۱۵- لائبریا ۴- اگست ۱۹۱۷ء

۱۶- یونان ۲۹- جون ۱۹۱۷ء ۱۷- چین ۱۴- اگست ۱۹۱۷ء ۱۸- برازیل ۲۶- اکتوبر ۱۹۱۷ء

۱۹- گواٹیمالا ۲۳- اپریل ۱۹۱۸ء ۲۰- یوروگوئے جولائی ۱۹۱۸ء ۲۱- ہانڈوراس جولائی ۱۹۱۸ء

دوسری طرف

۱- جرمنی - ۲- آسٹریا - ۳- ٹرکی - ۴- بلگیریا +

کی چند سطریں کافی ہونگی - تاکہ مجموعی طور سے معلوم ہو سکے - کہ ابتک فریقین میں کیا ہو چکا ہے -

"جنگ کے اخراجات اندازہ ہے - کہ تین کھرب پندرہ ارب روپیہ صرف ہوا ہے۔

۲ - دو کروڑ ننانوے لاکھ تیس ہزار جانیں ضائع ہوئی ہیں - ۲ - کروڑ ۳۵ لاکھ آدمی زخمی ہوئے ہیں - ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئے ہیں - بیالیس لاکھ پچاس ہزار قیدی گرفتار ہوئے ہیں -

ایک ارب ۴۸ کروڑ روپے کی مالیت کا نقصان ہوا ہے - پانچ کروڑ آدمی اسوقت خط جنگ پر موجود ہے " (امرتا بازار پترکا)

آپ ان سب نقصانات کا تصور کیجیے اور پھر اپنی حالت پر غور کہ اس تباہی و بربادی کے آپ کس قدر امن امان میں ہیں میں سمجھتا ہوں - کہ یوروپ کے لوگ جن مصائب میں گرفتار ہیں آپ پر تو اسکا ہزارواں حصہ بھی نہیں وہاں تو خوراک بھی محدود مقدار میں ملتی ہے - اور آپ جو چاہیں مزے سے کھائیں پئیں پھر آپکے کاروبار بدستور جاری - راتوں کو آرام کی نیند - اور وہاں یہ حالت نہیں - آجکل ۸ سیر گندم ہے اور اسے قحط سمجھا جاتا ہے - لیکن کیا آپکو علم ہے - کہ روس میں جو ایک بہت بڑی سلطنت ہے - وہاں کے دارالخلافہ پیٹرو گراڈ میں اشیاء خوردنی مفقود ہیں نہ آٹا ہے - نہ شکر ہے - نہ آلو نہ دودھ - آٹے کے ہموزن پانی ملا کر پکایا جاتا ہے - اور ایک چھٹانک روزانہ کے حساب سے روٹی ملتی ہے - اور بدنظمی و بدامنی کیوجہ سے یہ بھی کبھی کبھی میسر نہیں آتی - ایک بھنی ہوئی ران کی قیمت چھ سو روپے سے لیکر نو سو روپے تک ہے مکھن ۴۲ شلنگ فی پونڈ (۱/۲ سیر) ہے سپید آٹا ۱۵ روپے پر آدھ سیر ایک انڈے کی قیمت ۳ پنس (۴۰ ...) اب ذرا اپنے ملک کے نرخ دیکھیے - اور خدا کا شکر بجا لائیے - اور اس شکریہ میں یہ سوچیے کہ یہ سب امن و امان اور راحت و آرام کس کی طفیل ہے - صاف ظاہر ہے - کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فوقیت اسکی ضامن ہے - اندریں حالات کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اپنی محسن گورنمنٹ کی امداد اپنا فرض سمجھیں کیونکہ جسقدر بھی ہم مدد کرینگے - اس کا فائدہ بھی ہمیں ہی حاصل ہوگا - اسوقت جو مدد ہم دے سکتے ہیں - وہ کچھ مشکل نہیں - اور ان قربانیوں اور اخراجات کے مقابل میں تو کچھ بھی نہیں جو یوروپ والے کر رہے ہیں - ہم میں سے جو جوان ہیں صحت رکھتے ہیں - وہ تو فوج میں بھرتی ہو جائیں ۲ دو لاکھ آدمی پنجاب کے ذمہ ہے جبری بھرتی نہیں بلکہ رضامندی

کا سودا ہے۔ مفت نہیں بلکہ کافی تنخواہ ملتی ہے۔ جو شخص بھرتی ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے ملکی و وطنی فرض سے سبکدوش ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے اور اہل و عیال کے گذارے کیلئے نقد روپیہ بھی پاتا ہے۔ اور جو لوگ بعض وجوہات سے خود بھرتی نہیں ہو سکتے ہیں۔ کہ فوج محافظ ہند میں بھی نہیں جا سکتے۔ جس کے لئے صرف چند مہینے قواعد سیکھنی پڑتی ہے۔ اور پھر عند الضرورت ہندوستان کے اندر ہی تقرر ہوگا۔ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے دوسرے اقرباء و احباء میں سے جوان کو بھرتی کرائیں۔ اور عام لوگوں کو اس کے فوائد سمجھائیں علاوہ ازیں کلرک۔ مستری۔ لوہار وغیرہ آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ ان کے واسطے بھی اچھا موقعہ ہے کہ ایک تو وہ کام اپنے کاموں کی دگنی سہ گنی اجرت بھی پائیں۔ اور سرکار کے خاص خیر خواہ و معاون بھی کہلائیں۔ دوم۔ جو دولت والے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ جو لاکھ پتی ہیں۔ بلکہ جن کا گذارہ اچھا چلتا ہے۔ وہ جنگی قرضہ میں ضرور حصہ لیں۔ سب سے آسان طریق یہ ہے۔ کہ ڈاکخانہ سے پنجسالہ سرٹیفکیٹ خرید لئے جائیں۔ ایک سرٹیفکیٹ کم از کم ۱۰؍ کا ملتا ہے۔ یہ روپیہ آپ جب چاہیں۔ واپس لے سکتے ہیں۔ مگر پانچسال تک نہیں لینا چاہیئے۔ سوم۔ ہم سب کا یہ فرض ہے۔ کہ امن و امان صلح و صفائی سے رہیں۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں۔ جس سے سرکار کی توجہ جنگ سے ہٹ کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔ اس وقت تمام تر توجہ جنگی اغراض کو تقویت پہنچانے کیطرف لگی رہے۔ بے سرو پا افواہیں اڑنے دیں۔ جس سے خواہ مخواہ کی پریشانی بڑھتی ہے اور ملک کے امن و اماں میں نقص عائد ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات جو تمسخر کے رنگ میں خفیف سمجھکر کیجاتی ہے۔ بہت خوفناک نتائج کی موجب ہو جاتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ اس قسم کی کوئی بات نہ کریں۔ ناخواندہ لوگوں میں جب اس قسم کی غلط افواہ سنیں تو اسکو فوراً رد کر دینا چاہیئے۔ اور انکی اصلیت سے آگاہ کر دیا جائے۔ بے سرو پا باتوں کے متعلق جب کبھی کسی سے دریافت کیا جائے۔ تم نے کس سے سنا۔ تو کہنے والا صرف یہی کہیگا لوگ کہتے ہیں۔ اور کوئی خاص نام صداقت سے نہیں بتا سکے گا۔ یہی انکے جھوٹا ہونیکی علامت ہے۔ اور بعض لوگ اپنی شہرت اور خاص قابلیت جتانیکے لئے خوفناک اور عجیب عجیب خبریں تراش کر پھیلا دیتے ہیں۔ یہ ملک و قوم کے دشمن ہیں۔ انکے بارے میں سب کو ملکر نفرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور مجلس میں ایسے دشمنان بہبودی کو شرمندہ کر کے روک دینا چاہیئے۔ تاکہ پھر کہیں ایسی بدبو پھیلانے کا حوصلہ نہ ہو۔ یہ تین فرائض ہیں۔ جن کے متعلق احمدی جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ ہندوستان میں اپنے دوسرے بھائیوں پر خاص امتیاز حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں +

ریویوز

پند نامہ کاظم - فارسی کا مذاق اب ہندوستان سے اُٹھتا جاتا ہے۔ لیکن ابھی چند بزرگ باقی ہیں جنکے دم قدم سے کچھ رونق ہے۔ ورنہ کسی کو فارسی میں اپنے خیالات ظاہر کرنیکی جرات نہیں ہوتی مولوی ابوناظم محمد کاظم صاحب نے پند نامہ کاظم لکھا ہے جسمیں حمد و نعت کے بعد طلباء علم کے لئے مفید نصیحتیں ہیں۔ انگریزی پڑھنے کا شوق بھی دلایا ہے۔ حواشی پر وہ احادیث و آیات بھی لکھدی ہیں جن سے استدلال کیا ہے۔ عمدہ چکنے کاغذ پر خوش خط طبع کرایا ہے۔ نظم خاصی ہے۔ مگر ابھی اصلاح کی گنجائش ہے۔ ۶؍ قیمت پر مصنف سے سراج گنج ضلع پابنہ (بنگال) کے پتہ پر منگوائیں ✦

صراط مستقیم } کسی صاحب نے اعتراض کیا۔ کہ جب احادیث لکھنے سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کر دی۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ احادیث قیامت تک واجب العمل نہیں۔ اس کا جواب مرزا ساجد بیگ صاحب نے حیدر آباد دکن سے دیا ہے۔ سائل بے شک غلطی پر ہے۔ مگر مجیب صاحب بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھے۔ افسوس کہ انہیں حضرت مسیح موعود سے خدا واسطے کی دشمنی ہے۔ ورنہ ہم انہیں مشورہ دیتے کہ حضور کا فیصلہ ریویو بر مباحثہ محمد حسین دیکھو۔ کیونکہ حدیث کا صحیح صحیح مرتبہ اسمیں بتایا گیا ہے۔ نہائت عمدہ چکنے کاغذ پر یہ رسالہ چھپا ہے۔ قیمت معلوم نہیں ✦

خلافت محمدیہ } یہ ایک ۸۴ صفحہ کا رسالہ ہے۔ جس میں ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل نے مسئلہ خلافت خلفاء و مسئلہ وراثت انبیاء بیان کیا ہے۔ قرآن مجید سے شیعہ کے خلاف استدلال ہے۔ پھر حضرت علی و حضرت ابوبکر کی زندگی کا مقابلہ کیا ہے۔ لکھوائی۔ چھپوائی۔ کاغذ اچھا ہے۔ قیمت فی نسخہ ۴؍ دفتر اہلحدیث امرتسر سے طلب کریں ✦

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ؍ طلباء سے عا؍ غیر ممالک سے ۳؍

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

صفیہ کا خطبہ

انوکھی استانی کا ریویو نمبر ۹ میں ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ کا یہ تیسرا نمبر ہے جو ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے شائع کیا ہے۔ اسمیں ایک وعظ ہے۔ جو بہت مؤثر اور مفید ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ اسکی قدر کریں۔ قیمت ۲/ لکھوائی چھپوائی۔ کاغذ تقطیع عمدہ۔ پارہ اول ابعرنیسرنا قیمت ۲/

حقیقۃ الرؤیاء

یہ نام ہے ان تقریرات کے مجموعہ کا جو ۱۹۱۷ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمائیں منشی غلام نبی صاحب بلانوی نے انھیں لکھا۔ اور انھوں نے اسے بعد نظر ثانی چھپوا کر شائع کیا ہے۔ خلیفۃ المسیح کی تقریریں اور ان پر ریویو میری کیا مجال ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے۔ کہ دس آنے کو یہ کتاب منشی صاحب سے دفتر ایڈیٹر الفضل قادیان کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

کچھ اپنی نسبت

احباب سے بہت دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ تشحیذ فنڈ کے لحاظ سے نہایت نازک حالت میں ہے۔ میں ہی جانتا ہوں۔ کہ کس طرح پر اسکو التزام کے ساتھ وقت پر شایع کیا جاتا ہے۔ مضامین اسکے آپکے سامنے ہیں پس اگر آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس کو زندہ رکھنے کا بھی اہتمام کیجئے۔ ورنہ یاد آئے گی تمہیں میری وفا میرے بعد۔ اب تو حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی سلسلہ کے اخبارات کی طرف احباب کو متوجہ کیا ہے۔ ان کے حکم کی اطاعت ہی میں کچھ کوشش فرماویں اور اسکے خریدار بڑھائیں۔ تاکہ تشحیذ اپنے اخراجات آپ ادا کر سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

[illegible]

[illegible]

صرف کیا جاوے کہ اس سے چند ایسے غیر مسلموں کے نام جو مجھے آپ نے سالانہ اخبار کی قیمت دینے کے لئے تیار ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء

قرآن شریف ہی کامل کتاب ہے

مندرجہ ذیل اس مضمون معارف مشمون کا بقیہ ہے۔ جو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے عنوان تشحیذ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء میں چھپا تھا۔ خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت کے ماتحت کاغذات میں پس و پیش ہو گیا۔ اور اس تمہ کے چھپنے میں مکرم شاہ ولی اللہ صاحب کی یاد کو تازہ کرنیوالا ہوا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو دوست اسکے مطالعہ سے حظ حاصل کرینگے۔ وہ شاہ صاحب موصوف کی بخیریت واپسی کے لئے دعا فرماوینگے۔ (ایڈیٹر)

(۱)

اگر صانع قدرت کی صفت کے جانچنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ کہ وہ انسانی طاقت و قوت سے باہر ہو۔ تو پھر قرآن کریم نے ٹھیک اس اصول کے مطابق اپنے دعوے کو پیش کیا ہے۔

فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين
اور اللہ کے سوا تم اپنے گواہوں کو بھی بلاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ قل لئن اجتمعت الانس
والجن على ان يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً
انکو سنادو۔ کہ اگر جن و انس سبھی جمع ہوکر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اسکی مانند ہرگز نہ
لائینگے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں ✦

(۲)

اگر یہ صحیح ہے کہ علام الغیوب خدا کے کلام میں آیندہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو پھر قرآن کریم نے بھی اپنی فطرت کے تقاضے سے ہی فصیح اللسان جادو بیان عرب کیا بلکہ سارے جہان کے سامنے بڑے شدومد سے یہ چیلنج پیش کرکے بغیر کسی قسم کے انتظار کے کھلے الفاظ میں یہ سنا دیا۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ اگر تم نے نہ کیا۔ اور ہرگز نہ کر سکوگے قرآن کی مثل لانا تمہارے لئے بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ واحد و یگانہ خدا کا کلام بے مثل ہوتا ہے۔ آج تک اس زبردست صداقت کو کوئی بھی نہ جھٹلا سکا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے جنھوں نے اپکی تذلیل و تکذیب میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا تھا۔ باوجود اکسانے اور غیرت دلانے کے اتنا نہ ہوسکا۔ کہ ایک سورۃ کی مثل یونہی بنا کر پیش کر دیتے تاکچھ جواب تو ہو جاتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ کہ علام الغیوب خدا کے ارادے کے برخلاف کسی کو اتنی بھی ہمت پڑتی۔ آج بھی وہ چیلنج سارے جہان کے سامنے اسی طرح موجود ہے کوئی ہمت رکھتا ہے تو دکھلائے ✦

ب۲۔ اسی طرح ایک دوسرا چیلنج بھی ہے۔ جو آج سے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے کل عیسائی دنیا کے سامنے پیش ہوا تھا۔ ما لهم به من علم ولا لآبائهم۔ كبرت كلمة تخرج من افواههم۔ ان يقولون الا كذبا۔ ان باطل پرستوں کے پاس اس کی کوئی بھی علمی دلیل نہیں۔ انکے آبا و اجداد کے پاس بھی نہ تھی۔ کیا ہی بڑا بول ہے۔ جو ان کے منہ سے نکلتا ہی محض جھوٹ ہے۔ یورپ و امریکہ نے جن کا علم و ہنر، شان و شوکت، رعب و داب اپنے کمال پر پرواز کر رہا ہے۔ آج ۱۹۰۰ برس کے بعد اس چیلنج کا جواب عیسائی دنیا کا دل توڑ کر

ان الفاظ میں دیا ہے۔ مسیح کوئی وجود تھا بھی یا نہیں؟ جب تک کہ ان کے پاس علم نہ تھا۔ یہ ستون انکی جہالت کے سہارے پر کھڑا تھا۔ مگر جونہی کہ علم آیا۔ وہ کاٹھ کی لکڑی خود بخود ٹوٹ کر نیچے گر پڑی ؀

(۳)

اسی طرح اس نے مشرک دنیا کو نہایت ہی زبردست الفاظ میں مخاطب فرمایا اور کہا قل ان ربی یقذف بالحق۔ علام الغیوب۔ قل جاء الحق ومایبدئ الباطل وما یعید۔ سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ انکو سنا دو کہ ضرور ضرور میرا رب حق کے ذریعے سے اب باطل کو کچل دیگا۔ وہ پوشیدہ باتوں کا بڑا جاننے والا ہے۔ کہدو کہ حق تو اب آہی گیا۔ اب باطل نہ تو نئے سرے سے کوئی نئی شان نکالیگا۔ اور نہ ہی وہ پہلے رنگ میں اب عود کرے گا۔ عنقریب یہ سب مشرک اس انقلاب کو جان لینگے۔ جس میں ان کے خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ منقلب کیے جائینگے۔ ان الفاظ کی زبردست صداقت پر غور تو کرو۔ کہ ان نئے نئے روزمرہ کے انقلابات و تغیرات نے مشرک دنیا میں کس طرح ایک زلزلہ ڈالدیا ہے۔ ترکستان عرب میں ... نظارہ تو کرو۔ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ عربستان ہاں قیدار کی زمین میں جاکر دیکھو۔ اور غور کرو کہ کہیں ایسا بھی ہوا۔ جیسا کہ یہاں ہوا۔ کسی قوم نے اپنے آلہوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں۔ بدل ڈالا۔ باطل ایسا بھاگا۔ کہ آج ۱۳۰۰ برس گذر رہے ہیں۔ اور اسنے نہ نئے ہی رنگ میں اور نہ ہی پرانے رنگ میں اپنا سر نکالا ہے۔

(۴)

اسیطرح سے مسلمانوں کو بھی نہایت منذرانہ الفاظ میں مخاطب کر کے فرمایا۔ قل انی انا النذیر المبین۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القران عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین۔ انکو سنا دو کہ لاریب میں ایک کھلا ڈرانیوالا ہوں۔ جنھوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ یعنی جو انکی اپنے مطلب کی بات ماننے۔ اور دوسری کو جو مطلب کی نہیں۔ نہیں ملتے۔ ہم ضرور ضرور ان سب سے پرسش کرینگے

اور ان کے کردار کا بدلہ دینگے۔ تو اس امر کو کھولکر سنادے۔ اور ان مشرکوں سے بھی جو
اللہ کے ساتھ ایک اور معبود تجویز کرتے ہیں۔ اعراض کرے۔ ہم ان سب لوگوں کے لئے
جو تضحیک اور ہنسی اور اڑاتے ہیں۔ کافی ہیں۔ عنقریب یہ سب جان لینگے۔ کہ قرآن کریم کو
ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھوں نے کیا پھل پایا۔ اور اسپر ہنسی اڑا کر کیا نتیجہ بھگتا؟ قرآن
کریم ایک اور جگہ بھی کھلے الفاظ میں ڈراتا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض
فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزیٌ فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردّون
الی اشد العذاب۔ وما اللہ بغافلٍ عما تعملون۔ کیا تم لوگ بعض باتوں کو مانتے ہو
اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا۔ اس کی سزا یہی اس دنیا کی زندگی میں
ذلت اور ادبار ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے بھی بڑھ کر عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے تمہارے
کردار سے اللہ غافل نہیں۔ یہ عالم الغیب خدا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا۔ ایسا نہو کہ وہ
کہیں عالم الغیب خدا کے کلام پر ہنسی اڑائیں۔ اس کی باتوں پر پھبتیاں کہیں۔ اور اس کی آیات کو
اپنے اصلی مطالب اور مفہوم سے کہیں سے کہیں پھیر دیں۔ اور اسطرح غیور خدا کی نظر میں
ذلیل اور رسوا ہو جائیں۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اس انذار سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اسی سوراخ
میں جا کر ہاتھ گھسیڑا۔ جہاں سے اللہ اور اسکے رسول نے منع فرمایا تھا۔ ایسی بے باکی کا
مزہ کیا چکھا۔ ایسی ذلت کی مار پڑی ہے۔ کہ نہ اخلاق اچھے رہے ہیں نہ اطوار اچھے رہے
نہ علم رہا نہ عمل رہا نہ حکومت رہی۔ اور نہ عزت رہی۔ یہ سب کچھ عالم الغیب غیور خدا کی غیرت
کا ہیبت ناک ایک نظارہ ہے۔

ایسی نازک حالت میں قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ایک بشارت بھی دیتا
ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما
استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من
بعد خوفھم امناً۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے۔ جو
ایمان لائینگے۔ اور نیک اور سنوار کے کام کرینگے۔ کہ ضرور ضرور ہم ان کو اس زمین میں
اسی طرح خلیفہ بنائینگے۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ اور ان کی خاطر ہم ان کے

اس دین کو ضرور مضبوط کر دینگے ۔ جو ان کے لئے پسند کیا ۔ اور ہم ضرور انکے خوف کو امن سے بدل دینگے ۔ اس پیشگوئی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک نہ ایک شخص ضرور اس دین کی تجدید کے لئے مبعوث ہوتا رہیگا ۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان صداقت ہے ۔ جسکی شہادت ہر ایک صدی دیتی رہی ہے ۔ جب کبھی کہ اسلام کا حقیقت نما چہرہ دنیا کی نظر سے چھپنے لگا ہے ۔ تو ضرور ایک نہ ایک مصلح ربانی اُترے وقت پر آکر دستگیر ہوا ہے ۔ وہ الٰہی علوم سے مستفیض ہو کر اندرونی و بیرونی تمام قسم کے اعتراضات کو ہباءً و منثوراً کرتا رہا ہے ۔ چنانچہ آج بھی ہمارا زمانہ ایسے مبارک وجود سے خالی نہیں گیا عین وقت میں وہ مسیحیوں کے خداوند کے نام سے اسلام کی نصرت کو پہنچا ۔ اور عالم الغیب خدا کی طرف سے یہ بشارت پاکر پائے محمدیاں برمنار بلند محکم تر افتاد ۔ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا ۔ پس یہ سچ ہے کہ عالم الغیب خدا کے کلام میں غیب کی باتیں ہوتی ہیں ۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ کسی انسان کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی نہ ہوگی ۔ کہ اگر کسی نے ہمارے کلام کی ہتک و حقارت کی تو ہم اسے دنیا میں ذلیل و رسوا کر دینگے ۔ اور اگر فرمانبرداری کی ۔ تو (لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرۃ ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذٰلک ھو الفوز العظیم) تو ان کے لئے اس دنیا اور آئندہ کی زندگی میں بشارت ہے ۔ اللہ کی باتیں ٹلنے کی نہیں یہی تو عظیم الشان کامیابی ہے ✦

(۵)

اگر یہ سچ ہے کہ رحمٰن و رحیم کا کلام اسکے حسن و احسان بخشش و فضل اور اسکی سزا اور رحمت کے متعلق جیسا کہ مناسب ہے ۔ بیان فرماتا ہے ۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ دعویٰ بھی درست ہی معلوم ہوتا ہے ۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۔ کتٰب فصلت ایاتہ قراٰناً عربیاً لقوم یعلمون ۔ بشیراً و نذیراً ۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون ۔ حمید ۔ مجید رحمٰن و رحیم کے حضور سے اس کا اترنا ہے ۔ یہ ایک کتاب ہے ۔ اسکی آیات پڑھنے کے لئے عربی زبان میں عالم گروہ کے واسطے مفصل بیان کی گئی ہیں ۔ بشارت دیتی ہے ڈراتی بھی ہے مگر بہت سے لوگ اعراض کرتے ہیں ۔ وہ سنتے ہی نہیں ۔ ان آیات میں قرآن کریم یہ دعوے

کرتے کہ وہ رحمن ورحیم خدا کا کلام ہے۔ اپنے دو صفات سے آگاہ کرتا ہے۔ بشیراً یعنے یہ رحمن ورحیم کی طرف سے اسلئے ہے کہ وہ اسکے احسانات وانعامات کی بشارت بھی دیتا ہے۔ تا وہ سلیم فطرتیں جن کا مقتضائے طبیعت حسن واحسان ہے۔ محبت اور عبودیت کا اقرار کریں۔ ونذیراً۔ اور وہ اسکے عذاب وعتاب سے بھی ڈراتا ہے۔ تا وہ طبیعتیں بھی فرمانبردار ہوں جو اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کرتی ہی نہیں۔ جب تک کہ سر پر مالکانہ اقتدار کا خوف وڈر نہ ہو اپنی اپنی فطرتوں کو ٹٹول کر دیکھ لو کہ محبت اور اطاعت کے لئے کونسے بڑے بڑے محرک ہیں۔ حسن ہو۔ احسان ہو یا مالکانہ قدرت وطاقت ہو۔ تب جا کر کہیں انسانی فطرت محبت اور فرمانبرداری کا اقرار کرے۔ جسقدر کامل حسن۔ کامل احسان۔ کامل مالکانہ اقتدار ہوگا۔ اُتنی ہی کامل محبت۔ کامل اطاعت اور کامل فرمانبرداری کا اظہار بھی ہوگا۔ اسلئے قرآن کریم جو انسانی فطرت کے تقاضاؤں کو پورا کرنے کا متکفل ہے۔ دعائیہ رنگ میں ہر مسلمان کی زبان سے یہ اقرار کراتا ہے۔ الحمدُ للّٰہ۔ تمام محامد اور محاسن اس ذات کے لئے ہیں۔ جو جامع جمیع کمالات وصفات ہے۔ اسطرح گویا اسنے انسانی فطرت کے پہلے تقاضے کا جواب دیا ہے کہ دائمی و ابدی حسن تو اللہ کے لئے ہے۔ اسلئے وہی فطرت کی پیاس کامل طور پر بجھا سکتا ہے۔ دنیا کا حسن آنی ہے۔ اسلئے اسکی محبت بھی فانی ہے۔ اور اس کا انجام تلخ وکڑوا ہے۔ فطرت کی پیاس کیونکر بجھے؟ رب العالمین الرحمن الرحیم۔ تمام جہانوں کی ربوبیت وتربیت کرنے والا سورج چاند کا عالم ہے۔ سیاروں ستاروں کا عالم ہے۔ ہوا و پانی کا عالم ہے۔ نباتات حیوانات کا عالم ہے۔ علی ہذا۔ یہ تمام بے انتہا عالم اسی کے فیض سے تربیت پاکر انسانی زندگی کے قیام کے باعث ہو رہے ہیں۔ اسلئے وہ رحمن ہے۔ یعنی بلا عمل ومحنت دینے والا۔ آنکھیں دیں۔ بینائی عطا کی۔ اور ان کے عمل کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے سورج مددگار بنا دیا۔ کان دئے۔ شنوائی عطا کی۔ اور ہوا کو ان کا معاون بنا دیا۔ پس اسی طرح تمام اعضاء دئے۔ اور ان کے قویٰ بخشے۔ کیا یہ رحمانیت کے فیضان نہیں؟ کیا یہ بلا محنت مشقت نہیں؟ الرحیم۔ یعنی محنت کا بدلہ دینے والا۔ گندم از گندم بروید جو از جو۔ جیسا کرتے ہیں۔ ویسا پھل پاتے ہیں۔ ہماری محنتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

ماں باپ کی پرورشیں وقتی ہیں۔ انکو قرار نہیں۔ ہمارے دوستوں کے احسانات خالص نہیں۔ پائدار نہیں۔ اور دُنیا ہماری محنتوں کی جیسی چاہیئے قدر نہیں کرتی۔ اسلیئے حقیقی محسن وہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم ہی ٹھیرا۔ مالک یوم الدین ہر وقت کی جزا اور سزا کا مالک ہے۔ دنیا کے حاکموں کی رسائی ہمارے گفتار۔ کردار۔ رفتار تک ہر وقت نہیں۔ اس حسن۔ احسان اور مالکانہ اقتدار کو یاد کرتے ہوئے مسلمان ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ تیری عبادت۔ تیری ہی اطاعت۔ تیری ہی استعانت کا اقرار کرتے ہوئے سجدے میں گرتا ہے۔ یہ ہے مفہوم اس دعا کی پہلی آیات کا جسکی تفسیر سارا قرآن کریم ہے۔ جو کہ بشیراً و نذیراً کا دعوے کرتے ہوئے رحمٰن و رحیم خدا کی دونوں قسم کی صفات پر بڑے واضح دلائل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ فرمانبردار انسانوں کو ایک جنت اور رضوان من اللہ کی خوشخبری بھی دیتا ہے۔ ناپاک اور نافرمان رُوحوں کو ایک جہنم سے بھی ڈراتا ہے۔ والذین کفروا الی جھنم یحشرون لیمیز اللّٰہ الخبیث من الطیب۔ منکر جہنم میں اکٹھے کئے جائینگے تا کہ خباثت کو طیب سے الگ کیا جائے۔ یعنی وہاں ان کی فطرۃ کی اصل پاکیزگی کو نفس امارہ کے گندوں سے پاک و صاف کیا جائیگا۔ اور ہمارے آقا و رہنما محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک وقت جہنم پر آئے گا کہ بادِ صبا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی۔ اور اس میں کسی نفس کو بھی نہ پائیگی۔

غرض قرآن کریم نے دونوں پہلو اس لیئے بیان کئے ہیں تا کہ ہر ایک قسم کی فطرت انسانی رحمٰن و رحیم کی فیضان و عنایت سے محروم نہ رہے۔ رحمٰن و رحیم کے کلام نے فضل کی آڑ میں خداوند خدا کو عدالت کی کرسی پر بٹھا کر بے قصور بے گناہ شخصیت کو گلے سے پکڑ کر پھانسی پر نہیں چڑھا دیا یا ایک ذرہ گناہ کے پہلانے سے ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھیرادیا۔ بلکہ بشارت اور انذار دونوں رنگ میں رحمٰن رحیم کی ربوبیت کے ماتحت ترقیات غیر متناہیہ کی اُمید دلائی ہے لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید۔ وہاں ان کو جو چاہینگے۔ ملیگا۔ اور ہمارے حضور تو اور بڑھ کر ہوگا یعنے ترقی مزید ہوگی ‡

اور فرماتا ہے۔ عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی وسعت کل شیئ۔ یعنے اپنا

عذاب جسکو چاہتا ہوں۔ پہنچاتا ہوں۔ اور میری رحمت تو ہر ایک شے پر وسیع ہے یعنی اس عذاب میں بھی رحمت ہی ہوتی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ کتب علی نفسه الرحمه لیجمعنکم الی یوم القیمه لاریب فیه۔ اُسنے اپنے اوپر رحمت کو فرض کر دیا ہے۔ ہم تم سب کو قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرینگے اسمیں کوئی شک نہیں۔ غرض قرآن کریم نے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ تا ہر ایک فطرت انسانی کی اصلاح ہو۔ رحمٰن ورحیم کے کلام میں یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

(۶)

اگر یہ صحیح ہے کہ عزیز وعلیم وحکیم خدا کا کلام اسکے بڑے بڑے معارف وحقایق ودقایق کا وسیع خزانہ ہو۔ اور ہر ایک مختلف انسانی گروہ اور جماعت کی استعداد وفطرت کے مطابق اسکو کامل معرفت اور کامل ہدایت کے وسائل کی طرف رہنمائی کرے۔ اور ان کو خود عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ واضح کرے تو پھر قرآن کریم کا یہ دعوےٰ عین حق وحکمت پر مبنی ہے۔ کتٰبٌ احکمت ایاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ اسکی باتیں بڑی محکم بڑی مفصل ہیں۔ حکیم خبیر کے حضور سے ہے۔

تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم۔ ان فی السموات والارض لایات للمومنین عزیز وحکیم اللہ سے اس کتاب کا اترنا ہے۔ بیشک ان بلندیوں میں اور اس زمین میں نشانات ضرور ہیں ایمان والی جماعت کے لئے۔

وفی خلقکم وما یبث من دابة ایاتٌ لقوم یوقنون۔ تمہاری اپنی پیدایش میں اور تمام جانداروں کی پیدایش میں نشان ہیں یقین کرنے والی جماعت کے لئے۔

واختلاف اللیل والنهار وما انزل الله من السماء من رزق فاحیا به الارض بعد موتها وتصریف الریاح ایات لقوم یعقلون۔ بطور رزق کے بادل سے نازل فرمایا اور اس سے زمین کو اسکی مردگی کے بعد پھر آباد کیا۔ اور ہواؤں کے ادھر اُدھر پھرنے میں عقلمند گروہ کے لئے نشانات ہیں۔

ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لاٰیةً لقوم یتفکرون۔ اس بارش کے ذریعہ سے کھیتی زیتون۔ کھجوریں۔

انگور اور تمام پھل اگاتا ہے۔ ضرور ضرور اس میں نشان ہے۔ اس گروہ کے لئے جو تفکر کیا کرتے ہیں ۔

ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب۔ ما خلق اللہ ذٰلک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون اسی ذات پاک نے سورج کو روشن اور قمر کو نور بنایا۔ اور انکے منازل مقرر فرمائے تاکہ تم سالوں کی تعداد جانو۔ اور علم حساب سیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس (کارخانہ قدرت) کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ان آیات کو مفصل طور پر بیان فرماتا ہے ظالموں کے لئے ۔

ومن آیاتہ خلق السموات و الارض واختلاف السنتکم و الوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین۔ اور اس کی آیات میں سے ان سموات اور زمین کی بناوٹ اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ ضرور ضرور ان میں تمام جہان کے لئے نشانات ہیں ۔

ومن آیاتہ منامکم باللیل و النہار و ابتغاء کم من فضلہ ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون۔ اور اس کی آیات میں سے تمہارا رات کو سونا اور تمہارا دن کو اس کا فضل ڈھونڈھنا بھی ہے ضرور اس میں شنوا گروہ کے لئے نشان ہیں۔

اب دیکھئے مذکورہ بالا آیات میں قرآن کریم حکیم و علیم خدا کی قدرتوں اور حکمتوں اور کاریگریوں کی طرف کس حسن بیان کے ساتھ اشارات فرماتا ہے۔ یہی تو اس ذات پاک کی قدرت نمائی کی آیات و علامات ہیں۔ جن سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم ان آثار قدرت کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ سینکڑوں ہی دفعہ بار بار عجیب عجیب عبارتوں میں سننے والوں کو سناتا ہے۔ آنکھوں والوں کو دکھاتا ہے۔ عقلمندوں کو اشارہ کرتا ہے فلاسفروں کی قوت متفکرہ کو جگاتا ہے۔ علم طبعیات اور علم ہیئت کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ علم حیوانات و علم نباتات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور علم جیولوجی۔ جیوگرافی اور ریاضی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ غرضیکہ تمام قسم کی استعدادوں کو اکساتا ہے۔ کہ وہ ان

آثار قدرت اور عجائبات فطرت کو دیکھیں۔ غور کریں اور سمجھیں کہ یہ کیا تبلا رہے ہیں؟ اور کس غرض کس مدعا کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ لعلھم یبصرون۔ لعلھم یتفکرون لعلھم یعقلون۔ لعلھم یتذکرون۔ لعلھم یومنون۔ لعلھم یشکرون لعلھم یھتدون۔ تاکہ وہ بصیرت حاصل کریں۔ غور و فکر کریں۔ عقل کریں نصیحت پکڑیں ہماری ہستی پر ایمان لائیں۔ ہمارے شکرگزار بنیں۔ اور ہدایت پا جائیں۔ انہیں اشارات کنایات کی بدولت عرب کے وحشیوں نے اسوقت کمال حاصل کیا تھا جسوقت یورپ و امریکہ کا چراغ اندھیرے میں پڑا انکی روشنی کا انتظار کر رہا تھا۔ انہیں کی بنیاد پر یورپ اور امریکہ نے اسٹرانمی زرواوجی۔ جیولوجی۔ فزی آلوجی۔ سائی کالوجی۔ باٹنی۔ فلالوجی۔ ہسٹری کیمسٹری فزکس۔ میتھمیٹکس وغیرہ کی عظیم الشان عمارات اپنے وسیع تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے کھڑی کی ہیں۔ ان کے کتب خانے ان کے نوشتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ مگر ایک فرق ضرور ہے جس کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔

لاریب خدائے خالق فطرت کا کلام جاہل و عالم دونوں کے لئے انکی استعداد فطرت کے مطابق اپنے دامن کو وسیع کرتا ہے۔ ان کو ہدایت و معرفت کی طرف رہنمائی فرماتا ہے یہ غلط ہے۔ اور ہمارے مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جو صحیفہ قدرت کے دلدادہ اپنی فطرت کے ذاتی نقص کو بھولکر الہام کا انکار کر دیتے ہیں۔ جو فطرت اپنی ذات میں مختلف قوتیں رکھتے ہوئے پھر خارجی مددگاروں کی محتاج ہے۔ وہ فطرت اپنی ناقص عقل کے ساتھ کسی دوسرے کے مافی الضمیر کو معلوم کرنے کے لئے ایک بولتی ہوئی زبان کی بھی محتاج ہے وہ رب العالمین جو انسان ضعیف البنیان کی تمام حاجتوں کا متکفل اور کارساز ہے۔ انبیاء و اوتاروں کو بھیجکر فطرت کے اس نقصان کو اسی طرح پورا کر رہا ہے۔ جسطرح کہ اسنے آنکھ اور کان کے نقص کو پورا کرنے کے لئے روشن سورج اور ہوا کو پیدا کیا ہے۔ ایسے انبیاء ہزاروں کی تعداد ہوئے۔ اور لاکھوں ہی نے ان کی پاکدامنی اور راست بازی پر شہادت دی۔ اسپر تعجب یہ کہ وہ مختلف زمانوں۔ مختلف مکانوں۔ مختلف زبانوں میں مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور سب ہی ہمخیال و ہم زبان ہو کر ایک ہی بات کہتے چلے آئے

اسے یونہی اتفاق پر کیسے محمول کیا جائے۔ جبکہ بغیر سبب کے اتفاق ہونا ناممکن ہے۔ کیا ہم ان سب راستبازوں کا انکار کر دیں۔ اور ان کو سچا یقین کریں۔ جو اپنے پہلے ہی اصول کی آپ تکذیب کرتے ہیں۔ صحیفہ قدرت کے اشارات ہر کس و ناکس کیونکر سمجھے۔ لاکھوں میں سے چند ہیں۔ جو صحیفہ قدرت کے سربستہ رازوں کے رازدار کہلاتے ہیں۔ مگر افسوس! کہ وہ چند بھی وہ ہیں جو خود مختلف الرائے ہیں۔ صحیفہ فطرت کے مشہودوں کا کون اعتبار کرے؟ آخر ان لال بجھکڑوں میں سے وہ بھی تو ہیں۔ جنھوں نے تینتیس کروڑ خدا کا پتہ دیا ہے یا اس ہستی کا سرے سے انکار ہی کر دیا ہے یا ہونا چاہیئے ہی تک تحقیقات کو رہنے دیا ہے۔ گناہ کے ہلاک کرنیوالے زہر سے محفوظ رہنے کے لئے تو کامل علم اور کامل معرفت چاہیئے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کونسے الٰہی اخلاق عظیمہ اور اوصاف حمیدہ ہیں۔ یا وہ کونسی الٰہی رضا اور نارضامندی کی راہیں ہیں جن کو تم نے صرف صحیفہ قدرت اور صحیفہ فطرت کے کنایات اور اشارات سے محض عقل کی کسوٹی کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ تم ایک بھی بتلا نہیں سکتے۔ غرض انسانی فطرت اپنی ذاتی نقص کے باعث آستانہ ربوبیت سے ہر آن مدد چاہتی ہے۔ اسی واسطے تو ہر مسلمان اپنی دعا میں تمام فیوض کے منبع رب العالمین کو بڑی عاجزی اور الحاح سے ایاک نستعین کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے اسکی استعانت کا اقرار کرتا اور اپنی فطرت کے اھدنا الصراط المستقیم پکار اٹھتا ہے۔ اسی فطرتی تقاضے کے جواب میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ لاتدرکه الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ قد جاءکم بصائر من ربکم۔ فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیھا۔ بصارتیں اس ذات کی کنہ نہیں پا سکتیں۔ اور اسنے ان تمام بصارتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور وہ لطیف و خبیر ہے۔ تمہارے رب سے یہ بصائر (یعنی عینکیں) آ تمہارے پاس آ گئیں۔ بس جسنے بصیرت حاصل کی۔ تو وہ اپنی ہی بھلائی کے لیئے کریگا۔ اور جو اندھا ہوا تو اس کا وبال اسی کی جان پر ہے۔ یعنے قرآن کریم حکیم و خبیر خالق فطرت سے ہونے کا دعوےٰ کرتا۔ اور ہر ایک استعداد فطرت کو علیٰ وجہ البصیرت کامل موفقت و علم عطا کرنے کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ باربار للعالمین۔ لقوم یسمعون۔ لقوم یبصرون لقوم یعقلون۔ لقوم یتفکرون۔ لقوم یومنون۔ علیٰ ہذا۔ یعنی فلاں آیات میں سارے جہان کے

لئے نشان ہیں۔ اور فلاں فلاں قسم کی آیات میں شنوا قوم کے لئے۔ بینا گروہ کے لئے۔ عقلمندوں کے لئے۔ تفکر کرنے والوں کے لئے۔ یعنے فلاسفروں کے لئے۔ ایماندار قوم کے لئے نشانات موجود ہیں۔ قرآن کریم ایک کامل استاد کی طرح ہے۔ جو ہر ایک بچے کے سامنے اسکی لیاقت کے مناسب آلات کو ترتیب دیکر ایک تجربہ کرتا۔ اور پھر اس بچے کو نتیجہ پر پہنچنے کے لئے سوچنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی ہر ایک قسم کے انسان کو اس کی استعداد و لیاقت کے مطابق صحیفہ قدرت کے عجائبات کی طرف توجہ دلاتا اور الٰہی معرفت کی طرف رہبری فرماتا ہے۔ انجیل و تورات میں اگر یہ بات ہوتی۔ تو آج یورپ کا ہے کو اس ہستی کا انکار کرتا۔ ان کتابوں کا تو کچھ ذکر ہی نہ کرو۔ جو کئی خداوں کا پتہ دے رہی ہیں۔ وہ کتاب جو ہر زمانے میں تمام جہان بھر کی فطرتوں کی ہدایت و معرفت کا ذمہ اٹھاتی ہے۔ اس کا دائرہ تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کیونکر تسلیم کیا جائے۔ کہ ناقص علم کامل معرفت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو کبھی ممکن ہی نہیں اسی لئے تو حکیم و علیم خدا نے اپنے علم کے متعلق یہ دعوےٰ کیا ہے۔ لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔ اگر سمندر سیاہی ہو جائیں تب بھی میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں۔ جس طرح کہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب۔ صحیفہ قدرت کے سربستہ راز آئے دن تجربہ مشاہدہ اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے وسیع معارف حقایق و دقایق بھی عقلمندوں کی عقل اور عالموں کے علم کے ذریعہ سے روز بروز معلوم ہوتے رہینگے۔ تا ہر زمانہ اس سے وہ بصیرت حاصل کرے۔ جسکے عطا کرنے کا اس نے دعوےٰ کیا ہے۔ تمام جہان کی کتابیں دیکھ بھال لو۔ مگر یہ عظیم الشان دعویٰ کسی میں بھی نہ پاؤ گے۔ عاجز انسان کو یہ کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہو سکتی ؎

(۷)

اگر یہ صحیح ہے کہ رب العالمین کی کامل کتاب تمام جہان کے لئے رحمت و ہدایت ہونے کا نہ صرف دعوےٰ ہی کرے۔ بلکہ اسکی دلائل بھی دے۔ جو ہر کس و ناکس سمجھ سکے۔ تو قرآن کریم نے تنزیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العالمین کا دعوےٰ کر کے اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین یعنے تمام جہان کے لئے باعث رحمت فرمایا ہے۔ اور اسکے دلائل بھی دئے ہیں۔ جنمیں سے

دو تو یہ ہیں ۔ حٰم والکتاب المبین ۔ انا انزلناہ فی لیلۃٍ مبارکۃٍ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امرٍ حکیم ۔ امراً من عندنا ۔ انا کنا مرسلین ۔ رحمۃً من ربک انہ ھو السمیع العلیم ۔ رب السموات والارض وما بینہما ان کنتم موقنین ۔

حٰم والکتاب المبین حمید مجید ہے ۔ اس کتاب کی قسم ہے ۔ جو ہر صداقت کو بین کرتی ہے یعنے اسی کتاب کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ۔ جو انسانی فطرت کی کامل اصلاح کے لیئے ہر ضروری بات کو دلائل کے ساتھ بین کر کے تمام عالم کی ہدایت کا ذمہ اٹھاتی ہے ۔ جیسا کہ ایک اور جگہ بھی اُسنے اسبات کا دعوے کیا ہے ۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ (۲) کل شیٔ فعلوہ فی الزبر وکل صغیرٍ وکبیرٍ مستطر ہمنے اس کتاب میں کوئی بات بھی نہیں چھوڑی ۔ ہر ایک کرنے کی بات جو مختلف زبر میں تھی ۔ خواہ چھوٹی ہو ۔ خواہ بڑی ۔ سب اسمیں لکھی جا چکی ہے ۔ کوئی ایسی فروگذاشت نہیں کہ جس کا ہونا انسانی تزکیہ نفس کے لیئے ضروری تھا ۔ اور اسمیں موجود نہیں ۔ فیہا کتبٌ قیمۃ ۔ بلکہ تمام پہلی کتابیں اس میں ہیں یعنے کوئی ایسی صداقت نہیں ۔ جو ان کتابوں میں تھی ۔ اور اسمیں نہ ہو ۔ اس دعوے کا ثبوت ایک تو انہی آیات میں دیتا ہے ۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین ۔ کہ ضرور ہمنے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے ۔ ہم ہی تو منذر تھے ۔ یعنے اس جہالت وضلالت کے زمانے نے اسکے نازل ہونے کا تقاضا فرمایا تھا ۔ جو ایک تاریک رات کے مشابہ ہے ۔ جبکہ ظہر الفساد فی البر والبحر ۔ یعنی سمندر اور خشکی دونوں میں بگاڑ اور فساد ظاہر ہو گیا تھا ۔ اور صلاحیت کا کہیں بھی نام ونشان نہ رہا تھا اسلیئے کہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم) ہمنے تجھ سے پہلے بھی امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے ۔ مگر شیطان نے ان کے اعمال انکو خوبصورت کر دکھائے ۔ اور آج وہ شیطان ان سب کا دوست بنا ہوا ہے ۔ یعنی وہ تمام بدکاریاں اور گناہ جنمیں وہ مختلف قومیں مختلف زمانوں میں نفس امارہ کے بہکانے سے مبتلا ہو گئی تھیں ۔ آج سب کی سب موجود ہو گئی ہیں ۔ شیطان نے اپنے تمام فریبوں اور حیلوں کے ساتھ انسانی فطرت پر حملہ کیا ہے ۔ اور نفس امارہ نے اپنی تمام جوش وابال

باہر نکال دیئے ہیں۔ یہانتک اسوقت تمام یورپ و ایشیاء جہالت کی بلا میں مبتلا تھا۔ ہر ایک فرقہ دنیوی معبودوں کا شیدا تھا۔ گھر گھر ایک نیا خدا تھا۔ اور اخلاق رذیلہ رسومات قبیحہ اور عادات ذمیمہ نے فطرت انسان کو سیاہ کر دیا تھا۔ غرض ان تمام بدکرداریوں اور ظلمتوں کا مرکز عرب کا جزیرہ نما تھا۔ اس تاریک زمانے نے تمام قسم کی ہدایتوں اور اصلاحوں کی ایک جامع کتاب کا تقاضا کیا۔ اور اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ تاریک رات مبارک ہوگئی۔ (فیھا یفرق کل امرٍ حکیم امراً من عندنا) اسمیں ہر ایک حکیمانہ بات کا فیصلہ ہمارے حضور سے ہوگیا۔ انا کنا مرسلین۔ کیونکہ ہم ہی ضرور رسول بھیجا کرتے ہیں۔ رحمۃً من ربک۔ جو تیرے رب کی ایک رحمت ہوتے ہیں۔ انہ ھو السمیع العلیم۔ کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے۔ ایسے وقت میں ضرور زمانے کی حاجتوں کو معلوم کر کے ضرورت پر انکی زیادہ سنتا ہے۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔ کیونکہ وہ ان بلندیوں کا۔ اس زمین کا۔ اور جو انکے درمیان ہے۔ رب کا رب ہے۔ اگر تم کچھ یقین کرو۔ یعنی وہ ذات تمام کی ضرورتیں وقت پر مہیا کرتا ہے۔ زمین جب خشک ہو جاتی ہے۔ تو آسمان سے بارش نازل کر دیتا ہے۔ پس اسی رب نے جب دیکھا کہ یہ تاریک زمانہ ایک کامل ہدایت کا مقتضی ہے۔ تو ایک ایسی مبین کتاب نازل کردی۔ جسمیں کل امرٍ حکیم۔ تمام حکمت کی باتیں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ دانا حکیم کی طرح اپنے علاج کو زمانے کی علیل طبیعت کے موافق بدلتا ہے۔ احمق ہے وہ مریض جو دانا حکیم کے علم کے نقص نکالنے شروع کر دے۔ اور احمق ہے وہ حکیم جو بیمار کی حالت خواہ کیسی ہی ہو۔ ایک ہی علاج پر زور دیتا جائے یا وہ علاج جن کی ضرورت نہ ہو موقعہ بے موقعہ یوں ہی تجویز کرتا پھرے۔ حکیم خدا کے کام بے موقعہ اور بے محل نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ زمانے کی عین ضرورت کے مطابق اس کی رحمت کی بارش نازل ہوا کرتی ہے۔ بنی نوع انسان کی حالت ابتدا میں ایک معصوم بچے کی سی حالت کے مانند تھی۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا۔ اس کا تجربہ وسیع ہوتا گیا۔ اور آہستہ آہستہ اس کے امراض روحانی بڑھتے گئے اور اس علیم و حکیم خدا کی طرف سے مناسب حال دفعیہ امراض کے لئے شفا اور رحمت بھی نازل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ تاریکی کا زمانہ بھی آن پہونچا۔ جسمیں نفس امارہ کے تمام قسم کے امراض

ظاہر ہو گئے۔ جنکے دُور کرنے کے لئے بھی ویسے ہی جامع و کامل شفا کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے بین وقت پر آسمان سے یہ آواز ہوئی۔ یاایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاءٌ لمافی الصدور وھدیً ورحمۃ للمؤمنین۔ اے لوگو! ضرور تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔ جو کہ سینوں کی مرض کے لئے شفا اور ہدایت اور رحمت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو انکی باتیں مانتے ہیں۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ اور ہمنے تجھے اسی لئے بھیجا ہے کہ تو جہان کے لئے رحمت ہو۔ غرض قرآن کریم کا ایسے تاریک زمانے میں نازل ہونا ہی انکی جامع ہدایت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اور پھر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ نفس الامر کے امراض کے دور کرنے کے لئے علاج خدا تعالیٰ سے انسانی تعلقات کے وسائل اور انکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے ذرائع اور تمام گذشتہ صداقتیں اسکے ظرف میں موجود ہیں۔ وہ تمام کو چیلنج دیتا ہے۔ ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا۔ ولا یاتونک بمثلٍ الا جئناک بالحق واحسن تفسیراً۔ ضرور ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک اعلیٰ بات کھول کھول کر بیان کردی۔ لیکن اکثر لوگ یونہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی اعلیٰ بات نہیں پیش کر سکتے۔ مگر ہم اس کو حق اور نہایت احسن تفسیر کے ساتھ بیان کرینگے۔ یعنی تم انسان کی اصلاح اور انکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے متعلق کوئی ایسی بات پیش کر سکتے ہی نہیں۔ جسکو قرآن کریم نہایت عمدگی اور حسن بیان کے ساتھ واضح نہ کر چکا ہو۔ اس دعوے کی سچائی کے آزمانے کا نہایت آسان طریقہ تو یہ ہے کہ تم اس چیلنج کو منظور کر کے کوئی ایسی صداقت پیش کر دکھلاؤ۔ جو قرآن کریم میں نہ ہو ؎

(۸)

پھر قرآن کریم اپنے من رب العالمین اور ھدیً ورحمۃ للعالمین ہونے کا یہ ثبوت دیتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔ انہ لقرآن کریم فی کتابٍ مکنون لا یمسہ الا المطھرون۔ میں ان ستاروں کے اصل مواقع کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تمہیں علم ہو۔ تو یہ قسم بڑی عظیم الشان ہے۔ بیشک یہ قرآن بڑی اعزاز واکرام کا قرآن ہے۔ ایک کتاب میں پوشیدہ ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے صحیفۂ قدرت کے ایک بدیہی اور ظاہر فعل کو

جسے ہر ایک انسان دیکھتا ہے۔ اپنی کلام کے اسرار دقیقہ کو ثابت کرنے کے لئے بطور شاہد کے پیش کرتا ہے۔ یہ ستارے جو تمہیں دُور سے چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں تمہاری اپنی ہی نظر کا دھوکہ ہے۔ ورنہ دراصل اپنے مواقع پر بڑے بڑے اجسام ہیں ایسا ہی اسی طرح یہ قرآن کریم جو اس خالق صحیفہ قدرت کا کلام ہے۔ فی کتاب مکنون۔ کتاب کی صورت میں پوشیدہ ہے۔ اسکے معارف وحقائق دقیق ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے آئینہ فطرت مصفا و مصقل چاہیئے ۔

(۱۰)

پھر اسی قسم کی ایک اور صداقت کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم الخ میں ان جگہوں کی قسم کھاتا ہوں۔ جہاں یہ قرآن نجماً نجماً پہونچا۔ یعنی ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہے کہ یہ بڑے اعزاز واکرام کا قرآن ایک محفوظ کتاب ہے۔ جسے وہی مس کر سکتے ہیں۔ جو مطہر اور پاک ہیں۔ اور یہ کہ تنزیل من رب العالمین۔ یہ تمام جہان کے ربوبیت کرنیوالے سے نازل ہوا ہے۔ یعنے جس ملک میں یہ قرآن اُترا یا پہونچا۔ وہاں ہی اس کی تاثیر وبرکت سے پاکیزہ لوگ پیدا ہو گئے۔ عرب میں نازل ہوا۔ اور وہاں اپنے معجزانہ تاثیر کی ذریعہ حیوانوں سے باخدا انسان بنادئے۔ ایشیا اور یورپ کے جن جن مواقع ومواضع میں پہونچا۔ وہاں بھی اپنی پاکیزہ تاثیرات سے ایسے پاکیزہ لوگ پیدا کر دئے۔ جنکے شواہد اپنے اور غیر سب ہی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو۔ دُنیا کے جس جس حصہ میں پہونچا۔ وہاں حقیقی خدا کے نام لیوا بنی نوع انسان کے خیرخواہ پیدا کر دئے۔ یہی تو رب العالمین کی ربوبیت کا ایک نشان ہے۔ اب جا کر دیکھ لو۔ ان پاکیزہ لوگوں کے نشانات یا ان کی یادگیریں موجود ہیں کہ نہیں۔ کم از کم مسجدوں کے بلند مینار تو کسی صورت میں بھی صفحہ ہستی سے مٹنے کے نہیں۔ اگر اس کتاب میں مختلف ممالک کی انسانی فطرتوں کی استعداد کے مطابق ان کی اصلاح اور ہدایت کا سامان نہ ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ عالمگیر معجزہ دیکھنے میں نہ آتا۔ اگر کامل اور جامع ہدایت کے سوا ناقص کتاب بھی ایسا کر سکتی۔ تو وہ ہندوستان کی چار دیواری کے پرے کسی اور کی بھی خبر لیتی۔ غیروں کی خبر لینی تو درکنار۔ اُس نے ساری

دنیا کو آریہ ورت کی کوہستانی دیواروں تک ہی محدود رکھا۔ اور یہی کوئی کتاب کامل ہدایت کا موجب ہوتی۔ تو وہ صرف بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے کا ہی دعویٰ نہ کرتی رہتی۔

(۱۰)

ان کتابوں نے نہ تو کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور نہ ہی کوئی پاکیزہ نشان دنیا میں قائم کیا ہے۔ جس سے انکے کامل ہونے کا یقین ہو سکے۔ جتنا ہو سکا اپنے فرض کو پورا کر گئے چل دیں۔ لیکن قرآن کریم الیوم اکملت لکم دینکم کہکر اپنے کامل ہونے کا نہ صرف دعویٰ ہی کرتا ہے۔ بلکہ اسکے ثبوت میں اس زمانہ کو بطور شاہد کے پیش کر رہا ہے جو کامل ہدایت کا مقتضی تھا۔ اور سارے جہان کو چیلنج دیتا ہے۔ ان مختلف ممالک کو گواہ ٹھیراتا ہے۔ جہاں اسکے فیضان قدسی سے مقدس لوگ تیار ہوئے۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک صدی نے اسکے برکات کے زندہ نشانات دیکھے۔ نہ کسی خاص قوم سے نہ کسی خاص مکان سے نہ کسی خاص زبان سے اسکے فیضان محصور ہیں۔ پہلے صحیفوں اور نوشتوں کے ترجمے موجود ہیں۔ مسٹر ٹسڈل بے شک زندہ د سالہا ورق گردانی کرے۔ انجیل و تورات کا مطالعہ کرے۔ وید اور دوسری کتابوں کو پڑھے۔ اور خوب غور سے پڑھے۔ اور آتش حسد کو مدہم کرنے کے لئے ناحق تعصب سے ایک ان پڑھ امی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو متہم کر کے ینابیع الاسلام کا کھوج نکالے۔ اس کی ساری کوشش کا نتیجہ قرآن کریم کے دعوے کی صداقت کا ثبوت ہوگا۔ جو اسنے ۱۳۰۰ برس پہلے کیا۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ۔ فیھا کتب قیمۃ۔ کیا ہمارے آقا محمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک کم اعجاز ہے کہ انکی زبان پر وہ معجزہ نما کلام ظاہر ہوا۔ جسنے تمام آسمانی کتب و دیانات کا ایک کامل مجموعہ ہونے کا دعویٰ آج سے ۱۳۰۰ برس پیشتر کیا تھا۔

(۱۱)

قرآن کریم کا ایک نور اعجاز جو اپنے آپ میں بالکل بے نظیر ہے یہ ہے۔ کہ اسنے عالم کے خدا کو اپنا محافظ ٹھیرایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

ہم نے اس نصیحت نامہ کو اتارا ہے۔ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اللہ! اللہ! عاجز انسان۔ اور یہ دعوے۔ کبھی ممکن ہی نہیں۔ عالم الغیب خدا کے سوا کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر سکتا ہی نہیں کیا سمجھ کے حوادثات اور تغیرات کا خوف۔ مختلف زمانوں کے مذاق کے تبدیل ہونے کا ڈر۔ یہ سب انکی جھوٹی دلیری اور جرأت کے پست کرنے کے لئے کافی ہیں۔ عاجز انسان تو اپنی زندہ جان کی ذرہ حفاظت نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا کس طرح ممکن ہو کہ اپنی موت کے بعد وہ کسی دوسرے کا ذمہ اٹھا سکے۔ وہ حی و قیوم خدا ہے۔ جسے کبھی فنا نہیں۔ حقیقی حفاظت وقیومیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو ذرا دیکھو۔ کس طرح حیرت انگیز طور پر تحریروں میں مضبوط ہوتے ہوئے اہل عرب کے نہائیت زبردست حافظہ میں محفوظ ہوتے ہوئے یہ کلام ہم تک پہونچا۔ اور آپ دیکھتے ہو کہ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ کی کے عین مطابق تختیوں کے درمیان محفوظ۔ گھر گھر موجود ہے۔ احمق ہے وہ معترض جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ عثمان نے جمع کیا یا فلاں نے اکٹھا کیا۔ قرآن کریم ان الفاظ سے ان کو جواب دیتا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ ... ثم ان علینا بیانہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ اور ہم پر ہی ہے اس کا بیان کرنا حکیم و علیم خدا نے کمال حکمت سے اس کامل کلام کو اس قوم پر نازل کیا۔ جن کے حافظے عظیم الشان طور پر قوی اور مضبوط تھے اور جو ان تحریروں میں بلا تھے۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی یہ تحریر میں ضبط کر دیا گیا۔ اور سینکڑوں بڑے بڑے حفاظ و قرا تیار ہو گئے۔ جو از بر سارے کا سارا قرآن کھڑے کھڑے ایک رات میں ختم کر دیا کرتے تھے۔ یہ بے نظیر حفاظت اسلئے تھی کہ یہ کامل ہدایت جو تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلی کتابوں کی طرح ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسکے ضائع ہونے میں ان تمام صداقتوں کا ضائع ہونا تھا۔

(۱۲)

قرآن کریم نے عین وقت پر آکر مصدق لما بین یدیہ ومھیمنا علیہ۔ تمام صداقتوں کا مصدق اور محافظ ہونے کا دعویٰ کیا۔ فیہا کتب قیمہ کہکر سب الٰہی شریعتوں کو اپنے چھوٹے سے دامن میں سمیٹ لیا۔ اور ان کو نیست و نابود ہونے سے بچا لیا۔ معترض اعتراض

کرتا ہے کہ سرقہ ہے کیا جعلساز چور سارے جہان کو جتلا کر اپنی جعلسازی کا اسی طرح اقرار کیا کرتا ہے؟ اِنَّ ھٰذا لفی الصحف الاُولیٰ۔ یعنے یہ پہلے صحیفوں میں ضرور موجود ہے۔ یہ دعویٰ قرآن کریم نے اس زمانے میں کیا تھا۔ جبکہ معلومات کا دائرہ بہت تنگ تھا۔ مگر دیکھا کہ آج ۱۳۰۰ برس کے بعد کسی متعصب مسٹر نے ایک اُمّی۔ اَن پڑھ کو جعلسازی سے مُتہم کرتے ہوئے نہیں۔ بلکہ خود اپنی ضمیر کا خون کرتے ہوئے ینابیع الاسلام کا کھوج ژند و وسطا توراۃ و انجیل و وید وغیرہا سے نکالا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس صداقت کو ثابت کرتا تو ممکن تھا کہ یہ کوئی اور بہتان گھڑ لیتے۔ مگر اس قادر مطلق خدا نے پادری ٹسڈل کی قلم سے اسکی صداقت کو ثابت کیا ہے کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجایش نہ رہے۔ عقلمند نے اعتراض کرتے وقت اتنا نہ سوچا کہ میں کس زمانے کے متعلق اعتراض کرنے لگا ہوں اور کس شخص کے متعلق یہ گپ اُڑانے لگا ہوں۔ کہ اس نے تمام پہلی کتابوں سے سرقہ کر کے ایک خلاصہ تیار کر لیا۔ اور کہدیا کہ آسمانی کتاب ہے۔ اگر ایک اَن پڑھ شخص زمانہ جہالت میں ایسی کتاب تیار کر سکتا ہے کہ جس میں تمام کتابوں کی صداقتوں کا نہ صرف خلاصہ ہی ہو۔ بلکہ ان کو مزید تفصیل تفسیر کے ساتھ مدلل و اضح کیا ہو۔ تو میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۳)

ابتدائی یا قدیم زمانہ میں جبکہ بنی نوع انسان اپنی نیکی و بدی۔ بھلائی اور برائی سے ناواقف ناتجربہ کار تھے۔ جبکہ وے فن تحریر سے محض ناآشنا تھے۔ ان بیچاروں کو اول کامل ہدایت کی کیا حاجت تھی۔ اور پھر ان بیچاروں نے ان کتابوں کی حفاظت ہی کیا کرنی تھی۔ وہ تو خاص زمانے میں خاص قوم کی محدود امراض کو دور کرنے کے لئے آئیں۔ جب وہ زمانہ گذر گیا حالات بدل گئے۔ تو ان کی بھی حاجت نہ رہی۔ اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی ان کی حفاظت کا ارادہ کیا ہی نہیں۔ جو وہ بھی تحریروں یا مضبوط حافظوں میں محفوظ رہیں۔ کوئی ثبوت پیش کرو کہ قرآن کریم کی طرح ان کو بھی کبھی حافظوں اور قاریوں نے یاد کیا ہو۔ اگر پہلے زمانہ میں جبکہ علوم و فنون سے لوگ بے بہرہ تھے۔ انہیں ازبر حفظ کیا کرتے تھے۔ تو آج کیوں نہیں

کرتے۔ بھلاان ضخیم اور بوجھل کتابوں کو انسانی حافظہ کہاں برداشت کرسکتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح نہیں۔ تو اب کوئی یاد کر کے دکھلادے۔ اگر وہ کتابیں کامل ہوتیں۔ تو ضرور خداتعالیٰ بھی ان کی حفاظت کا وعدہ کرتا۔ اگر خداتعالیٰ ان کی حفاظت کا ارادہ کرتا۔ تو کبھی ممکن نہ تھا۔ کہ عاجز انسان ان میں تحریف و تبدیل کرسکتا۔ اجی! رام مارگی یا کوئی اور۔ آخر انسان ہی سے۔ خدا نہ تھے۔ عاجز انسان ضعیف البنیان کو کب یہ طاقت ہے۔ کہ وہ قادر مطلق خدا کے زبردست ارادے کے برخلاف کم و بیش کرسکے۔ یہ مت سمجھو کہ خداتعالےٰ کے الہام میں نقص لازم آتا ہے الہام اپنی ذات میں الہام ہی ہے۔ سورج کی روشنی جو ایک پتھر پر پڑ رہی ہے۔ پانی میں چمک رہی ہے۔ شیشے میں جھلملا رہی ہے۔ آخر روشنی ہی ہے۔ سب الہام اس لحاظ سے کہ وہ اس پاک ذات کے کلام ہیں یکساں ہیں۔ لیکن زمانہ کے استعداد کے مطابق اگر ان میں کمی و بیشی ہے۔ تو اس سے الہام کی ذات میں نقص نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی طبائع میں کمزوری ہوتی ہے۔ جن پر الہام نازل ہوتا ہے۔ کامل استاد کا علم ناقص نہیں۔ بلکہ ابھی بچے کی عقل ہی اس کی اعلیٰ باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ استاد بڑا احمق ہے۔ جو بچوں کی استعداد و لیاقت کو نہیں دیکھتا۔ اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر یونہی طول طویل بکواس کئے جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہیں کہے گی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ جو کچھ سنیگی سو کہیگی۔ یہ دعوےٰ الیوم اکملت لکم دینکم کا صرف قرآن کریم ہی نے کیا ہے۔ اور اسلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا وعدہ کرکے ہزاروں ہزار حفاظ ہر زمانہ میں تیار کر دئے ہیں۔ اور یہ اعجاز صرف اس کلام کو ہی حاصل ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اگر دوسری کتابیں بھی کامل ہدایت ہوتیں۔ اور انسان کی نفسانی بیماریوں کے استیصال کے لئے کامل شفا ہوتیں۔ تو بے شک زمانے کے خورد برد سے محفوظ و مامون رہتیں۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ کذالک یضرب اللہ الامثال۔

احمد موعود

اور

اُس کے امتیازی نشانات

اسمہٗ احمد کے رو سے احمد موعود کیلئے پہلی شرط اور علامت یہ ہے کہ اسکا اصلی نام بطور علم کے احمد ہو جس کے ساتھ زندگی میں عام طور پر خطاب و ندا ہوتی ہو۔ یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ واسم الشی وسمہ وسماہ علامۃ۔ اور علامت کہتے ہیں ما یوجد فی الشی ولا یوجد فی غیرہٖ یعنی علامت وہ چیز ہے۔ کہ جس شے کی وہ علامت ہے۔ اسمیں وہ پائی جاتی ہو۔ اور غیر میں نہیں پائی جاتی چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی اسم کی تعریف فرماتے ہوئے یہی لکھتے ہیں۔

"اسم مشتق ہے۔ وسم سے اور وسمہ عربی زبان میں داغ کرنیکو کہتے ہیں عربی میں کہتے ہیں۔ السمہ او جل۔ یہ اسوقت کہتے ہیں۔ جبکہ کوئی شخص اپنے لئے کوئی نشان مقرر کرے جس سے وہ پہچانا جائے۔ اور دیگر شخاص عامہ سے اس کے ساتھ ممتاز ہو" (اعجاز المسیح)

اب ہم جو تحقیق کرتے ہیں۔ تو ہمیں صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا اصلی نام محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد تھا۔ کوئی اور نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ احمد موعود حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔

آنحضرت صلعم کا اصلی نام بطور علم کے احمد نہ تھا۔ بلکہ محمد تھا۔ عیاں راچہ بیاں کا مصداق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

"فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا۔ کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے۔ جو عظیم الشان نبی ہوگا۔ اسکا نام محمدؐ رکھنا" (اشتہار واجب الاظہار صـ)

"ابراہیم نے اپنی طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پسر عبد المطلب کے گھر جنم لیا۔ اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم" (تریاق القلوب صـ ۱۵۵ حاشیہ)

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا وہی ہے" (درثمین)

ان حوالجات سے ظاہر اور باہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد نہ تھا۔ بلکہ محمدؐ تھا۔ لیکن اس جگہ طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے متعدد مقامات پر آنحضرت صلعم کا نام محمدؐ کیساتھ احمدؐ بھی لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ احمدؐ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ بطور وصف کے تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اُن دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا (آنحضرت صلعم کا) نام احمدؐ تھا۔ یعنی خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکرگذار" (تحفہ گولڑیہ صہ ۹۷)

اس حوالہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکرگذار ہونیکی وجہ سے یعنی ان دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا نام احمدؐ تھا۔ ہاں حضرت مسیح موعود کا نام بطور علم کے احمد تھا۔ اس سے انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود زیادہ تر اپنا یہ نام لکھتے رہے ہیں **میرزا غلام احمد قادیانی**۔ اور بے شک والدین کا رکھا ہوا پورا نام **غلام احمد** ہے۔ لیکن اس تمام نام میں سے اصل حصہ اس نام کا احمد تھا۔ اور غلام کا لفظ بطور رسم ملکی اور خاندانی کے تھا۔ کیونکہ ہندوستان میں یہ عام طریق ہے کہ مفرد نام بجز شاذونادر کے نہیں بولتے۔ بلکہ ضرور اس کے ساتھ دوسرا لفظ لگادیتے ہیں۔ جیسے محمد احمد۔ محمد حسین۔ محمد حسن۔ محمد یوسف۔ محمد مسیح۔ محمد علی وغیرہ وغیرہ۔ پس حضرت مسیح موعود کا گو پورا نام غلام احمد ہے۔ لیکن اس تمام نام میں اصل حصہ نام کا احمد تھا کیونکہ اصل نام وہی ہوتا ہے۔ جو نام کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا ہو۔ اور جسے انسان الگ استعمال کرتا ہو۔ اور اس پورے نام میں اصل نام احمد ہونے کے کئی ثبوت ہیں:۔

پہلا ثبوت:۔ آپ کے والد کی شہادت موجود ہے۔ کہ انہوں نے آپ کے نام پر جو گاؤں آباد کیا۔ اور بسایا۔ اس کا نام احمد آباد رکھا۔ نہ کہ غلام احمد آباد۔

دوسرا ثبوت:۔ اگر غلام کا لفظ یہاں پر احمد کی طرف مضاف مانا جاوے۔ تو حضرت مسیح موعود نے اپنے بیٹوں کے نام میں احمد کیطرف غلام کی اضافت کو مدنظر نہیں رکھا۔ جیسا کہ بشیر احمد شریف احمد مبارک احمد۔ اور اپنی کتابوں کے نام میں بھی احمد کیطرف غلام کو ہرگز اضافت نہیں دی۔ مثلاً

براہین احمدیہ - اعجاز احمدی وغیرہ وغیرہ - پس اس سے صاف ظاہر ہے - کہ آپکا اصل نام احمد تھا۔

تیسرا ثبوت: - تیسرا ثبوت جو نہایت زبردست ہے - کہ غلام کا لفظ ہرگز احمد کیطرف مضاف نہیں یہ ہے - کہ حضرت مسیح موعود غلام کو بمعنی عبد بتاتے ہیں - اور اپنے نام غلام احمد کو نبی کریمؐ کے نام عبدہ محمدؐ کے مترادف فرماتے ہیں - جیسا کہ ایام الصلح اردو صفحہ ۱۶۴ میں ہے -

"ہمارے نبی صلعم کا نام عبد بھی ہے - اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا - کہ اصل عبودیت کا خضوع اور تذلل ہے ...... پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں - اور عملی کیفیت کے لحاظ عبد ہیں ...... اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرتؐ کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے - اس لئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کیگئی یعنی اسکا نام غلام احمد کرکے پکارا گیا غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے - جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے" فتدبر -

چوتھا ثبوت: - خدا تعالےٰ نے آپ کو اپنی وحی میں بارہا یا احمد کرکے پکارا - اور ایک دفعہ بھی یا غلام احمد کرکے نہیں پکارا - باقی ایک الہام ہے - غلام احمد کی جے - اس الہام میں مسیح موعود مخاطب نہیں - بلکہ مراد ہیں - اور یہ ایک صفاتی نام ہے - اور ممکن ہے - کہ اس سے مسیح موعود کے کسی غلام کیطرف اشارہ ہو - چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰) پھر فرمایا -

"خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص مظہر بنایا - اور اسکا نام احمد رکھا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۲

پانچواں ثبوت: - قرآن شریف کی شہادت: - کہ مسیح موعود کا نام احمد تھا -

"میرے دعوے کی نسبت قرآن کریم نے اسقدر پورے پورے قرائن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے - کہ ایک طور سے میرا نام بتلا دیا ہے" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۸

چھٹا ثبوت: - آنحضرت صلعم کی شہادت: - اسمہ اسمی ویدفن معی فی قبری یعنی مسیح موعود کا نام میرا نام ہوگا - اب آنحضرت صلعم کا نام غلام احمد نہیں تھا - بیشک آپ کا ایک نام احمد تھا - پس آنحضرت صلعم کی شہادت ہے - کہ مسیح موعود کا نام احمد ہے -

علاوہ اس کے بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ مہدی موعود کا نام احمد ہو گا۔

ساتواں ثبوت:۔ پہلے اولیاء اللہ کی شہادتیں:۔ کہ مسیح موعود کا اصلی نام احمدؐ ہے۔ جیسے کہ شاہ نعمت اللہ ولی نے فرمایا۔ جسکو حضرت مسیح موعود اپنے رسالہ نشان آسمانی ص۔ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ح م و دال مے خوانم   نام آں نامدار مے بینم"

یعنی کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا۔ کہ نام اس امام کا احمد ہو گا۔ (نزول المسیح ص۱۳۳)

آٹھواں ثبوت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کی شہادت ہے کہ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "محمد صلعم خاص نام ہمارے سید و مولے خاتم النبیین کا ہے۔۔۔۔ اور احمد نام ہمارے اس امام کا ہے۔ جو قادیان سے ظاہر ہوا"۔

نواں ثبوت:۔ خود مولوی محمد علی اور انکی متفقہ انجمن کی شہادت ہے۔ کہ انکے نزدیک حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد ہے۔ غلام احمد نہیں۔ چنانچہ الوصیت کے ص۔ پر لکھا ہے:۔

"اور چاہیئے۔ کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیویں"

اس حکم کے ماتحت انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے جو الفاظ بیعت شائع ہوئے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔

"آج میں محمد علی کے ہاتھ پر احمدؐ کی بیعت داخل ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"

دسواں ثبوت:۔۔۔۔۔ حضرت مسیح موعود کے اصلی نام احمد ہونے پر یہ ہے۔ کہ آپ نے کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے۔ چنانچہ حمامۃ البشریٰ عربی الراقم مرزا احمد پھر نجم الہدیٰ کے ص۱۱ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ایک خط ہے جو خواص لوگوں اور قوموں کے برگزیدوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور یہ خدا کے بندے احمد کیطرف سے ہے۔ علاوہ اس کے ہمیشہ بیعت کے وقت آپ اپنا نام احمد فرماتے رہے۔

پس اگر آپ کا اصل نام احمد نہ ہوتا۔ تو کیوں آپ صرف اپنا نام احمد لکھتے۔ اور بیعت کے وقت اپنا نام احمد کرکے فرماتے۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ غلام کو مضاف اور غلام احمد کو اصل نام اور احمد کو اسکا اختصار قرار دیا جاوے۔ بلکہ لازماً ان یقیناً ان قطعی ثبوتوں کے ہوتے ہوئے

ماننا پڑتا ہے۔ کہ احمد بھی مسیح موعود کا اصل نام ہے۔ اور غلام کا لفظ محض عبد کے قائم مقام ہو کر آنحضرت صلعم کی ظلیت تامہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔

الغرض ان دلائل قویہ سے اسبات کا کامل ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اصل نام بطور علم کے احمد تھا۔ غلام احمد نہ تھا۔ پس چونکہ احمد کا نام بطور نام بھی علم کے ہونا احمد موعود کے لئے ایک شرط ہے۔ اور وہ شرط مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں

دوسرا نشان:۔ احمد موعود کیلئے دوسری شرط اور علامت یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی میں اسکو احمد نام کے ساتھ بتصریح مخاطب کیا جاوے۔ اور نیز اس کے رسول ہونیکو احمد نام سے نسبت دیجاوے۔ یعنی وہ احمد نام کے ساتھ دنیا میں رسول کر کے بھیجا جاوے۔ کیونکہ خواص اور اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور تم جانتے ہو کہ اسم وہ چیز ہے۔ کہ جس کے ساتھ کسی چیز کو پہچان لیتے ہیں۔ مگر خواص اور اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے۔ بلکہ کچھ شک و شبہ نہیں۔ کہ سارے اسماء جو مسمیات کیطرف منسوب ہیں۔ وہ اپنے مسمیات کیلئے صورت نوعیہ کیطرح ہیں۔ اور حقائق اور معارف کے پرندوں کیلئے گھونسلوں کیطرح ہیں"

پس جبکہ حسب تصریح مندرجہ بالا تحریر کے مسمیات میں اپنے اسماء کی حقیقت اور مفہوم کا قائم ہونا ضروری ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ کلام الٰہی میں احمد موعود کا نام بتصریح احمد رکھا جاوے۔ کیونکہ والدین کے رکھے ہوئے نام میں اوصاف مفہوم اور مسمیات کا قائم و دائم رہنا کچھ ضروری نہیں۔ بجز ان ناموں کے جو الہاماً یا کشفاً یا اتفاقاً مطابق علم الٰہی کے رکھے گئے ہوں۔ لیکن خدا کے رکھے ہوؤں ناموں میں اس نام کے اوصاف مفہوم اور حقیقت کا دائم اور قائم رہنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا ایسا نہیں۔ کہ دھوکہ کھاوے۔ یا جھوٹ بولے اور کسی مصلحت سے وہ ایسا نام دیدے۔ جسکی نسبت وہ جانتا ہے۔ کہ دراصل وہ شخص اس نام کے لائق نہیں۔ اسلئے یہ بات محقق امر ہے۔ کہ فخر کے لائق وہی نام ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے ملتا ہے۔ کیونکہ زمینی نام الہامی نام کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کا نام عبد الرحمن ہو۔ اور وہ عبد الشیطان ثابت ہو۔ یا کسی کا نام دوست محمد ہو۔ اور

وہ دشمن محمد ثابت ہو۔ یا کسی کا نام کمال الدین ہو۔ اور وہ زوال الدین ثابت ہو۔ لیکن کلام الٰہی میں اگر کسی کو ایک نام سے اعزاز بخشا جاوے۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس نام کے اوصاف اس شخص میں پائے جاویں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ احمد موعود کیلئے کلام الٰہی میں اسکا نام بتصریح احمد ہونا شرط ہے۔

بے شک حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام ملے۔ محمد واحمد یا آپ کے دو نام تھے۔ محمدؐ و احمدؐ اور ہم بھی اسکو بالیقین مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کو منجانب اللہ احمد کا نام دیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات آپ کی کسی تحریر یا تقریر سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ کلام الٰہی میں کسی جگہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد ہے۔ یعنی آپ کو کبھی اس نام سے خدا تعالیٰ نے مخاطب اور ندا کیا۔ البتہ حضرت مسیح موعود کو کلام الٰہی میں بتصریح احمد کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور آپکو اس نام سے رسول کرکے مبعوث کیا گیا۔ ملاحظہ ہو الہام۔ بشریٰ لک یا احمدی اور انا ارسلنا احمد اور یا احمد جعلت مرسلاً جس سے واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد ہیں۔

تیسوا نشان:۔ احمد موعود کیلئے تیسری لازمی شرط جو نہایت ضروری اور فیصلہ کن ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ احمد نام بطور اسم اعظم کے اجد ہو کیونکہ سنت اللہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بعض انبیاء کو ایک سے زیادہ ناموں سے یاد فرماتا اور خطاب اور ندا کرتا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم کو کئی ناموں سے یاد فرمایا۔ اور خطاب کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی کئی ناموں سے یاد کیا۔ لیکن ان تمام اسماء الہامیہ میں ایک نام ایسا ہوتا ہے جسکے ساتھ نبی کو خدا تعالیٰ بمقابلہ دوسرے ناموں کے امتیازی خصوصیت بخشتا ہے۔ جو نام اسم اعظم ہوتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ ایسا ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر ایک چیز کا فرد اعلےٰ صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اس لئے ناموں کا فرد اعلےٰ بھی صرف ایک ہی ہونا چاہیئے۔ جسکو اسم اعظم کہتے ہیں۔ اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کے اسماء میں ایک ہی اسم ایسا ہے۔ جو اسم اعظم ہے یعنی اسم اللہ۔ جو باقی تمام اسماء کا موصوف ہے۔ پس انبیوں ایک سے زیادہ الہامی ناموں کے حسب تصریح الفاظ "اسمہ احمد" احمد موعود کیلئے یہ شرط قرار دینی پڑیگی۔ کہ اسماء جو منجانب اللہ اسکو ملے ہیں۔ ان تمام میں احمد اسکا وہ نام ہو۔ جو بطور اسم اعظم ہو۔ اور جو باقی تمام دوسرے اسماء کا موصوف ہو۔ کیونکہ اسم وہ شئے ہے جس کے ساتھ کسی کو پہچان لیتے ہیں۔

اور کسی چیز کا آسانی سے پہچان لینا یا تو علَم پر موقوف ہے۔ اور یا صفاتی ناموں کے اسم اعظم پر موقوف ہے اور اگر "اسمہ احمد" سے صفاتی اسم اعظم مراد نہو۔ اور نہ ہی علَم مراد ہو۔ بلکہ محض ایک صفاتی نام ہو۔ تو اسمہ احمد کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوسکتا۔ اور اسم اعظم کے تین امتیازی نشان ہیں:۔

(۱) اول یہ کہ بمقابلہ دوسرے ناموں کے اسم اعظم کا کثرت سے ذکر ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ نبی ہمیشہ اپنے اسم اعظم پر لوگوں سے بیعت لیتا اور انکو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہے (۳) تیسرے یہ کہ نبی اپنے تمام دعویٰ اور کاروبار کا دارومدار اپنے اسم اعظم پر رکھتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا آنحضرت صلعم کا اسم اعظم احمد تھا۔ یا محمدؐ اور مسیح موعود کا اسم اعظم احمد تھا یا کوئی اور۔

تمام اسماء جو آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ الہاماً یا کشفاً مطابق علم الٰہی کے ملے ہیں۔ ان تمام اسماء صفاتیہ میں آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ کیونکہ یہی وہ نام ہے۔ جس پر آپکے سارے دعویٰ کا دارومدار ہے۔ یہی وہ نام ہے جو تمام عبادات اسلامیہ میں داخل کیا گیا ہے۔ یہی وہ نام ہے جس پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے اور اپنے سلسلہ میں داخل کرتے تھے۔ یہی وہ نام ہے۔ جسکے ساتھ آپ اپنے دعوے نبوۃ اور رسالت کو پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"حضرت رسول اللہ صلعم کے دو ہی نام تھے۔ محمدؐ اور احمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حی۔ قیوم۔ رحمٰن۔ رحیم وغیرہ کا موصوف ہے"

الحکم۔ ڈائری ۲۲۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

اب حضرت مسیح موعود کے اسماء صفاتیہ جو الہاماً منجانب اللہ انکو ہوئے۔ انکی طرف ذرا نظر دوڑاؤ یقیناً تمہیں روز روشن کیطرح اسبات کا ثبوت ملیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے۔ کیونکہ آپکے الہامات میں بمقابلہ دوسرے اسماء کے کثرت اسم احمد کی ہے۔ بلکہ ایسی کثرت ہے۔ کہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپکا نام صرف احمد ہی ہے۔ اور کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر آپ کے سارے کاروبار کا دارمدار اسی نام پر ہے۔ جیسے کہ فرمایا

"پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار"

پھر باوجود آپکے سینکڑوں اسماء کے آپ اپنے اسی نام پر بیعت لیتے تھے۔ آپ نے اسی نام پر اپنے سلسلہ کا نام رکھا۔ یعنی سلسلہ احمدیہ۔ آپ نے اسی نام سے اپنے پیروں کو موسوم ہونیکی

ہدایت کی یعنی احمدی - آپ خدا تعالیٰ کیطرف سے صرف اسی نام کے ساتھ رسول کر کے بھیجے گئے - جیساکہ الہام انا ارسلنا احمد - اور الہام یا احمد جعلت مرسلاً وغیرہ شاہد ہیں - غرض آپ کا اسم اعظم احمد تھا جیساکہ ایک جگہ اسکی تصریح بھی کر دی ہے - آپ فرماتے ہیں :-

"خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا - . . . اور اسکا نام احمد رکھا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۵)

پھر لکھتے ہیں :-

"جس طرح اللہ کا نام خدا تعالیٰ کیلئے اسم اعظم ہے - اسیطرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے جسکو آسمان پر یہ نام عطا ہوتا ہے - اس سے بڑھکر انسان کیلئے اور کوئی نام نہیں . . . . . آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا کہ ایکطرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو - اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو - پھر اس کے مقابل وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد - اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا" - تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۰

اب دیکھو ان حوالجات میں حضرت مسیح موعود کس صراحت سے اپنا اسم اعظم احمد قرار دیتے ہیں اور مزید براں اسم احمد کا اسم اعظم ہونا ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر فرماتے ہیں جو مسیح موعود کی بعثت کا وقت مقرر ہے جس سے بدیہی یہی نتیجہ نکلتا ہے - کہ وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں - گو پہلے بھی کسی نبی کا نام احمد رکھا گیا ہو - لیکن اس کے لئے وہ نام اسکا اسم اعظم نہیں ہو سکتا ہے - کیونکہ اسم احمد کا اسم اعظم ہونا مسیح موعود کیلئے مقدر ہے - اور وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہو سکتے ہیں - الغرض حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے ✦

چوتھا نشان :- چہارم بطور امتیازی نشان احمد موعود کے لئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے - کہ وہ اکمل اور اتم طور پر بحروزِ احمد صفت عیسےٰ ہو - یعنی وہ حضرت عیسےٰ کا مثیل تام ہو - اور نیز وہ ساری عمر لڑائی اور خونریزی کرنا تو الگ رہا - ان کا نام تک بھی نہ لیوے کیونکہ اسم احمد اور اسم عیسےٰ اپنی ماہیت - حقیقت - کیفیت مآل اور انجام کے رو سے ایک ہیں - فرماتے ہیں :-

"خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جسکا مظہر اتم اسم احمد ہے جیساکہ ابھی بیان ہو چکا ہے یہی چاہتی تھی - جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے - اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلا دے - ایسا ہی ستارہ مشتری کی تاثیر کا بھی یہی تقاضا تھا - کہ خونریزی کیلئے ہوا

نہ پکڑی جاوے - ایسا ہی ہزار ششم کا آخری حصہ جو جمعیت کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے - اور تمام تفرقوں اور نقصانوں کو درمیان سے اٹھا کر اس مجموعہ مخلوقات کو مع ان کے امام کے دکھلاتا ہے جو نظیر گذشتہ کے لحاظ سے تمام وکمال آشتی اور صلح سے بھرا ہوا ہے یہی چاہتا تھا کہ تفرقہ اور تجاذب مع اپنے لوازم کے جو جنگ اور جدل ہے - درمیان سے اٹھ جاوے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ...)

(۲) "اسم عیسیٰ اور اسم احمد ماہیت میں ایک ہی ہیں - اور وہ ہر دو نام از روئے کیفیت جمال اور ترک قتال پر دلالت کرتے ہیں - اور اسم محمد قہر اور جلال پر دلالت کرتا ہے" (اعجاز المسیح)

(۳) "اور اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا - وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے - کیونکہ محمد جلالی نام ہے - اور احمد جمالی - اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں - اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد - مگر ہمارے نبی صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں - یعنی جامع جلال اور جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے - بھیجا گیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۷)

(۴) "اور یہ نام (احمد) اپنی حقیقت کی رو سے یسوع کے نام کا مترادف ہے" - (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

"جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا - جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا - یعنی محمد جو جلالی نام ہے - اور اسی طرح حضرت عیسیٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے - کیونکہ حضرت عیسیٰ جمالی نبی تھے - اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا - خلاصہ کلام یہ کہ موسیٰ اور عیسیٰ میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل کی طرف اشارہ کیا"

یہ حوالجات کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں ان میں بصراحت بیان کیا گیا ہے - کہ احمد کو جو صفات لازم ہیں ان میں سے احمد موعود کیلئے یہ ایک نہایت ہی ضروری علامت اور لازمی شرط ہے - کہ وہ حضرت عیسیٰ کا مثیل تام ہو - اور جمالی نبی ہو - اور از یوم ولادت تا دم مرگ وہ لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلاوے - اب اس شرط کے رو سے احباب ذرا غور کر کے دیکھیں کہ آیا آنحضرت صلعم احمد موعود ٹھہر سکتے ہیں - یا مسیح موعود -

یہ سچی بات ہے کہ آنحضرت صلعم مثیل عیسیٰ بھی تھے لیکن محض احمد یا عیسیٰ کے رنگ میں نہ کہ کلی طور پر بھی گو آپ بار یک رنگ میں مثیل عیسیٰ ہیں - لیکن حضرت عیسیٰ کے مثیل تام ہرگز نہیں - آپ کھلے کھلے طور

مثیل تام حضرت موسیٰ کے ہیں۔ اور آپ کی اشد اور اتم مماثلت حضرت موسیٰ سے ہی ہے حضرت عیسیٰ سے نہیں۔ پس جیسے باریک اور مخفی رنگ میں آپ مثیل عیسیٰ ہیں۔ ویسے ہی باریک اور مخفی رنگ میں آپ احمد موعود بھی ہیں۔ اور محض اسی بناء پر حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کو بھی احمد موعود قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ۹۶)

حضرت مسیح موعود تو یہاں تک لکھتے ہیں:

"انصاف ہمیں اس گواہی کیلئے مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مماثلت نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ۱۹۲)

پس جبکہ حضرت عیسیٰ ؑ کو حضرت موسیٰ ؑ سے کچھ مماثلت نہیں۔ تو نبی کریم تو بدرجہ اولیٰ ہرگز حضرت مسیح ؑ کے مثیل تام نہیں ٹھہر سکتے۔

ہاں حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ کے مثیل تام تھے۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔ جیسا کہ ازالہ اوہام کی عبارت ہے:۔

"لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت کی رکھتا ہے بھیجا گیا۔"

پس یہ امر قطعی فیصلہ شدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی حضرت عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو زیادہ نہیں تذکرۃ الشہادتین کے دو صفحات پڑھ لیوے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود نے ۱۶ خصوصیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے آپکو مثیل تام پیش کیا ہے۔ چونکہ آپ ہی عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔

پانچواں نشان:۔ بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ نہایت واضح علامت ہے۔ کہ وہ چاند کیطرح فقط جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور روحانی طور پر اپنی مشابہت تامہ

چاند سے رکھے۔ یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بدر تام ہو۔ کیونکہ اسم احمد اور اسم قمر اپنی جمالی تجلی کے رو سے ایک ہیں۔ جیسے چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ ایسا ہی اسم اعظم جمالی تجلی کے مظہر اعظم کو چاہتا ہے۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے اسکو بیسیوں جگہ تحریر فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اسم محمد جلالی نام ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اشتہار واجب الاظہار)

پھر فرماتے ہیں:۔

"بعثت دوم جس کیطرف آیت کریمہ آخرین منھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ (حاشیہ تحفہ گولڑیہ صہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی"۔ (ازالہ اوہام صہ ۶۷۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اسم محمد جلالی نام ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اعجاز المسیح صہ ۱۲۴)

پس ایک اور ایک دو کی طرح ثابت امر ہے۔ کہ اسم محمد جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کو چاہتا ہے اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ایک فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ سورج جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے اور کسی کو انکار نہیں کہ سورج مظہر جلال اور چاند مظہر جمال ہے۔ کیونکہ یہ ایک شاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے بھی اسکو لکھا ہے۔ جیسا کہ آنجناب فرماتے ہیں:

"تم خوب توجہ کر کے سن لو۔ کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنیکا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات

کے ایام ہیں۔ (اربعین نمبر ۴ صد ۱۳)

اب دیکھو ان حوالہ سے بصراحت اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اسم محمدؐ جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کے سبب سورج اور محمدؐ ایک ہی ہیں۔ اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کے سبب چاند اور احمدؐ ایک ہیں۔

آنحضرت صلعم باوجود اسم احمد کے مظہر اول اور مظہر اصلی یعنی بالذات اصالتاً ہونیکے بھی احمد موعود نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود باوجود احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ آنحضرت صلعم ہونے کے احمد موعود ہیں۔ بیشک یہ نہایت ہی مشکل پیچیدگی ہے جسکا حل ایک مشکل کام ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس پیچیدگی کو سورج اور چاند پیدا کرکے پہلے ہی سے خوب حل کر چھوڑا ہے۔

سورج میں کیا بات ہے یہی کہ وہ جامع جلال و جمال ہے۔ اور اسمیں جمال اولاً اور اصالتاً ہے۔ چاند کیا ہے یہی کہ وہ مجرد جمال ہے۔ اور اسمیں جمال ثانیاً اور ظلاً یعنی سورج کے واسطہ اور فیض سے ہے۔ لیکن سورج باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر اول اور مظہر اصلی اور از خود ہونے کی وجہ سے بالفعل طور پر جمالی تجلی کا مظہر نہیں یعنی سورج اپنی قمری حقیقت کو قوت سے فعل میں کامل طور سے نہیں لاتا۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں بالفعل طور پر جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اس کے مقابل چاند کو لو چاند باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر ثانی اور مظہر ظلی بھی ظلی طور پر یعنی بواسطہ سورج کے ہے۔ پھر بھی وہ جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور سورج کی نسبت چاند میں جمالی تجلی بدرجہا اکمل اور اقوی اور اشد ہے گویا دوسرے لفظوں میں سورج جمالی صفت کا منبع اور مصدر اور اصل ہونے کے اعتبار سے حقیقی چاند ہے لیکن اپنی ذات سے علی وجہ الاتم تجلی قمر یعنی جمالی صفت کا بالفعل مظہر نہ ہونے سے وہ حقیقی چاند نہیں اور چاند اپنی ذات میں جمالی صفت کا مظہر ثانی اور جمال کو سورج سے ظلی طور پر حاصل کرنیکے اعتبار سے مجازی ہے۔ لیکن اپنی ذات سے علی وجہ الاتم بالفعل طور پر جمالی صفت کا مظہر اتم ہونے سے حقیقی چاند ہے۔ بعینہ یہی وہ بات ہے۔ جو مسیح موعود نے تحفہ گولڑویہ میں فرمائی ہے کہ برطبق پیشگوئی اسمہ احمد حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود) کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔ اور نادان لوگوں نے اس کے معنی کچھ کے کچھ بنا لئے۔ حالانکہ یہ بعینہ وہی بات ہے کہ جسطرح سورج چاند کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرتا ہے۔ اسیطرح آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے پیرایہ میں

ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔

۱۔ **جسطرح** سورج جامع جلال اور جمالی ہے۔ اور اپنی ذات میں جمال کا مظہر اوّل اور جلال کا بواسطہ دوسرے ...

بعینہ اسی طرح آنحضرت فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال ہیں (ازالہ اوہام)

پس آنحضرت صلعم بھی جامع جلال اور جمال ہیں۔ مگر اسم احمد کے آپ مظہر اوّل اور مظہر جمال بلاواسطہ ہیں۔

۲۔ **جسطرح** چاند جمال کا مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ سورج کے ہے۔

بعینہ اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی اسم احمد کے مظہر ثانی اور بواسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۳۔ **جسطرح** سورج باوجود اس کے کہ وہ جمال کا مظہر اولاً اور اصالتاً ہے اپنی ذات سے جمال کا علی وجہ الاتم بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ جمالی تجلی کا بالفعل اتم طور پر مظہر چاند ہے۔ باوجودیکہ چاند جمال کا مظہر ثانی اور بواسطہ سورج ہے

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم باوجود اس کے کہ آپ اسم احمد کے مظہر ظلی اولاً اور اصالتاً ہیں اپنی ذات سے اسم احمد کی تجلی اتم کے بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ اسم احمد کی تجلی اعظم کا بالفعل علی وجہ الاتم مظہر مسیح موعود ہے۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود اسم احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۴۔ **جسطرح** سورج اپنے جمال کے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے جمالی نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کرتا ہے یعنی چاند

بعینہ اسی طرح خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو۔" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱" آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

۵۔ **جسطرح** سورج کے دو ظہور ہیں۔ ایک جلالی اور ایک جمالی۔ جلالی ظہور سورج اپنی ذات سے پورا کرتا ہے لیکن جمالی ظہور سورج بذریعہ اپنے بروز یا مجاز یعنی چاند کے پورا کرتا ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں جمال کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے سورج کے دوسرے ظہور میں ظاہر ہوتی ہے۔

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم کے دو بعثت ہیں۔ ایک بعثت محمدی جو جلالی رنگ میں ہے اور دوسرا بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶۔ بعثت محمدی اسم محمد یعنی جلالی تجلی ظاہر کرنے کیلئے ہے اور آنحضرت صلعم کی ذات سے وابستہ ہے۔ لیکن اسم احمد یعنی جمالی تجلی جو اکمل اور اتم ہے وہ آنحضرت صلعم

کے دوسرے بعث میں ہے۔ جو مسیح موعودؑ کی ذات سے وابستہ ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعثہ اول جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعث دوم . . . مظہر تجلی اسم احمد ہے (اور بر طبق پیشگوئی) . . . حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود) کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔" اسپر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے"۔ (تحفہ گولڑیہ صد ۹۶)

۶۔ جسطرح اگرچہ یہ حق ہے۔ کہ سورج کے ظہور ثانی میں جلالی تجلی بھی ہے۔ اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی تجلی کے ہمرنگ ہو جاتی ہے۔ اسلئے سورج کا ظہور دوم فقط جمالی تجلی کا مظہر اتم ہے۔

بعینہ اسی طرح۔ "اگرچہ یہ حق ہے۔ کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمدؐ کی تجلی ہے۔ جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے۔ مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اسوقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے . . . . اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے۔ کہ ہزار ششم (بعث دوم) فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ حاشیہ تحفہ گولڑیہ صد ۹۶

۷۔ جسطرح سورج اپنی ذاتی یعنی جلالی ظہور میں جو پہلا ظہور ہے۔ صبح کے وقت اجمالی طور پر جمالی تجلی ظاہر کرتا ہے۔

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم اپنے ذاتی ظہور میں جو بعث اول ہے۔ مکی زندگی میں اسم احمد کے اجمالی طور پر مظہر تجلی تھے۔

۸۔ جسطرح چاند میں جمالی تجلی بہ نسبت سورج کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے اور سورج میں جمالی تجلی چاند کے مقابل ایسی ہے جیسی کہ بدر کامل کے سامنے ہلال۔

بعینہ اسی طرح مسیح موعود میں جمالی تجلی بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے اور تجلی اتم جمال کے بعثت اولیٰ کی نسبت بعثت ثانیہ سے ایسی ہے جیسے کہ بدر کامل کے مقابل ہلال جیسے آنحضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلعم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہی نہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کیلئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷۷) پھر فرمایا:۔

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت چھٹے ہزار کے اخیر میں یعنی اسوقت نسبت ان سالوں کے اقوی اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کیطرح ہے۔ اس لئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

"اور اسلام ہلال کیطرح شروع ہوا۔ اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جاوے خدا کے حکم سے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۴)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ خطبہ الہامیہ کے حوالجات پیش کردہ میں گو جمال کا بظاہر ذکر نہیں بلکہ روحانیت کا ذکر ہے۔ لیکن "چھٹے ہزار کے آخر" اور "تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں" کے قرینہ سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود یہاں پر روحانیت سے مراد جمالی روحانیت لے رہے ہیں کیونکہ جیسا کہ (نمبر ۵) کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ "ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ پس اس لئے اس قرینہ کے رو سے اس جگہ روحانیت سے مراد جمالی تجلی ہی ہے۔ اور دوسری یہ سچی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود جمالی تجلی کے مظہر ہونے میں نسبت آنحضرت صلعم کے اقوی اور اکمل اور اشد ہیں۔ لیکن جلالی تجلی میں آپ کو آنحضرت صلعم سے کچھ نسبت نہیں۔ پس اسجگہ روحانیت سے سوا جمالی روحانیت کے اور کوئی معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ پس اس تقابل مندرجہ بالا سے یہ امر اب بپایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ اسم محمد کو سورج سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم احمد کو چاند سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم محمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا سورج ہونا چاہیے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا چاند ہونا چاہیے۔ اور نیز اس پیچیدہ مشکل کا بھی آسانی سے حل ہو گیا۔ کہ کیونکر آنحضرت صلعم باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی اولاً اور اصالتاً ہیں۔ احمد موعود نہیں ٹھہر سکتے۔ اور مسیح موعود باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی ثانیاً اور ظلاً ہیں لیکن احمد موعود آپ ہی ہیں۔ الغرض احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ چاند کی طرح بحر جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور اکمل اور اتم طور پر

اپنی روحانی مشابہت چاند سے رکھے یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بطور امتیازی نشان کے بدر تام ہو۔
اب دیکھ لو۔ اور دنیا میں تلاش کر لو کہ یہ شرط سوائے مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

چھٹا نشان :- بطور امتیازی نشان کے یہ نہایت لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ دوگونہ احمد صفت ہو یعنی اس پر بایں طرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں سر عاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور اسم محمد میں سر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے جو جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"احمد کا نام مظہر جمال ہے۔ اور اس کے مقابل پر محمد کا نام مظہر جلال ہے۔ وجہ یہ کہ اسم محمد میں سر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ لیکن اسم احمد میں سر عاشقیت ہے کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے۔ اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے"

پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے جو دوگونہ احمد صفت ہو ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمد کے لازم حال جلال اور کبریائی کو ظاہر کرنیوالا اور محمد صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپکا سچا عاشق ہو۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس پر اجتماعی صورت میں بایں طرح امتی اور نبی اور غلام احمد اور احمد کا مفہوم کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں شان محبیت ہے یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی اور اسم محمد میں سر محبوبیت ہے یعنی جلال اور کبریائی۔ اور آنحضرت صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں اور اسم محمد کے مظہر اعظم ہیں۔ یعنی آپ صرف خدا کی بہت تعریف کرنیوالے نہیں بلکہ خود بھی بوجہ محمد ہونے کے بہت تعریف کئے جانیکے لائق ہیں۔ پس لازم آیا کہ اسم احمد کے لازم حقیقت احمد موعود وہ ہو۔ جو احمد ہونے کی صفت دوگونہ طور پر اپنے اندر رکھے۔ ایکطرف سے وہ خدا کا احمد ہو۔ اور دوسری طرف سے وہ محمد کا احمد ہو یعنی اس پر بایں طرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ اور یہ وہ بات ہے کہ سوائے

مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی ہے۔ نہ کسی فرد امت میں۔ اور نہ کسی فرد نبوۃ میں۔ جیسا کہ تم چاند میں دیکھتے ہو۔ وہ جمال کا مظہر اعظم اور نیر اعظم ہے۔ اور اپنی جمالی تجلی کے رو سے جسمانی سلسلہ کا احمد ہے۔ لیکن وہ ایک پہلو سے سورج کا فیض یافتہ اور امتی ہے۔ اور دوسرے پہلو سے وہ سورج کی طرح حقیقتاً روشن اور منور اور منیر ہے۔ اور نظام عالم کے عظیم الشان سیاروں میں داخل ہے۔ پس نظام عالم کی اس نظیر بے نظیر سے جہاں اسبات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی اس سنت سے ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ حقیقی اور اصلی یعنی کمالے کے اور ظاہر طور پر احمد نام کا مستحق ہونے کیلئے یہ لازمی شرط ہے۔ کہ وہ امتی بھی ہو۔ اور نبی بھی ہو۔ اور اسپر امتی اور نبی۔ غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں صادق آوے۔ کیا کوئی ہے۔ جو اسبات سے انکار کر سکے!

حضرت مسیح موعود ہر ایک پہلو سے اپنے اندر ایک مرکب آمیزش رکھتے ہیں۔ گویا آپ کا وجود ایک مرکب الوجود ہے۔ (دیکھو تحفہ گولڑیہ صفحہ ۱۹۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم وغیرہ) اسی واسطے آپکو مرکب نام مرکب شان۔ اور مرکب کام۔ اور مرکب انعامات دیئے گئے ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ افراد کاملہ امت کے ساتھ شریک ہیں۔ تو دوسرے پہلو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ آنحضرت صلعم کے متعلم اور آپ کے صحابہ میں داخل ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ مریم ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ابن مریم بھی ہیں۔ الغرض یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ اجتماعی حالت میں امتی اور نبی اور مریم و ابن مریم متعلم اور معلم کا مفہوم کامل اور حقیقی طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا۔ بعینہ اسیطرح غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اسم احمد میں شرعاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور آنحضرت صلعم صرف احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں۔ اور اسم محمد میں شر محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور یہ نام کسی سچی اور کامل تعریف اور عشق کرنیوالے کو چاہتا ہے۔ پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے۔ جو مرکب عاشق ہو۔ یعنی ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمد کے لازم حال جلال اور کبریائی ظاہر کرنیوالا اور

آنحضرت صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپ کا عاشق ہو۔ اور یہ وہ بات ہے کہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت میں متحقق نہیں پس سچا اور حقیقی احمد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ساتواں نشان:۔ بطور کھلے کھلے امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے جو شرط اور علامت نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ احمد موعود آنحضرت صلعم کے بعث ثانیہ کی بعث ہو۔ جو بعث احمدی کہلاتی ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۴ حاشیہ)۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"جیساکہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۶)

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیساکہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۹۶ حاشیہ)

یہ ہیں حوالے مشتے نمونہ از خروارے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہیں۔ کہ آیت کریمہ

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ پس بشارت اسمہ احمد کا حقیقی مصداق وہی ہو سکتا ہے۔ جو بعث احمدی کا مورد ہو۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بعث ثانیہ کا مورد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں۔ نبی صلعم کی ذات پہلی بعث کی مورد تھی۔ اور مسیح موعود دوسری بعث کے مورد اور موقوف علیہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"ضرور ہے۔ کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہو۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو۔" تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۵

پس جبکہ یہ ثابت ہے۔ کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ اور نیز یہ بھی ثابت شدہ امر ہے۔ کہ دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ تو اس سے بصراحت ثابت ہو گیا۔ کہ بشارت اسمہ احمد کے حقیقی۔ اصلی خاص مصداق مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں ٭

آٹھواں نشان:- بطور امتیازی نشان۔ کہ احمد موعود کیلئے سب سے زیادہ لازمی شرط اور ضروری علامت یہ ہے۔ کہ اسکی بعث چھٹے ہزار کے اخیر میں واقع ہو۔ کیونکہ بعث احمدی یا بعث دوم چھٹے ہزار کے اخیر پر واقع ہونیوالی ہو۔ اور نیز چھٹے ہزار کا اخیر اسم احمد کی مظہریت تامہ کیلئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ..... (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

"پس یہ خبر جو آنحضرت صلعم کے بعث دوم کے متعلق ہے۔ جس کے ساتھ یہ شرط ہو سکے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔ اسی حدیث سے اس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہو۔ کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے - وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے - اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے" (تحفہ گولڑیہ صہ ۹۶ - حاشیہ) پھر فرماتے ہیں :-

"یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیئے تھا - اسکا کیا جواب ہے - چونکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے ..... لہذا اس نے اس بعث دوم کیلئے ہزار ششم کو پسند فرمایا" (تحفہ گولڑویہ صہ ۱۰۱)

"ایسا ہی آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا - کہ ایک طرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور ہو .... پھر اس کے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو - جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے - یعنی احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا - اور جیسا کہ قرآن شریف میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے" تحفہ گولڑویہ صہ ۱۰۱

"آنحضرت صلعم کے دو حال اور دو شان ہیں - ایک شان سے آپ محمد ہیں دوسری شان سے آپ احمد ہیں - اور ان دونوں ناموں میں سے ایک نام ایک زمانہ سے مخصوص ہے - اور دوسرا نام ایک اور زمانہ سے مخصوص ہے" خزینۃ المعارف (اعجاز المسیح) صہ ۱۲۷

ان حوالجات سے جو کہ بغیے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھے ہیں - صاف معلوم ہوتا ہے - کہ

۱ - بشارت اسمہ احمد بعث احمدی آنحضرت صلعم کے بعث دوم کی نسبت ہے -

۲ - بعث احمدی کا وقت وقوع آخر ہزار ششم ہے -

۳ - آخر ہزار ششم فقط اسم احمد کے مظہر اتم کیلئے ہے -

پس ان حوالجات سے ظاہر و باہر ہے - کہ حضرت مسیح موعود ہی اصلی اور حقیقی طور پر بشارت اسمہ احمد کے مصداق ہیں - کیونکہ آپ ہی بعث احمدی کے مورد اور موقوف علیہ ہیں - اور آپ ہی کی بعثت چھٹے ہزار کے اخیر میں واقع ہوئی - اور چھٹے ہزار کے اخیر میں مبعوث ہونا صرف آپ ہی کیلئے مخصوص ہے - اور یہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی - کیونکہ آپ کی بعثت ہزار پنجم میں واقع ہوئی جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :- "آنحضرت صلعم کی بعثت پانچویں ہزار میں ہوئی" تحفہ گولڑیہ صہ ۹۵ - پس اس سے معلوم ہوا

کہ آنحضرت صلعم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے۔ مبعوث ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ تحفہ گولڑیہ مد ۹۶

"آنحضرت صلعم کی بعث قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں ہوئی۔" خطبہ الہامیہ ص ۱۷۹

پس ان حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ہزار پنجم میں مبعوث ہوئے تھے۔ جو زمانہ کہ اسم محمد کی مظہر تجلی کیلئے مخصوص ہے۔ اور اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسم احمد کے مظہر تجلی کیلئے آخر ہزار ششم مخصوص ہے۔ نہ کہ ہزار پنجم۔ جبکہ آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ پس آنحضرت صلعم کسی صورت میں بھی احمد موعود نہیں ہو سکتے

آٹھویں شرط کے ضمن میں دو شرائط اور ہیں۔

۱- یہ کہ اسکا زمانہ یضع الحرب کا زمانہ ہو۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور یہ نام ترک تہر اور قتال پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اسم احمد کا وہ زمانہ مظہر اتم ہو سکتا ہے۔ جو اس کے لازم حال یضع الحرب کا زمانہ ہو۔

۲- اسکا زمانہ زمان البرکات ہو۔ اور بکثرت آسمانی نشانوں کا مظہر ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"اسجگہ محمدی کہا۔ یہ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ جو لوگ ابتک صرف ظاہری قوت اور شوکت اسلام دیکھتے رہے۔ جسکا اسم محمد مظہر ہے۔ اب وہ لوگ بکثرت آسمانی نشان پائینگے۔ جو اسم احمد کے مظہر کو لازم حال ہے۔ کیونکہ اسم احمد انکسار اور فروتنی اور کمال درجہ کی محویت کو چاہتا ہے جو لازم حال حقیقت احمدیت اور حامدیت اور عاشقیت اور محبیت ہے۔ اور حامدیت اور عاشقیت کے لازم حال صدور آیات تائیدیہ ہے۔" ضمیمہ تحفہ گولڑیہ صہ ۲۶۔

پس ایسا زمانہ جو اسم احمد کے لازم حقیقت یضع الحرب اور برکات آسمانیہ سے موصوف ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں۔

نواں نشان:- بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ بموجب وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سرانجام دیوے۔ کیونکہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ خاص احمد موعود کے حق میں ہے۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ میں اس کے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ جو اسکام کو سرانجام دیگا وہی صحیح معنوں میں احمد موعود قرار دیا جا سکتا ہے۔

اور اس بات کا ثبوت کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ الخ خاص احمد موعود کے ہی حق میں ہے

اور لیظھرہ علی الدین کلہ میں خاص احمد موعود کے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ

۱۔ اوّل تمام دینوں پر غالب ہونیکا نہ بجہ علوم حقہ اور معارف صادقہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ نہ کہ جلالی طرز میں۔ اور جمالی طرز کا کام مظہر اسم احمد کا کام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"علوم اور معارف بھی جمالی طرز میں داخل ہیں اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائینگے۔ کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں۔ اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴)

پس اس تحریر سے معلوم ہوا۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کا کام خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے۔ اور غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس وعدۂ قرآنیہ کا پورا ہونا علوم اور معارف وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ اور جمالی طرز مظہریت اسم احمد کو چاہتا ہے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی احمد موعود ہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں احمد موعود ہی کے کام کو خاص معین کر دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا ثبوت۔ اس بات کا دوسرا ثبوت کہ آیت "لیظھرہ علی الدین کلہ" خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے اور دوسرے کسی غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ یہ ہے۔ کہ جسطرح بشارت اسمہ احمد کا علی وجہ الاتم بالفعل طور پر پورا ہونا آنحضرت صلعم کے بعث دوم پر موقوف ہے۔ اور اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے۔ چھٹے ہزار کے آخیر پر موقوف ہے۔ بعینہ اسی طرح آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کا اتم اور اکمل طور پر پورا ہونا بھی آنحضرت صلعم کے بعث دوم اور چھٹے ہزار کے آخر پر ہی موقوف ہے جیسے کہ ذیل کے تقابل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) "آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ۔۔۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت	(۱) "آنحضرت صلعم کیلئے دو بعث مقدر ہیں (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے۔ (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے۔ اور یہ دونوں

بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

(۲) "آنحضرت صلعم کے بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعثت دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ . . . . ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔"

حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی۔ .... سو ایک تو وہ روز ششم تھا جسمیں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی۔ اور دوسرا وہ روز ششم ہے جسکی نسبت آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ یعنی آخری حصہ ہزار ششم۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

(۲) "اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے دو منصب قائم کرتا ہے (۱) ایک کامل کتاب کے پیش کرنیوالا جیسا کہ فرمایا۔ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمہ۔ (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنیوالا۔ جیسا کہ فرماتا ہے لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور تکمیل ہدایت کیلئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا۔ اس لئے یہ پہلی سنت اللہ ہمیں سمجھاتی ہے۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے۔ اور وہ ہزار ششم ہے۔ ..... تکمیل اشاعت ہدایت ہزار ششم میں ہوگی۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰)

اس تقابل سے بتصریح اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ آیت "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا فرض منصبی خاص احمد موعود ہی کیلئے مقدر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ صحیح معنوں میں احمد موعود وہی ہو سکتا ہے۔ جو آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کے مطابق تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سرانجام دیوے۔

تیسرا ثبوت ۔ اس بات کا تیسرا ثبوت کہ آیت "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ"۔ خاص احمد موعود ہی کے حق میں ہے۔ اور کسی کے حق میں نہیں ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ بر طبق پیشگوئی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے ایک مظہر کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی مظہر کا حسب منطوق آیت ھو الذی ارسل رسولہ کے ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی الخ خاص احمد موعود ہی کیلئے ہیں۔ ایک آیت میں احمد موعود کا نام بتایا ہے۔ اور دوسری آیت میں اسکا کام بتا دیا۔ تاکہ نام اور کام ملکر دونوں احمد موعود کی مکمل علامت اور نشان کا کام دیویں۔ چنانچہ ایک حوالہ تو یہ ہے۔

"آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

دوسرا حوالہ یہ ہے:۔

"احمد خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس وہی مظہر ہوں پس ایمان لانے والوں اور کافروں سے مت ہو۔ اور اگر چاہتا ہے۔ تو اس خدا تعالےٰ کے قول کو پڑھو هو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰)

احمد موعود کیلئے یہ شرط بھی ہے۔ کہ اسکا جائے ظہور ہندوستان ہو۔ کیونکہ بشارت اسمہ احمد بعث دوم کی نسبت ہے اور بعث دوم کی ضرورت اور مورد بعث دوم کے کام کو ظاہر کرنیکے لئے آیت لیظہرہ علی الدین کلہ ہے۔ اور یہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔ جبتک کہ کل ادیان مختلفہ کا ایک جگہ جمع ہونا نہ پایا جاوے۔ اور کل ادیان کا جمع ہونا بجز ہندوستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا ہے پس معلوم ہوا۔ کہ احمد موعود کا جائے ظہور ہندوستان ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"(۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جسکی طرف آیت اشارہ فرماتی ہے۔ کہ یتلو صحفا مطهرة فيها كتب قيمة (۲) دوسرے تکمیل اشاعت کا زمانہ جسکی طرف یہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے اور آنحضرت صلعم کا جیسا کہ یہ فرض تھا۔ کہ بوجہ ختم نبوۃ تکمیل ہدایت کریں۔ ایسا ہی بوجہ شریعت یہ بھی فرض تھا۔ کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی۔ ... لیکن تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی۔ ... اس لئے خدا تعالےٰ نے تکمیل اشاعت کو ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جسمیں قوموں کے باہم تعلقات ہو گئے۔ ... اس لئے آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی ضرورت پڑی۔ اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور مطابع بیٹھے ہیں۔ ... آنحضرت کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی۔ کہ یا محمد رسول اللہ صلعم ہم تمام خدام حاضر ہیں۔ اور فرض اشاعت پورا کرنیکے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے۔ ... تب آنحضرت صلعم کی روحانیت نے جواب دیا۔ کہ دیکھو

میں جو نسکے طور پر آتا ہو۔ مگر ملک ہند میں آونگا۔ کیونکہ جوش مذاہب اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے ۔ (تحفہ گولڑیہ صفحہ ۱۰۱) پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ احمد موعود کا بروز اور ظہور ملک ہند میں ہوگا۔ کیونکہ جس کام کا کرنا اس کے لئے مقرر کیا گیا۔ یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ وہ کام اسی جگہ سر انجام دیا جا سکتا ہے ۔ جہاں پر اس کام کے مناسب حال مادہ اور ضرورت ہو۔ اور اس کام کے مناسب حال جگہ صرف ہندوستان ہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ احمد موعود کا ملک ہند میں ظاہر ہونا ایک شرط ہے ۔ اور یہ شرط نہایت کھلے طور پر مسیح موعود میں پائی جاتی ہے ۔ اور آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی ۔ پس صحیح معنوں میں احمد موعود مسیح موعود ہی ہیں آنحضرت صلعم نہیں

دسواں نشان :۔ احمد موعود کیلئے دسویں اور آخری شرط یہ ہے ۔ کہ وہ خود بھی یہ دعویٰ کرے ۔ کہ بر طبق پیشگوئی جو احمد موعود ہے ۔ وہ میں ہوں ۔ کیونکہ کسی پیشگوئی کا تحقق بالخصوص اس پیشگوئی کا جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو ۔ اسبات پر موقوف ہے ۔ کہ وہ موعود بہات کا خود دعوےٰ کرے ۔ کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں ۔ ورنہ بصورت دیگر مدعی سست اور گواہ چست والی مثال ثابت آئیگی ۔ اور یہ جو ہم نے اس شرط کی وجہ بیان کرتے ہوئے نبی اور رسول کی پیشگوئی "کی قید لگائی ہے ۔ یہ اس لئے ہے کہ دوسری پیشگوئیوں میں یہ امر ضروری نہیں ہوتا ۔ کہ بالضرور شخص موعود اسبات کا دعویٰ بھی کرے ۔ کہ میں اس پیشگوئی کی مصداق ہوں ۔ مثلاً دجال کی نسبت پیشگوئی ہے ۔ کہ وہ آخر زمانہ میں ہوگا ۔ اب اگر دجال معہود کیلئے یہ شرط ہو ۔ کہ وہ خود بھی دعوےٰ کرے ۔ کہ میں ہی دجال والی پیشگوئی کا مصداق ہوں ۔ تو ایسی شرط کا پورا ہونا ناممکن اور محال امر ہے ۔ لیکن ایسی پیشگوئی جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو ۔ اس کیلئے یہ ضروری ہے ۔ کہ قرار دادہ موعود خود بھی اس پیشگوئی کا بالفعل یعنی کھلے کھلے طور پر مصداق ہونیکا دعویٰ کرے ۔ اب دیکھو اس شرط کے رو سے آیا آنحضرت صلعم احمد موعود قرار دیئے جا سکتے ہیں ؟ یا مسیح موعود سنئے دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں ۔ جو یہ ثابت کر سکے ۔ کہ آنحضرت صلعم نے بر طبق پیشگوئی اسمہ احمد کبھی بھی احمد ہونے کا دعویٰ کیا ۔ یہ الگ بات ہے ۔ کہ آپ نے فرمایا ہو ۔ کہ میں بشارت عیسے ہوں ۔ یا کسی دوسری جگہ یہ فرمایا ہو ۔ کہ میں احمد ہوں ۔ لیکن آپ نے کہیں اور کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ بر طبق پیشگوئی میں احمد موعود ہوں ۔ اگر فرمایا ہو ۔ تو پیش کرو ۔ ورنہ صرف یہ کہنے سے ۔ کہ یق

بشارت عیسیٰ ہوں یا یہ کہنے سے کہ میں احمد ہوں۔ آپ کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو مصداق قرار دیتے۔ یعنی برطبق پیشگوئی اپنے آپ کو احمد قرار دیتے۔ کیا آپ کھلے کھلے رنگ میں مثیل عیسےٰ تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ مثیل موسےٰ تھے۔ پھر کیا آپ روحانی سلسلہ کے بالفعل بدر تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ تو شمس منیر تھے۔ پھر کیا آپ کی بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہوئی۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کی بعثت پنجم ہزار میں واقع ہوئی۔ پھر سب سے بڑھکر کیا آپ کا اسم اعظم احمد تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ اسم اعظم محمد تھا۔ پھر کیا آپ نے احمد موعود کے مخصوص فرض منصبی یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ کو اپنی ذات سے پورا کیا۔ نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ برطبق پیشگوئی آپ نے احمد موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔

پس آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا۔ کہ میں احمد ہوں اس بناء پر نہیں۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ بلکہ قرآن شریف کی اس آیت کی بناء پر ہے۔ وله الحمد فی الاولیٰ والآخرة جس کی نسبت حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وله الحمد فی الاولیٰ والآخرة۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں دو احمدوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور انکو اپنی نعمائے متکاثرہ میں سے ٹھہرایا ہے۔ اوّل احمد تو احمد مجتبےٰ اور محمد مصطفےٰ ہمارے نبی صلعم ہیں۔ دوسرا احمد۔ احمد آخرالزمان ہے جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود اللہ تعالیٰ کیطرف سے رکھا گیا۔" اعجاز المسیح ۱۳۵

الغرض آنحضرت صلعم برطبق پیشگوئی احمد موعود نہیں۔ کیونکہ احمد موعود کا دعوےٰ کرنا اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں حضرت مسیح موعود نے نہایت کھلے طور پر برطبق پیشگوئی احمد ہونیکا دعویٰ کیا۔ اور ایسا کیا۔ کہ جس میں کسی تاویل یا انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اس کے مثیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد مگر

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا"۔ ازالہ اوہام صفحہ ...

دوسرا حوالہ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور عیسے نے کزرع اخرج شطأہ میں وآخرین منھم والی جماعت اور اسکے امام کیطرف اشارہ بھی کیا ہے۔ بلکہ اسمہ احمد کہکر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتا دیا ہے اور اس مثال میں (یعنی کزرع اخرج شطأہ) اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظہور نرم اور نازک پودے کے مشابہ ہوگا۔ سخت چیز کے مشابہ نہیں ہوگا۔

پھر منجملہ عجائب قرآن کریم کے یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے اسم احمد حکایتاً عیسے علیہ السلام سے ذکر فرمایا اور اسم محمد حکایتاً موسی علیہ السلام سے ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جاوے۔ کہ جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسے نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا۔ جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت عیسے جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کیطرف اشارہ کیا ہے۔ اس نکتہ کو یاد رکھو۔ کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے۔ اور جلال اور جمال دونوں کو خوب واضح کرتا ہے۔ اور پردہ اٹھا کر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے۔ اور جب تم اسکو تسلیم کر لوگے۔ تو تم قلعہ کی حفاظت میں داخل ہو کر ہر ایک جال سے بچ جاؤگے۔ اور ہر ایک گمراہی سے نجات پاؤگے۔" اعجاز المسیح صفحہ ...

یہ حوالہ بھی کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ پہلے حوالہ میں بتصریح اس امر کا ذکر ہے کہ برطبق پیشگوئی مجرد احمد مسیح موعود ہی ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں۔ دوسرے حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اس بات کا فیصلہ ہی فرما دیا۔ کہ حضرت عیسے نے بتصریح اپنی پیشگوئی میں میرا نام احمد رکھا ہے۔ زیادہ تر یہ کہ یہ پیشگوئی خاصکر کیوں مسیح موعود ہی کیلئے ہے۔ اسکی دلیل یہ دی کہ برطبق پیشگوئی احمد وہ ہونا چاہیئے۔ جو مثیل تام حضرت عیسیٰ ہو۔ اور مثیل تام حضرت عیسے مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں پس آپ نے بتصریح دعوٰی فرمایا کہ برطبق پیشگوئی میں ہی اس کا مصداق ہوں۔

تیسرا حوالہ۔ اس بات کی تائید میں کہ حضرت مسیح موعود نے برطبق بشارت اسمہ احمد۔ احمد موعود

ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ ذیل کا حوالہ ایک زبردست ثبوت ہے جو یہ ہے آپ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کیطرف آیت کریمہ و آخرین منھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے جیسا کہ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جسکا نام مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائیگا۔ یہی وہ بات ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں۔ اور اسپر نادان مولویوں نے جیسا کہ انکی ہمیشہ عادت ہے۔ شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جاوے۔ تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

"لہذا جیسا کہ مومن کیلئے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

(گذشتہ سے پیوستہ)

"اور چونکہ حضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونیکے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

اور حوالہ نمبر (الف) میں اسم جمالی ہے پر نشان دیتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمدؐ کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"

اب اس سارے حوالے پر یکجائی نظر ڈالنے سے ابیات کا یقینی ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود برطبق پیشگوئی اسمہ احمدؐ۔ احمد موعود ہونے کا صریح طور پر دعوے کیا ہے۔ اور تحقیق آپ ہی اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا اصلی اور حقیقی مصداق خیال کرتے تھے۔ اس حوالے میں تین باتیں بہت ہی قابل غور ہیں:۔

(۱) کہ آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ کے یہی معنے ہیں کہ برطبق پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرینگے۔ گویا اس پیشگوئی کا بالفعل اور کھلے کھلے طور پر مصداق مسیح موعود ہے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲) بشارت اسمہ احمدؐ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ اور دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود نہایت کھلے کھلے طور پر یقیناً اس پیشگوئی کو اپنے ہی حق میں یقین کرتے تھے۔

(۳) حوالہ نمبر ت میں ابیات کو بہت ہی واضح کر دیا کہ اس پیشگوئی کا اصل اور بالفعل مصداق میں ہی ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بالقوہ اور مخفی مصداق ہیں۔

(۴) حوالہ نمبر ج میں ابیات کو سب سے زیادہ واضح کر دیا کہ اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ بعث دوم ہے۔ اور بعث دوم چھٹے ہزار کے اخیر میں ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں بشارت اسمہ احمدؐ کا اکمل اور اتم مظہر اعظم اور مصداق مسیح موعود ہے۔

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیوں کا اشتہار

ڈاکٹر برمن

جینا کیا ہے۔ جو ایک دوسرے کو آرام نہ پہونچا سکے اسی خیال پر ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیاں بنی ہیں۔ اور انکو انمول فائدے کے حساب سے بہت سستی بکتی ہیں

سکیم پیٹنٹ نمبر ۵۵

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور ہیضہ		پین ہیلر اندرونی		درد سر کی دوا	۶ر	امراض دندان	۴ر
کی دوا	۴ر	اور بیرونی درد	۱۲ر	طاعون کی گولیاں		پیپرمنٹ کاست	۶ر
دمہ کی دوا	عہر	کی دوا		بڑی ڈبیہ	۱۲ر	روغن پیپرمنٹ	۱۰ر
بخار کی دوا		کھانسی کی دوا		طاعون کی گولیاں		روغن ریڈی	۶ر
شیشی کلاں	۱۴ر	شیشی خورد	۸ر	چھوٹی ڈبیہ	۸ر	روغن صندل	۶ر
بخار کی دوا شیشی خورد	۸ر	کان بہنے کی دوا	۴ر	عرق پودینہ		روغن اجوائن	۶ر
سالسہ خون صاف		داد کا مرہم	۵ر	بدہضمی کی دوا	۸ر	روغن سونٹھ ادرک	۸ر
کرنے کی دوا	عار	زخم دھونے کی ٹکیہ	۱ر	کلوروڈائن		روغن سونف	۴ر
سینی لائن خون		مقوی گولیاں	عہر	پیچش کی دوا	۶ر	روغن دارچینی	۶ر
بند کرنے کی دوا	عہر	پرانے ملیریا بخار		لال شربت بچوں		روغن لونگ	۴ر
کولا نامک طاقت کی دوا	عہر	کی گولیاں	۴ر	کی طاقت کی دوا	۱۲ر	روغن لیمو	۴ر
گھیگھا کے لگانیکی دوا	۴ر	کونین کی ٹکیہ	۸ر	خارشت کھجلی کی دوا	۸ر	روغن الائچی	۶ر
گھیگھا کے کھانیکی دوا	۱۲ر	بدہضمی اور بدہضمی کے	عہر	امراض مستورات		لیونڈر	۶ر
کھانسی کی دوا شیشی کلاں	عہر	دست کی گولیاں		کی دوا	عہر	نمونہ کا بکس	عہر

یہ کارخانہ چونتیس سال سے ہندوستان میں جاری ہے مفصل حالات کی فہرست مفت منگا کر دیکھئے

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ تاراچند دت اسٹریٹ نمبر ۵ کلکتہ

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر

واولئك هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ہے

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودھری [illegible] پبلشر نے شائع کیا

عرض حال

اکتوبر کے مہینے میں جنگی بخار کا زور رہا۔ اس لئے قریباً سب فانز کے کاروبار میں اختلال آیا۔ ضیاء الاسلام پریس جس میں یہ رسالہ چھپتا ہے۔ ۱۰ اکتوبر کے بعد صرف ایک دو دن کے سوا ۲۷ اکتوبر تک نہیں چل سکا۔ اور خاکسار مع تمام اہل و عیال سخت بیمار ہو گیا۔ لیکن جب ذرا افاقہ ہوا۔ تو سب سے پہلے رسالہ کی فکر کی۔ اور اس حالت میں کہ میں چارپائی پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اس کا مضمون کاتب کے سپرد کیا تاکہ کسی طرح اس کی گذشتہ سات سالہ خصوصیت (کہ باوجود اپنا مطبع اور فنڈ میں کافی روپیہ نہ ہونے کے ٹھیک وقت پر شائع ہو جاتا ہے) میں فرق نہ آئے۔ اب یہ آخری کاپی ہے اور خدا کے فضل پر امید ہے کہ وقت پر نکل جائیگا۔ گو حجم سے زیادہ صفحات دینے اور مقررہ وقت پر بلاناغہ (ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصنیف کا حکم رکھتے ہیں) اشاعت کے اخراجات کے باوجود میرے احباب نے کبھی عملی شکریہ ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ یعنی اتنا بھی نہیں کیا کہ کم از کم ایک ایک خریدار اور دیدیں تاکہ جتنا خرچ سالانہ رسالہ کا ہے وہ تو نکل آئے موجودہ حالات تو اسی کے متقاضی ہیں کہ رسالہ بند ہو جائے۔ لیکن کوشش یہی ہے کہ خلیفہ ثانی مسیح موعود حضرت محمود نے جس کام کی بنیاد رکھی ہے وہ جاری رہے

نبوت مسیح موعود

حکیم محمد الدین صاحب گوجرانوالہ نے ایک پمفلٹ مضمون مندرجہ عنوان پر شائع کیا ہے جس میں پردست حوالے اثبات نبوت مسیح موعود کے ہیں۔ اور آخر میں مولوی محمد علی صاحب کے بعض حوالوں کی خیانت و کذب بیانی واضح کی ہے یہ ٹریکٹ احباب کو چاہیئے کہ خوب شائع کریں حکیم صاحب سے ایک روپیہ کے دس اور ۲ رسالہ کے حساب منگوالیں۔

پیغام امام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لدھیانہ کے ایک لیکچر کو منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جو ثبوت دعوے میں جامع اور نہایت موثر ہے۔ احباب ۲ر جلد کے حساب سے منگوالیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء

ایک احمدی فاروقی کے قلم سے

تلبیس ابلیس

ایک احمدی فاروقی کے قلم سے

چیستان مرزا کا جواب

خداوند کریم کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ وہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے انبیاء مبعوث فرماتا ہے فسق وفجور اور دنیاوی معاملات میں بیحد انہماک اللہ تعالیٰ کی آخری حجت کے پورا ہونے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ انبیاء اپنی صداقت لوگوں سے منوانے کیلئے روشن اور واضح دلائل لیکر آتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو دنیا پر کیڑوں کیطرح مرتے اور فطرت کے نہایت گندے ہوتے ہیں ان واضح نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ مرسلان ربانی پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔ اور دنیا کو گمراہ کرنیکا شیطانی کام اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ اور یہی کام ہے جسے ہم تلبیس ابلیس کہتے ہیں۔ اس ہمارے زمانہ میں وہ تمام حالات جمع تھے۔ جو نزول انبیاء کے مقتضی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت قدیمہ و وعدہ نبی صلعم کے موافق اصلاح خلق کیلئے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اس مقبول خدا نے علے الاعلان فرمایا کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کے آنیکی خبر قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ اور جس کو سرور انبیاء محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے معزز لقب سے یاد کیا۔ اور انکو اپنا سلام کہا ہے۔ پھر اس مقبول خدا نے اپنے اس دعوے کو سینکڑوں ہزاروں دلائل کیساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ امر واقع ہے۔ کہ اسقدر بکثرت عظیم الشان نشانات دکھائے کہ بجز خاتم النبیین صلعم کسی سے اتنے نشانات ظاہر نہیں ہوئے۔ مگر افسوس کہ بدفطرت لوگوں نے آپ کو بہت ستایا۔ اور طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ وہی خدا کا نبی جو انکا محسن و مربی تھا۔ اسی کو انہوں نے اپنا دشمن تصور کیا۔ خیر ایسا ہونا پہلے ہی سے مقدر تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو سرور انبیاء کا یہ قول مقدس کیونکر پورا ہوتا۔ کہ ایک وقت آئیگا جبکہ میری امت یہود کے قدم بقدم چلیگی۔ سو جو سلوک یہود نے اپنے مسیح سے کیا اسی کی مانند اس زمانہ کے یہود خصلت علماء نے مسیح موعود کے ساتھ کیا۔ اور اسقدر ظلم کیا کہ الامان تقریر یا و تحریر وں میں اسقدر جھوٹے الزامات تراشے جو کسی سچے مسلمان سے ایسا ہونا محال ہے۔ اسکا ایک ثبوت اسوقت ایک امرتسری مولوی کی مایۂ ناز تحریر سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر اہل انصاف خود دیکھ لے۔ کہ ماموران الٰہی کے مخالفین کسطرح دہوکہ دہی میں مظاہر ابلیس بنجاتے ہیں۔ یہ مضمون جس کے جواب پر میں نے ابھی بفضلہ تعالیٰ قلم اٹھایا ہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء کا شائع شدہ "چیستان مرزا" ہے۔ مگر ہماری نظر سے یہ تھوڑے ہی دن ہوئے گذرا ہے۔ جبکہ مولوی ثناءاللہ شملہ آیا۔ اور یہ چیستان عام طور پر تقسیم کیا گیا۔

ہر وہ شخص جس کو مولوی صاحب کی ناجائز چالوں کا علم نہیں حیرت زدہ ہوگا۔ کہ یہ کیا "چیستان" ہے۔ جس پر انہوں نے انعامی چیلنج بھی دیدیا ہے۔ مگر ہم کو یہ مضمون پڑھکر ذرا بھی حیرانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب پبلک کو دہوکہ دینے اور ناجائز مغالطوں میں ڈالنے میں ایک بڑے مشاق ہیں۔ اور اسی مطلب کیلئے ان کے اکثر مضامین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف نکلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے پہلی دفعہ سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک چیستان شائع کیا۔ اور اس کے جواب لکھنے پر پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج بھی دیا۔ جس کا جواب جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے مدلل و مسکت شائع کر دیا۔ اور انعام کے فیصلہ کیلئے "انجمن اصلاح المسلمین" میں اس امر کے پیش کئے

جانے کیلئے مشورہ دیا۔ تو امرتسری مولوی سنے یہ کہکر کہ عدالت انگریزی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچادیا۔ کہ ہماری مخالفت کرنے میں انکی نیت صرف یہی ہے۔ کہ پبلک کو دہوکہ دیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدظن کیا جائے۔

یوں تو مولوی صاحب نے اس ٹریکٹ کو تین سو روپیہ کے انعام کے وعدہ پر شائع کیا ہے۔ جسمیں سے دو سو روپیہ جماعت مبائعین کیلئے ہے اور ۱۰۰ روپیہ غیر مبائعین کیلئے ہے۔ بشرطیکہ جواب تاریخ اشاعت مضمون مذکور سے پندرہ دن تک شائع ہوجاتا۔ مگر ہماری غرض چونکہ حصول انعام نہیں۔ بلکہ دجل ثنائی کو حربہ مسیحی سے پاش پاش کرکے دکھانا ہے۔ تاکہ طالبانِ حق کیلئے ہدایت کی راہ کھلجائے۔ اور خود مولوی ثناء اللہ کو بھی اپنے علم و عقل کا اندازہ ہوجائے۔ اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں آئندہ بےسمجھی سے اختلاف پیش کرکے شرمندہ ہونے سے اپنے آپ کو بچا لے۔ اس لئے محض للہ مضمون مذکور کا جواب لکھا جاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بنیادی غلطی

مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کا سنہرہ اصول جو ہر ایک عقلمند کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے۔ کہ الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یعنی کسی کلام میں اختلاف اور تضاد کا ہونا اُسے الہامی درجہ سے گرانے کو کافی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے کلام میں یوں تو بہت سے مقامات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سن وفات کے متعلق خود ان کے الہامات یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے۔" چیستان مرزا ص ۳

ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ اصول قرآنی بالکل صحیح اور درست ہے۔ مگر آپنے تو کہیں بھی اپنے چیستان میں حضرت صاحب کے کلام کو اس اصول کے ماتحت متضاد ثابت نہیں کیا۔ بات تو تب بنتی جب آپ ایکطرف حضرت صاحب کی الہامی عبارت پیش کرتے اور پھر دوسری طرف الہامی عبارت ہی پہلی عبارت کے خلاف پیش کرتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پس یہ آپکی اصولی غلطی ہے۔

اور اسیطرح جتنے خلاصے آپ نے نکالکر پیش کئے ہیں انمیں کوئی بھی صحیح نہیں۔ جیسا کہ آگے چلکر دکھایا جائیگا۔

سب سے نرالا اختلاف

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے۔ اب جبکہ ہم بفضلہ تعالےٰ یہ ثابت کر دینگے۔ کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف نہیں۔ تو پھر اس نرالے اختلاف کا فیصلہ ہونیکے ساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا۔ کہ جب سب سے نرالا اختلاف بھی دراصل کوئی اختلاف نہیں۔ تو دوسرے معمولی اختلافات جنھیں مولوی صاحب پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ بھی مولوی صاحب کی اپنی ہی کوتاہ فہمی ہے نہ کچھ اور۔

علمی غلطی

پھر مولوی صاحب چیستان کے اختلاف کو نرالا ثابت کرنیکے لئے فرماتے ہیں۔

"کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سنہ وفات کے متعلق خود ان کے الہاموں یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے" چیستان مرزا صد ۳

اس لفظ بعثت سے مولوی صاحب نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب اس کے معنی ہی سمجھ نہیں سکے۔ کیونکہ وہ بعثت کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا کیطرف سے مامور یا ملہم ہونا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ وہاں مولوی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے خدا جانے مولوی صاحب کی عقل وفہم کو مضمون لکھتے وقت کیا ہوگیا تھا۔ کہ ایسی خطرناک غلطیاں کی ہیں۔ جو ان کے علم کی نہایت صفائی سے پردہ دری کر رہی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ ان ذلتوں کا ایک اثر ہے۔ جو اسوقت سے مولوی صاحب کے حصہ میں آئی ہوئی ہیں۔ جب سے "نزول المسیح" شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ اگر شرف مکالمہ ومخاطبہ پانا اور مامور ومبعوث ہونا ہم معنے ہے۔ تو ان بیشمار مقربان الٰہی کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور مبعوث تو نہ تھے۔ مگر شرف مکالمہ مخاطبہ پاچکے تھے۔ اور غالباً جنمیں سے بعض کو مولوی صاحب بھی ولی اللہ اور ملہم من اللہ یقین کرتے ہونگے۔ اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ایسے وجود مقدس ہوگزرے ہیں۔ جنہوں نے خدا تعالےٰ سے مکالمہ ومخاطبہ پانیکا شرف حاصل کیا۔ مگر وہ ملہمین مامور ومرسل نہیں تھے۔ تو پھر مولوی صاحب کو چاہیئے۔ کہ اپنی اس

علمی غلطی کو ندامت کے ساتھ واپس لے لیں۔

اب ہم وہ عبارتیں دیکھتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی ٹریکٹ اور انہی عبارتوں سے ثابت کرینگے کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف اور تضاد نہیں۔ بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مولوی صاحب کی بدظنی اور سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔

پہلا اختلاف مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پہلا اختلاف اس طرح پیش کیا ہے:۔

"چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے۔ ایک یہی منشاء ہے۔ کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے۔ تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کیطرف توجہ دلائی گئی۔ کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونیوالا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے۔ غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ۱۳۰۰ ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں" (ازالہ اوہام ص ۱۸۵)

اس عبارت میں صاف دعویٰ ہے۔ کہ میری بعثت سنہ ۱۳۰۰ھ پورے ہو جانے پر ہوئی تھی۔ چنانچہ پھر اسی کی تائید میں مولوی صاحب نے تریاق القلوب ص ۶۸ و ص ۱۶۸ اور تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۷ کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے۔ کہ :۔

نتیجہ "یہ سب حوالجات بیک زبان مظہر ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت سنہ پورے ۱۳۰۰ھ ہونے کے بعد چودہویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی تھی"

اس نتیجہ کی صحت میں نہ ہمیں کلام ہے۔ اور نہ مولوی صاحب کو لیکن اس کے خلاف مولوی صاحب نے مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کی ہے۔

"یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اسکو خدا تعالےٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا" حقیقۃ الوحی ص۱۹۹

یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت تیرھویں صدی ہجری کے اندر خاتمہ سے دس سال رہتے ہوئے ہوئی۔ چیستان ص۴

یہاں مولوی صاحب کی فضیلت کی پگڑی جہالت کے گڑھے میں ایسی گری ہے۔ کہ فضلار تو ایک طرف ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اٹھیگا۔ کہ بلا شبہ یا تو مولویصاحب جاہل ہیں نہ فاضل۔ یا یہ کہ مسیح موعود کی دشمنی کیوجہ سے نہ صرف فاضل کا ایمان ہی سلب ہو چکا ہے۔ بلکہ علم و عقل ہی ضائع ہو چکے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں۔ کہ میں ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا لیکن مولوی صاحب نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہو چکے تھے۔ مولوی صاحب کیا الہام پانا اور مامور ہونا ہم معنی ہے۔ اور کیا تمام ملہمین جو امت محمدیہ میں گذرے ہیں۔ وہ مامور تھے۔ اگر نہیں تو کسقدر یہ شرمناک غلطی ہے۔ کہ محض الہام پانے کا نام آپ ماموریت رکھتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ آپ اس سے بیخبر نہیں۔ کہ صاحب الہام ہونا اور بات ہے۔ اور مامور ہونا اور۔ کیونکہ امت محمدیہ میں لاکھوں کروڑوں ملہم ہو گذرے ہیں۔ جو مامور من اللہ نہ تھے۔ پس آپ کا زمانہ الہام کو ماموریت قرار دینا محض دھوکہ دہی یا جہالت کا باعث ہے۔ ورنہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۹-۲۰۰ پر تو حضرت مسیح موعود نے کھول کر بتایا ہے۔ کہ ماموریت کا زمانہ الہام سے بعد کا ہے۔ مولوی صاحب بجائے حضرت صاحب کی تحریروں میں اختلاف ثابت کرنے کے یہاں حضرت مرزا صاحب کی تحریرونکا اختلاف اپنے اوہام باطلہ کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں۔ جو ان کے الزامات کے ابطال پر ایک زبردست شہادت ہے ورنہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ جس طرح روح القدس اور ابلیس دو متضاد چیزیں ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا منشار شائی اوہام کے مخالف ہے۔ اور اس کے ثابت کرنے کی مولویصاحب کو کوئی ضرورت نہ تھی۔

یہاں مولویصاحب نے پہلے تو نتیجہ غلط نکالا ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے۔ اور پھر حماقت یہ کی ہے۔ کہ اس کے خلاف ازالہ اوہام سے مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہیں

دوسرا اختلاف

"حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے۔ کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئیگا۔ جبکہ علم قرآن دنیا پر سے اُٹھ جائیگا۔ اور جہل شیوع پا جائیگا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کیطرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے۔ لو کان الایمان معلقا عند الثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے۔ جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔ کہ کمال طغیان اسکا اس سنہ ہجری میں شروع ہوگا۔ جو آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے۔ یعنی ۱۲۷۴ھ"۔

ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۵۶

"یہ عبارت صاف کہتی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی یا ہونی چاہیئے تھی یعنی تیرہویں صدی کے ختم ہونے سے پورے چھبیس سال پہلے"۔ چیستان مرزا

مذکورہ بالا غلط نتیجہ نکالکر مولویصاحب نے اسکی صحت پر ایک ایسی عبارت بطور دلیل پیش کی ہے۔ جو بجائے ثبوت ثنائی صریح طور پر ازالہ اوہام ثنائی کرنیوالی ہے۔ مولویصاحب کا اس دلیل کو پیش کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک شخص رات کا ثبوت دینے کیلئے کہے۔ کہ دیکھو اسوقت رات ہے۔ کیونکہ آفتاب نکلا ہوا ہے۔ اور اسکی روشنی کے باعث تاریکی کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔ لیکن عقلمند ایسے شخص کو مجنون یا اندھا ہی خیال کریں گے۔ بہرحال وہ عبارت جسے مولوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ یہ ہے:۔

"اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنیکی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے۔ بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں۔ اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ جسمیں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶

نتیجہ ثنائی یہ دو حوالے متفق ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ھ

یعنی تیرھویں صدی کے خاتمہ سے چھبیس سال پہلے تھا۔" چیستان ص۵

پہلی عبارت کے معنی

افسوس ہے! کہ مولوی صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مولویت کی ہی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ پہلی عبارت ازالہ اوہام ص۱۸۵ میں حضرت صاحب نے یہ کہاں کہا کہ میں ۱۲۷۴ھ میں مامور کیا گیا ہوں۔ اس عبارت میں تو حضرت صاحب صرف یہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ جن حالات میں مسیح موعود کا نازل ہونا ضروری ہے۔ ان حالات کا آغاز ۱۲۷۴ھ میں شروع ہو گیا۔ اب رہا آپ کا خیال کہ "ہونی چاہیے تھی"۔ تو یہ نہ کوئی الہامی عبارت ہے، اور نہ کسی الہامی عبارت کا نتیجہ۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کا اپنا محض غلط خیال ہے۔ جس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔

دوسری عبارت کا مطلب

دوسری عبارت ص۱۸۶ کا نتیجہ نکالنے میں کہ حضرت صاحب ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے رہا تو مولوی صاحب نے دہوکہ کھایا ہے۔ یا دہوکہ دینے کی کوشش کر کے پھر اپنی فاضلیت اور مولویت کو بٹہ لگایا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ پبلک کو دہوکہ دینے کیلئے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ ورنہ یہ بات کہ فضیلت پر ناز کرنیوالا اخبار کا ایڈیٹر ایسی صاف اور نہایت سیدہی عبارت کا مطلب سمجھ نہ سکے قابل تسلیم نہیں۔ خیر اگر وہ واقعی اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے تو ہم اُن کو اپنے الفاظ میں سمجھائے دیتے ہیں۔ سنیئے:۔

اس عبارت میں حضرت صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ قرآن شریف اور بہت سے اولیاء نے اپنے مکاشفات کی رو سے مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے اور آیت وانا علی ذھاب به لقادرون جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ اور مسیح موعود کے مامور ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ جسطرح سلخ کی راتوں میں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسیح موعود کے نکلنے سے پہلے روحانیت کی روشنی بالکل گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائے۔ اور وہ تاریکی اسبات کی بشارت دے۔ کہ اب عنقریب اسلامی چاند نکلیگا۔ مسیح موعود یعنی اسلامی چاند کے نکلنے سے پہلے چونکہ اس زمانہ کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے حضرت اقدس مرزا صاحب

فرماتے ہیں۔ کہ آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی روحانیت کی روشنی ۱۲۷۴ھ میں گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائیگی۔ اور اسکا کمال طغیان ۱۲۷۴ھ سے شروع ہوگا اور اسکا خاتمہ مسیح موعود کے ظہور سے ہوگا مسیح موعود کا ظہور کب ہوگا۔ اس کے متعلق صرف فرمایا۔ کہ سلخ کی راتوں میں اس کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔ احمد غلام احمد قادیانی کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہوتے ہیں جسمیں ۱۲ جیساکہ پہلے مطابق تحریر ازالہ اوہام آپ خود ہی لکھ چکے ہیں۔ پس ان عبارتوں سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ اسلامی چاند یعنی مسیح موعود کا وقت ظہور سن ۱۳۰۰ھ ہے۔ اور پہلی عبارتوں کیساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوئے یا ہونا چاہیئے تھا۔ سراسر غلط ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوتے تو سن ۱۲۷۴ھ والا زمانہ سلخ کی راتوں کے مشابہ نہ تھا۔ بلکہ چاند کی راتوں کے مشابہ ہوتا۔ اور یہ حضرت صاحب کی منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ فضیلت مآب امرتسری سے ایسی بدیہی غلطیاں کسطرح سرزد ہوئیں۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا سے جنگ کرنیوالوں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ ہاں منکرین مسیح موعود کیلئے یہ حیرت کی بات ہوگی۔ کہ ان کا مولوی خود ہی تو لکھتا ہے۔ کہ:۔

"سلخ کی راتیں قمری مہینہ کی آخری راتوں کو کہتے ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے"

حاشیہ چیستان ص ۹

پھر خود ہی اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کو ہلالی چاند کی طلوع کی راتیں قرار دیتا ہے۔ شاید مولوی صاحب کے علم میں "سلخ کی رات" کے معنے "طلوع کی رات" کے ہوں۔ کیونکہ انکا قول ہے۔ کہ مرزا صاحب اگر دن کو دن کہیں تو مجھے شبہ پڑ جاتا ہے۔ کہ کہیں رات نہ ہو۔ غالبًا اس حد سے بڑھی ہوئی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ مولوی صاحب رات کو دن قرار دے رہے ہیں۔ ورنہ بات واضح ہوتی اور واضح ہے مگر

یتخبطہ الشیطن من المس

کا نتیجہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ظلمت کا نام نور رکھتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ نظر کہاں سے آئے جبکہ آپ کو آفتاب صداقت سے دشمنی ہے۔ اور مرض تعصب کے باعث

آنکھیں اپریشن کی محتاج ہیں۔ مولوی صاحب نے بزعم خود جو اختلاف ثابت کیا ہے۔ وہ انکے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

چیستان اوّل کا خلاصہ

"پس اسوقت مرزا صاحب کے تین بیان پبلک کے سامنے ہیں۔ (۱) سنہ پورے تیرہ سو ہونے پر (۲) تیرھویں صدی سے دس سال رہتے ہوئے ۱۲۹۰ھ میں۔ (۳) تیرھویں صدی کے پورے چھبیس سال رہتے ہوئے ۱۲۷۴ھ میں آپ مبعوث ہوتے۔ ان تینوں بیانات میں جو اختلاف ہے۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں" چیستان ص۹۔

کوئی اختلاف نہیں ہے

ہم یہ بات بخوبی ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ان بیانات میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کی کج فہمی ہے جس عبارت سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے وہاں ماموریت کا قطعاً ذکر نہیں۔ بلکہ وہاں حضرت صاحب شرف مکالمہ و مخاطبہ پانیکا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور جن عبارات سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے۔ وہاں واضح طور پر مذکور ہے کہ کمال طغیان جو ظہور مسیح موعود کا باعث ہے۔ اسکا آغاز ۱۲۷۴ھ میں ہوا۔ اور یہ زمانہ ہلال کا زمانہ تھا جس میں اسلامی چاند کے نکلنے کی اشارت پوشیدہ تھی۔ اور طلوع چاند کا وقت غلام احمد قادیانی کے حروف میں اعداد جمل کے طور پر پایا جاتا ہے۔ جو پورے تیرہ سو ہیں پس ان تینوں بیانات میں کوئی اختلاف نہیں۔

چیستان دوئم

دوسرا چیستان مولوی صاحب نے سنہ وفات مسیح موعود کے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے متعلق اختلاف ثابت کرنے کیلئے جو حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اُنکی طرف توجہ کرتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بھی مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر مولوی صاحب عقل و علم سے کام لیتے۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ حضرت صاحب کی تصریحات کے خلاف اس غلط مفہوم کو حضرت مرزا صاحب کا منشا قرار دیکر انکی طرف منسوب کرتے۔ سب سے پہلے مولوی صاحب نے حقیقۃ الوحی سے ایک عبارت نقل کی ہے جو یہ ہے:۔

دانیال نبی کی پیشگوئی

آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال نبی تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔" صفحہ ۱۹۹

اس عبارت سے مولوی فاضل نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ :۔

"اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دانیال نبی نے مسیح موعود (جس سے مراد خود مرزا صاحب ہیں) کی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ میں بتلایا ہے۔ اور مرزا صاحب کا الہام بھی دانیال نبی کی تائید کرتا ہے۔ کہ واقعی مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرماوینگے"

چیستان صفحہ ۶

مولوی فاضل نے یہاں بھی سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور منہ کے بل گرے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب تو صرف یہ لکھتے ہیں۔ کہ دانیال نبی کا بیان ہے۔ کہ مسیح موعود کا آخری زمانہ ۱۳۳۵ھ تک ہے جو خدا تعالےٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے کہ جس میں مسیح موعود کی عمر ۸۰ سال کے قریب بیان کی گئی ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ دانیال نبی نے آخری زمانہ مسیح موعود کا ۱۳۳۵ھ بیان کیا ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالےٰ کا الہام بھی یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب کی وفات ۱۳۳۵ھ میں واقع ہوگی۔ کیونکہ اسمیں حضرت صاحب نے مشابہ کا لفظ فرمایا ہے۔ اور مشابہ کے معنے سمجھنے کیلئے حضرت صاحب کی یہ عبارت فیصلہ کرنیوالی ہے۔

"اسقدر قلیل مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱)

غرض دانیال نبی کی پیشگوئی کو حضرت صاحب کے الہام سے جو مشابہت ہے۔ تو وہ وقت قرب زمانہ کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دانیال نبی کی پیشگوئی کا صرف یہی مفہوم ہے۔ کہ مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۳۵ھ کے اندر اندر ہے۔ کیونکہ دانیال نبی کے الفاظ یہ ہیں۔

"مبارک ہے وہ جو ۱۳۳۵ تک آتا ہے"

اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ انہی دو حدوں کے اندر ہے۔ پس یہ بجائے اعتراض کے صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود کا الہام اور آپ کی وفات

مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:۔
"اب ہم مرزا صاحب کے الہامی الفاظ ان کی عمر کے تعلق سناتے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں۔ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے:۔
"میں خدا تجھے (مرزا کو) اسّی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا"
اس الہام کی خوبی اور لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت پر کوئی صاحب اعتراض کریں۔ تو ہم انکو جواب نہ دینگے بلکہ مولانا جامی مرحوم کا شعر سنا دینگے :۔

سرستان منطق الطیر ست جامی لب ببند
جز سلیمانے نہ غاید فہم ایں گفتار را

مولوی صاحب کا قرآن پر حملہ

حضرت مرزا صاحب کے اس الہام میں یا۔ یا کے لفظ کیوجہ سے مولوی صاحب نے اس کی لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت کا اعتراض کرکے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر معترض نہیں۔ بلکہ انکی آڑ میں تمام کتب سماوی خصوصاً قرآن پاک پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ ایسے محاورات قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ جیسے فرمایا۔ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اگر ہم چاہیں تو ہمیں سے جو ہم نے تجھکو وعدہ دیا ہے۔ کچھ حصہ دکھا دیں یا تجھکو وفات دے دیں) اور وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (اور ہم نے ہمکو یعنی حضرت یونس کو بھیجا ایک لاکھ آدمیوں کیطرف یا ایک لاکھ سے زیادہ کیطرف) ہاں یہ ٹھیک ہے کہ منطق الہی کی بلغوں کو مستان الہی ہی سمجھتے ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ جس نے نہ تو کبھی کسی قیمتانی آواز کو سنا تھا۔ اور نہ مستان الہی کے رازوں سے آشنا تھا جب اس نے ایک مست اور مقرب الہی کی آواز کو سنا۔ تو اسپر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اسلئے ہم مولوی صاحب سے کہینگے

اے مردہ دل مکوش پئے ہجو اہل دل
جہل وتصوّ تست نہ فہمی کلام شاں

چونکہ یہاں اصل بحث صرف الہامات میں اختلاف و عدم اختلاف ہے اسلئے مولوی صاحب کے

ضمنی سوالوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ورنہ خدا کے فضل سے انکے لفظ لفظ کا جواب موجود ہے۔

تریاق کی عبارت کا مطلب

مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے "یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صہ ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونے پر آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پس الہام مذکور (مندرجہ تریاق القلوب صہ ۶۸) کا درجہ کم ہے کم پچھتر سال ہیں۔ تو آپ کے الہام اور دانیال نبی کے کشف میں ٹھیک مطابقت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب چالیس سال کے تھے۔ اور تیرہ سو پینتیس ہجری میں پچھتر سال کے جو بالکل حسب الہام (مندرجہ تریاق القلوب) طابق النعل بالنعل (عین بعین) ٹھیک ہے" پیسہ اخبار

مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صہ ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر آپکی عمر پوری چالیس سال کی تھی بالکل غلط ہے۔ اور تاکہ بحث میں طوالت نہ ہو۔ اور ناظرین خود ہی اصل حقیقت کو سمجھ لیں۔ ہم اصل عبارت ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خداوند تعالے نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا"

اور یہ بات بحوالہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۹۹ پہلے گذر چکی ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں حضرت صاحب کی عمر چالیس سال کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کو جو غلطی لگی ہے۔ تو وہ تریاق القلوب کے مذکورہ بالا الفاظ کے بعد ہی مندرجہ ذیل عبارت کے باعث ہے۔

"اور یہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سرا بھی آپہنچا۔ تب خدا نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا۔ کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے"

غالباً مولوی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ عمر کے چالیس سال پورے ہونے کیساتھ ہی صدی کا سرا پہنچا۔ مگر یہ یہاں سے ثابت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہاں صرف اس کی عمر میں پہلے

مکالمہ و مخاطبہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ بلا شبہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا۔ جیسا کہ پہلے گذرا اور علاوہ ازیں الہامات مسیح موعود براہین احمدیہ میں موجود ہیں۔ وہاں سے اور دوسری کتابوں سے صاف ثابت ہے۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں سلسلہ الہام شروع ہوا۔ اور اسوقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر قریباً دس سال بعد آپ کو الہام ہوا۔ کہ آپ مجدد ہیں۔ جیسا کہ تحریرات مسیح موعود میں واضح طور پر مذکور ہے۔ پس تریاق القلوب کی زیر بحث عبارت کا صرف یہ منشاء ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو چالیس برس کی عمر میں الہامات کے شروع ہونیکے بعد جب صدی کا سر آپہنچا تب الہام ہوا۔ کہ تو ہی اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ چنانچہ اس الہام کی تاریخ براہین احمدیہ میں مارچ سنہ ۱۸۹۳ء درج ہے۔ اور سنہ ۱۸۹۳ء عیسوی سنہ ۱۳۰۰ہجری کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں اگر سنہ ۱۲۹۰ھ میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تو اسکا یہ منشا ہوگا۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونیکو ہے۔ اور چودھویں شروع ہونیکو ہے اور بس۔ پھر جب واقعی چودھویں صدی شروع ہوئی تب مجددیت کے منصب پر مامور کئے جانے کا الہام ہوا۔ تریاق القلوب کی عبارت کا یہی منشا ہے۔ جو واقعات کے مطابق ہے۔ چیستان میں مولوی صاحب نے بہت سا تمسخر سے بھی کام لیا ہے۔ مگر در اصل حضرت مرزا صاحب کی آڑ میں خدا تعالےٰ پر تمسخر کیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں:-

ثنائی تمسخر

"ہاں بڑے سے بڑا اعتراض کوئی کر سکتا ہے۔ تو یہ کر سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لیگئے کیونکہ آپ کا انتقال سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یعنی کل دو سال پہلے۔ سو یہ کوئی اعتراض نہیں۔ اسکا جواب یہی ہے۔ مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کی طرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سر مو ادہر اُدہر نہ کر سکیں اسلئے جب آپکا جی چاہا۔ تشریف لیگئے۔ کسی کو اسپر اعتراض کرنیکا کیا حق ہے؟" چیستان صٹ۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ عین اسیوقت تشریف لیگئے۔ جسوقت تشریف لیجانے کیلئے حضرت صاحب نے علیم و خبیر کیطرف سے

خبر پاکر بتلایا ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے اپنے الہام کے مطابق ۸۰ سال سے کچھ کم یعنی ۷۵-۷۶ سال کی عمر پائی۔ اور آپ کے الہام اپنی وفات کے کے متعلق اسقدر کثرت سے تھے۔ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے ایک رسالہ الوصیت شائع کیا جسمیں آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی موت کے متعلق اسقدر شدت اور تواتر سے الہامات ہوئے۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اپنے اسی رسالہ میں بہت سے الہامات اپنی وفات قریب ہونیکے متعلق شائع بھی کئے اور ان تمام الہامات کے مطابق آپکی وفات عین ۷۵-۷۶ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ اور یہ بات کہ حضرت مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کیطرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سر مو ادھر ادھر نہ کر سکیں۔ اسبات کیلئے مولوی صاحب نے جو دلیل دی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب اپنے تبلانے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لے گئے۔ لیکن یہ بات انہی عبارتوں سے جو مولوی صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں بخوبی ثابت ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے عین بتلائے ہوئے وقت پر وفات پائی۔ لیکن یہ ظاہر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یہ اعتراض دراصل مولوی صاحب کا اسلام پر ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں صاف مذکور ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر سے چالیس برس داؤد علیہ السلام کو دیدیئے گئے۔ اور قرآن کہتا ہے۔ کہ بعض وعدوں کا دکھانا یا نہ دکھانا خدا تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمایا ہے۔ ہر وعدہ جو خدا کسی عارف سے کرتا ہے اسکا پورا کیا جانا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ بعض وعدوں کو خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے ماتحت پورا نہیں کرتا۔ تو اب کیا مولوی صاحب خدا اور رسول اور دیگر مقربان الٰہی پر اعتراض کرینگے جو سیدنا مرزا صاحب پر کیا ہے۔ مولوی صاحب کو یہ بیباکی مبارک ہو۔

دوسری بات جو مولوی صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

عمر کے متعلق الہام کی صحت کا اقرار

سابقہ طریق سے قبل از وقت چلے جانیکا اعتراض ہوا ہے۔ مگر ہم مرزا صاحب کی روح اور مرزائی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے مرزا صاحب اور انکی ایک تحریر سے آپکی الہامی عمر ٹھیک کئے دیتے ہیں۔ آپ کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں۔

"آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے"۔

آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :۔

"مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہو گئے"۔

(رسالہ انجام آتھم صہ ۱)

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر ۱۸۹۶ء میں ۶۴ سال کی تھی۔ اور انتقال آپکا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ۹۶ سے ۱۹۰۰ تک ۴ سال اور ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ تک ۸ سال کل ۱۲ سال ۱۲ کو ۶۴ میں ملانے سے ۷۶ سال ہوئے جو مرزا صاحب کے الہام مندرجہ کے قریب قریب ہے"۔ چیستان صہ ۷

یہاں مولوی صاحب نے بظاہر ہم پر احسان کیا ہے۔ لیکن دراصل یہ ہم پر کوئی احسان نہیں۔ یہ دلیل ہماری طرف سے پیش کی جا چکی ہے۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے الٹی طرف سے ناک کو ہاتھ صرف اعتراض کرنے کی خاطر لگایا ہے۔ ورنہ وہ تو دن کو دن کہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مگر خیر یونہی سہی۔ آخر اقرار تو کر لیا۔ کہ مسیح موعود کی عمر مطابق الہام ہوئی۔ اس سے آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہم سے جہانتک ہو سکا ہمنے مرزائی الہامی الجھن کو صاف کرنے میں بہت کوشش کی مگر افسوس سے اظہار کرنیمیں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ پھر یہ شعر ؎

تروح الی العطار تبغی شبابها ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

نقل کرکے فرماتے ہیں :۔

"یہی حال مرزا صاحب کے الہامات کا ہے۔ ہم کہانتک سنوار سکتے ہیں۔ جس حال میں کہ زمانہ انکو بگاڑ چکا ہے"۔ چیستان صہ ۸

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات چونکہ خدا کیطرف سے ہیں۔ اور وہ ٹھیک اور درست ہیں۔ مگر مولوی صاحب اپنی کوتاہ فہمی سے صحیح بات کو غلط تصور کرکے اسکو درست کرنے کے درپے ہیں۔ لہذا وہ مولوی صاحب سے درست نہیں ہو سکے۔ کیونکہ اگر وہ غلط ہوں۔ تو مولوی صاحب انکو درست کریں۔ وہ تو پہلے سے ہی درست ہیں۔ البتہ یہ

مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے۔ اور ان کا اختیار جسطرف چاہیں عقل کو لگالیں۔

انجامِ آتھم اور تریاق القلوب میں مطابقت

۷۶ سال عمر پانے کا اقرار کرنے کے بعد مولوی صاحب ایک تضاد ثابت کرنے کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ :۔

"ہم نے اس بیان میں بصد کوشش مرزا صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں درست کیا۔ مگر دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا کیونکہ سابقہ جوابوں میں مرزا صاحب بڑے صاف الفاظ میں خود لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ اور انتقال آپ کا سنہ ۱۳۲۶ھ میں ہوا اس صاف اور سیدھے حساب سے آپ چھیاسٹھ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ جو کسی طرح الہامی مقررہ وقت سنہ ۱۳۳۵ھ کے موافق نہیں " چیستان صفحہ

یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ حضرت صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں ہوا باقی رہی یہ بات کہ دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود سابقہ جوابوں میں بڑے صاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ محض غلط ہے کیونکہ ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ سابقہ جوابوں میں حضرت صاحب کا منشا یہ ہے۔ کہ خاتمہ کے قریب سنہ ۱۲۹۰ھ میں آپکی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔ اور ہم بیسیوں دلایل مزید سے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر سر دست ہم آپ کے ہی پیش کردہ حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور پھر آپ کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حضرت صاحب فرماتے ہیں جب میری عمر چالیس سال تک پہنچی تو خداوند تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا۔ پس ثابت ہوا حضرت مرزا صاحب کی عمر سنہ ۱۲۹۰ھ میں ۴۰ سال کی اور سنہ ۱۳۲۶ھ میں ۷۶ سال کی تھی۔ جو الہامی وقت مقررہ کے عین مطابق ہے۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے چند ضروری امور کو بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اور جب کوئی شخص ان امور کو مد نظر رکھکر ثنائی چیستان کو پڑھیگا۔ فوراً امیر ثنائی دجل کھل جائیگا

امر اول :۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق سنہ ۱۸۸۳ء سے ہے۔

اور یہی سنہ آپکی ماموریت کا سال ہے۔

چنانچہ براہین احمدیہ جلد سوم ص۲۳۸ پر فرماتے ہیں۔ "بلکہ بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی دوسری زبان میں ہوا ہے لیکن وہ جو ابھی اس حاشیہ کی تحریر کے وقت یعنی مارچ ۱۸۸۳ء میں ہوا ہے جس میں یہ امر بطور پیشگوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعہ سے اور اسکے مضامین پر مطلع ہونیسے انجام کار مخالفین کو شکست فاش آئیگی۔ اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملیگی۔ اور بدعقیدگی دور ہوگی۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کے القا اور رجوع دلانیسے مدد کرینگے۔ اور متوجہ ہونگے۔ اور آئینگے۔ وغیرھا من الامور اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں:۔

"یا احمد بارک اللہ فیک وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ الرحمن علم القرآن۔ لینذر قوماً ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین"۔

امر دوم:۔ حضرت صاحب کے الہامات کا سلسلہ دعوئی مجددیت سے چند سال پہلے تقریباً ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۰ھ سے ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ عجیب امر ہے اور میں اسکو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا" حقیقۃ الوحی ص۱۹۹۔

امر سوم:۔ سلسلہ الہام کے شروع ہونے کے وقت ۱۲۹۰ھ میں حضرت اقدس کی عمر ۴۰ سال ہو چکی تھی۔

چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا" تریاق القلوب ص۶۸

امر چہارم:۔ حضرت مسیح موعود کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۷۶ سال قمری تھی۔

امر پنجم:۔ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء کمال طغیان کا شروع سال ہے۔ اور ظہور مسیح موعود تک سلخ کی راتیں ہیں۔ یعنی جس طرح ہر ماہ میں تین راتیں سلخ کی ہوتی ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہوتا ہے

اسی طرح ۱۳۰۰ سال ہجری کے اندر ۱۲۷۶ء سے لیکر ۱۳۰۲ء تک ۲۶ سال اسلامی چاند کی سلخ کی راتیں ہیں۔ اور اسکے بعد زمانہ مسیح موعود ہے۔ جو آفتاب محمدی کیلئے بمنزلہ قمر کے ہے۔ اور جسطرح قمر کیلئے منازل ہیں۔ اسیطرح قمر محمدی کے مدارج ہیں۔ جنکا ظہور بتدریج ہوا۔ اور آخری منزل آپکی بدرالکمال کی شان سے ہے۔ جسکے متعلق فرمایا۔

من فرق بینی و بین المصطفٰے ما عرفنی و ما رایٰ۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار ن۔م احمدی عفی اللہ عنہ شملہ

مکالمۂ شیعہ و احمدی

شیعہ۔ کیا ثبوت ہے اس امر کا کہ سوائے جناب فاطمہؑ کے تین اور لڑکیاں بھی آنحضرت صلعم کی بیٹیاں تھیں؟ اور وہ بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن پاک میں سے؟

احمدی۔ خداوند کریم جہاں عورتوں کو اپنی چادروں سے گھونگٹ نکالنے کا حکم دیتا ہے۔ وہاں صریحاً فرماتا ہے۔ کہ اے نبی کہو اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں کو یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین۔ سورۂ احزاب رکوع

نکتہ نمبر ۱۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت حکایتاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کے شریروں سے خطاب کرکے فرمایا۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم چونکہ بظاہر اس آیت میں ایک نبی اللہ کی غیرت اور حمیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اشرار فجار سے عاجز آکر فرماوے کہ یہ لو میری بیٹیاں۔ تمہارے لئے یہ پاکیزہ تر ہیں اسواسطے شیعوں نے ان لڑکیوں سے اس قوم کی عورتیں مراد لی ہے۔ اور یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ نبی اپنی قوم کا باپ ہوتا ہے۔ اسواسطے قوم کی عورتیں اسکی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ آیت جسمیں آنحضرت صلعم کی بنات کا ذکر ہے اس سے پہلے آپؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد مومنین کی عورتوں کا بھی

پردہ کے حکم کے لئے آیت مذکورہ جیسے مفصل اور جامع ہے۔ ویسے ہی اسکی ترتیب بھی ایسی عجیب ہے۔ جسمیں حضرت لوطؑ کی لڑکیوں والی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں ہو سکتی

نکتہ ع۱۲- وضو کی آیت میں شیعہ صاحبان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اہلسنت پاؤں کو دھویا کرتے ہیں۔ اور مسح نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صریحاً مسح سر کے بعد مسح پا کا حکم وارد ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جہاں بصراحت تمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکیوں کا ذکر بصیغہ جمع وارد ہے۔ اس سے انکار کر کے صرف ایک لڑکی کے ہونے کے قائل ہیں۔ اور اسپر سخت اصرار کرتے ہیں۔ کیا انکا یہ انکار کرنا نص صریح سے انکار نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ فروع کافی میں ایک چھوڑ دو حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہ رسول کریم صلعم لڑکیوں کے باپ تھے۔ اور دونوں حدیثوں کے راوی امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں +

ا- حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلے اللہ والہ ابا بنات

ب- جارود بن المنذر قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام..... وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ابا بنات۔

فروع کافی جلد ۲- کتاب العقیقہ صـ۲۵۶۔

ایک اور حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جسمیں حق مہر کی مقدار کا ذکر ہے۔ حماد بن عیسیٰ عن ابی عبداللہ قال سمعتہ یقول قال ابی مازوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سائر بناتہ ولا تزوج شیئاً من نسائہ علے اکثر من اثنتی عشر اوقیۃ ونش والاوقیۃ اربعون درھماً والنش عشرون درھماً۔ فروع کافی جلد ۲۔ باب السنۃ فی المہور صـ۱۵۶۔

یعنی حماد بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار (امام محمد باقر) سے سنا کہ فرماتے تھے۔ رسول صلعم نے اپنی ساری لڑکیوں اور بیویوں کا حق مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش سے زیادہ

نہیں باندھا۔ اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور نش بیس درہموں کا۔

یہاں تک تو ثبوت ہے رسول کریم صلعم کی ایک سے زیادہ بیٹیاں ہونیکا۔ اور وہ بھی قرآن وحدیث سے اب اس کے بعد ان کی تفصیل اور ان کے اسماء مبارک کا ثبوت میرے ذمہ ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعوں کی سب سے زیادہ معتبر کتاب اصول کافی میں ایک خاص باب مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ وتزوج خدیجۃ وھو ابن بضع وعشرین سنۃ فولد لہ منھا قبل مبعثہ القسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاہر والفاطمۃ علیہا السلام۔ اصول کافی باب مولد النبی صـ۲۷۸ ۔ یعنی آپؐ نے خدیجہؓ سے شادی کی جبکہ سن مبارک بیس سے اوپر چند برس کا تھا۔ اور اُس سے قبل نبوت آپکی اولاد قاسم۔ رقیہ۔ زینب وام کلثوم ہوئی۔ اور بعد نبوت کے طیب و طاہر و حضرت فاطمۃ الزہرہ علیہا السلام پیدا ہوئے +

ایک اور روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے وقت جناب علی علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرے بعد میری بہن کی لڑکی سے شادی کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان تزوج ابنۃ اختہا من بعدھا ففعل۔ فروع کافی جلد ۲ باب النوادر صـ۲۴۳

اس روایت کی تصریح کیلئے ایک اور نہایت معتبر کتاب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

وامامتہ بنت ابی العاص بن الربیع اُمّھا زینب بنت رسول اللہ تزوجھا علی بن ابی طالب بعد وفات فاطمۃؑ۔ مجمع البحرین زیر لفظ ام مطبوعہ ایران صـ۵۰۵ ۔ یعنی امامہ جو ابی العاص بن ربیع کی لڑکی ہے۔ اور اسکی ماں زینب بنت رسول صلعم ہے۔ اس سے جناب علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؓ کی وفات کے بعد شادی کی تھی۔

ایک منصف مزاج شیعہ کے واسطے میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ قرآن مروج اور احادیث کافی سے بڑھکر کونسا ثبوت کافی اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ اصرار کریں۔ کہ ہمارے اُس قرآن سے ثابت کردو۔ جو امام غائب کے پاس ہے۔ یا مصحف فاطمہؑ یا کتاب علیؑ سے ثابت کرکے دکھاؤ۔ تو اس کے لئے ہم معذور ہیں۔ ہاں جب امام غائب اس قرآن کو شائع کردیں گے۔ اور مصحف فاطمہؑ وکتاب علیؑ کی بھی اشاعت عام ہو جائیگی۔ تو پھر انشاء اللہ انہیں سے بھی ہم دکھادیں گے۔ اُس سے پہلے تو اسی قرآن اور انہی کتابوں پر اُن کا عمل ہے یا عمل کرنیکا ادعا ہے۔ اور ان میں سے جسقدر مجمل یا مفصل طور پر ہم ثابت کرچکے ہیں۔ سردست انشاء اللہ کافی ہے +

شیعہ۔ عمرؓ نے جس ام کلثوم سے نکاح کیا۔ کیا وہ حضرت سیدہ کے بطن سے جناب علی علیہ السلام کی بیٹی تھیں؟ کافی اور بخاری سے اسکا ثبوت پیش کرو +

احمدی۔ اس سوال کا جواب پہلے بھی ایک دو دفعہ کتب معتبرہ فریقین سے دیا گیا ہے۔ لیکن آپ کی تسلی کے واسطے کافی اور بخاری سے بھی اس کا ثبوت عرض کرتا ہوں۔ آگے ماننا یا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

۱۔ فروع کافی میں ایک مستقل باب تزویج ام کلثوم کا ہے۔ جسکو میں یہاں بہ اصل عبارت میں عرض کر دیتا ہوں۔

باب فی تزویج ام کلثوم۔ ۱ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم وحماد عن زرارہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ۔

۲ محمد بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیرالمومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ مالی ابی باس فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعورن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ہدمتہا ولاقیمن علیہ

شاهدین بانه سرق ولاقطعن یمینه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان یجعل الامر الیه فجعله الیه - فروع کافی جلد ۲ - صـ ۱۴۱ -

یعنی زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے نکاح کے بارہ میں دریافت کیا - تو امام نے فرمایا کہ ہاں یہ لڑکی ہم سے چھینی گئی -

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے - کہ جب اُس (عمرؓ) نے اس (علی علیہ السلام) سے نکاح (ام کلثوم) کی درخواست کی تو امیرالمومنین نے کہا - کہ وہ (ابھی) لڑکی ہے - تو امام نے فرمایا کہ وہ (عمرؓ) عباسؓ سے ملے - اور کہا کہ مجھ میں کونسی بُرائی ہے - انہوں (عباسؓ) نے کہا کہ کیا بات ہے - اُس (عمرؓ) نے کہا - کہ میں نے آپ کے برادر زادہ سے نکاح (ام کلثوم) کی خواہش کی اور انہوں نے انکار کردیا - مگر خدا کی قسم ہے کہ میں زمزم کے حقوق کو واپس لیلونگا - اور کوئی قابل تکریم امر نہ چھوڑونگا مگر اسکو برباد کردونگا - اور دو گواہ کھڑے کردونگا کہ اس نے چوری کی ہے - اور اسکا ہاتھ کاٹ دونگا پس عباس اس (علی علیہ السلام) کے پاس آئے اور انکو سب حال سے آگاہ کیا - اور ان سے کہا - کہ یہ کام میرے ذمہ کردو - پس انہوں (علی علیہ السلام) نے اس کام کا انجام انکے حوالہ کردیا -

اسی کتاب میں ایک اور باب ہے جس میں اس مسئلہ کا ذکر ہے - کہ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے وہ عدت کہاں پوری کرے - آیا اپنے خاوند کے گھر میں ہی یا جہاں چاہے -

حُمید بن زیاد عن ابن سماعة عن محمد بن زیاد عن عبدالله بن سنان و معاویة بن عمار عن ابی عبدالله علیه السلام قال سألته عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیا صلوات الله علیه لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق الی بیته -

محمدُ بن یحیی وغیره عن احمد بن محمد بن عیسی عن الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت اباعبدالله علیه السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات الله علیه لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدها

فانطلق بها الی بیته۔ فروع کافی جلد ۲ باب المتوفی عنھا زوجھا المدخول بھا این تعتد و مایجب علیھا ص $\frac{311}{312}$

معاویہ بن عمار نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے اس عورت کی بابت دریافت کیا۔ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ کہ آیا وہ اپنے گھر میں عدت پوری کرے۔ یا جہاں پر چاہے۔ تو فرمایا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ کیونکہ علی علیہ السلام جبکہ عمرؓ فوت ہوگئے۔ تو ام کلثوم کے پاس گئے۔ اور اسکو اپنے گھر لیگئے۔

سلیمان بن خالد نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں عدت پوری کرے۔ یا جہاں چاہے۔ پھر کہا کہ جناب علی علیہ السلام جب عمرؓ فوت ہو گئے۔ تو ام کلثوم کے پاس آئے۔ پھر انکا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے گھر لیگئے +

بخاری میں ثعلبہ بن ابی مالک سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمر ریشمی چادریں مدینہ کی عورتوں میں تقسیم فرمارہے تھے۔ بعد تقسیم کے ایک چادر رہ گئی۔ جو لوگ موجود تھے۔ انمیں سے کسی نے کہا۔ کہ یا امیر المومنین اعط ھذا ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق (ملخصاً بقدر الحاجة) بخاری کتاب الجہاد۔ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۳۔ اے امیر المومنین یہ رسول صلعم کی بیٹی کو دیدیں جو آپ کے پاس ہے۔ اس سے انکی مراد ام کلثوم بنت علی علیہ السلام تھیں۔ لیکن عمر نے کہا۔ کہ ان سے بڑھکر ام سلیط کا حق ہے +

شیعہ۔ آنحضرت صلعم کے جنازہ میں اصحاب ثلاثہ شریک ہوئے ہیں یا نہ؟ اسکا ثبوت بھی کافی سے دیا جائے۔

احمدی۔ عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلے اللہ علیہ وآلہ صلّت علیہ الملائکة والمھاجرون والانصار فوجاً فوجاً۔ اصول کافی باب مولد النبی صلعم ص ۲۸۶

یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ تو آپ پر نماز جنازہ پڑھی ملائکہ اور مہاجرین وانصار نے گروہ گروہ ہو کر۔

ایک دوسری روایت اسی باب میں ابی مریم الانصاری سے امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام سے پوچھا۔ رسول صلعم کا جنازہ کس طرح پڑھا گیا۔ تو فرمایا

کہ جب جناب علی علیہ السلام غسل و کفن سے فارغ ہو گئے تو آپ کو تختہ پر رکھا۔ پھر دس دس نفر داخل ہوتے تھے۔ اور حلقہ باندھتے تھے۔ اور جناب علی علیہ السلام اُن کے درمیان میں سے تو اس آیت کو پڑھتے تھے۔ اِن اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما تو دوسرے لوگ بھی اسی طرح کہتے جاتے تھے۔ حتیٰ صلی علیہ اھل المدینۃ واھل العوالی۔ صفحہ ۲۸۵۔ یعنی یہانتک کہ مدینہ والوں اور مدینہ کے آس پاس والوں نے آپ پر نماز پڑھی۔

ہر دو روایات مذکورہ بالا سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام کیساتھ ایک ہی وقت میں تمام مہاجرین و انصار اور مدینہ اور اطراف مدینہ کے باشندگان نے آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا تھا۔ باوجود اس کے خدا جانے شیعوں کو کونسا فرشتہ یا جن بتلا گیا ہے۔ کہ دنیا جہان کے لوگوں نے تو جنازہ پڑھ لیا تھا۔ لیکن نہیں پڑھا تو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے۔ اپنے ائمہ کرام کی نسبت انکا اعتقاد ہے۔ کہ وہ گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ اور خوش قسمتی سے ہیں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی زبان مبارک کی فرمائی ہوئی ایک جوڑ دو حدیثیں اصول کافی سے نکال کر دکھلا دی ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اس تمام باب میں جہاں جہاں نماز جنازہ کے متعلق روایات ہیں کہیں مذکور نہیں کہ اصحاب ثلاثہ شرکت دفن اور نماز سے محروم رہے تھے۔ پھر خدا جانے اس بدگمانی کا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے۔ جس پر وہ آئے دن ہمارے منھ آتے رہتے ہیں۔ اور ایسے بے بنیاد اعتراض کرنے سے ذرا نہیں شرماتے۔

شیعہ۔ اصحاب ثلاثہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں تھے۔ اور رسول صلعم کے پاس سوائے اہلبیت کرام کے کوئی تھا نہیں۔ پھر ثلاثہ دفن میں کب شریک ہوئے۔ اور ساتھ ہی انھوں نے نماز جنازہ کہاں سے پڑھ لی۔

احمدی۔ اگر سقیفہ میں شامل ہونا ہی عدم شمول دفن و نماز جنازہ کی دلیل ہے۔ تو پھر بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ

۱۔ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہوتے ہی سعد بن عبادہ کی بیعت شروع کر دی تھی۔ اور اسپر خوشیاں منائیں۔ ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اھل جاھلیۃ۔ ان الانصار اعتزلت فلم

تعتزل بخیر جعلوا یبایعون سعداً وھم یرتجزون) ارتجاز الجاھلیۃ۔ (زوع کافی کتاب الروضۃ صہ ۱۳۹۔ محمد بن مسلم عن ابی جعفر فی قولہ عزوجل ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس قال ذالک واللہ حین قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر۔ فروع کافی کتاب الروضۃ صہ ۲۹ یعنی انصار کا مہاجرین سے یہ کہنا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو۔ اور ایک تم میں سے۔ آیہ ظہر الفساد فی البر و البحر کا مصداق۔ سب باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انصار نے یہ جملہ مہاجرین سے سقیفہ ہی میں کہا تھا۔

۲۔ مہاجرین بھی سقیفہ میں تھے۔ جیسے کہ روائت بالا سے ظاہر ہے۔

۳۔ بنی ہاشم کے بعض ممتاز ممبر بھی سقیفہ میں موجود تھے۔ یعنی عباس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

ا۔ ابی الحسن علیہ السلام سے محمد بن الفضیل نے روائت کیا ہے قال جاء العباس الی امیر المومنین علیہ السلام فقال انطلق نبایع لک الناس فقال امیر المومنین اتراھم فاعلین قال نعم قال فاین قولہ الٓمٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ تفسیر قمی شروع سورہ عنکبوت مطبوعہ ایران صہ ۳۹۲۔ یعنی حضرت عباس جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ چلیے لوگوں سے آپ کی بیعت کرا لیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا آپ کے خیال میں وہ سچ مچ بیعت کریں گے۔ عباس نے کہا ہاں۔ تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر خدا نے جو فرمایا ہے الٓمٓ احسب الناس الخ وہ کہاں جائیگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روائت مروی ہے جس میں آیا ہے۔ کہ ابن عباس سے جناب علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم ایکی شہادت دے سکتے ہو کہ رسول صلعم نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سوائے آپ کے کسی کے حق میں وصیت نہیں سنی ہے۔ اس پر جناب علیؑ نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں بیعت کرلی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منھم فقال امیر المومنین کما اجتمع اھل العجل علی العجل ھاھنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا الی آخرہ تفسیر قمی شروع سورہ محمد صہ ۳۳۶

یعنی اُنھوں نے کہا کہ لوگ ابو بکرؓ پر متفق الرائے ہو گئے۔ پس میں بھی ان میں سے ہو گیا۔ اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح سامری کے بچھڑے والے اس پر متفق ہو گئے۔ اور یہاں تم فتنہ میں ڈالے گئے۔ اور تمھاری مثال اُس شخص کی طرح ہے۔ جس نے آگ کو روشن کیا۔ تا آخر

ان سب روایات سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ انصار و مہاجرین و عباس و ابن عباس رضی اللہ عنہم سقیفہ میں موجود تھے۔ اور اصحاب ثلاثہ بھی ظاہر ہے۔ کہ وہاں موجود تھے۔ اگر سقیفہ والوں کا دفن وجنازہ میں شامل ہونا بقول شیعہ ثابت نہیں تو پھر ہمارا سوال ہے۔ کہ آپکے اماموں نے کیوں اس امر کی شہادت دی ہے۔ کہ ملائکہ و مہاجرین و انصار اور اہل مدینہ اور نواح مدینہ والوں نے جو استثنا آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا۔ کیا آپ کا علم اپنے اماموں سے زیادہ قابل اعتبار ہے ہم تو آپ کے اماموں کی شہادت کو آپکی شہادت سے بدرجہا معتبر تر مانتے ہیں۔ اگر آپ اپنے کو سچا جانتے ہیں۔ اور اپنے اماموں کو جھوٹا تو آپ کو اختیار ہے۔

شیعہ۔ مانا کہ مہاجرین و انصار جنازہ میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن دفن میں اُن کے شامل ہونیکا عموماً اور اصحاب ثلٰثہ کا خصوصاً تحقیق طلب رہجاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی کافی وغیرہ معتبر کتابوں سے نکال کر دکھلاؤ تو بات ہے۔

احمدی۔ انشاء اللہ اس شبہ کا ازالہ بھی آپ کی معتبر کتب سے عرض کر دیتا ہوں۔ حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ عباسؓ جناب علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اے علی لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ اس بات پر کہ رسول صلعم کو بقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان ہی میں کا ایک آدمی اُن کا امام بنے۔ پس امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کی طرف نکل آئے۔ اور فرمایا کہ اے لوگو رسول صلعم ہی امام ہیں زندگی میں۔ اور مر کر بھی۔ اور فرمایا کہ میں ان کو اسی جگہ دفن کرتا ہوں جہاں کہ وہ فوت ہوئے ہیں۔ ثم قال علی الباب فصلی علیہ ثم امر الناس عشرۃ عشرۃ یصلون علیہ ثم یخرجون اصول کافی باب مولد النبی صلعم صہ ۲۸۶ یعنی جناب علی پھر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم پر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لوگوں سے کہا کہ دس دس نفر ہو کر نماز ادا کریں۔ اور پھر نکلتے جائیں

اس روایت میں جس شخص کے امام ہونیکا مجمل ذکر آیا ہے۔ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ کہ وہ

ابو بکرؓ و عمرؓ تھے۔ چنانچہ اصل روایت یہ ہے۔ وایضاً بسند حسن از حضرت صادق روائت کردہ اند کہ عباس بخدمت حضرت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابو بکرؓ پیش بایستد و بر آنحضرت نماز کند۔ چوں حضرت امیر المومنین دانست کہ ایں منافقان ارادہ فسادے دارند۔ از خانہ بیرون آمد و فرمود ایہا الناس بدرستیکہ رسول خدا امام و پیشوائے ما است در حال حیات و بعد از وفات و خود فرمود کہ من دفن میشوم در بقعہ کہ در آنجا قبض روح من میشود و چوں ایشاں در غصب خلافت مطلب خود را بعمل آوردہ بودند دریں باب با آنحضرت مضائقہ نکردند و گفتند آنچہ میدانی بکن پس حضرت در پیش در ایستاد و خود بر او نماز کرد و بعد ازاں صحابہ را فرمود کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند و ایشاں بر دور جنازہ آنحضرت مے استادند و حضرت امیر المومنین در میان ایشاں مے ایستاد و ایں آیہ را مے خواند ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ پس ایشاں آیہ را میخواندند و صلوات بر آنجناب مے فرستادند و بیرون مے رفتند تا آنکہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۴ صفحہ ۶۲۴

مزید شہادت و شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روائت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل مے شدند و چنیں بر آنحضرت نماز مے کردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ بر آنجناب چنیں نماز کردند حیات القلوب صفحہ ۶۲۴ و کلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روائت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند بر او جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار۔ فوج فوج۔ الخ صفحہ ۶۲۴

و در کتاب احتجاج و کتاب سلیم بن قیس ہلالی از سلمان روائت کردہ اند کہ چوں حضرت امیر المومنین از غسل و کفن حضرت رسول فارغ شد داخل خانہ کرد مرا و ابوذر و مقداد و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام و خود پیش ایستاد و در عقب آنجناب صف بستیم و بر آنجناب نماز کردیم و عائشہ منافقہ ہم دراں حجرہ بود و مطلع نہ شد بر نماز کردن۔ ما سبب آنکہ جبرائیل چشم عائشہ را گرفتہ بود۔ پس دہ دہ نفر مہاجران و انصار را داخل حجرہ میگردانید و ایشاں بر آنجناب

صلوات میفرستادند و بیرون مے رفتند تا آنکہ ہمہ مہاجران و انصار چنیں کردند و نماز بر آنجناب ہماں بود کہ دراول واقعہ شد۔ حیات القلوب صفحہ ٦٦٤

ان سب روایات مندرجہ جوابات اعتراض سابق وحال سے بتکرار ثابت ہوگیا کہ تمام مہاجرین و انصار اور چھوٹے بڑے مرد عورت اہالیان مدینہ منورہ و اطراف نے آنحضرت صلعم پر جنازہ پڑھا۔ اور ابوبکر رضؓ نے بھی علی الخصوص ٹھیک اُسی وقت جبکہ جناب علی علیہ السلام نے پڑھا۔ اور اسی طرح دفن کے وقت بھی یہ سب لوگ موجود تھے۔ اور جنازہ اس طرح پڑھا گیا کہ دس دس نفر باری باری سے پڑھتے تھے۔ اور اسی واسطے ایک وقت میں نہیں پڑھا جا سکا اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حجرہ عائشہ صدیقہ رضؓ میں جہاں آنحضرت صلعم فوت ہوئے تھے۔ اور وہیں آپ نے دفن ہونا تھا۔ اور اس میں زیادہ آدمیوں کے پڑھنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جنازہ دفن سے پہلے نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بعد دفن پڑھا گیا۔ اور آپ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی۔ دوشنبہ اور سہ شنبہ کی شام تک جنازہ ہوتا رہا۔ جس سے سب لوگوں کو شرف شمول کا موقعہ نصیب ہوگیا۔ آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام اور ان کی جماعت نے بوجہ موجودگی عائشہ صدیقہ رضؓ کے پورے اطمینان سے جنازہ نہیں پڑھا اور پڑھا بھی تو جبرئیل کے پروں کی آڑ میں برخلاف ابوبکر صدیق رضؓ کے کہ اُنھوں نے بوجہ اپنی بیٹی کے حجرہ ہونے کے بلاخوف و خطر بکمال اطمینان پڑھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ابوبکر سقیفہ میں تھے عباس اور ابن عباس بھی دوسروں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ اور ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ پس جو الزام بوجہ شمول سقیفہ جنازہ میں غیر حاضر ہونیکا ابوبکر وغیرہ پر ہے۔ اُن پر بھی ہے۔

قبل ازیں جنازہ رسول صلعم پر ثلاثہ کے حاضر نہ ہونے کا جواب کئی دفعہ میری طرف سے شائع ہوچکا ہے۔ لیکن اس دفعہ خدا کے فضل سے کسی قدر تفصیل سے دیا گیا ہے۔ جو صاحب پورے غور سے اسکو مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ اُمید ہے کہ انکی تسلی ہو جائیگی۔ ورنہ آئندہ انشاء اللہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے لکھا جائیگا۔ یار زندہ صحبت باقی۔

خادم حسین (بھیروی)

کیا وید ازلی ہیں

ہرگز نہیں

آریہ سماجی اصحاب اسپر بہت اترایا کرتے ہیں۔ کہ وید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ازل سے چلی آرہی ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جسکی کوئی دلیل نہیں ہم نے بیسیوں دفعہ اس دعوے کو آریوں کی زبانی سُنا۔ مگر حاشا وکلا بھولے سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاتی۔

آریوں کے اس دعوے کے برخلاف جب ہم ویدوں کا خود مطالعہ کرتے ہیں۔ تو اس میں وید ایسے زمانہ کی تصنیف ثابت ہوتے ہیں۔ جب دنیا تمدن و تہذیب میں خاص ترقی کر چکی تھی یہ ہے ہمارا دعویٰ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس دعوے کے اثبات میں دلائل بھی ویدوں سے دیں۔ اور ویدوں کے وہ تراجم پیش کریں۔ جو ہمارے مخالف گروہ کے نزدیک حجت سمجھے جائیں یعنی سوامی دیانند کے وید بھاش سے۔ ملاحظہ ہو وید منتر نمبر ۱

"جو علم والے لوگ ہمارے سے پہلے بیان کرتے تھے وہ علم کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اور جہل کا پھل اور ہی کہتے تھے اسطور پر ہم ان دونوں کے سنتے ہیں۔ اس بات کو تم لوگ جانو۔ الخ" یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۳

اب دیکھئے کیا اس وید منتر کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وید ازلی ہیں۔ جلی عبارت غور سے ملاحظہ کریں۔ ویدوں کی ازلیت کا دعویٰ اس عبارت کے آگے ایک سیکنڈ تک بھی قائم نہیں رہتا۔ اور ملاحظہ ہو دوسرا منتر

منتر نمبر ۲ "اے علم والے لوگو آگ یا گھوڑوں کو جوڑو اور پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو" (یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۲)

یہ فقرہ کہ "پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو" کیا "وید ازلی ہیں" کے دعوے کو باطل کرنے میں کچھ کم ہے۔ ملاحظہ ہو تیسرا منتر۔

منتر ۳ "اے سوریہ (سورج) کے سمان (برابر) عزت اور سکھ دینے والے۔ جیسے سورج کے اکاش (خلا) میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے ہیں ویسے ہی جو پہلے زمانہ کے لوگوں کے چلائے ہوئے دھول وغیرہ سے صاف راستے ہیں ان راستوں پر چلو" (یجروید ادھیائے ۳۴ - منتر ۲۷)

اس تیسرے منتر سے دو امور ظاہر ہو رہے ہیں۔ اول تو ویدکی قدامت کو یہ منتر باطل کر رہا ہے۔ دوسرا آریہ سماج کا یہ دعویٰ کہ "سورج ساکن ہے" ویدوں کی رو سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ ملاحظہ ہو فقرہ "سورج کے اکاش میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے" سوامی دیانند جی تو ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں۔ وہ عقلمندوں کی بنائی ہوئی نہیں ہوسکتیں۔ اور یہ باتیں علم طبعیات کے سخت خلاف ہیں۔ اب جبکہ ویدوں میں بقول دیانند جی علم طبعیات کے خلاف تحریر موجود ہے۔ تو کیا اب وید الہامی رہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سوامی جی کے قول کے بموجب کسی بے علم کی تصنیف ہیں۔ اور ملاحظہ ہو چوتھا منتر

منتر ۴ - "جو اس زمانہ میں پوران پڑھ چکے ہیں۔ اور جو وید کا ابھیاس کرنے والے۔ یعنی بزرگ اُپدیش کرنے والے ہیں۔"

جلی حروف ملاحظہ فرمایئے۔ اور ویدوں کی ازلیت کے دعوے کو برابر رکھ کر نتیجہ نکالئے۔

پانچواں منتر:- "اے انسانو........ تم کو دھرم ہی پر عمل کرنا چاہیئے۔ ادھرم نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم و معرفت راستی شعار طرفداری و تعصب سے خالی عالم اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں جو بھاگ یعنی اطاعت و عبادت کرنے کے لئے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل بابرے بتائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ الخ"

(رگوید - ۸ - ۸ - ۴۹ - ۲) بھومکا اردو ۱۴۳

رگوید کے اس منتر میں جو الفاظ جلی کئے گئے ہیں یہ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے۔ اگر کوئی ویدوں

قدامت کا دعوے کرے - تو وہ سخت نادان سمجھا جائیگا۔

فقرہ "زمانہ قدیم کے عالم" اور لفظ "قدیم" کے آگے آریوں کے دعاوی بیہودہ ولا طائل ہیں یا ثابت ہو گئے

منتر ۶- " اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ کے ماہر بے خوف و ہراس پرجاہ و

جلال عزیز اور جوانمردو تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو.......... تم نے

پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے - الخ"

اتھروید کانڈ ۶ انوواک ۱۰ ورگ ۹۷ - منتر ۳ - منقول از بھومکا اردو صفحہ ۲۳

"تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے" معزز ناظرین آریوں سے دریافت کرنا چاہیئے - کہ جب آریہ کہتے ہیں - کہ وید ازلی ہیں - اُن سے پہلے کوئی واقعہ نہیں ہوا تو پھر ویدوں میں ہی پہلے میدانوں میں فتح حاصل کرنے کا ذکر کہاں سے آگیا - پس ثابت ہوا کہ آریوں کا دعویٰ ڈھکوسلہ ہی ہے - ویدوں میں اس دعوے کی کوئی اصلیت نہیں - پائی جاتی - بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ وید ازلی نہیں"۔

اب اور ملاحظہ فرمایئے - ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۲ ایڈیشن ۱۸۹۹ء اردو :-

"جن روحوں کے اعمال الیشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے - اُنکی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے لی - کیونکہ یہ یجروید میں لکھا ہے"

پس جب یجروید میں لکھا ہے - کہ شروع دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوئے - تو ساتھ ہی ماننا پڑا کہ وید اُن کی پیدائش سے بہت بعد کی تصنیف ہے -

جس کتاب میں کسی واقعہ کا ذکر ہوگا - تو ضرور ہے وہ واقعہ بیان کرنے والی کتاب اُس واقعہ سے بعد میں تصنیف ہو - پس سوامی دیانند کے قلم سے بھی نکل گیا کہ وید ازلی نہیں -

اور بھی ہم بہت کثرت سے اس قسم کے وید منتر پیش کر سکتے ہیں - مگر حق کے طالب کے لئے یہ مختصر سا مضمون ہی بہت کچھ نافع ہو سکتا ہے - ہم ناظرین سے وعدہ کرتے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی تو بہت جلد اس قسم کا تمام مٹیریل (مصالحہ) ویدوں سے برآمد کرکے آپ کے سامنے پیش کریں گے -

(خاکسار فضل حسین احمدی - مہاجر قادیان)

ابطال کفارہ

مندرجہ ذیل مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید میں کفارہ کی تعلیم نہیں۔ جیساکہ بعض پادری ثابت کر کے بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں (ایڈیٹر)

(۱) پہلی آیت جو کفارہ کی رد میں ہے کہ مسیح صلیب پر مرگیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا ترجمہ یہودیوں کا یہ قول ہے۔ کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم جس کو اللہ کا رسول کہتے تھے ہی قتل کیا۔ (خدا تعالیٰ اس قول کی تردید میں فرماتا ہے) نہ ہی انہوں نے اسے قتل کیا۔ اور نہ ہی انھوں نے اسے صلیب پر مارا۔ یہود کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے۔ کہ مسیح کو پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے۔ کہ صلیب پر مارا گیا۔ تو خدا نے دونوں کی نفی کر دی۔ انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ لیکن ان کے لئے وہ مشابہ بالقتل بنایا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ بھی شک میں پڑا ہیں۔ اور ان کے پاس یقینی علم نہیں۔ کہ جس سے وہ ثابت کر سکیں کہ مسیح صلیب پر مرگیا۔ ہر ایک گمان ہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے۔ جو کہ ہم بتاتے ہیں۔ کہ ماقتلوہ یقینا۔ کہ اس کو کسی نے بھی یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ جب مرا وہ اپنی موت سے مرا۔

(۲) دوسری آیت اس بات کے رد میں ہے۔ کہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے دوسروں کے گناہوں کی سزا اپنے سر پر اٹھالی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الذی وفی۔ الا تزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء الاوفی وان الی ربک المنتھی (سورہ نجم رکوع ۳) ترجمہ کیا نہیں خبر دیا گیا اس چیز کی جو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم (جس نے کہ اللہ کے حقوق کو پورا کیا) کے صحف میں تھی۔ وہ کیا بات تھی۔ وہ یہ

کہ کوئی دوسرے کا بوجھ یا گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے۔ جو وہ خود اپنے لئے سعی کریگا۔ اور اسکی سعی البتہ دیکھی جاویگی۔ پھر اسکو سعی کا بدلہ پورا پورا دیا جاویگا۔ یعنی نعمت سے کم اور جتنی سزا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں دیجاویگی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے خدا کی طرف ہر ایک چیز کا انتہا ہے۔ اور وہی علۃ العلل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی علۃ العلل نہیں۔ اور اسکی کوئی علت نہیں۔ ورنہ تسلسل لازم آئیگا۔ جو محال ہے۔ پس ان آیات میں خدا تعالےٰ نے عیسائی صاحبان کے عقیدہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عیسائی صاحبان جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ان کے گناہوں کے بدلے میں کفارہ ہو چکے ہیں۔ وہ غلط ہے کوئی کسی کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا اب رہا یہ سوال کہ کیا بغیر کفارہ ماننے کے خدا کسی کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ تو اس کے متعلق خدا تعالےٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے۔ کہ لیجزی اللّٰہ الصادقین بصدقہم ویعذب المنٰفقین ان شاء او یتوب علیہم ان اللّٰہ کان غفورًا رحیما

ترجمہ۔ کہ صادقین کو تو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ کیونکہ انکو انعام دینا ہے۔ اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اگر چاہے تو انپر رجوع برحمت ہو۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ غفور ہے وہ انسانوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ اور قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مالک ہے اس لئے اگر وہ چاہے تو منافقین کو عذاب دے۔ اگر چاہے تو معاف کر دے۔ وہ رحیم یعنی سچی محنت کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اس واسطے وہ صادقوں کو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ اس آیت میں لف و نشر علی غیر الترتیب لائی گئی ہے۔

(۳) تیسری آیت کفارہ کے ماننے والوں کے متعلق ہے۔ کہ گویا وہ کفارہ ماننے میں سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الذین کفروا للذین اٰمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطٰیٰکم وما ہم بحاملین من خطٰیٰہم من شیء انہم لکٰذبون۔

ترجمہ کہ کافر لوگوں نے مومنوں سے کہا کہ تم ہمارا مذہب اختیار کرو۔ اور جس بات کی ہم پیروی کرتے ہیں اسکی تم بھی پیروی کرو۔ اور تمہاری خطاؤں کو ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ انکی خطاؤں سے کچھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اس بات میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ کوئی دوسروں کی خطاؤں کو نہیں اٹھا سکتا اس آیت میں ان کے جھوٹے ہونے کی تاکید کی ہے۔ ایک انّ کے ساتھ دوسرے لام تاکید تیسرے

جملہ اسمیہ کے ساتھ کہ وہ اس بات میں سخت غلطی پر ہیں۔ جب ایک دوسرے کی خطائیں اٹھا سکتے۔ تو پھر آیا اُن کو ان کی خطاؤں کی سزا ملیگی یا نہیں۔ تو اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علیٰ نفسہ وکان اللہ علیما حکیما کہ جو کوئی گناہ کرے تو اسکی سزا وغیرہ اس کے نفس پر ہوگی۔ خدا تو علیم وحکیم ہے۔ وہ دوسرے کو کیوں سزا دیگا۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے من کسب سیئۃ واحاطت بہٖ خطیئتہ فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خٰلدون۔ ترجمہ کہ جو برائی کمائے اور اس کی خطائیں اتنی بڑھ جائیں کہ وہ اس شخص کو محیط ہو جائیں۔ تو وہی لوگ اصحاب النار ہیں۔ وہ اس میں رہیں گے۔ اور ان کی خطاؤں کی سزا انہی کو ملیگی۔ اور کسی دوسرے کو ان کی جگہ نہیں ملیگی۔ پھر فرمایا۔ ولنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین کہ ہم رسل اور رسل الیہ دونوں کو پوچھینگے۔ یہ نہیں کہ کوئی ان کے بدلے میں کفارہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) چوتھی آیت میں بعض انبیاء کا ذکر ہے۔ جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہٖ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق الخ ترجمہ تم کہو کہ ہم اللہ پر اور قرآن پر اور جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب اور اسباط اور جو موسیٰ وعیسیٰ و دیئے گئے اور جو اور باقی نبی دیئے گئے سب پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور کسی رسول کو نہیں چھوڑتے۔ اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کرنے والے ہیں۔ پس اگر یہ یہودی وعیسائی ایسا ایمان لے آئیں۔ جیسا کہ تم لائے ہو پس وہ بھی ہدایت یافتہ ہو گئے۔ اور اگر پھر گئے تو وہ پھوٹ اور اختلاف میں ہیں۔ پس خدا ان کے لئے کافی ہے۔ پھر اس کے بعد تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ کہ یہ ایک امت ہے۔ جو گذر گئی۔ اس کے لئے ہے۔ جو اس نے کمایا۔ اور اس کا ان کو اجر یا عذاب ملیگا۔ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا۔ اور اس کا اجر یا عذاب تمکو ملیگا۔ اور جو وہ کرتے تھے تم سے انکے

مستحق سوال ہوگا۔ اب اس امت میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں ان کو بھی ان کے اعمال کا ثواب ملیگا اور تمھیں بھی تمھارے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ حضرت مسیح کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور تمھیں تمھارے اعمال کے متعلق نہ پوچھا جائیگا۔ بلکہ فرمایا ولکم ما کسبتم تمھیں بھی وہی کچھ ملیگا جو تم کما ؤ گے

(۵) پانچویں آیت اس بات کے رد میں ہے جو مسیحی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح اس لئے کفارہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور انسانوں میں سے اتنی سزا کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کہ تمام گناہوں کی سزا کو اپنے سر پر اٹھائے۔ اس لئے خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں کو اس سزا سے نجات دے۔ تو اس کی تردید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلٰثۃ کہ جو تثلیث کو مانتے ہیں۔ وہ کفر کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون کہ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کوئی خدا نہیں۔ بلکہ وہ آدمی کی جنس سے آدمی ہے۔ اور جیسا کہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے۔ وہ بھی مٹی سے بنا ہے۔ پس وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے پھر حضرت عیسیٰ کی خود اپنی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انی عبد اللّٰہ اٰتنی الکتٰب وجعلنی نبیا۔ وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا۔ وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا۔ والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ ترجمہ کہ میں ایک خدا کا بندہ ہوں۔ مجھکو خدا نے کتاب دی ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک کیا ہے۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تاکیدی حکم ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا بھی حکم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ جب مسیح جبار اور شقی نہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایک پاک شخص کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے صلیب پر مارا جائے۔ اور سزا دیجائے کیا یہ صریح ظلم نہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ اور مجھپر میری پیدائش کا دن اور میری موت کا دن اور بعث بعد الموت کا دن سلامتی کے دن ہیں۔

پس اگر صلیب پر وفات مانی جائے۔ تو وہ سلامتی کا دن کیونکر ہو سکتا ہے۔

(جلال الدین ۔ از سیکھواں)

جنگی بخار کا علاج

نسخہ عرق۔ برگ سبز جھاؤ تازہ ایک حصہ، برگ بید تازہ سبز ایک حصہ، برگ سنگترہ ایک حصہ برگ سرپھوکا ½ حصہ برگ یوکلپٹس ایک حصہ، افیون ¼ حصہ اجوائن ایک حصہ بیخ اُوشان ½ شاخ گلو سبز نیمکوفتہ ایک حصہ چرائتہ ½ حصہ پودینہ ¼ حصہ سونف ایک حصہ گل نیلوفر ایک حصہ گاؤزبان ایک حصہ ایک دن اور ایک رات بھگو کر عرق نکالیں۔ خوراک ۲ تولہ صبح ۲ تولہ شام۔

نسخہ شربت:۔ تخم میتھی ایک تولہ انجیر ۱۵ عدد بیخ سیاوشان ۲ تولہ خطمی کے بیج تولہ مویز دانہ برآوردہ ۲ تولہ زرد خشک تولہ ملٹھی چھلی ہوئی ۶ تولہ میمکو ۵ ماشہ عناب ۲۰ دانہ لسوڑیاں ۴۰ دانہ ہردو نیمکوفتہ گاؤزبان تولہ گل بنفشہ تولہ ایک رات پانی میں بھگو کر صبح تین چار جوش دیکر صاف کرکے مصری ڈالکر عمدہ قوام بنالیں۔ خوراک تولہ صبح تولہ شام۔

نسخہ سفوف:۔ پتیس ایک حصہ۔ دارچینی ½ حصہ سرمہ کی طرح باریک پیس چھانکر ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام سوڈا پانی کا رب ملاکر ہمراہ عرق مذکورہ اور شربت مذکورہ استعمال کیا جاوے۔

قبض کا علاج۔ اگر قبض کی شکایت ہو تو حب النیل نیم بریان ۹ ماشہ زنجبیل ماشہ سرمہ سا کرکے پانی میں حل کرکے پی لیا جاوے۔ یا گمنشیا پانی میں حل کرکے پی لیں۔

درد کی دوا:۔ مقام درد پر کڑوا تیل ۲ تولہ موم ۲ ماشہ پگھلا کر مالش کی جاوے مقام درد باندھ دیا جاوے ہوا سے بہت بچایا جاوے۔

پیاس:۔ شدۃ پیاس میں تازہ پانی صرف دو تین گھونٹ یا نیم گرم گھونٹ گھونٹ پلایا جاوے

قوت کی دوا۔ قوت کے لیے کیوڑا تھوڑا عرق مذکور میں یا تازہ پانی میں حل کرکے پلا دیں۔

یا شیرہ مغز بادام ۵ عدد الائچی خورد ۲ عدد پانی میں گھوٹ کر چھانکر پلایا جاوے۔

دست روکنے کی دوا:۔ اگر دستوں کی شکایت ہو جاوے اور شدت پیاس ہو تو صندل سرخ تولہ کشنیز تولہ گلو تولہ نیلوفر تولہ زیرہ سفید ۳ ماشہ ملٹھی ماشہ برگ نیم ۴ ماشہ پیسکر رتی صبح ۶ رتی دوپہر ۶ رتی شام ہمراہ عرق و شربت مذکور۔

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیوں کر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جاڑہ سے بجا رہا ہے۔ سردی ہٹانے کے لئے کتنے بندوبست کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاص کر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آج انکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا اور دھتورہ بھنگ بلاڈنا پوٹاس اور ڈاکٹر ویگرفتی ہے۔ اس لئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ڈی ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے۔ دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا۔ لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں۔ اس میں نقصان نہیں۔ قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ ر اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہوگئے شہر کے شہر تباہ ہوگئے اسوجہ سے اس کے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ڈی ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور کھائیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر نہیں سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے وقتا پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں ہیں ایک گولی روزانہ

صبح شام پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیے بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ ر ساٹھ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ ر محصولڈاک ایک سے ۲ ڈبیہ تک ۵ ر

(ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ)

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

دارالامان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق صفر ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا۔

خاتمہ جلد سیزدہم تشحیذ الاذہان

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ محض اسی کی توفیق سے تشحیذ الاذہان کی **تیرھویں جلد** ختم ہوئی۔ اِس سال جو مضامین شائع ہوئے۔ وہ آپ فائل نکال کر دیکھ لیں تا آپ موازنہ کر سکیں کہ آپکے تشحیذ نے کیا کام کیا۔ نہ صرف اسلام و احمدیت کی تائید میں مضامین لکھے بلکہ اندرونی مخالفین شیعہ و اہلحدیث وغیر مبائعین کے خیالات باطلہ کی تردید بھی کی گئی۔ اور بیرونی حملہ آوروں کا دفاع بھی کیا گیا۔ پادریوں اور آریوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا۔ اور خود اُنپر سوالات کئے۔ ان کے عقائد پر جرح کی۔ جس کا جواب ان سے نہ بن آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعہ دو اڑھائی روپے کے مقابل میں بہت زیادہ قیمتی ہے۔ پھر محض خدا کے فضل سے رسالہ باوجود اپنا مطبع نہ ہونے اور فنڈ میں کافی روپیہ کی عدم موجودگی کے ہمیشہ وقت پر نکلتا رہا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

اب اگلے سال کا پروگرام زیر غور ہے۔ ہم کوشش کرینگے کہ تشحیذ کا ہر نمبر پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہو لیکن محض ایڈیٹر کی مساعی کسی کام کی نہیں۔ جبتک ان کے ساتھ احباب کی علمی قدردانی نہ ہو۔ موجودہ اشاعت تشحیذ اسکے اخراجات سے دو تہائی کی نسبت بھی نہیں رکھتی۔ اگر آپ ہمارے حسابات دیکھیں تو معلوم ہو کہ ابھی تک ۲ ماہ کی لکھوائی چھپوائی کا بل بھی ادا نہیں ہوا۔ تین چار ماہ کی عملہ کی تنخواہیں قابل ادا ہیں۔ آخر ان حالات میں تشحیذ کب تک چل سکتا ہے۔ میں تو صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اسے جاری دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر **۵ جنوری** کو جو وی پی سالانہ قیمت کی وصولی کیلئے ہونگے وہ ضرور وصول کریں۔ اور نیز ایک ایک خریدار دینے کا پختہ وعدہ کریں۔ آپ سے کچھ خیرات نہیں مانگی جاتی یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ نیز آپ جو کتابیں بھی سیدنا مسیح موعود یا انکے خلفاء یا دیگر بزرگان ملت و کتب احمدیوں کی طلب کریں وہ تشحیذ کی معرفت خریدیں۔ آپکی اس معمولی توجہ سے ہمیں بھی فائدہ ہو گا۔ اور آپ کا مفت میں احسان۔ ان تینوں معروضات کی طرف توجہ نہ ہوئی تو وہ ناگوار امر پیش آئیگا جسکے ٹالنے کے لئے میں کئی مہینوں سے چلا رہا ہوں۔

آپکا نیاز مند

مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

ویسا ہی تم بھی صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے۔ یعقوب کا خط

نزول مسیحؑ

من آں دم برگرفتم دل ز حافظ ❊ کہ ساقی گشت یار نا گزیر م

عرض حال } بتاریخ ۱۶۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء کو میرے ایک فاضل دوست کا ایک عنایت نامہ پہنچا صاحب موصوف مسیحی ہیں۔ آپ تثلیثی نہیں۔ بلکہ یونیٹیرین ہیں۔ ڈبل۔ ایم۔ اے ہیں یونانی کی تحصیل علم میں ہمارے اُستاد ہیں یعنی میرے بزرگ بھی ہیں۔ اور دوست بھی۔ آپ اس خاکسار کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:۔ " مجھے اُمید ہے کہ عزیز سادیبی راقم مضمون سا محقق طبع اور ہر بات کی اصلیت تک پہنچنے والا آدمی جب مذہب تبدیل کرتا ہے۔ تو بھیڑ چال کو ہی نہیں دیکھتا۔ بلکہ راستبازی اور صداقت کو ڈھونڈھتا ہے۔ اس لئے کیا میں اُمید کر سکتا ہوں کہ آں عزیز وہ دلائل تحریر کرے گا جن کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے مسیح ثابت ہوتے ہوں۔ مگر یاد رکھنا ہوگا۔ کہ ایسی دلائل بائبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے ہونی ضروری ہیں۔ کیونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے تھے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ صرف ایک دلیل

بھی دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہوا کرتی ہے۔ پس زیادہ نہ سہی فقط ایک ہی دلیل کافی ہے۔ مگر ایسی قاطع بحث ہو۔ کہ اس میں "چون وچرا" کی گنجائش نہ ہو۔ اور نیز خداوند کی اس کلام کی تشریح بھی کریں۔ "کیونکہ بہتیرے جھوٹے میرے نام پر آویں گے۔ جواب ضروری تحریر کریں۔ ہمارے حقوق کا خیال رکھنا۔ فقط"

میرے بزرگ دوست کو جیسا کہ وہ خود بھی شاکی ہیں معلوم ہے کہ میں نے مسیحی اصحاب سے خط وکتابت کا سلسلہ قطع کر دیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ تکبر ونخوت کی راہ سے کلام کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ قاطع دلیل کو دنیا کی فیلسوفی، کہکر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں۔ مسیح خداوند کا قول ہے۔ "اپنے موتی سوروں کے آگے مت ڈالو۔ کہ وہ انھیں روندیں اور تمھیں پھاڑنے آویں۔ جس مجلس میں آدمی کے کلام کی قدر نہ ہو۔ اس میں کلام نہ کرو کیونکہ کون ہے جو مخمل یا اطلس کو بندروں کے پاؤں تلے بچھائے۔ یا بوزنہ سے ادرک کی لذت پوچھے۔ لیکن جناب والا کی خدمت میں عریضہ تحریر کرنا بندہ اپنے لئے باعثِ فخر خیال کرتا ہے۔ مگر جناب پر روشن ہے۔ کہ میں نہ کوئی پادری ہوں نہ مولوی میری معلومات بعض عطائیانہ ہے۔ نہ میں نے کوئی پادری کی جماعت پاس کی نہ کوئی مولوی فاضل کی سند حاصل کی میں نے اپنی معلومات کو محض عطائیانہ حاصل کیا ہے۔ "اس پر بھی اگر میں فخر کردوں تو بجا ہے"۔ بہر حال میں آپ کی اس شرط کو "چونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے ہیں۔ اس لئے صرف آپ ہی جواب دیویں۔ کیونکہ ہر کس وناکس کے ساتھ وقت ضائع کرنے کی مجھے فرصت کم ہے" پورا کرتا ہوں۔ میں جناب کا مشکور ہوں۔ کہ جناب نے اپنے اخلاق بزرگانہ سے مجھے "ہر کس و ناکس" کے ساتھ شمار نہیں کیا۔ گر مجھکو اپنی "ناکسی" یاد ہے۔

بائبل کی بے اعتباری } بزرگ دوست کتاب مقدس کی رو سے آپ کیوں دلیل طلب فرماتے ہیں (اگرچہ میں آپ کی اس شرط کو بھی پورا کرتا ہوں) کیا کتاب مقدس کی صدہا باتوں سے آپ کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ جن کو ایک عالم نے دیکھ لیا کہ وہ صحیح نہیں نکلیں۔ چنانچہ نمونے کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ متی کی انجیل اس کے چوبیسویں باب کی تیسری آیت سے آخر تک حواریین مسیح۔ اور مسیح کی آپس میں اس مضمون پر گفتگو ہے۔ کہ "آخر کب ہوگی

آیت ۳۴- میں مسیح کہتا ہے - " میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں - کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اس پشت کے لوگ گذر نہ جائیں گے - اور مرقس کی انجیل ۱۳/۳۰ میں بھی یوں ہی ہے - اور لوقا ۲۱/۳۲ آیت میں بھی ایسا ہی ہے - پس اب ثلاثہ اناجیل کے محولہ بالا مقامات کی رو سے صاف واضح ہے - کہ آپ نے خاص یروشلم کی خرابی کا یہ نشان فرمایا کہ دانیال کی خبر کے موافق یروشلم فوجوں سے گھیرا جائیگا - یہ دیکھ کر تم پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیو - اور انہی ایام میں اسی مصیبت کے بعد فی الفور یہ ہر دو امور بھی واقع ہو جائیں گے - اور اس پشت کے لوگ ان سب چیزوں یعنی ہیکل کی خرابی - اور میرے نزول اور قیامت کے آنے کو دیکھ لیں گے - اور جب تک یہ سب کچھ پورا نہ ہولیگا یہ پشت گذر نہ جائیگی - متی کی باب مذکور کی آیت ۲۸ میں ہیکل کی خرابی کی خبر اور آیت ۲۹ سے آخر تک نزول مسیح اور قیامت کا حال ہے - اس کو پاتس اور استفار وغیرہ نے قبول کیا ہے - اب جناب خود خیال فرماویں کہ ہیکل کی خرابی کے سوا باقی دو امور بالکل پورے نہیں ہوئے - وہ پشت گذر گئی نہ خداوند بادل پر آئے - نہ فرشتے ان کے ساتھ اترے - کئی صدیاں گذر گئیں - اب خداوند مسیح ناصری کا یہ فرمان " آسمان و زمین ٹل جائیں گے - پر میری باتیں نہ ٹلیں گی " کس طرح پورا ہوا - ایسی ہی آیات کی وجہ سے مسیح کے زمانہ کے لوگ یقین رکھتے تھے کہ مسیح کا نزول اور قیامت ان کے زمانہ میں ہی ہو جائیگا - اور یہ بات خطوط ارسل کے کئی مقامات سے ظاہر ہے - ان میں سے ایک لکھتا ہوں - تسلونیقیون ۱ باب ۴ آیت ۱۵ - میں یوں لکھا ہے :- " ہم تمھیں خداوند کے حکم سے کہتے ہیں - کہ وے جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ اور باقی رہیں گے - ان سے جو مر گئے ہیں - آگے نہ بڑھ جائینگے " وغیرہ پس کیا ایسی کتاب کی رو سے آپ دلائل طلب کرتے ہیں - کیا کتاب مقدس نہیں کہتی - کہ " خرگوش جگالی کرتا ہے احبار ۱۱/۶ افسوس اس کتاب کو بنا ایمان سمجھنا درست نہیں - مگر خیر چونکہ ہم سچائی پر ہیں صداقت ہمارا نور اور راستبازی ہماری سپر ہے - مخالف سے بچنا ہمارا شیوہ نہیں - اس سے کترانا ہم جانتے نہیں لہذا بائبل بھی اگرچہ کسی زمانہ میں خدا کا کلام تھا - اب بھی بعض مقامات پر کلام اللہ اس سے ملتا ہے - پس میں ذیل میں آپکی شرط کو پورا کرتا ہوں - اور اس چھوٹے خط میں ایک قاطع بحث دلیل تحریر کرتا ہوں خدا آپ کو سمجھنے کی توفیق بخشے - آمین - میرے بزرگ دوست اس دلیل سے روشن دلیل آپکو کسی

نبی کی صداقت کے واسطے زنہار نہیں ملیگی۔ آپ ضرور ہی غور کریں۔

صداقت مسیح موعود پر بائبل کی قاطع بحث و بین دلیل

دانی ایل نبی کی کتاب اس کے آٹھویں باب میں دانی ایل نبی کی ایک رویا ہے۔ آپ سارا باب غور سے مطالعہ فرمادیں۔ لیکن اس آٹھویں باب کی تیرہویں آیت سے چودہ ۱۴ آیت کے یہ الفاظ ہیں۔

"اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سُنا اور دوسرے قدسی نے جو اس قدسی سے کلام کرتا تھا پوچھا کہ وہ رویت دائمی قربانی کی بابت اور اس اُجاڑنے والے کی شرارت کی بابت کہ مقدس اور لشکر دونوں دیئے گئے۔ کہ پامال ہوں کب تک رہیگی۔ اس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو دن تک پھر مقدس پاک کیا جائیگا"۔ دانی ۸/۱۳ و ۱۴

اب جناب کو معلوم ہو کہ یہود و نصاریٰ نے کئی تفسیریں اور توجیہیں ان آیات کی کی ہیں۔ مگر سب غلط ثابت ہوئی ہیں۔ وہ پہلے آپ کو سناتا ہوں۔ پھر حرف مطلب زبان پر لاتا ہوں۔

پہلی توجیہہ اور اسپر تنقید

جمہور مفسرین بائبل کیا یہود و کیا نصاریٰ انٹیوکس شہنشاہ روم کو جس نے اکیوا کسٹھ سال قبل ولادت مسیح کے یروشلم کو فتح کیا تھا۔ اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے تھے اور دنوں سے بھی یہی عام دن متعارف مراد لیتے تھے۔ اور جوزیفس یہودی مورخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر اس تفسیر و توجیہہ میں یہ بڑا فساد اور غلطی تھی۔ کہ اس حساب سے چھ برس اور چار ماہ اور بیس دن ہوتے ہیں۔ لیکن انٹیوکس کا وہ حادثہ جس میں مقدس اور لشکر لتاڑیں رہے۔ کل ساڑھے تین برس (تین سال چھ ماہ) رہا تھا۔ دیکھو جوزیفس کی تاریخ کی کتاب ۵ باب ۹۔ اسی لئے شہرہ آفاق سرگروہ فضلائے یورپ حکیم فیلسوف سر آئزک نیوٹن صاحب نے اس تفسیر کو رد کر دیا۔ اور اس کی غلطی سمجھادی لہذا یہ تفسیر بوجہ غلط ہونے کے مطلق قابل التفات نہیں۔

دوسری تفسیر طامس نیوٹن کی

طامس نیوٹن صاحب اپنی کتاب کی جلد اول میں جس میں صاحب موصوف نے پیشگوئیاں بائبل کی شرح لکھی ہے۔ اس پیشگوئی کی نسبت اولاً جمہور مفسرین بائبل اور جوزیفس کے قول کو نقل کرنا

ہے۔اور یوں کہتا ہے۔ "درتامل سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اس کا مصداق انٹیوکس ہرگز نہیں" پھر سر آئزک نیوٹن کی طرح انکار کرتا ہے۔اور پھر آپ اس خبر کو روم کے بادشاہوں اور پوپوں پر چپاں کرتا ہے۔ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اس کی تفسیر پہلی تفسیر سے بھی بالکل غلط و مہمل ہے۔کیونکہ یہ خبر کسی روم کے بادشاہ پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔کسی نے ۶ سال ۴ ماہ ۲۰ یوم مقدس اور لشکر کو لتاڑا۔اور پوپ صاحبان پر تو بالکل چسپاں نہیں ہوسکتی جن کے لئے لفظ پوپ ہی اس کی ضمانت وکفالت کو کافی ہے۔

سنل چاپنسی کی تفسیر

سنل چاپنسی صاحب اپنی پیشگوئیاں ہیں میں تحریر فرماتے ہیں۔اور یہ کتاب ایسی ہے۔جس کے آخر میں صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔کہ "میں نے اس شرح کے مضمون کو دوانی (۱۳ ش / ۱۴۴۱ کو) پچاسی شرحوں سے لیا ہے"۔ لکھتے ہیں:۔ "ہمیشہ سے یہ امر بڑا مشکل ہے۔کہ اس مدت کا مبداء کس زمانہ کو ٹھہراویں۔ اور اکثر کے مختار کے موافق ان چار زمانوں میں سے جن میں چار فرمان ایران کے بادشاہوں کے جاری ہوئے۔ایک زمانہ ہے۔یعنی پہلا زمانہ ۵۳۶ ؁ قبل ولادت مسیح۔جس میں کورش کا فرمان جاری ہوا۔دوسرا زمانہ ۵۱۸ ؁ قبل مسیح جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔تیسرا زمانہ ۴۵۷ ؁ قبل مسیح جس میں اردشیر کا فرمان عزرا کو ملا تھا۔چوتھا زمانہ ۴۴۴ ؁ قبل مسیح جو اردشیر کے جلوس کا بیسواں سال تھا اور یہاں دنوں سے مراد سال ہیں اور ان مبدؤں کے اعتبار سے اس پیشگوئی کا منتہی مفصلہ ذیل کے موافق ٹھہرتا ہے:۔

پہلے کے اعتبار سے ۱۷۶۴ ؁ دوسرے کے اعتبار سے ۱۷۸۲ ؁

تیسرے کے اعتبار سے ۱۸۴۳ ؁ چوتھے کے اعتبار سے ۱۸۵۶ ؁

پہلی اور دوسری مدت تو ان میں سے گذر گئی۔پس تیسری اور چوتھی اعتبار کے قابل ہیں اور تیسری قوی ہے۔اور میرے نزدیک یقیناً یہی ہے۔اس میں مسیح آنا چاہئے۔اور بعضوں نے اس کا مبداء اسکندر رومی کے خروج کو ایشیا کے ملک پر ٹھہرایا ہے۔اور اس کے موافق اس کا منتہی ۱۹۶۶ ؁ نکلتا ہے۔لیکن یہ غلط ہے۔کیونکہ یہ پیشگوئی اس پر چسپاں نہیں ہوتی" یہانتک خلاصہ کلام سنل چاپنسی صاحب کا تھا۔

اب میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۶ء
میں ہوئی تھی۔ اس کے لئے ہمارے پاس عین شہادت ہے۔ آج سے کچھ دیر پہلے کے
رسالہ ریویو کو ہی پڑھیں۔ جو میں ارسال کرتا ہوں۔ اس میں ایک مضمون "احمد قادیانی زمانہ
کا رسول" درج ہے۔ جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب
مرحوم و مغفور مسیح موعود کے بڑے صاحبزادے اور جماعت کے خلیفہ بھی ہیں۔ تحریر کرتے
ہیں۔ کہ آپ تقریباً ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں
جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز قادیان جلد نمبر ۱۵ ص ۱ اور حضرت صاحب
کی سوانح عمری۔

ہمارا حساب باد لیل } مگر ہم کہتے ہیں کہ مسٹر جانسی صاحب جو حضرت اقدس
مرزا صاحب سے کئی سال قبل لکھ گئے۔ یہ عین بائیبل
کے علم محاسبہ و علم تفسیر کے مطابق لکھ گئے۔ جو بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ بائیبل کی
رو سے پیشگوئیوں میں دن سے مراد سال ہوا کرتا ہے۔ زبور ۹۰۔ آیت نمبر ۴۔ اور نمبر ۲
پطرس تیسرا باب آیت ۸ جن میں لکھا ہے۔ پر اے عزیزو یہ بات تم پر چھپی نہ رہے۔ کہ
خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس۔ اور ہزار برس ایک دن کی برابر ہے"۔ اور کئی
مقامات سے بھی ایسا واضح ہوتا ہے۔ اب بموجب دانی ایل دو ہزار تین صد دن کے بعد
مقدس پاک و صاف کیا جائیگا۔ دو ہزار تین صد برس کے عرصہ میں سے وہ عرصہ تفریق
کرو جو قبل مسیح دانیال نبی کا زمانہ تھا۔ یعنی چار صد تریسٹھ سال قبل مسیح دانی ایل نبی ہوئے
ہیں۔ اب چار صد تریسٹھ سال اگر دو ہزار تین صد سال کے مجموعہ میں سے منہا کئے جاویں
تو باقی ایک ہزار آٹھ صد سینتیس رہتے ہیں۔ اور اسکو زمانہ نزول مسیح کہا جاتا ہے۔ اور
کہا جاتا تھا۔ جیسا مسٹر جانسی صاحب کی کتاب سے ظاہر ہے۔ مگر چونکہ لوگ عقیدۃً
آسمان سے نگاہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس لئے سب ناامید و مایوس ہو کر رہ گئے۔ مگر ان
کو کیا معلوم تھا کہ واقعی ۱۸۳۶ء میں مسیح کا نزول ہو چکا ہے۔ اور وہ پیدا ہو گیا ہے۔ بھلا
اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل آپ چاہتے ہیں۔

اور یہ بات کہ قبل مسیح چار صد تریسٹھ سال دانی ایل نبی ہوئے۔ کیونکہ معلوم ہوا ہے (...) تو میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ اور اگر بالفرض معلوم نہ ہو تو بیبل کے مجموعہ میں سے کتاب دانی ایل دیکھیں۔ اس کے اخیر کے باب ربع میں ہم۔ یعنی باب نمبر ۱۲ کے مقابل آپ لکھا پائیں گے۔ قبل مسیح ۵۳۴ ؁ ۔ اب دانی ایل کی عمر ۷۱ سال اس مجموعہ پانصد چونتیس میں سے تفریق کریں۔ تو باقی پورے چار صد تریسٹھ سال رہجائیں گے۔ اور یہ آپ کے مسلمات میں سے ہے۔ اسکو جمہور یہودی و مسیحی مفسرین نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں۔ یا جان سکیں گے۔ اب آپ خیال فرمادیں۔ کہ مسیح سے چار صد تریسٹھ سال قبل دانی ایل پیدا ہوئے۔ ادھر دانی ایل ہی خبر دیتا ہے کہ دو ہزار تین صد سال کے بعد مقدس صاف کیا جائیگا۔ مقدس کب صاف ہوگا۔ یہ تو آپ بھی تغیر نہ یقین رکھتے۔ اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے آنے پر پس اس پیشگوئی کے مطابق ۱۸۳۷ء میں نزول مسیح چاہیئے۔ کیونکہ پیشگوئی صاف مسیح کے لئے ہے۔ ورنہ مہمل ہے۔ جس کے کچھ معنی و تفسیر نہیں۔ ادھر ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ۱۸۳۷ء میں ہی وہ شخص پیدا ہوا جو مسیح موعود ہونیکا مدعی ہے۔ اور پیدا ہونا اپنا اختیار نہیں پس آپ خوب سوچیں۔ کہ کیا اس سے زیادہ روشن تر دلیل بیبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے صداقت مرزا صاحب پر اور کیا ہو سکتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ اس رویا کی تعبیر جو اسی باب میں لکھی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔ "کہ یہ آخری زمانہ کی بابت ہے"۔

جھوٹے مسیح کون ہیں { خداوند کا یہ فرمان کہ "میرے بعد جھوٹے مسیح آئیں گے" کیا معنی رکھتا ہے۔"

بزرگ دوست کیا خوب ہوتا۔ جو آپ خود ہی جان جاتے اور آپ خوب جانتے ہیں اور اگر اب بھی آپ کو نہ معلوم ہوا ہو۔ تو مقدس مارٹن لوتھر سے پوچھ لیں۔ وہ آپ کو خوب بالتوضیح و تشریح بتادیں گے۔ کہ کون جھوٹے مسیح ہیں۔ کون ہیں جو اس کے نام پر آتے ہیں اور بدعات نکالتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس کا دین خراب کر دیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ پراٹسٹنٹ مذہب کے علماء و فضلاء اور سارے پیشوا یہ کہتے ہیں کہ ۳۲۵ء سے لیکر مارٹن لوتھر سے پہلے تک عیسائی مذہب بالکل ایک بت پرست مذہب تھا۔ جس کو ان لوگوں نے جو مسیح کے

جھوٹے جانشین یعنی جھوٹے مسیح تھے۔ خراب کردیا ہوا تھا۔ کیا آپ کو مقدس پطرس کے یہ الفاظ یاد نہیں۔ آپ ان کی تفسیریں پھر غور سے پڑھیں کہ "پر جھوٹے نبی بھی اس قوم (یعنی جس قوم کے مسیح خداوند تھے۔ یہودا) میں تھے۔ جس طرح کہ جھوٹے معلم تم میں بھی ہونگے" پطرس نمبر ۲ $\frac{۲}{۱}$ تا آخر اب دیکھیئے مقدس پطرس صاف فرماتے ہیں۔ کہ "تم میں جھوٹے معلم ہونگے" ویسے ہی جس طرح پہلے جھوٹے نبی ہوا کرتے تھے۔ جن پر یرمیاہ نبی واویلا کرتے ہیں۔ اگر جھوٹے نبی آنے ہوتے تو ضرور الگ طور سے یوں لکھ دیتے کہ تم میں بھی جھوٹے نبی ہونگے۔ ہاں جھوٹے مسیح ضرور آگئے۔ جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو مسیح کا جانشین قرار دیتے اور دنیا بٹورتے ہیں۔ وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ کون ہیں۔ اب ان کا زور نہیں رہا[ا] اب تو سچے مسیح کا زمانہ ہے۔ اب میں نے آپ کی سب باتوں کا جواب دیدیا ہے۔ رسالہ جس میں یہ جواب شائع ہوگا۔ آپ کو ارسال کردیا جائیگا۔ اس خط کے جواب میں آپ کی تمام شرائط تحریر فرمودہ حرف بحرف پوری کردیگئی ہیں۔ بمنصف مزاجوں پر ظاہر ہے۔ کہ اس سے روشن تر دلیل کسی نبی کی صداقت کے واسطے نہیں مل سکتی۔ مگر چونکہ یہ نبی ذی شان اور تمام دنیا کے پہلے انبیاء علیہم السلام کا موعود نبی تھا اس لئے خدا تعالےٰ نے اس کے واسطے بائبل جیسی کتاب میں جو آئے دن محرف و مبدل ہوتی رہتی ہے۔ ایسی روشن واضح بین دلیل محفوظ رکھی۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ (عبد الخالق)

[ا] آپ یوحنا کے خط اول کا یہ مقام بھی بغور پڑھیں۔ تا معلوم ہو کہ جھوٹے مسیح کون ہیں اس میں لکھا ہے "اے بچو آخری زمانہ ہے۔ اور جیسا تم نے سنا ہے۔ کہ مسیح کا دشمن آتا ہے۔ سو ابھی مسیح کے بہتیرے دشمن ہوئے ہیں۔ اس سے ہم جانتے ہیں۔ کہ آخری زمانہ ہے" یوحنا کا خط $\frac{۲}{۱۸}$

دیکھیئے صاحب وہ جھوٹے مسیح تو خود بقول یوحنا حواری بہت مدت گذرے آچکے لیکن آپ تاحال ان کا پتہ ہم سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کا پتہ تو انجیل میں اور پھر مقدس مارٹن لوتھر کی تصنیفات میں مکمل موجود ہے۔ پر آپ دانستہ بات چھپاتے ہیں۔

مُباحثہ کپورتھلہ

جوایک عیسائی اور احمدی کے مابین ہوُا

یہاں کپورتھلہ میں کرنل الطاف علی خان صاحب کی کوٹھی میں اسلام اور عیسائیت کی صداقت پر مناظرہ ہوُا۔ اسلام کی طرف سے شیخ عبدالخالق صاحب قادیانی اور عیسائیت کی طرف سے مسٹر عبدالحق صاحب پادری ایڈیٹر اخبار نور افشان مناظر تھے یہ مناظرہ بصدارت لالہ دُرگا داس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۷، ۲ اگست ۱۹۱۸ء کو ساڑھے چار بجے دن کے ہوُا۔ جسمیں اہل ہنود۔ اہل اسلام عیسائی۔ آریہ۔ سکھ صاحبان کی بڑی اچھی تعداد تھی۔ عبدالحق صاحب پادری مدعی الوہیت مسیح کے تھے۔ قبل از مناظرہ شیخ عبدالخالق صاحب کی طرف سے یہ شرط پیش ہوئی۔ کہ مناظرین کو اس کا خیال رہیگا۔ کہ جو دعویٰ اور دلیل پیش ہو وہ اپنی مسلمہ الہامی کتاب سے ہونی چاہیئے۔ مگر مسٹر عبدالحق صاحب نے عام مجمع میں اس کا اعتراف کیا کہ ان کی الہامی کتاب یعنے بائبل اس سے خالی ہے یہ صرف قرآن کریم میں ہے۔ کہ وہ اپنے دعوے پر دلیل لاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کو ابتدائے نزول میں مختلف مذاہب سے بحث کرنی پڑی ہے۔ مگر بائبل میں بجز ایمان لانے کے اسکے متعلق کوئی دلیل نہیں دیگئی۔ اسیوجہ سے مسٹر عبدالحق صاحب نے اپنی تقریر اثبات الوہیت مسیح میں دلیل تو کیا مجرد دعوے بھی اناجیل سے پیش نہیں کیا۔ شیخ صاحب ممدوح نے اُن کے جواب میں جس وضاحت اور زور سے الوہیت مسیح کا بطلان عہد عتیق اور عہد جدید سے ثابت کیا۔ اور صدہا حوالجات پیش کر کے اپنے مطالبات عیسائیوں پر قائم کئے۔ ہم خدا کو

حاضر و ناظر جان کر انصاف سے ظاہر کرتے ہیں کہ مسٹر عبدالحق صاحب اسکی تردید نہیں کر سکے۔ بلکہ شیخ صاحب نے دو دفعہ بڑے زور سے چیلنج دیا کہ اگر موجودہ تثلیث پادری صاحب کتب بائبل سے ثابت کر دیں۔ تو وہ اسی وقت یکصد روپیہ ان کی نذر کرینگے۔ مگر پادری صاحب کو بجز سکوت کے کچھ بن نہ پڑا۔ بعد اسکے جلسہ برخاست ہوا۔ اور دوسرے دن ۲۸۔ اگست کو اہل اسلام کی طرف سے تقریر کتب بائبل کے مُبدل اور محرف ہونے پر تھی۔ اور یہ تقریر ۲۹ر اگست کو مفصل اور مشرح طور پر شیخ صاحب بموجودگی مسٹر ہوز کر چکے تھے اس لئے پادری صاحبان سے کوئی بھی باوجود طلبی کے میدان مناظرہ میں نہ آیا اور راہ فرار اختیار کی۔ اور شیخ صاحب نے پھر مفصل طور پر تحریف اناجیل پر تقریر کی۔ اور مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری نے قرآن کریم سے مدلل طور پر معقولی رنگ میں الوہیت مسیح کی تردید کی۔ اور پھر دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ ہم سب حلف سے ایماناً ظاہر کرتے ہیں کہ اس مناظرہ میں عیسائی صاحبان کو سخت زک اٹھانی پڑی۔ اور ان کو ... ... شکست ہوئی

شرائط مناظرہ

کپورتھلہ کے مسیحی صاحبان کے سکرٹری مسٹر ایم این ہوز وکیل نے جماعت احمدیہ کپورتھلہ کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا تھا جسپر بحکم حضرت اقدس میں ہمراہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کپورتھلہ مناظرہ کے لئے آیا۔ آنے پر معلوم ہوا کہ مسیحی صاحبان کا کوئی مناظر یہاں موجود نہیں۔ مسٹر ایم این ہوز نے مطلع ہونے پر منشی عبدالحق ایڈیٹر نور افشاں لودھیانہ کو تار دیا۔ اور پھر ایک آدمی بھیجا۔ مگر وہ نہ آئے۔ چونکہ ہم لوگ صرف مناظرہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اسلئے مینے تحریک کی کہ کوئی ہم میں سے جاکر منشی صاحب موصوف کو لے آوے اسپر ایک آدمی ہم نے اپنا بھیج کر منشی صاحب کو بلایا۔

شرائط کا تصفیہ

ہماری طرف سے صرف ایک شرط یہی پیش کی گئی کہ "ہر مدعی پر فرض ہو گا کہ دعوے اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے پیش

کرے۔ اس شرط کو مسیحی صاحبان کے مناظر منشی عبدالحق صاحب نے تا دم آخر تسلیم نہ کیا۔ اگرچہ ہماری یہ شرط نہایت معقول ۔۔ تھی۔ لیکن اس شرط کے نہ تسلیم کرنے پر بھی ہم مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لہذا ۲۷۔ اگست ۱۹۱۸ء کو شام کے ۴½ بجے مناظرہ شروع ہوا۔ انتظام قائم رکھنے کے لئے جناب لالہ دُرگا داس صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپورتھلہ پریزیڈنٹ قرار پائے۔ حسب شرائط قرار دادہ مسیحی صاحبان الوہیت مسیح کے مدعی تھے۔ اور احمدی صاحبان مدعا علیہ۔

مسیحی مناظر کی تقریر

منشی عبدالحق صاحب مسیحی مناظر نے پورے ساڑھے چار بجے اپنی تقریر شروع کی۔

آپ نے بیان کیا کہ "یہودیوں نے مسیح خداوند پر اعتراض کیا تھا کہ یہ انسان ہو کے اپنے تئیں خدا کہتا ہے۔ اس کا جواب جو مسیح خداوند نے فرمایا تھا وہ یہ ہے۔ اس پر آپ نے یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کی اکیسویں آیت سے لے کر بتیسویں آیت تک پڑھ کر سنایا۔ اور بتلایا کہ کس طرح مسیح کو خدا ہونے کا دعوے تھا۔ اور دلیل میں اسنے اپنے اچھے کام یعنے اعجازی قوت کو پیش کیا ہے۔ (۲) اسکے بعد آپ نے متی ۲۷/۱۱ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا۔ مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا۔ مگر بیٹا یا جس پر بیٹا ظاہر کرنا چاہے۔ اور استدلال کیا کہ خدا کو بھی ظاہر کرنے کا کام مسیح کے سپرد کیا گیا ہے۔ پھر کیا وہ خدا نہیں تو اور کیا ہے۔ (۳) پھر اس کے بعد یوحنا ۱۸/۱ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اسی لئے ظاہر کیا۔ (۴) پھر آپ نے بیان کیا کہ خدا کی ذات جو نادیدنی ہے۔ بے حد ہے۔ اس پر بے دیکھے ایمان لانا بالکل مشکل ہے۔ جس طرح پہلے زمانوں میں خدا موسیٰ پر جھاڑی میں یا بجلی میں ہو کر ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح خدا نے تجسم اختیار کرکے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کیا تا باعث ازدیاد ایمان ہو۔ عینی مشاہدہ تسلیم کے لئے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ اور اس کو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح خدا کی آواز

لامحدود ہے۔ لیکن تو بھی خدا مختلف زمانوں مختلف اشخاص کے ساتھ ہمکلام ہوا۔ تو بھی نہ وہ اور نہ اس کی ذات محدود کہی جا سکتی ہے۔ اس طرح تجسم اختیار کر کے جو اس نے ظہور فرمایا۔ وہ محدود نہیں کہا جا سکتا ہ

(۵) پھر علاوہ ازیں مسیح جو کلمۃ اللہ ہے یعنی کلام ہے وہ خدا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ کلام قدیم ہے۔ اور کلام صفت ہے۔ پھر جس صورت میں موصوف ازلی ہے تو کلام جو صفت ہے ضروری ازلی و ابدی ہے۔ پس جس طرح خدا جھاڑی میں ظاہر ہوا یا تجلی میں اس کا ظہور ہوا اسی طرح مسیح میں خدا کا ظہور ہوا۔ اور اسی کلمۃ اللہ سے ساری دنیا اور جو کچھ ہے پیدا ہوا۔ مسیح کے تجسم سے پہلے بھی خدا فرشتوں کی شکل میں اُترا۔ اور اپنے آپ کو انبیاء پر ظاہر کیا۔ یہ ایک مسیح کے تجسم کے واسطے اشارہ تھا۔ لہٰذا ایک انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا

(۶) اور اس پر بائبل کی سند موجود ہے۔ مسیح کو خدائی نام اور صفات بائبل میں منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ یشعیاہ ۹ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ " رومیوں کے خط میں خدائے محمود مسیح کو کہا گیا ہے۔ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ " پیشتر اسکے کہ ابراہیم ہوا میں ہوں " پھر مسیح کہتا ہے کہ اے باپ مجھے اس جلال سے حصہ بخش۔ جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ تھوما حواری نے مسیح کو کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ مسیح نے اس لقب کو قبول کیا۔ پھر مسیح نے کہا کہ میں دنیا کے آخر ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ اور میں اس کا ضرور ذکر کروں گا۔ کہ کیوں مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیوں کوئی دوسرا انسان اس طرح پر پیدا نہیں ہوا۔ یہ اس کی الوہیت کی بیّن دلیل ہے۔ کیوں انسانی نطفہ سے پیدا نہ ہوا۔ انسانی تاریخ میں کیوں بغیر باپ کے پیدا ہونے کے واقعہ کو کسی دوسرے کی جانب منسوب نہیں کیا گیا۔ پھر بائبل میں اس کو عمانوایل کا لقب دیا گیا ہے۔ پھر سب سے بڑا معجزہ اس کا مردوں میں سے زندہ ہونا ہے۔ پولوس رسول کہتا ہے کہ یہ مردوں کی قیامت کی ایک دلیل ہے ہ

(۷) پھر علاوہ ازیں قرآن شریف میں اسکی معجزانہ پیدائش کا مفصل ذکر ہے۔ اس کو

آدم اوّل سے تشبیہ دے کر گویا آدم ثانی کہا گیا۔ ذکیا کے لفظ سے الوہیت ثابت ہے خدا خلق کر سکتا ہے۔ اس کو خلق کہنے کا اختیار ہے۔ یہی لفظ اسکے لئے استعمال ہوا۔ لہٰذا وہ خالق و مالک ہے ٭

احمدی مناظر کی تقریر

پادری صاحب نے یہ تقریر نصف گھنٹہ میں کی۔ اسکے بعد مجھے نصف گھنٹہ وقت دیا گیا اور میں نے اسطرح پر جواب سنانا شروع کیا۔

معزز حاضرین! جو کچھ پادری صاحب نے کہا وہ آپ نے سنا۔ اور پادری صاحب نے خوب کیا کہ چند بائبل کی آیات بھی پیش کیں یہی میں چاہتا تھا۔ اب میں جواب سناتا ہوں۔

مسیح نے کن معنوں میں اپنے آپکو خدا کہا

اوّل مسیح نے یوحنا $\frac{10}{34 \text{ تا } 36}$ میں کیا کہا۔ اور اپنے آپ کو کن معنوں میں خدا کہا۔ سو واضح ہو۔ کہ مسیح نے جب اپنے آپ کو خدا کہا اور یہودیوں نے کفر کا الزام لگایا تو مسیح نے ان کو جواب دیا کہ تمہاری کتابوں میں ان کو خدا کہا گیا ہے۔ جن پر کلام الٰہی اُترا۔ یعنے انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب مقدس باطل ہو۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہدیا۔ تو کیا کفر کیا ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ زبور $\frac{82}{6}$ میں انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ لہٰذا انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا کہا۔ بلکہ خدا کا بیٹا۔ آیت ۳۱۔ پس اگر زبور $\frac{82}{6}$ میں انبیاء کو حقیقی معنوں میں خدا کہا گیا ہے تو یوحنا ۱۰ باب میں بھی مسیح نے اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں خدا یا خدا کا بیٹا کہا ہوگا لیکن اب یہ امر ظاہر ہے کہ زبور $\frac{82}{6}$ میں سابقہ نبیوں کو حقیقی معنوں میں خدا نہیں کہا گیا ہے۔ خود مسیحی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اگلی آیت یعنی زبور $\frac{82}{7}$ میں صاف لکھا ہے کہ "تم بشر کی مانند مروگے"۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح مجازی رنگ میں زبور $\frac{82}{6}$ میں انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ اسی طرح یوحنا $\frac{10}{34}$ میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا مجازی رنگ میں کہا ہے نہ نبی حقیقی خدا تھے۔ نہ مسیح حقیقی خدا ہے ٭

لفظ الوہیم کے بائبل میں مختلف معنے۔

اور اب یہ امر یاد رہے کہ مجازی رنگ میں بائبل عبرانی میں لفظ خدا (الوہیم) ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے۔ جس میں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً استعمال ہوا۔ چنانچہ موسیٰ (۷/۱ و ۴/۱۶ خروج) سموئیل کی روح (۱ سموئیل ۲۸/۱۳و۱۴) قاضی لوگ (خروج ۶/۲۲ و ۸/۲۲ و ۹) دوسرے بادشاہ وحاکم (زبور ۱/۸۲ و ۶) مجازاً الوہیم کہے گئے۔ اور لفظ ایل مفرد حالت میں منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی معنوں میں عبرانی بائبل میں مستعمل ہوا۔ نمونہ کے طور پر یشعیاہ ۶/۹۔ حزقی ایل ۱۱/۳۱ و ۲۱/۳۲ جو خدنفر بادشاہ کے واسطے وغیرہ لہٰذا چونکہ انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا بلکہ خدا کا بیٹا کہا ہے۔ یعنی مجازاً ثابت ہوا کہ وہ خدا نہ تھے ؞

سب کچھ سونپنے سے کیا مراد ہے۔

دوم متی ۲۷/۱۱ باپ کی جانب سے مسیح کو سب کچھ سونپا گیا۔ خوب۔ اس سے مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ سونپی ہوئی چیز اس کی ذاتی ملکیت نہیں۔ یہ کمال حاصل کردہ ہو حاصل کردہ کمال ذاتی نہیں ہوا کرتا۔ بھلا آپ بتلائیں تو کہ مسیح کو تو خدا باپ نے سب کچھ سونپ دیا تھا۔ کیا خدا کو بھی کسی نے سونپا تھا یا اس کا ذاتی واصلی تھا۔ پس اس سے بھی مسیح خدا ثابت نہ ہوا ؞

یوحنا ۱۸/۱ کی تفسیر

سوم۔ یوحنا ۱۸/۱ دیکھو یوحنا کہتا ہے کہ خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لیکن اگر مسیح خدا تھا۔ تو مسیح کو دیکھنے والوں نے بوجہ احسن خدا کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن چونکہ مسیح خدا نہیں۔ اس لئے یوحنا انجیل نویس کا یہ کہنا کہ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ درست اور صحیح ہو سکتا ہے ورنہ کلام مہمل ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا کہ خدا کی ذات نادیدنی ہے بے شک صحیح ہے۔ اسلئے خدا نے تجسم اختیار کر کے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ درست نہیں۔ خدا کا اپنے آپ کو دکھانا کیوں ضرور تھا۔ تسلیم کرنے کے لئے غیبی مشاہدہ لابدی نہیں۔ آپ نے لنڈن نہیں دیکھا

تسلیم کرتے ہو۔ چند آدمیوں کے کہنے سے لکھوکھا انبیاء شہادت دیتے ہیں۔ خدا موجود ہے۔ آپ یقین نہیں کرتے عینی مشاہدہ طلب کرتے ہو پھر تجسیم اختیار کر کے اس ضرورت کو ہمیشہ کے لئے رفع نہیں کیا۔ اور یہی بتلاؤ مسیح سے پہلے لوگ خدا پر کس طرح یقین کرتے تھے پھر اب جبکہ وہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور آپ خود بھی اس کو نہیں دیکھتے کس طرح یقین کر رہے ہو۔ پھر لوگوں نے جس چیز کو مسیح کے وقت دیکھا تھا۔ وہ تو مسیح کا جسم تھا اور اب تم خود مسیح کے جسم کو خدا نہیں کہتے۔ تو خدا تو پھر نادیدنی ہی رہا پھر جناب پر روشن ہو۔ مجسم چیز محدود اور حادث ہوا کرتی ہے۔ لہذا آپ کا خدا محدود اور حادث ٭

خدا کی آواز اسی طرح سمجھ لو۔ جس طرح اس کے خلق کرنے کے اوزار۔ اپنی طرح کی آواز خدا کی آواز نہ سمجھو۔ اور کلام محدود نہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ قرآن شریف خدا کے کل کلمات کا مجموعہ ہے۔ مگر ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ خدا کے کلمات کا کچھ حصہ ہے۔ محدود تب ہو۔ جب ہم کہدیں کہ ½ مل گیا ہے۔ اور ½ باقی ہے۔ جب ہم تقسیم کلمات الہیہ نہیں کرتے۔ پھر محدود کیوں کر ہوا۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ ضروریات ہر زمانہ کے مطابق کامل و اکمل ہے۔ کہو کس طرح ہم کلام الٰہی کو محدود کہتے ہیں۔ "ہاں مسیح مجسم سارا خدا تھا۔ کلام قدیم ہے۔ اس لئے خدا ہے" غلط کہا۔ کلام صفت ہے۔ خدا متکلم موصوف ہو۔ صفت موصوف کے تابع ہوا کرتی ہے۔ جو تابع ہے متبوع کے مساوی نہیں ہو سکتا ٭

"مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ جس طرح جھاڑی[1] میں خدا ظاہر ہوا" بالکل درست ہے پس

---

[1] حاشیہ۔ منشی عبدالحق صاحب مسیحی نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ بلکہ کہدیا کہ حوالجات پھر لکھوادوں گا۔ مگر میں نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں آپ عبارت پڑھتے جاویں۔ حوالجات میں زبانی بتلاتا جاؤنگا۔ اسیر میں حوالجات بتلاتا گیا۔ اور انہوں نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ یہ جھاڑی والا حوالہ بھی اور بجلی والا حوالہ میں ان کو بتلاتا ہوں۔ بجلی والا حوالہ خروج ۱۹: ۱۹: ۸۔ ۲۱: ۱۹۔ وغیرہ ٭

جس طرح جھاڑی یا بجلی میں خدا ظاہر ہوا تھا۔ اور وہ خدا نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ اور مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مظہر الٰہی اور اس طرح توحید الٰہی میں کسر نہیں آتی۔ کیونکہ لکھا ہے "ساری زمین خداوند کے جلال سے معمور ہے۔ یسعیاہ ۳/۶ جس میں خدا ظاہر ہو۔ آگ میں پانی میں پہاڑ میں۔ بیابان میں چاند میں۔ سورج میں ستاروں میں۔ انسان میں۔ ایماندار میں۔ مسیح میں۔ کسی کو خدا مت کہو یہی کہو کہ فلاں شخص میں فلاں شے میں خدا ہے نہ کہ فلاں شے یا فلاں شخص خدا ہے۔ پس جھاڑی یا بجلی والی مثال کو خدا کے **اوتار** لینے سے کیا سروکار۔

کلمۃ اللہ سے دنیا کی پیدائش۔

"کلمۃ اللہ سے ساری دنیا پیدا ہوئی" مسیح سے کئی ہزار سال پہلے بھی دنیا موجود تھی۔ بعد میں موجود۔ جب وہ صلیب پر مر گیا تھا۔ اس وقت بھی قائم رہی تھی۔ پھر وہ قیوم کیسے اسکے بغیر بھی دنیا قائم تھی۔ اور موجود ہے۔ اس سے کس طرح پر پیدا ہوئی۔ ثبوت پیش کرو۔

کلمۃ اللہ مجسم ہونا صحیح نہیں۔

"خدا نے فرشتوں کی شکل اختیار کی"۔ مگر آپ نے حوالہ نہیں دیا۔ غالباً پیدائش ۱۸/ا تا آخر کی نسبت اشارہ ہے۔ تو فرمایئے کہ اگر وہ تین مرد خدا تھے۔ تو پھر انہوں نے ابراہام کی ضیافت کیسے قبول کی۔ بچھڑا گھی میں بھونا ہوا کھایا۔ پاخانہ کی حاجت نہ ہوئی؟ کھانے پینے والا خدا صرف عیسائیوں کا خدا ہے۔

"انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا" فرمایئے۔ خدا پیٹ میں کیسے رہ سکتا ہے۔ دو روحیں ایک جسم میں کس طرح حلول کرتی ہیں۔ ذرا فلسفہ سے ثابت کرو۔ درانحالیکہ ایک روح محدود اور دوسری لامحدود ہو۔ جواب دیویں۔

مسیح کا کوئی معجزہ بے نظیر نہیں

اور یہ جو کہا۔ کہ اعجازی قوت مسیح نے دلیل میں پیش کی تھی۔ کہ وہ الٰہی ذات مجسم ہے۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ کوئی معجزہ مسیح کا پیش کریں۔ میں وہی معجزہ سابقہ انبیاء کا

کا دکھلاتا ہوں تو کیا وہ بھی خدا تھے۔ اسپر میں ذیل کا نقشہ جو معجزات مسیح کے مقابلہ میں فروری ۱۵ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں بعنوان الوہیت مسیح .. .. .. راقم مضمون ہذا نے دیا تھا۔ پیش کرتا ہوں۔

نمبر اعجاز	نام انبیاء	کتاب جسمیں معجزہ کا ذکر ہے	قسم معجزہ	کیفیت
۱	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے کوڑہے اچھے کئے	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۵/۸ تا ۱۴	الیشع نبی نے 〃 〃 〃	
۲	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے اندھونکو بینائی بخشی	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۶/۱۷	الیشع نے 〃 〃 〃	
۳	یسوع مسیح	اناجیل	ایک خشک ہاتھ والے کا ہاتھ درست کیا	
	ایک مرد خدا	سلاطین ۱ ۱۳/۱ تا ۱۰	〃 〃 〃	
۴	یسوع	اناجیل	پانچ روٹیوں سے کئی آدمی سیر کئے	
		سلاطین ۲ ۴/۴۴	بیس روٹیوں سے سینکڑوں آدمی سیر کئے	
۵	الیشع	اناجیل	پانی سے مے بنانا	

خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ غلط ترجمہ ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ مسیح کو یسعیاہ ۹/۶ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ کہا ہے" غلط ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ 'خدائے قادر' کیا ہے۔ وہ اصل زبان عبرانی میں ایل ہے۔ الوہیم اس کی جمع بابل کے مندروں میں الوہ کرکے لکھا جاتا تھا۔ اس لفظ کے معنے ہیں حاکم۔ زور آور۔ زبردست یہی لفظ حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ میں بنوخد نضر بادشاہ کے واسطے آیا ہے۔ وہاں تحریف سے اس کا ترجمہ زور آور زبردست حاکم لکھ دیا لیکن لفظ وہی ایل ہے۔ جو مسیح کے حق میں یسعیاہ ۹/۶ میں ہے۔ تو اب بنوخد نضر کو بھی خدا تسلیم کرلو۔ دوسرا لفظ ابدیت کا باپ عبرانی میں ہے۔ ابی عد۔ معنے اس کے عہد کا باپ ابی بمعنی باپ اور عد بمعنی عہد۔ جس طرح ابن الزمان زمانے کا بیٹا ابن السبیل

راستے کا بیٹا عربی کا محاورہ ہے۔ اور ابی عد سے مطلب یہ کہ ممتاز آدمی نہ کہ ابدیت کا باپ یہ دوسری تحریف معنوی ہے۔ جو یسعیاہ کی ایک آیت میں کی ہے ؂

خدائے محمود یسوع کو نہیں کہا۔ بلکہ خدا کو

اور یہ جو کہا کہ مسیح کو رومیوں میں خدائے محمود کہا ہے غلط ہے۔ یہ ایک تحریف معنوی ہے۔ اصل میں ترجمہ ہے۔ خدائے مبارک اور حوالہ جو آپ نے نہیں بتایا وہ رومیوں ۹/۵ ہے۔ اور یہ آیت خدا کے حق میں ہے۔ یونانی زبان میں لفظ مبارک کے واسطے دو لفظ εὐλογημένος (یولوگے میناس) εὐλογητός (لولوگے تاس) ہیں۔ موخر الذکر یعنے لفظ لولوگے تاس بمعنی مبارک صرف خدا کے واسطے انجیل میں آیا ہے۔ مسیح کے حق میں یہ لفظ اناجیل میں ایک بار بھی نہیں آیا۔ پولوس رسول اپنے خط بنام اہل کرنتھس ۲ ۱۱/۳۱ میں بھی لفظ خدا کے لئے استعمال کرتا ہے پھر روم ۱/۲۵ میں بھی یہ لفظ خدا کے لئے استعمال کیا گیا۔ یہاں بھی وہی لفظ ہے جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ آیت خدا کے حق میں ہے نہ کہ مسیح کے حق میں۔ پھر علاوہ اسکے کئی تراجم مستند ہیں۔ مگر قلت وقت کے لحاظ سے وہ میں پیش نہیں کرسکتا۔ پھر یہ جو کہا ہے۔ کہ تھوما کا اقرار اس نے مسیح کو خدا کہا۔ غلط ہے۔ حوالہ اس کا یوحنا ۲۰/۲۸ ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ تھوما کس بات کا منکر تھا۔ کیا الوہیت مسیح کا؟ نہیں۔ بلکہ قیامت مسیح کا منکر تھا۔ پھر اس اقرار کو الوہیت مسیح سے کیا علاقہ۔ اور اگر اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو معلوم ہو کہ یہ ایک یہودی محاورہ تہا۔ جب خدا کو شاہد کرنا مقصود ہوتا۔ یہودی مخاطب کو خطاب کرتے ہوئے آسمان کی طرف منہ کرتے اور کہتے کہ "اے میرے خدا (گواہ رہیو) اے میرے خداوند مخاطب کو کہتے۔ کئی جگہ یہ محاورہ استعمال ہوا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر ۲ سموئیل ۱۸/۱۱ میں استعمال ہوا ہے۔ یونتن نے داود سے کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ تو اب آپ فرمائیے۔ کیا داوُد خدا تھا۔ یونتن نے داوُد کو خدا کہدیا۔ افسوس آپ بائبل بالکل نہیں سمجھتے ؂

ابراہیم سے پیشتر ہونے کے کیا معنے

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ مسیح نے کہا ہے پیشتر اسکے کہ ابراہیم ہوا۔ میں ہوں۔ یوحنا ۵۸/۸ اس کو آپ سمجھتے نہیں۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں وہ εγω ειμι ہے۔ یہ لفظ اور مقامات میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا اے فیلبوس۔ میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (ειμι) اور تو نے مجھے نہ جانا۔ (یوحنا ۹/۱۴) یہاں پر ہوں رہتا آیا ہوں کے معنے ادا کرتا ہے۔ جسمیں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے۔ اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے اسی طرح ہم آیت متنازعہ کے معنی یہی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم ہے۔ پس صیغہ حال میں ہاں پر زور دینے سے کچھ الوہیت کو سہارا نہیں مل سکتا۔ یونانی زبان میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ انجیل یوحنا میں اسکی بہت سی مثالیں ہیں۔ دیکھو یونانی یوحنا ۵/۱۳ و ۱۵ و ۶/۲۴، ۲۳ و ۱۱/۴ و ۱۱/۲ و آیت ۱۵/۲۴ وغیرہ۔ پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوا "میں تھا" بہت درست اور صحیح ہے۔ دیکھو ونیر صاحب یونانی گرامر اس آیت کی نسبت +

پس "میں ہوں" غلط ہوا۔ بلکہ "میں تھا" درست ترجمہ نے الوہیت کا وہم باطل کر دیا۔ اور درست ترجمہ صحیح ہونے پر ایک دوسری دلیل ہے۔ وہ یہ کہ طالمود والی روایت کا جواب البنزرہ سے مروی ہے۔ مسیح اعادہ کرتا اور اپنے اوپر چسپان کرتا ہے۔ اور اگر اب بھی "میں ہوں" پر زور دو۔ تو یاد رہے کہ "یہ میں ہوں" ہو رہب والا نہیں "میں ہوں" اسکے کہنے سے لوگ اگر خدا بن جایا کرتے ہیں۔ تو یاد رہے۔ اسی باب کی آیت ۲۴ میں مسیح فرماتے ہیں "اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں۔ تو تم اپنے گناہوں میں مروگے" اسی طرح آیت ۲۸ میں عبودیت کا اقرار پھر میں یہی یوحنا ۱۹/۱۳ اور ۶/۱۸ ان سب مقامات میں اگر میں ہوں سے مراد یہوواہ ہے تو پھر اس جنمی اندھے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے

سے نکالا۔ اور جب اُس نے ان لوگوں کے جواب میں جو اس کی صحت تشخص پر شک کرتے تھے۔ کہا۔ میں ہوں۔ یوحنا ۹ ؎ اور پھر جھوٹے مسیح بھی یہی کہینگے کہ "میں ہوں" مرقس ۱۳ ؎ لوقا ۲۱ ؎۔ بہر حال ثابت ہوا کہ اس آیت کے لفظ میں ہوں سے مسیح ؑ نہیں ہو سکتا ؛

دُنیا کے آخر تک ساتھ ہونے کا مطلب۔

اور یہ جو کہا کہ مسیح نے کہا۔ میں دُنیا کے آخر ہونے تک تمہارے ساتھ ہوں۔ متی ۲۸ ؎ یا "جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہونگے۔ وہاں میں آپ ان کے درمیان ہوں گا۔ متی ۱۸ ؎۔ اس سے مسیح حاضر ناظر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو پولوس بھی حاضر ناظر ہے۔ چنانچہ ۱ کرنتھی ۵ ؎ میں وہ صاف کہتا ہے کہ "اگرچہ میں جسم کے اعتبار سے موجود نہ تھا۔ مگر رُوح کے اعتبار سے حاضر ہو کر گویا بحالت موجودگی ایسا کرنے والے پر یہ حکم دے چکا ہوں۔ اب بتاؤ۔ کیا مسیح مجسم ہو کر ہر ایک کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رُوح کے وسیلہ سے۔ تو اب معلوم ہو کہ رُوح کے وسیلہ سے پولوس بھی حاضر و ناظر ہے۔ پھر علاوہ اسکے پولوس دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ کیونکہ میں گو جسم کے اعتبار سے دور ہوں۔ مگر رُوح کے اعتبار سے تمہارے پاس ہوں۔ اور تمہاری باقاعدہ حالت اور تمہارے ایمان کی جو مسیح پر ہے مضبوطی دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ کلسیوں ۲ ؎۔ اب بتاؤ۔ اس جگہ تو تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ پس اگر جسم کے ساتھ مسیح حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے تو پولوس بدرجہ اعلیٰ حاضر و ناظر بصیر و علیم ہے اور خدا ہے۔ اور اس طرح پر تثلیث بلکہ تربیع قبول کرو۔ پھر ۲ سلاطین ۵ ؎ میں جس واقعہ کا ذکر ہے۔ وہاں سے ثابت ہے کہ الیشع نبی بھی حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے۔ پس بائبل کی رُو سے حاضر اور ناظر ہونے کی صفت عام ہے۔ جو صرف مسیح کی خصوصیت نہیں ؛

یوحنا ۱۷ ؎ کی توضیح

پھر آپ نے جو یہ دلیل پیش کی کہ "اے باپ تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ

رکھتا تھا۔ بزرگی دے۔ یوحنا ۱۷:۵۔ اِس سے ثابت ہے کہ مسیح خدا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ آیت مسیح کی ازلیت پر دال نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو کچھ پیدائش سے پیشتر ہے۔ اس کو ازلی یا خود ہست سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ مسیح یہاں دنیا کی پیدائش سے پیشتر کا ذکر کرتا ہے۔ نہ پیدائش مطلق کا۔ دوم انجیل خود مسیح کو پیدائش کے اندر یعنی مخلوق تسلیم کرتی ہے۔ لیکن چونکہ پہلے ہونا اور پیچھے ہونا ترتیب خلق لازمی ہے۔ اس لئے اسے انجیل خلقت کا شروع یا پلوٹھا بھی کہتی ہے۔ قلسیون ۱:۱۵

سوم یہ کہ اس طرح ایماندار بھی ازلی اور خدا ہو جائینگے۔ کیونکہ اس پر انجیل کا محاورہ موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "خدا نے ہم کو بنائے عالم کے پیشتر مسیح میں چن لیا" افسیون ۱:۴۔ دوسری جگہ لکھا ہے "خدا نے ہمیں پاک بلاہٹ سے بلایا نہ ہمارے کاموں کے سبب۔ بلکہ اپنے ارادے سے۔ اور اس نعمت سے جو یسوع مسیح کے واسطے ازل سے ہمیں دیگئی" ۲ تمطاوس ۱:۹۔ آپ بتاویں کیونکر خدا نے ایمانداروں کو جو بنائے عالم کے بعد ہست ہوئے۔ بنائے عالم کے پیشتر چن لیا۔ اور یہ محاورہ عہد عتیق میں بھی موجود ہے۔ یرمیاہ کی نسبت خدا کا کلام یوں مرقوم ہے "پیشتر اس سے کہ مینے تجھے پیٹ میں خلق کیا۔ میں تجھے جانتا تھا۔ اور رحم میں سے تیرے نکلنے کے پیشتر مینے تجھے مخصوص کیا۔ اور قوموں کے لئے تجھے نبی ٹھہرایا۔ یرمیاہ ۱:۵۔

الفا و مگہ کس کے حق میں ہے

پس اگر یوحنا ۱۷:۵ کی رُو سے مسیح خدا ہے تو افسی ۱:۴ اور ۲ تمطاوس ۱:۹ کی رُو سے ایماندار اور یرمیاہ ۱:۵ کی رُو سے یرمیاہ سب خدا ہوئے۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مسیح اپنے آپ کو الفا و مگہ کہتا ہے مکاشفہ ۱:۸۔ اول تو یہ کلام مسیح کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا قادر مطلق کے واسطے ہے۔ دوم اگر تسلی نہ ہو تو دیکھ لو کہ مسیح کا کلام یہ ہے "مسیح نے کہا کہ میں اول اور آخر اور زندہ ہوں اور میں مؤا تھا۔ اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں۔ مکاشفہ ۱:۱۷، ۱۸ یہی مضمون مکاشفہ ۲:۸ میں ہے۔ اب ثابت کرو کہ خدا مر بھی جایا کرتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی وہ خدا کہلوا سکتا ہے۔ تو پھر عام انسانوں کے اور خدا کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے۔ مفصل جواب دو۔

مسیح بے باپ ہونے سے خدا نہیں ہو سکتا

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ لہذا وہ خدا ہے غلط ہے۔ کئی جاندار بغیر ماں باپ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ تو وہ بھی کیا خدا ہوئے۔ ملک صدق شالیم جس کی نہ عمر کا شروع نہ آخر نہ اسکی ماں نہ اس کا باپ۔ نہ نسب نامہ۔ عبرانی ۷/۳ پھر کیا یہ بھی خدا ہوا؟

اور یہ جو آپ نے کہا کہ اس کا نام عمانوائیل تھا۔ غلط ہے۔ جیسا کہ متی کی انجیل کے ۱/۲۵ سے ظاہر ہے۔ اس کا نام اس کی ماں نے یسوع رکھا تھا۔ جو عبرانی میں یشوع ہے پس کس نے اس کا نام عمانوائیل رکھا۔ جواب دو ؛

"انسانی تاریخ میں کسی کو بے باپ پیدا ہونے کا دعویٰ نہیں" آپ کی تاریخ دانی پر بٹہ لگ گیا۔ منگو خاندان کا مورث اعلیٰ تیمور کے مورث اعلیٰ کی نسبت بھی تواتر سے ثابت ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اول الذکر کی نسبت مشہور ہے کہ اسکی والدہ ماجدہ کو سورج دیوتا سے حمل ہو گیا تھا وغیرہ۔ لہذا آپ کا کہنا غلط۔ آپ تاریخ انسانی سے ناواقف ہیں ؛

مُردوں میں سے جی اُٹھنا

اور یہ جو آپ نے کہا "مُردوں میں سے زندہ ہوا" اس کا انجیل سے یا کسی مستند تاریخ سے بیرونی ثبوت پیش کرو۔ کہ کسی غیر عیسائی نے اسکی تائید کی ہو۔ اور شہادت ادا کی ہو کہ واقعی یسوع مُردوں میں سے زندہ ہوا تھا۔ ایسے بڑے مسئلے کو ایک عورت اور دو معمولی اشخاص کی شہادت پر تسلیم کر لینا عجیب بات ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا۔ قرآن شریف کی رُو سے وہ خدا ہے۔ زکی کا لفظ اسپر شاہد ہے۔ خلق کا لفظ ان کے لئے مستعمل ہوا وغیرہ۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ جمہور اہل اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے خواہ وہ متاخرین کا گروہ ہو یا متقدمین کا شیعہ ہوں یا سُنی۔ کسی نے آج تک اس مسئلہ الوہیت مسیح کو قرآن کی رُو سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ تمام اسکی تردید کرتے رہے ہیں۔ زکی تو یحییٰ کے واسطے بھی آیا ہے وحنانا من لدنا و زکوۃ۔ خلق کے لفظ کے آگے باذن اللہ بھی پڑھو ؛

اب میں آپ کی تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں۔ اب میرے چند مطالبات آپ کے

سامنے ہیں :-

اوّل یہ کہ انجیل میں جسقدر توحید کے حق میں آیات میری طرف سے پیش کی جاتی ہیں چاہیئے کہ کم ازکم ان سے نصف کی تعداد میں آپ تثلیث کے حق میں پیش کریں۔ متی ۱۰/۲۶و۲۹ و ۱۳/۳۴ و ۱۶/۲۵ مرقس - ۲۳/۲۳ و ۱/۲۴ و ۲۷/۴۶ و ۱۹/۱۶و۱۷ و ۲/۳۰و۳۳ و ۲۲/۴۵ و یوحنا ۱۷/۳ و ۱۴/۲۸ و ۱ تمط ۲/۵ وغیرہ۔

دوم یہ کہ اگر آپ بائبل سے لفظ تثلیث۔ اقنوم۔ اقانیم کی یگانگت۔ خدائے باپ خدائے بیٹا خدائے روح القدس دکھادیں یا کم ازکم لفظ تثلیث ہی دکھادیں تو میں اسی وقت آپ کو مبلغ یکصد روپیہ انعام دوں گا ؂

سوم۔ یہ کہ ہندو صاحبان کرشن جی مہاراج کو خدا کہتے ہیں۔ اور آپ لوگ مسیح کو خدا کہتے ہیں۔ آپ فرماویں کہ ہر دو میں مابہ الامتیاز کیا ہے کہ مسیح کو تو خدا تسلیم کریں۔ اور کرشن جی کو اس عہدہ سے محروم رکھا جاوے ؂

چہارم۔ یہ کہ ۱ کرنتھی ۸/۶ میں لکھا ہے۔ کوئی خدا نہیں مگر ایک یعنی باپ۔ یہی مضمون ۱۷/۳ میں باپ اکیلا سچا خدا ہے۔ پس کوئی خدا نہیں مگر باپ۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ مسیح باپ نہیں ہے۔ کلیسا کا مسلمہ قول۔ لہٰذا مسیح خدا نہیں ہے ؂

پنجم۔ یہ کہ بموجب عبرانی ۴/۱۵ کے مسیح تمام باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا۔ اور یعقوب ۱/۱۳ میں لکھا ہے کہ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مگر متی ۴/۱ میں لکھا ہے۔ مسیح آزمایا گیا اور اب ظاہر ہے کہ جو آزمایا جاوے۔ وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مسیح خدا نہیں

ششم۔ یہ کہ جس طرح مسیح یوحنا ۸/۴۰ متی ۱۹/۱۷ وغیرہ میں صاف الفاظ میں اپنی انسانیت کا اقبال کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی الوہیت کا بھی صاف طور سے اقرار کرے کیونکہ ممکن نہیں کہ ایسے بڑے مسئلہ کو اشارہ کنایہ میں اڑا دیا ہووے۔ پس آپ مطالبات کا ضرور جواب دیویں۔ میرا وقت ختم ہوگیا۔ اور دس دس منٹ شروع ہوئے

مسیحی مناظر کا جواب

منشی عبدالحق مسیحی اٹھے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا آپ میرا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ آپ نہیں جانتے۔ کہ

کلام کیسی صفت ہے۔ اور رحم کیسی صفت ہے۔ رحم تو مظلوم پر کیا جاوے گا۔ جب مظلوم نہ ہو رحم کس پر کیا جاوے گا۔

سمعی طریق اچھا نہیں ہے۔ اور وہ عینی مشاہدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اسپر آپ نے کئی منٹ سمعی طریق اور عینی مشاہدہ کے مقابلہ میں ضائع کر دیئے اور پھر کہا۔ خدا کا کلام کیوں محدود مانتے ہو۔ کیوں اسپر تجزی اور ترکیب کو حاوی کہتے ہو۔ پھر کہا کہ جس طرح مسیح نے مردے زندہ کئے۔ کسی دوسرے نے نہیں کئے۔ کس نے کہا اے لڑکی اُٹھ وغیرہ۔ پھر کہا کہ مسیح کے معجزات اور دیگر انبیاء کے معجزات میں یہ فرق ہے کہ دیکھو موسیٰ تو خود اپنے معجزے سے یعنے سانپ سے ہی ڈر گئے۔ مگر مسیح نہیں ڈرے پھر کہا کہ یہ جو کیڑے مکوڑے کی مثال آپنے پیش کی ہے۔ درُست نہیں۔ ان کے قانون تولید کو انسانی قانون توالید سے کیا علاقہ و نسبت وغیرہ۔ دس منٹ ختم ہوئے۔

احمدی مناظر کا جواب الجواب

مینے جواباً کہا۔ کہ اگر رحم مظلوم پر کیا جاویگا۔ اور بغیر اسکے رحم کچھ نہیں۔ تو فرمائیے۔ جب کوئی سامنے ہی نہ ہو۔ پیدا ہی نہ ہُوا ہو گا۔ کلام کس سے کیا جائیگا۔ یا یُوں ہی اِدھر اُدھر ٹہلتے ٹہلاتے خود بخود ہی چہ میگوئیاں کرتے یا رمالوں کی طرح خود بخود مُنہ میں گنگناتے رہتے تھے۔ اور اگر سمعی طریق اچھا نہیں ہے تو پھر مسیح سے پہلے لوگوں کی نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور خدا کو کلام کوئی نہیں تسلیم کرتا۔ یہ آپ کی مغالطہ دہی ہے ہم کلام پر تجزی و ترکیب حاوی نہیں کرتے۔ کس نے کہا ہے کہ اسقدر صفت کلام میں سے نازل ہو چکا ہے۔ اور اسقدر باقی پڑا ہے۔ بلکہ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ کلام میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔ نامعلوم کسقدر۔ مگر ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق کامل و اکمل ہے۔ پھر میں نے آپ کو بتایا کہ بموجب ۲ سلا ۴/۸ تا ۳۷ کے الیشع نبی نے اور ۱ سلا ۱۷/۱۸ و ۲۲ کے ایلیاہ نبی نے مردے زندے کئے۔ لیکن اگر آپ یہ کہدیں کہ اس لڑکی کو جسکو مسیح نے زندہ کیا تھا۔ کسی نے زندہ نہیں کیا بجز مسیح کے تو اسکا میں کیا جواب دوں گا۔ اور اگر موسےٰ سانپ سے ڈرے تھے۔ تو مسیح صلیب کو دیکھ کر۔

حالانکہ تجسم اختیار کرنے کی علت غائی ہی یہی تھی ۔ باقی رہی مثال جانداروں کی جو آپ کو ستاتی ہے ۔ تو معلوم ہو کہ مینے صرف یہ کہا تھا کہ جس طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کے اور جاندار خدا نہیں ہو سکتے ۔ اسی طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے مسیح خدا نہیں ہو سکتے ۔ مگر آپ خواہ مخواہ الجھتے ہیں ۔ اور مطالبات کا جواب ضرور دویں

مسیحی مناظر کی حرکات مذبوحی

اسکے بعد پھر مسٹر عبد الحق صاحب اُٹھے ۔ اور کہا ملک صدق کی نسبت معلوم ہو کہ مسیح اگر صلیب کو دیکھ کر ڈر گئے تھے ۔ تو کیا وہ معجزہ تھا ۔ کفارہ معجزہ نہیں ۔ اور مسیح کے سارے اختیار اپنے تھے ۔ اور متی ۱۱/۲۷ کی رُو سے سب کچھ اسے سونپا گیا ۔ اور آپ کو علم نہیں ہے کہ مسیح میں دو شخصیتیں نہیں تھیں ۔ اور ایک جسم میں دو روحوں کا حلول نہیں ہوا تھا ظہور اور حلول میں فرق ہے ۔ اور آپ کو خوب یاد رہے کہ باپ نے سارا اختیار بیٹے کو دیا ہوا ہے وغیرہ ؛

احمدی مناظر کی آخری ضرب

اسکے بعد میری باری آئی ۔ مینے جواباً کہا کہ ملک صدق کی نسب نامہ کی تاویل صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہو کہ ملک صدق تو ابراہیم کو اسوقت ملا تھا ۔ جبکہ اسرائیل ابھی پیدا نہیں ہوا تھا پھر یہودیوں میں اس کا شجرہ نسب کہاں سے ہوتا ۔ اور کفارہ اور صلیب اگر معجزہ نہیں ۔ تو پھر مسیحیت میں اور کوئی معجزہ ہی نہیں ۔ صلیب کے لئے ہی تو تجسم اختیار کرنا پڑا تھا ۔ اور مشنری صاحبان کفارہ کو تو اپنے مذہب کی خاص خصوصیت بتایا کرتے ہیں ۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے ۔ اور اگر سارے اختیارات مل گئے تھے تو زبدی کے بیٹوں کو کیوں محروم کیا گیا ۔ متی ۲۰/۲۳ ۔ قیامت کی گھڑی کا بھی علم نہیں ۔ متی ۲۴/۳۶ و مرقس ۱۳/۳۲ آپنے خود کہا کہ مسیح میں دو شخصیتیں تھیں ۔ مسیح میں خدا تھا ۔ اور یہ عقیدہ آپ کا از روئے کلیسیا کے مسلمہ عقیدہ کے کفر ہے ۔ اور ظہور و حلول میں کیا فرق ہے ۔ آپنے جواب نہیں دیا کہ دو ارواح ایک جسم میں کس طرح حلول کر سکتی ہیں ۔ درآنحالیکہ ایک ان میں کی لا محدود بھی ہو ؛

مگر ابھی اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہودیوں میں سے نہیں تھا ۔ اور دراصل ہوکر

اور آپ مسیح کو خدا کہتے ہو وہ تو نیک ہونے سے بھی انکار کرتا ہے۔ متی ۱۹/۱۵۔ اور اختیارات کی نسبت کہتا ہے۔ کہ کام وہی کرتا ہوں جو باپ کو پسند ہیں۔ یوحنا ۸/۲۹ اور باپ کے نام سے کام کرتا ہوں۔ یوحنا ۱۰/۲۵ و یوحنا ۱۴/۱۰۔ اور نیز کہتا ہے کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ یوحنا ۱۴/۲۸ اسکی ضرور تفسیر کریں۔ اور عقیدہ تثلیث سمجھادیں۔ میرا وقت ختم ہوا ٭

خاتمہ بحث منشی عبد الحق نے آخری وقت میں مطالبات کا جواب نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ سب لوگوں نے علی الاعلان ہماری فتح کا اقرار کیا۔ اور سب نے تسلیم کیا کہ پادری صاحبان کو سخت شکست ہوئی۔ چنانچہ پادریوں پر ایسا رُعب طاری ہُوا کہ باوجود اس امر کے کہ بموجب شرائط کے اگلے دن ہم مدعی تھے تحریف بائبل کا مضمون قبول نہ کیا۔ اور مباحثہ سے گریز اور فرار کیا۔ اگلے دن ۱/۲ ۴ بجے ہم نے اپنا جلسہ کیا۔ اور میں نے علی الاعلان پادریوں کو للکارا کہ آؤ مقابلہ کرو۔ مسٹر ہوز آئے۔ اور خاموش بیٹھ کر چلے گئے۔ ان تمام امور کے صدہا چشم دید شاہد موجود ہیں ٭

بالآخر میں جماعت احمدیہ کپورتھلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہر طرح وسیع پیمانہ پر فراخ دلی سے انتظام جلسہ کیا۔ اور بالخصوص منشی ظفر احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کپورتھلہ کا مشکور ہوں۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے مخلص اور کپورتھلہ کی جماعت احمدیہ میں بطور ایک روشن چراغ اور نعمت غیر مترقبہ کے ہیں۔ فقط

بندہ عبد الخالق نومسلم

ایڈیٹر۔ یہ شیخ عبد الخالق صاحب کا پہلا مضمون نزول المسیح ہے۔ جیسمیں انبیاء سے مسیح کا سن پیدائش از روئے بائبل بر بنائے مسلمات مفسرین بائبل بتایا گیا ہے نئی طرز سے عیسائیوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔ اور دوسرا مضمون تو ایک مباحثہ کی روداد ہے۔ فیصلہ احباب بصیرت خود کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ برادر موصوف کو جزائے خیر دے ٭

مسیح موعود کی صداقت پر

آیت لَوْ تَقَوَّلَ سے جو دلیل دی جاتی ہے

اس پر مخالف کی جرح کا جواب

احمدی جب آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل مسیح موعود کی صداقت پر پیش کرتے ہیں۔ تو اسپر غیر احمدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کا معیار ہے۔ دوسرے نبیوں کے لئے نہیں۔ نیز اسکے مقابلے میں وہ دو آیات پیش کرتے ہیں۔ پہلی آیت تو یہ پیش کرتے ہیں۔ ذٰلک بانّھم کانوا یکفرون بآیٰت اللّٰہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذٰلک بما عصوا و کانوا یعتدون اور دوسری یہ ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون۔

پہلا جواب۔ یہ ہے کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ تمام انبیاء کی صداقت کے لئے یہ معیار ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سپارہ ۲۶ سورہ احقاف رکوع ۱ میں فرماتا ہے قُلْ ما کنتُ بدعاً من الرسل۔ کہ میں کوئی ایسے طریق پر نہیں آیا۔ کہ جس پر پہلے رسول نہ آئے ہوں۔ اور اسلئے تم میری صداقت کو نہ جان سکو۔ بلکہ میری صداقت کے بھی وہی نشان ہیں۔ جو پہلے انبیاء کی صداقت کے تھے۔ پس اگر تو لو تقول علینا بعض الاقاویل آیت رسول کریم کے لئے صداقت کا معیار ہے۔ تو باقی انبیاء کے لئے بھی ہو گا۔ ورنہ خدا تعالےٰ رسول کریم کو مخاطب کرکے نہ فرماتا۔ قل ما کنت بدعاً من الرسل۔

دوسرا جواب۔ یہ عجیب بات ہے کہ رسول کریم جو سید المرسلین و خاتم النبیین و افضل خلق اللہ ہیں۔ ان کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ خدا پر جھوٹ باندھیں۔ تو ہم شہ رگ کاٹ دیں۔ اور اگر کوئی اور نبی جو ان سے کم درجے کے ہے خدا

پر جھوٹ باندھے۔ تو وہ اس حکم کے ماتحت نہ ہو۔ حالانکہ یہ خدا تعالیٰ نے ایک قانون باندھا ہے۔ کہ جو بھی مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ میں اسکی شہ رگ کاٹ دیتا ہوں۔ اور اپنے قانون کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ کہ اللہ کے قانون کے لئے تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس یہ آیت انبیاء کی صداقت کے لئے ایک بڑا بھاری معیار ہے

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کی دلیل ازروئے قواعد منطق نہیں بن سکتی۔ جب تک یہی دلیل دوسرے افراد نبوت پر حاوی نہ ہو۔ کیونکہ جب دوسرے انبیاء کے لئے عدم قتل شرط صداقت نہیں تو نبی کریم کے لئے کیوں ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ دلیل گذشتہ انبیاء کے لئے ہے نہ آنیوالوں کے لئے کیونکہ ...... قرآن کریم کا اثر قیامت تک ہے۔ اور قیامت تک اسکی ہر ایک آیت نے ویسا ہی فائدہ دینا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم کے وقت دیا۔ اس لئے خدا تعالےٰ لامحدود ہستی ہے۔ اسی طرح اس کی کلام میں بھی لاانتہاء رموز مخفیہ اور حقائق و دقائق مستتر ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ آیت کریمہ آئندہ کے لئے بھی معیار صداقت انبیاء نہ ہوتی۔ تو قرآن مجید میں موقوف ثابت ہوتا ہے۔

چوتھا جواب اس بات کا جو غیر احمدی آیت یقتلون النبیین بغیر الحق (کہ نبی پہلے قتل ہوتے رہے ہیں) پیش کرکے کہتے ہیں کہ سچے انبیاء تو قتل ہوتے رہے ہیں یہ ہے کہ یقتلون میں قتل کے کئی معانی لغت والوں نے لکھے ہیں۔ مثال کے طور پر میں چند عبارات لسان العرب کی تحریر کرتا ہوں۔

" قاتلھم اللّٰہ انّی یؤفکون ای لعنھم انی یصرفون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور قتل الانسان ما اکفرہ معناہ لعن الانسان۔ قتل کے معنے لعنت کیا گیا ہے۔ انسان اپنے کفر کی وجہ سے "

تو یقتلون النبیین کے معنے اس لحاظ سے یہ ہونگے۔ کہ وہ نبیوں پر لعنت بھیجتے تھے اور ملعون قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ففریقا کذبتم و فریقا یقتلون کے معنے ہوئے ایک فریق کو تم نے جھٹلایا۔ اور ایک فریق پر لعنت بھیجتے ہو پھر آگے چلکر لکھا ہے:۔

"قاتل اللہ فلانا معناہٗ عاداہ وجاء فی الحدیث قاتل اللہ الیہود معناہ عاداھم"
تو تقتلون النبیین کے معنے اس عبارت کے لحاظ سے یہ ہوئے کہ وہ انبیاء سے دشمنی کینہ اور بغض رکھتے تھے۔ اور ان کو تکالیف دیتے تھے۔ اور جسقدر اسباب قتل کے ہوسکتے ہیں۔ کر گذرتے تھے۔ لیکن خدا ان کو اپنے وعدہ کے ماتحت اپنے فضل سے بچاتا تھا۔

پھر قتل کے یہ معنے بھی لکھے ہیں:۔

"وجاء فی الحدیث من دعا الی امارۃ نفسہ او غیرہ من المسلمین فاقتلوہ ای اجعلوہ کمن قتل ومات بان لا تقبلوا لہ قولًا ولا تقیموا لہ دعوۃ وکما جاء فی الحدیث اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الاخیر منہما ای ابطلوا دعوتہ واجعلوہ کمن قد مات"

یعنے جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو آخری کو قتل کردو۔ قتل کے کیا معنے کہ اسکی دعوت کو باطل کردو۔ اور اسکے قول کو قبول نہ کرو۔ اور اُسے ایسا بنا دو جسطرح کہ وہ مرگیا ہو تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہوئے کہ وہ انبیاء کے قول کو نہیں مانتے تھے۔ اور انکی دعوت کو باطل کرنا چاہتے تھے یہ ہیں یقتلون کے معنے بلحاظ لغت کے ان معنوں کے ماننے سے کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہوتا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ سلسلہ کا اول نبی اور آخر نبی قتل نہیں ہوسکتا۔ ورنہ وہ سلسلہ ہی تباہ ہوجائے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ سلسلہ کے اوّل میں تھے اور حضرت عیسیٰ آخر میں۔ پس نہ حضرت عیسیٰ قتل ہوسکتے تھے۔ اور نہ حضرت موسیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر بھی لٹکایا گیا۔ لیکن خدا نے پھر بھی بچا لیا تو ان کا زندہ رہنا اور صلیب پر نہ مرنا ان کی صداقت کا ایک بڑا نشان تھا۔ اسی طرح رسول کریم سلسلہ محمدیہ کے اول میں اور حضرت مسیح موعود آخر میں ہیں۔ تو ان دونوں میں سے کسی کا قتل ہونا سلسلہ محمدیہ کے جھوٹا ہونے پر دال ہے۔ اس لئے آیت لو تقول دونوں کے لئے معیار صدق ہے

چھٹا جواب یہ ہے کہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ فعل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ فعل وقوع میں آبھی چکا ہے۔ تو

اسکے لئے دوبارہ اس فعل کا ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی کہے۔ کسرت الاناء اتنا فقرہ اثبات پر دال ہے کہ توڑنے کا فعل تو ہوا ہے۔ لیکن یہ کہ اس برتن نے اس فعل کا اثر قبول کیا ہے یا نہیں۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ تو اگر برتن ٹوٹ بھی گیا ہو تو پھر اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے اس طرح کہا جاتا ہے۔ کسرت الاناء فانکسرت کہ میں نے برتن کو توڑا اور وہ ٹوٹ گیا۔ اسی طرح یقتلون النبیین کے معنے ہیں وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ لیکن یہ کہ وہ قتل ہو بھی جاتے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں قتل کے معنے ارادۂ قتل کے آئے ہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ سپارہ ۲۴ سورہ مؤمن رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ أتقتلون رجلًا ان یقول ربی اللہ الخ جب حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں گئے۔ اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا۔ تو ایک مؤمن آدمی نے جو کہ آل فرعون سے تھا۔ اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ کہا کہ کیا تم ایسے آدمی کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب ایک اللہ ہی ہے۔ تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہونگے کہ وہ نبیوں کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو اب قرآنی محاورہ سے بھی قتل کے معنے موت کے سوا ارادۂ قتل ثابت ہو گئے۔

آٹھواں جواب یہ ہے۔ کہ بہر حال جس نبی کو یہ الہام ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکے ساتھ یہ وعدہ کیا ہو کہ واللہ یعصمک من الناس تو اس کا قتل نہ ہونا اسکے لئے صداقت کا معیار ضرور ہے۔ اب جبکہ یہ حضرت صاحب کا بھی الہام ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔ تو پھر اس الہام کے ہوتے ہوئے اور اثبات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود اور نبی کر کے مبعوث کیا ہے۔ قتل نہ ہونا حضرت صاحب کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے۔

نواں جواب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب شہادت القرآن صد ۳۴ و ۳۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔ اوّل وہ رسُول جو اصحاب شرائع ہیں۔ اور وہ پانچ ہیں نوح نبی اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ[1]۔ محمد رسول اللہ۔

دوسرا وہ طائفہ ہے۔ جو صاحب شریعت نہ تھے۔ ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے۔ اور ان کی قوم بسبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ مثل صالح ؑ اور ہود ؑ اور لوط ؑ اور شعیب علیہم السلام۔

تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دیئے گئے۔ لیکن اتباع تورات کے لئے مامور تھے اور وے وہ ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد بھیجے گئے‘‘ …… نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول ودوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکرین ناکام رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خلل شریعت اور رسالت میں شیء ڈالتا ہے۔ بخلاف طائفہ ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا‘‘

پس اس مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے بھی عدم قتل انبیاء یعنے لو تقول علینا بعض الاقاویل کو صداقت کا معیار قرار دیا ہے۔ اور اسی اصول کو لیکر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود جن کا کام ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ادیان باطلہ پر دین اسلام کو غالب کرنا ہے۔ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوئے اور ان کی قوم (تمام جہان) بسبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ اور بڑے بڑے عالمگیر عذاب[2] آئے۔ جو زندہ دلوں پر مخفی نہیں۔ اور اسوقت بھی مشاہدہ میں آرہے ہیں پس مذکورہ بالا اصول کے ماتحت حضرت مسیح موعود کا قتل نہ ہونا آپ کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔

۱؎ مولوی صاحب! عیسیٰ کو صاحب شریعت نبی آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ اتینا داود زبورا کی بناء پر حضرت داوٗد کو بھی صاحب شریعت گن لیتے۔ ہر صاحب کتاب صاحب شریعت نہیں ہوتا

۲؎ نئی وبا (جنگی بخار) کے عالمگیر اور عذاب ہونے کا اقرار تو اہل حدیث نے ہی کیا ہے۔ اسکی پیشگوئی دیکھو۔ ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۲۸ و ۳۳

منہ

دسواں جواب

یہ ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ ہر نبی کو ابلاغ رسالت تک ہوتا ہے۔ کہ کوئی نبی بھی قتل یا مر نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ ابلاغ رسالت نہ کرے۔ ابلاغ رسالت تک خدا تعالیٰ ہر ایک نبی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دشمنوں سے بچاتا ہے۔ آگے ابلاغ رسالت کے بعد چاہے وہ قتل ہو جائے یا مر جائے۔ اسکی رسالت میں یہ امر شبہ نہیں ڈالتا۔ اسلئے کہ جس کام کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا۔ اور اسنے جماعت قائم کر دی۔ لیکن جو جھوٹا نبی دعویٰ کرتا ہے وہ ہر بات میں ناکام اور نامراد رہتا ہے۔ اور اس کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم۔ یعنے خدا ہی عالم الغیب ہے۔ وہ کسی پر سوائے اپنے رسولوں کے اظہار علی الغیب نہیں کرتا۔ جب ان کو نبی اور رسول کا خطاب دیا جاتا ہے تو یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کا حکم صادر ہوتا ہے۔ چونکہ ابلاغ رسالت میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ ہر طرف کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کے ارد گرد فرشتوں کا پہرہ رہتا ہے۔ اسوقت تک کہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کی رسالت کو دوسروں تک پہونچا دیا ہے۔ پس اس قرآنی آیت کریمہ کے اصول کے ماتحت کوئی نبی بھی ابلاغ رسالت تک قتل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے بعد جنکو خدا تعالیٰ مخصوص کرے وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کا ولہم علیّ ذنب فاخاف ان یقتلون فرمانا اور مقابل میں خدا تعالیٰ کا کلاّ کے ساتھ جواب دینا اور حضرت عیسیٰ سے یٰعیسیٰ انی متوفیک کا وعدہ ہونا اسبات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ دو تو تبلیغ رسالت کے بعد بھی قتل نہیں ہو سکتے۔ اور اسی طرح انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً کے ماتحت اور رسول کریم کے سب انبیاء پر افضل اور خاتم الرسل ہونے کی وجہ سے کسی وعدہ کی ضرورت نہ ہونا۔ اور مسیح موعود کے لئے بھی وعدہ یٰعیسیٰ انی متوفیک اسبات کا ثبوت ہے کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ پس قتل نہ ہونا انکی صداقت پر ایک بڑی بین دلیل ہے۔ اور یہ جواب ایسا ہی

قرآن مجید کی دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں

۱۔ قرآن مجید میں ایک سورۃ کا نام ہی سورہ دخان ہے۔ اسکی یہ آیات ملاحظہ ہوں
فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَأْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۝ یَّغْشَی النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ
اَلِیْمٌ ۝ رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اَنّٰی لَهُمُ الذِّکْرٰی وَ
قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝

ترجمہ۔ انتظار کر اس دن کی۔ کہ آسمان دخان مبین لائیگا۔ جو تمام لوگوں پر چھا جائیگا۔ یہ عذاب درد دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے عذاب ہٹا لیجئے ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہ کیا نصیحت پکڑینگے۔ جبکہ ان کے پاس رسول مبین آیا اور وہ روگردان ہوکر کہنے لگے کہ یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔

دُخان کے متعلق جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے وہ میں چاہتا تھا کہ ابن جریر اور ترجمان القرآن نواب صدیق حسن صاحب سے سب ہی نقل کردوں۔ مگر گنجائش کم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دُخان سے دو مرادیں لی گئی ہیں۔ **قحط یا دھواں**۔ اسی طرح بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ قحط تھا۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا اللھم سنی کسنی یوسف کے جواب میں مشرکین عرب پر نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ وہ قحط مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف مشرکین عرب پر آیا۔ اور آیت میں یغشی الناس (سب لوگوں پر چھا جائیگا) ہے۔ اس لئے قیامت کے قریب اس کا ظہور ہو گا۔ (دیکھو ترجمان القرآن) چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب والے ترجمہ کے حاشیہ پر یہ الفاظ ہیں۔

”قیامت میں یہ دھواں گھیرے گا۔ نیک آدمی کو زکام سا ہو گا۔ اور بد کو سر میں چڑھے گا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا“۔

بہر حال کچھ بھی ہو۔ ہمارا مقصد حاصل ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی دونو طور پر اس زمانہ

میں پوری ہوگئی۔ اور ابن قتیبہ دخان کے معنے خوب سمجھے۔ جن سے ترجمان القرآن ناقل ہے۔

"اسمیں دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ قحط کے سال میں بسبب ہونے بارش کے زمین کی خشکی نہایت درجہ کی ہوتی ہے۔ اور غبار کثیر بلند ہوتا ہے۔ اور ہوا تاریک ہوجاتی ہے۔ یہ دھوئیں کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عرب شئی غالب کا نام دخان رکھتے ہیں"

یعنی مصائب کے وقت جہان تاریک نظر آتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت اس پیشگوئی کا ابتدائی ظہور ہوا۔ مگر اس زمانہ میں جب اس پیشگوئی کے پورے اتحاف کا وقت آیا۔ تو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود پر دوبارہ[1] یہ آیت نازل فرمائی۔ اور جیساکہ اس آیت میں وقد جاءھم رسول مبین سے خبر دی گئی تھی۔ کہ اس دخان سے پہلے ایک رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہے۔ جب وہ رسول نازل ہو چکا۔ تو دخان کسی طرح پر محیط عالم ہو گیا۔

اول۔ تو اس طرح پر کہ تقریباً تمام سلطنتیں مبتلائے جنگ ہوئیں۔ اور میدان میں اسقدر فوجیں جمع ہوئیں کہ ابتدائے عالم سے اب تک نہ ہوئی تھیں اور اسقدر گولہ باری ہوئی کہ زمین پر چار سال تک زلزلہ رہا۔ اور جو سماء دخان سے بھر گیا۔ کیا اس دخان مبین سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے۔ اور کیا ہر متنفس کی زبان سے یہ بے اختیار نہیں نکل گیا کہ ھذا عذاب الیم اور کیا یغشی الناس کے الفاظ صادق نہ آئے۔

دوم۔ پھر اس دخان کے نتیجہ میں وہ پُراسرار مرض (وبائی نزلہ) پھیلا۔ جسے جنگی بخار کہتے ہیں۔ کیونکہ جنگ سے اس کا ایک قسم کا تعلق تہا۔ یہ بخار دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گیا۔ اور سب مذاہب والے پکار اُٹھے۔ کہ ہذا عذاب الیم۔ دیکھو اہلحدیث ۲۵۔ اکتوبر۔ اللہ اکبر ایکطرف جنگ کی بلا ہے جسکا اثر تمام دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مہلک ہو رہا ہے × × × تیسری طرف قحط بلائے عام کی طرح مسلط ہے (اسے نوٹ کریں) چوتھی طرف سے بیماری کا مہلک حملہ × × ایسے عام عذاب میں × × × اس بخار کی بابت ڈاکٹری اقراری ہیں کہ ہمیں اس کی

[1] ۲۵ر جنوری ۱۹۰۶ء

حقیقت معلوم نہیں ہوئی × × × دراصل اس کی ابتدا جنگ سے ہوئی۔ جہاں فریقین کی طرف سے زہریلی آتشباری سے ہوا میں سمیت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ بذریعہ تموج کے سارے ملک بلکہ ساری دنیا میں پھیل گئی (یغشی الناس کا صحیح ترجمہ)

آگرہ اخبار۔ آجکل قیامت صغریٰ برپا ہے × × × جو حالت آج کل صبر آزما ہے۔ وہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی۔

آریہ گزٹ۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۸ء اب تو کوئی صوبہ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں اور کوئی جھونپڑی ایسی نہیں جو اس مہامری کی زد سے بچی ہو۔"

نور افشاں "تعجب ہے کہ یہ مرض کسی درجہ کے آدمی کو نہیں چھوڑتا۔"

مدینہ اخبار۔ خداوند عالم نے جب دیکھا کہ گرانی و قحط کی مصیبت طاعون و ہیضہ کی آفات اور جنگ کی بلاؤں سے انسان کو عبرت حاصل نہیں ہوئی × × × تو اس نے ایک نئی قسم کی بلا نازل کی۔ جس نے دنیا میں تباہی ڈال دی۔ جنگی بخار کیا چیز ہے؟ ایک عذاب ہے عذاب الٰہی۔ جس نے ہزاروں گھروں کے چراغوں کو گل کر دیا۔ جس نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دیں اور جس گھر میں گھسا صفایا کر دیا۔ (۹ر نومبر ۱۹۱۸ء)

چونکہ یہ پیشگوئی پورے ہونے کا وقت یہی تھا اس لئے اس زمانے کے رسُول نے اپنی کتاب چشمہ معرفت کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۸ پر ۱۹۰۸ء کو آج سے دس سال پہلے خبر دی۔

"خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی۔ اور انسان حیرت میں پڑنے والے ہیں کہ کیا ہونیوالا ہے۔"

اور اگلے مفسرین و محدثین نے بھی یہی لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک مرض زکام کے پھیلنے سے یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ جیسا کہ شاہ رفیع الدین والے ترجمہ کے حاشیہ سے دکھا چکا۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ مومنین[1] کو زکام ہوگا۔ اور احوال آخرت پنجابی میں ہے۔ ع مؤمن بند دماغ آوازہ حالت جویں زکامی۔ یہ پیشگوئی کتب سابقہ میں بھی تھی۔ دیکھو بائبل پھر قرآن مجید میں۔ پھر حدیث صحیح جسکی بناء پر مفسرین و محدثین

---

[1] اس سے ظاہر ہے کہ اس مرض سے مومنین بھی مبتلا ہونیوالے تھے۔

بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے آئے۔ اور پھر جب وقت آیا تو مسیح موعود پر کلام الٰہی نازل ہوا کہ دخان مبین آتا ہے۔

سوم۔ دُخان کے معنے قحط کے ہو سکتے ہیں۔ سو قحط بھی وہ پڑا۔ کہ خدایا تیری پناہ غریبوں کا تو کیا ذکر۔ بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں۔ شہنشاہوں تک اس کا اثر پہنچا اور وہ اپنی خوراک پوشاک و دیگر ضروریات میں حد درجہ کی کفایت پر مجبور ہو گئے۔

ابھی تازہ نور افشاں میں یہ خبر چھپی ہے:۔

"دار السلطنت رُوس میں فی انڈا ڈیڑھ روپیہ اور مکھن فی سیر ساٹھ روپے فروخت ہو رہا ہے"

پھر مسافر آگرہ یکم نومبر میں یہ الفاظ چھپے ہیں:۔

"بوڑھے بوڑھے آدمی کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی بڑے قحط میں بھی ہر اناج کی اتنی بے حد گرانی نہیں دیکھی۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ کپڑا۔ رُوئی۔ تیل۔ غرضیکہ زندگی کی دیگر تمام ضروریات بھی سخت گراں ہیں"

کیا دنیا میں کوئی ایسا گھرانہ ہے۔ جو یہ دعویٰ کر سکے کہ یہ قحط عالمگیر نہیں نہ صرف اشیاء خوردنی بلکہ انسانی ضروریات کی ہر چیز گراں ہو گئی ہے۔ اور اس کی قیمت دس دس گنا ہو گئی۔ اس پہلو سے بھی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

چہارم۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے کہا۔ دُخان سے مُراد مصائب ہیں۔ سو آپ تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کی ایک فہرست بنالیں اور بتائیں کہ کونسی مُصیبت نازل نہیں ہو چکی۔ بلکہ ایسی ایسی مصیبتیں آئیں کہ ہم ان سے پہلے واقف نہ تھے۔

دوسری پیشگوئی

پھر آپ قرآن مجید کی سُورۃ قارعہ پڑھیں۔ جو یوں ہے:۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا

مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ جو قیامت برپا کرنے والی آفت یا وہ جیش عظیم۔ کیا ہے وہ جیش عظیم۔ اور تم کیا سمجھے اس قارعہ کو۔ اس روز لوگ پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی مانند ہو جائینگے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رُوئی کی مانند۔ پس جس کا **وزن بھاری** ہو گا۔ وہ کامیابی کی پسندیدہ زندگی پائے گا۔ اور جس کا وزن کم ہو گا۔ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہو گا۔ اور تم کیا سمجھے ہاویہ کیا چیز ہے۔ شعلہ زن آگ۔

کیا موجودہ جنگ جو سوا چار سال رہی۔ اس کے مناظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے کیا کسی زیادہ تفسیر کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔ دُنیا میں ایک قیامت برپا کی گئی بڑے خود مختار بادشاہ (مثل زار روس۔ زار بلغاریہ۔ قیصر جرمن) **تختوں** سے اُتارے گئے۔ اور وہ انقلاب عظیم آیا کہ الٰہی توبہ۔ اور وہ جیش عظیم یعنی لشکر کثیر جمع ہوا کہ الامان! ٹڈی دَل کی مانند فوجوں پر فوجیں جمع ہوئیں۔ اور مشرق سے مغرب تک آدمیوں کی بھرتی کا تانتا لگ گیا۔ بڑے بڑے پہاڑ گولہ باری سے دھنکی ہوئی روئی کی مانند بنا دیے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہ اور رؤساء فقیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ روئی کے گالوں کی مانند ایسے نرم ہوئے کہ پاؤں کے نیچے ان کا مسلا جانا آسان ہے۔ اَب اس گھمسان کے رن اور قیامت خیز طوفان جنگ کے نتیجہ کی نسبت سوال ہو سکتا تھا کہ کون سا فریق کامیاب ہو گا۔ تو فرمایا۔ جس کا **وزن بھاری**۔ تمام سامان جنگ وزن نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ایک جہاز ہیں۔ جن کا وزن بتایا جاتا ہے۔ کہ فلاں جہاز اتنے ٹن کا ہے۔ سو اس میں یہ اشارہ فرما دیا کہ جس فریق کی بحری قوت سب سے بڑھ کر ہوگی وہی کامیاب ہوگی۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بحری تفوق ہماری برٹش گورنمنٹ کو حاصل ہے پس **فتح بھی اسی کو حاصل ہونیوالی تھی۔ بخلاف اسکے جرمن کی نسبت نارٌ حامیہ** بتایا۔ کہ وہ آتش باری کی نذر ہو گی۔ یہ آیت کا بطن ہی جو ثبوت ہے اس بات کا کہ قیامت کے دن اس کا ظہر بھی پورا ہو گا۔ غرض قرآن مجید کی یہ پیشگوئی بھی جس شان سے پوری ہوئی۔ اُس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

تصحیح۔ مضمون نزول المسیح میں صہ پر ۵۰۴ کی بجائے ۵۴۶ اور بجائے ۱۸۷۲ کے ۱۸۷۲ انبالیس (ایڈیٹر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴